# جواہرِ سخن

یعنی اُردو شعرا کے کلام کا انتخاب

جسے

مولوی محمد مبین کیفیؔ، چریاکوٹی نے مرتب کیا

جس پر

مولوی سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم۔اے

شعبہ اردو - لکھنؤ یونیورسٹی نے نظر ثانی کی

جلد دوسری

۱۹۳۵

ہندستانی اکیڈمی صوبۂ متحدہ، الہ آباد

*Published by*
The Hindustani Academy
ALLAHABAD



PRICE { Unbound Copy Rs. 8/-
Bound Copy Rs. 8/8



*Printed by*
Onkar Prasad Gaur at the K. P. Press
ALLAHABAD

# فہرست

# دیباچہ

ہندوستانی ایکیڈیمی صوبہ متحدہ کے اردو شاعروں کے کلام کا انتخاب شائع کرنے کا ارادہ کیا اور انتخاب کا کام مولوی محمد مبین صاحب کیفی چریا کوٹی کے سپرد کر دیا ۔ موصوف نے کئی سال کی محنت میں یہ انتخاب تیار کرکے اُس کو چھہ جلدوں میں ترتیب دیا ۔ اِس کے بعد اکیڈیمی کی جانب سے ہر جلد کے لئے ایک ایڈیٹر مقرر ہوا ۔ چنانچہ اِس دور کی دوسری جلد پر نظر ثانی کرنے کی ذمہ‌داری میرے سپرد کی گئی نظرثانی کرتے وقت میں نے زیادہ ترحذف و ترمیم سے کام لیا ۔ شعرا کے حالات و سنین وغیرہ میں مولف کتاب کی تحقیق پر اعتماد کر کے صرف غیر ضروری باتیں حذف کردیں ' عبارت میں لفظی ترمیم کردی ' بیان کی ترتیب میں ضروری تغیر کر دیا ' اور بعض شعرا کے خصوصیات کلام از سر نو لکھے ۔ کلام کے انتخاب میں بھی زیادہ ترحذف سے کام لیا ۔ جو اشعار ذوق سلیم پر گراں معلوم ہوے ان کو نکال دیا ' جن شاعروں کے کلام کو کوئی خاص امتیاز حاصل نہیں یا جو اپنے زمانے کے اعتبار سے اِس دور میں شامل نہیں ہو سکتے اُنھیں خارج کر دیا ۔ اس کاٹ چھانٹ کے بعد کتاب کی ضخامت نصف کے قریب رہ گئی پھر بھی یہ جلد تقریباً ہزار صفحوں پر مشتمل ہے ۔

کتاب کے مسودے میں سے جہاں بہت کچھہ حذف کر دیا گیا ہے وہاں تھوڑا سا اضافہ بھی کیا گیا ہے ۔ حضرت میر سے مجھکو جو دلی عقیدت اور ان کے کلام کی میری نظر میں جو وقعت ہے اُس نے مجھے مجبور کیا کہ اس شاعر اعظم کے جو بلند پایہ اشعار نظر انداز ہو گئے ہیں انھیں انتخاب میں شامل کر دوں ' مگر اِس کام کے لئے ضروری تھا کہ میر کے ساتوں دیوانوں کا شروع سے آخر تک بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے ۔ افسوس ہے کہ میری کم فرصتی نے اس کا موقع نہ دیا اور صرف ردیف الف میں کوئی سوا سو اشعار اضافہ کرنے کے بعد مجھے یہ خیال ترک کر دینا پڑا ۔

سودا کے قصیدے اور ہجویں ' میر کی مثنویاں اور واسوخت ' میر حسن کی مثنوی سحرالبیان ' ان چیزوں کے جو انتخابات اس کتاب میں شامل ہیں ان کا ذمہ دار زیادہ تر میں ہوں میرتقی میر کے حالات اور مقدمہ کتاب جس پر ' خصوصیات دور ' کی جگہ ' خلاصہ دور ' کا عنوان چھپ گیا ہے یہ دونوں چیزیں بھی میں نے از سر نو لکھی ہیں - ان کے علاوہ شعرا کے حالات و منتخبات مولف کتاب کی محنت کا نتیجہ ہیں -

کتاب کے مسودے پر نظر ثانی کرتے وقت میں نے کتابت وغیرہ کی بہت سی غلطیوں پر نشان لگا دئے تھے اور ترتیب وغیرہ کے متعلق بہت سی ہدایتیں کر دی تھیں - لیکن افسوس ہے کہ نہ سب غلطیوں کی تصحیح ہوئی اور نہ کل ہدایتوں پر عمل کیا گیا بہر حال میں نے مطبوعہ نسخے پر ایک سرسری نظر ڈال کر غلطیوں کی فہرست بنادی ہے جس کے مکمل ہونے کا دعوی نہیں کیا جا سکتا - یہ فہرست کتاب کے آخر میں لگا دی گئی ہے - ناظرین اس کو دیکھ کر غلطیوں کی تصحیح کر لیں - چند غلطیاں جن کی اس فہرست میں گنجائش نہ تھی ذیل میں درج کی جاتی ہیں -

۱---میر کی ایک غزل کے پانچ شعر جو صفحہ ۴ میں موجود تھے صفحہ ۴۸ ۴۹ میں مکرر درج ہو گئے ہیں -

۲---مندرجہ ذیل شعر صفحہ ۴۶۹ اور صفحہ ۴۷۱ دونوں میں درج ہے :---

بے وفائی پہ تیری جی ہے فدا - قہر ہوتا جو باوفا ہوتا -

۳---ذیل کا شعر صفحہ ۴۷۳ میں بھی موجود ہے - اور صفحہ ۴۷۶ میں بھی :---

بے وفا تیری کچھ نہیں تقصیر - مجھ کو اپنی وفا ہی راس نہیں

۴---صفحہ ۲۴ میں تیسرے شعر کا دوسرا مصرع یہ ہونا چاہئے : -

ع آئینہ تھا یہ ولے قابل دیدار نہ تھا -

۵—صفحہ ۱۷۱ میں پہلے شعر کا پہلا مصرع یہ ہونا چاہئے :—

ع جب نام ترا لیجئے تب چشم بھر آوے ۔

۶—صفحہ ۳۹۹ سطر ۹ میں لفظ 'مثنوی' کے بعد یہ عبارت چھپنے سے رہ گئی ہے :—

'' سحرالبیان ہے ۔ نقادان سخن کی متفقہ راے ہے کہ اُردو شاعری اِس مثنوی ''

۷—اصل کتاب میر کے حال سے شروع ہوتی ہے ۔ اس لئے جس صفحے پر میر کے حالات کی ابتدا ہوئی ہے اسی سے کتاب کے صفحوں کا شمار شروع ہونا چاہئے تھا ۔ مگر میر کے حالات جن صفحوں میں ہیں اُن پر '' خلاصہ دور '' کے سلسلے میں حروف ابجد لکھ دئے گئے ہیں ۔ اِس سے حالات میر مقدمہ کتاب کا جزو معلوم ہونے لگے ہیں حالانکہ وہ اصل کتاب میں شامل ہیں ۔

آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اِس کتاب پر نظر ثانی کرنے میں بہت سا وقت صرف کیا اور بہت کچھ حذف و اضافہ کیا پھر بھی یہ انتخاب ایسا نہ ہوا جیسا میرا جی چاہتا تھا ۔ میرا یہ کہنا مولف کتاب کی محنت کو کم کر کے دکھانا یا اُن کے مذاق سخن پر حرف رکھنا نہیں ہے بلکہ صرف اُس اختلاف مذاق کی طرف اشارہ کرتا ہے جو دو آدمیوں میں فطرتاً موجود ہوتا ہے ۔

سید مسعود حسن رضوی ادیب

کوہ منصوری ۳ جولائی سنہ ۱۹۳۵ع

# خلاصہ دور

## جلد دوم

مولف کتاب نے جس عہد کو اردو شاعری کا دوسرا دور قرار دیا ہے وہ تقریباً سنہ ۱۱۵۰ھ سے شروع ہوتا ہے - اور کوئی ایک صدی تک قائم رہ کر سنہ ۱۲۰۰ھ کے قریب ختم ہوتا ہے - اردو شاعری کی تاریخ میں بعض حیثیتوں سے یہ دور سب سے زیادہ اہم ہے -

اس دور میں ایسے ایسے باکمال شاعر پیدا ہوئے اور انہوں نے ہر صنف سخن میں ایسے ایسے شاہکار پیش کئے کہ اردو شاعری بڑے بڑے مشکل پسند اور نکتہ چیں طبائع میں بھی مقبول اور معزز ہوگئی - اگر ایسے معجز نگار اور بلند فکر شعر اس دور میں جمع نہ ہو گئے ہوتے تو اردو شاعری کو مقبول عام ہونے میں بہت زمانہ لگتا' اور ایک مدت دراز کے بعد شاید وہ اس قابل ہوتی کہ لوگ فارسی کی سی عزیز اور دلکش زبان کو چھوڑ کر اردو میں شعر کہنے کی طرف متوجہ ہوجائیں -

فارسی شاعری کی طرح اردو شاعری کی اہم صنفیں بھی تین تھیں - غزل - قصیدہ - مثنوی - اس دور میں ان تینوں صنفوں کی تکمیل ہوئی - غزل کی تکمیل میر' سودا' درد' قائم اور مصحفی کی منت گزار ہے - قصیدہ اپنی تکمیل کے لئے

سودا ، انشا اور مصحفی کا مرہون منت ہے - مثنوی کی تکمیل
میر - اثر - حسن اور مصحفی کے ہاتھوں ہوئی - رباعیاں بھی
اس دور کے متعدد شاعروں نے خوب خوب لکھیں - مگر خواجہ میر درد
نے اس صنف سخن کی طرف خاص توجہ کی -

اس دور میں مرثیے کو بھی اچھی خاصی ترقی ہوئی -
متعدد شعرا ایسے گزرے جنھوں نے اپنی عمر اسی صنف شعر کی
خدمت میں صرف کردی - ان میں سکندر ، مسکین ، گدا ،
افسردہ ، احسان کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں - ان کے
علاوہ میر اور سودا کے سے باکمال شاعروں نے بھی اس صنف کی
طرف خاص طور پر توجہ کی اور بہت بہت سے مرثیے تصنیف
کیے - سودا نے مرثیے کو شعر کی مشکل ترین صنف کہہ کر اس
کی عظمت مسلم کردی - مرثیہ دوسرے اصناف سخن سے اس قدر
الگ اور مقدار میں اتنا زیادہ ہے کہ وہ اپنا انتخاب علیحدہ
چاہتا ہے اس لیے مرثیے اس جلد میں شامل نہیں کیے گئے ہیں -

بعض اصناف سخن جو اردو میں موجود ہی نہ تھے ان
پر اس دور کے شعرا نے پہلے پہل طبع آزمائی کی - واسوخت اور
مسمط کی بعض صورتیں میر نے اردو شاعری میں داخل کیں -
ہجو گوئی کا راستہ میرضاحک اور مرزا سودا نے دکھایا - ریختی
کی ایک نئی صنف رنگین اور انشا نے ایجاد کی -

اصناف سخن کے علاوہ اس دور میں شاعری میں بعض خاص
کیفیتیں بھی پیدا کی گئیں - میر نے محبت اور انسانیت کا
بلند ترین معیار پیش نظر کردیا اور غم و حسرت نے دریا بہا دیے -

درد نے صوفیانہ خیالات شاعرانہ انداز میں بڑی خوبی کے ساتھ ادا کیے ۔ حسن نے منظر کشی اور صورت نگاری کے بہترین نمونے پیش کیے ۔ جرات نے معاملہ بندی کا کمال دکھایا ۔ انشا اور رنگین نے ظرافت اور ہزل کو شاعری میں جگہ دی ۔ انشا نے مشکل زمینوں میں شعر کہنے کی ابتدا کی ۔ اور ایک نہایت مفید بات یہ ہوئی کہ ایہام گوئی متروک ہوگئی یعنی اردو کے قدیم شاعروں کے یہاں شعر کی بنیاد اکثر کسی خیال پر نہیں بلکہ کسی لفظ یا کسی صنعت پر ہوتی تھی ۔ یہ طریقہ اس دور میں ترک کردیا گیا ۔

زبان کی اصلاح اور توسیع کے لحاظ سے بھی یہ دور بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔ مکروہ اور ثقیل لفظوں سے زبان کو پاک کرنا محاوروں میں تراش خراش کر کے ان کو سڈول بنانا ' نظم کی زبان سے زوائد یعنی بھرتی کے لفظوں کو نکال دینا ' اور زبان کی صحت و فصاحت کا معیار قائم کرنے کی کوشش کرنا اس دور کے شعرا کا شاندار کارنامہ ہے ۔ یوں تو کچھ زمانے کے بعد کچھ لفظ فطرتاً اور لزوماً متروک ہو ہی جاتے ہیں ' اور کچھ محاوروں کی شکل خود بخود بدل جاتی ہے ۔ لیکن اس دور کے شعرا نے اپنے ارادے اور کوشش سے زبان کو درست کیا ۔ بے شمار فارسی ترکیبوں ' محاوروں اور مثلوں وغیرہ کا خوبصورتی سے ترجمہ کر کے زبان کو وسعت دی ۔ اپنے فطری سلیقے اور غیر معمولی قدرت بیان کی بدولت اظہار خیال کے ہزاروں اسلوب پیدا کردیے ۔ اور اردو کو اس قابل بنادیا کہ اس میں باریک سے باریک خیال اور نازک سے نازک جذبات ادا کیے جاسکیں ۔ اس سلسلے میں میر ۔ سودا ۔ درد اور قائم کے خدمات خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ ان

حضرات کے مندرجہ ذیل دعوے خود ان کی اصلاحی کوشش کا ثبوت ہیں :-

(میر)

ریختہ کاہے کو تھا اس رتبۂ عالی میں "میر"
جو زمیں نکلی اسے تا آسماں میں لے گیا

---

ریختہ رتبے کو پہنچایا ہوا اس کا ہے
معتقد کون نہیں "میر" کی استادی کا

(سودا)

کہے تھا ریختہ کہنے کو عیب ناداں بھی
سو یوں کہا میں کہ دانا ہنر لگا کہنے

(قائم)

قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ
اک بات لچرسی بزبان دکھنی تھی

---

اسی دور میں سید انشا نے دریائے لطافت لکھ کر زبان کی صحت و فصاحت کا معیار قائم کردیا - اِس معیار کی اشاعت میں رنگین نے سب سے زیادہ کام کیا - بچپن ہی سے اُن میں اِتنی جرأت تھی کہ اپنے استاد معظم و محترم بوڑھے شاہ حاتم کو اُن کے شاگردوں مریدوں اور عقیدتمندوں کے مجمع میں ٹوک سکتے تھے سن کے ساتھ ساتھ اُن کی یہ جرأت بھی[1] بڑھتی

---

[1] دیکھو "مجالس رنگین" مجلس اول -

گئی - رنگین ایک خوشحال اور تجارت پیشہ شخص تھے اکثر سفر میں رہتے تھے - جہاں جاتے تھے وہاں کے شاعروں اور شاعری سے دلچسپی رکھنے والوں کو اپنے گرد جمع کر لیتے تھے، شاعری اور زبان کے مسائل پر بحثیں چھیڑ دیتے تھے - اِن بحثوں کے سلسلے میں بڑے بڑے استادوں کے کلام پر بے دھڑک اعتراض کر کے اُس پر اصلاح دے دیتے تھے - اِس طرح وہ زبان کی صحت اور فصاحت کے معیار کی اشاعت شہروں شہروں کرتے پھرتے تھے - اُن کی اِس کار گزاری کی تفصیل دیکھنا ہو تو اُن کی کتاب مجالس رنگین پڑھیے [1] -

زبان کی اصلاح کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اِس دور سے پہلے شاہ حاتم کے وقت سے اُردو شاعروں میں یہ رجحان پیدا ہو گیا تھا کہ ہندی کے لفظ ترک کرکے اُن کی جگہ فارسی اور عربی کے مانوس اور کثیرالاستعمال الفاظ کو جگہ دی جائے - اِس دور میں اِس رجحان کو برابر ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ اِس کے آخری حصے میں فارسی ترکیبوں کا اِستعمال کثرت سے ہونے لگا - ''ہوس'' اور ''ہدایت'' کے کلام میں یہ بات خاص طور پر نمایاں ہے - فارسی شاعری کی تقلید کا رجحان بھی اِس دور سے پہلے شروع ہو چکا تھا - یہ رجحان بھی اِس

[1] یہ دلچسپ اور مفید کتاب سعادت یار خاں ''رنگین'' دہلوی نے ۱۲۱۵ھ میں تالیف کی اس کا ایک اڈیشن سنہ ۱۲۶۴ میں مطبع محمدی میں چھپا - ایک مدت تک یہ کتاب نہایت کمیاب رہی - مذکورہ اڈیشن کے کوئی چوراسی برس بعد راقم حروف نے اس کو ایک مقدمے اور ضروری فہرستوں کے ساتھ ترتیب دیا اور کتاب گھر لکھنؤ نے اس کو سنہ ۱۹۲۹ میں شایع کیا -

دور میں ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ جو تھوڑی بہت خالص
ہندی تشبیہیں - استعارے - تلمیحیں وغیرہ اِس دور کے ابتدائی
شاعروں کے یہاں نظر آجاتی تھیں آگے چل کر وہ بالکل مفقود
ہوگئیں اور انداز بیان اور پرواز خیال دونوں میں فارسی شاعری
کی تقلید ہونے لگی -

شاعری اور زبان کی ترقی کے ساتھ خیالات میں نزاکت
اور بیانات میں تکلف کا پیدا ہو جانا ضروری ہے - اِس دور کے
شعروں کا بیان ابھی قدرتاً اُتنا صاف اور بے تکلف نہیں ہے
جتنا اُن کے پیشرووں کا تھا - لیکن ابھی تکلف تصنع کی حد تک
نہیں پہنچتا اِس لیے اُس سے کلام کی صوری خوبیوں میں
اضافہ ہو جاتا ہے اور معنوی خوبیوں میں کوئی کمی نہیں ہوتی -

اُردو شعرا کے تذکرے پہلے پہل اِسی دور میں لکھے گئے -
'میر' - 'مصحفی' - اور 'قائم' - کے سے کامل اُستادوں کے لکھے
ہوئے تذکرے اب بھی موجود ہیں جو اُردو شعر کی تاریخ
اور تنقید کے لیے بہت قیمتی مواد فراہم کرتے ہیں - اِن کے
علاوہ اور بھی متعدد تذکرے اِس دور میں لکھے گئے جن میں
سے بعض ہندوستانی اور اکثر برطانوی کتب خانوں میں محفوظ
ہیں -

اِس دور کے شعرا کی تمام فضیلتوں کا اعتراف کرنے کے بعد
اِس حقیقت کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اِن باکمالوں
نے اپنی شاعری کو زیادہ تر اپنے پیشرووں کے مضامین میں
محدود رکھا - ہاں اتنا ضرور کیا کہ پرانے مضامین کو نئے نئے
پہلو نئے نئے اسلوبوں سے نہایت پرلطف اور پراثر انداز میں

پیش کیے - لیکن اِس دور کے آخری حصے کے اکثر شاعروں نے اپنا سارا کمال حسن بیان اور جدت ادا میں صرف کر دیا - البتہ ''رنگین'' اور ''انشا'' نے اتنی جدت ضرور کی کہ ظرافت بلکہ هزل کو شاعری میں داخل کردیا - ریختی کا ایجاد بھی حقیقت میں هزل کے لیے ایک نیا میدان تھا - اگر اِس صنف نظم میں عورتوں کے شریف و لطیف جذبات اُنہیں کی زبان میں ادا کیے جاتے تو اُردو شاعری میں ایک نہایت قابل قدر اضافہ ہو جاتا -

اِس عہد کے اکثر شعرا بہت پرگو تھے - مثلاً ''میر'' - ''سودا'' - ''مصحفی'' - ''جرات'' - ''رنگین'' - اِس لیے اُن کا تمام کلام یکساں نہیں ہے - بلند اور پست خیالات صوفیانہ اور سوقیانہ جذبات - درباری اور بازاری محاورات اکثر پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں -

بہر حال اِن شاعروں نے اُردو زبان اور شاعری کی وہ جلیل القدر خدمتیں انجام دیں کہ اُن سے اِن کو غیر فانی عظمتیں حاصل ہوئیں - اور بعض شعرا نے بعض اصناف سخن میں وہ درجہ حاصل کرلیا کہ اُن کی صنف خاص میں اُن کا کوئی نظیر نہ اب تک ہوا ہے نہ آئندہ ہونے کی اُمید ہے - غزل میں میر کو قصیدے میں ''سودا'' کو - مثنوی میں حسن کو - صوفیانہ شاعری میں ''درد'' کو معاملہ بندی میں جرأت کو ' هزل میں انشا کو ' وہ مرتبہ حاصل ہوا جو پھر کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوا - مختلف اصناف سخن کے اتنے بڑے بڑے استاد کسی دور میں جمع نہیں ہوئے - اس دور کے باکمال شعرا کو جو عظمت اپنی زندگی میں حاصل تھی اس میں آج تک

کوئی کمی نہیں ہوئی اور جب تک اردو زبان باقی ہے ان کی بھی عظمت باقی رہے گی - مگر یہ فخر حضرت سلطان الشعرا میر تقی میر کے لیے مخصوص ہے کہ ان کے ہم عصروں سے لے کر آج تک کے تقریباً تمام ممتاز شعرا نے دل کھول کر ان کی مدح کی ہے -

اس دور کی زبان میں بعض صرفی و نحوی خصوصیتیں ایسی تھیں جو بعد کو باقی نہیں رہیں اور بہت سے الفاظ اور محاورے ایسے تھے جو آگے چل کر متروک ہوگئے یا ان میں کچھ لفظی یا معنوی تغیر ہوگیا - مثلاً اب جن حالتوں میں افعال متعدی کے لیے علامت فاعل 'نے' کا لانا ضروری ہے اس عہد میں ضمیر متکلم کے ساتھ ضروری نہ تھا مثلاً 'میں کہا' 'میں کیا' - میں سنا وغیرہ بے تکلف لاتے تھے - فعل حال کے صیغے بنانے کے لیے اب ماضی تمنائی کے صیغوں پر 'ہے' اور اس کے اخوات کا اضافہ کرتے ہیں - اس عہد میں اس غرض کے لیے مضارع کے صیغوں پر 'ہے' وغیرہ بڑھاتے تھے - ''اور آتا ہے'' ''کہتے ہیں'' ''پوچھتے ہو'' '' مارتا ہوں '' کی جگہ '' آئے ہے '' '' کہیں ہیں '' پوچھو ہو '' ماروں ہوں بولتے تھے - اسی طرح کہتا تھا سنتا تھا کی جگہ کہے تھا سنے تھا کہتے تھے - جمع کی حالت میں مونث فعلوں کے ماضی کے صیغوں میں آخری نون سے پہلے ایک الف بڑھاتے تھے اور حال کے صیغوں میں فعل اصلی کی آخری '' ی '' کے بعد الف نون بڑھاتے تھے اور '' آئیں '' - '' چلیں '' - '' دیکھیں '' کی جگہ '' آئیاں '' - '' چلیاں '' - '' دیکھیاں '' اور '' آتی ہیں '' '' بستی ہیں '' - '' ترستی ہیں '' کی جگہ '' آتیاں ہیں '' -

"بستیاں ہیں" - "ترستیاں ہیں" بولتے تھے - فارسی اِسموں کی جمع فارسی قاعدے سے الف نون بڑھاکر ترکیب فارسی کی حالت میں اب بھی بولتے ہیں - مگر اُس عہد میں بغیر ترکیب کے بھی لاتے تھے یعنی خوباں - محبوباں - یاراں - بلبلاں وغیرہ انفراداً بھی اِستعمال کرتے تھے - "آکے" "ہوکر" وغیرہ کی جگہہ "آئے کے" "ہوے کے" وغیرہ کا اِستعمال قدیم زمانے میں عام تھا اِس دور میں بھی "میر" نے "ڈھاکر" کی جگہہ "ڈھاے کر" نظم کیا ہے مگر یہ صورت اِستعمال اِس عہد میں بہت شاذ تھی - جب مونث اسم جمع کی حالت میں موصوف واقع ہوتا تھا تو اُس کی صفت بھی کبھی کبھی جمع لاتے تھے اور صفت کی جمع بنانے کے لیے واحد کے آخر میں الف نون بڑھاتے تھے مثلاً "کریاں ساعتیں" - "بیاریاں" "بیڑیاں" - "کو" کے محل پر کے "تئیں" تو اب تک لوگوں کی زبان پر ہے لیکن "تک" کی جگہہ "تئیں" کا اِستعمال اسی دور سے مخصوص تھا مثلاً "کب تئیں" "یہاں تئیں" کبھی کبھی "تک" کی جگہہ "لگ" بھی لاتے تھے مثلاً "کب لگ" جن حروف معلوی کے آخر میں اب "واو" یا "ی" ہے ان کے آخر میں اکثر نون غنہ بھی لاتے تھے مثلاً "کو" "سو" "نے" "سے" کی جگہ "کوں" "سوں" - "نیں" - "سیں" بولتے تھے - ضمیر حاضر "تو" کی جگہ "توں" اور کبھی کبھی "تیں" بھی استعمال - کرتے تھے - بعض لفظوں کے دو تلفظ رائج تھے مثلاً "اِدھر" - "اُدھر" - "جدھر" - "کدھر" - "لہو" - "جگہ" "لگا" - "بجھنا" - "پھٹنا" - مثلاً - پھر کو "اِدھر" - "اُدھر"

'' جدھر '' - '' کدھر '' - '' لوھو '' - '' جاگہ '' - '' لٹا '' - '' باجنا '' - '' پھاٹنا '' - '' ماتی '' - '' پھیر '' - بھی کہتے ھیں۔
بعد کو ان لفظوں کی صرف پہلی صورتیں جو مختصر تھیں باقی رہ گئیں اور دوسری صورتیں متروک ھو گئیں - بعض لفظوں کے تلفظ میں صرف زرا سا اعراب کا فرق تھا مثلاً '' ھلنا '' - '' گھسنا '' اُس زمانے میں '' ھلنا '' اور '' گھسنا '' تھے - بعض لفظوں کے استعمال میں اور اور طرح کا تھوڑا تھوڑا سا فرق تھا مثلاً '' اُن کو '' '' جن کے '' کی جگہ '' اُنھوں کو '' '' جنھوں کے '' اور '' میرے '' '' تیرے '' کی جگہ '' منجھ '' '' تجھ '' بھی بولتے تھے - '' جس '' کا صلہ '' تس '' اور '' جدھر '' کا '' تدھر '' رائج تھا اب ان کی جگہ '' اس '' اور '' اُدھر '' لاتے ھیں - '' کسو '' - '' کبھو '' '' جبھو '' '' جنھوں '' - '' سیتی '' کہ '' تو '' اب '' کسی '' '' کبھی '' - '' جب '' - '' جوں '' - '' سے '' '' تب '' '' جب '' ھو گیے ھیں - '' اُس نے '' '' جس نے '' کی جگہ اُس زمانے میں '' اُن نے '' '' جن نے '' بولتے تھے - لفظوں کی تذکیر و تانیث میں بھی کہیں کہیں اختلاف تھا مثلاً '' مزار '' کو مونث اور '' خلش '' کو مذکر بولتے تھے -

اب تک جن لفظوں کا ذکر کیا گیا وہ تھوڑے سے تغیر کے ساتھ اب بھی بولے جاتے ھیں - ان کے علاوہ اُس دور میں ایسے لفظ اور محاورے کثیر تعداد میں رائج تھے جو بعد کو بالکل متروک ھوگیے اور اُن کی جگہ نئے لفظوں نے لے لی - مثال کے طور پر اِس طرح کے چند لفظ یہاں لکھے جاتے ھیں - ندان - آخر - آخرکار '' - '' بستار - پھیلاو '' - '' اور - طرف '' -

'' نگر - شہر '' - '' ٹک - زرا '' - '' نت - ہمیشہ'' - '' تلک - زراسا '' - '' باس - بو - خوشبو '' - '' پون - ہوا '' - '' بچن - بات - قول '' - '' مکھ - منہ '' - '' زور - خوب '' - بہت '' - '' ٹھور - ٹھانوں - جگہہ '' - '' وے - وہ کی جمع '' - '' انکھیاں - آنکھیں '' - '' کنے - کے پاس '' - '' کے بیچ - میں '' - '' موندنا بند کرنا '' - '' گہنا - پکڑنا '' - ان میں کے بعض لفظوں کا استعمال اسی دور میں کم ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ دور کے آخر میں بالکل ترک ہو گیے - بعض زیادہ مدت تک رائج رہے - بعض جن کی تعداد بہت کم ھے آج تک کسی کسی کے زبان پر جاری ھیں مگر لکھنے میں مدت سے نہیں آتے مثلاً '' کسو '' - '' کد '' - '' کدھی '' - '' آتیاں ھیں '' -

سید '' انشا '' نے چند لفظ مثلاً جھمکوا واچھوے - بھلرے - ایسے نظم کردیے ھیں جو کسی دوسرے شاعر کے کلام میں نہیں پائے جاتے - اس کی خاص وجہ یہ معلوم ھوتی ھے کہ متین شاعروں کی سنجیدہ شاعری کے لیے اس طرح کے لفظ جس قدر نامناسب تھے ظریف طبع انشا کی ھزل آمیز شاعری کے لیے اتنے ھی مناسب تھے - وہ اپنی شاعری سے سامعین پر جس طرح کا اثر ڈالنا چاھتے تھے اس کے لیے ان لفظوں سے ان کو مدد ملتی تھی -

اس دور کی خصوصیتوں اور اس کے نمایندوں کے کارناموں سے تفصیلی بحث کرنا یہاں منظور نہیں ھے - ان چیزوں کی طرف صرف ایک اشارہ کر دینا مقصود ھے اس لیے اس اجمالی بیان پر اکتفا کی جاتی ھے -

سید مسعود حسن رضوی ادیب

---

# میر

بارھویں صدی ھجری کی پہلی چوتھائی گزرنے کے بعد اکبرآباد کی زمین پر ایک ستارہ نمودار ھوا جو شاعری کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکا - کون اُردو داں ھوگا جو میر محمد تقی میر سے واقف نہ ھو -

خدائے سخن حضرت میر کے والد بزرگوار ایک صوفی منش ' درویش صفت بزرگ تھے ' نام محمد علی تھا مگر اپنے زھدواتقا کی بدولت علی متقی کہلاتے تھے - ایک مرتبہ ابتدائے سفر میں اُن کی نظر کیمیا اثر نے بیانہ کے ایک نوجوان کو ایسا متاثر کیا کہ وہ گھر بار چھوڑ کر اُن کی تلاش میں نکل کھڑا ھوا - آخر شوق کی رھنمائی سے اُس کو منزل مقصود کا پتا مل گیا - اکبرآباد پہونچ کر اُس نے میر علی متقی کا دامن ایسا مضبوط پکڑا کہ مر کے چھوڑا - میر تقی کی تربیت اِسی تارک دنیا درویش سید امان اللہ کی گود میں ھوئی -

ابھی میر صاحب کی عمر صرف دس برس کی تھی کہ سید امان اللہ نے انتقال کیا - اس حادثے نے اُن کو سخت صدمہ پہونچایا اور اُن کے والد تو اس غم میں ایسے پڑے کہ پھر نہ اُٹھے - باپ کی نا وقت موت سے میر صاحب پر مصیبتوں کا دروازہ کھل گیا - سوتیلے بڑے بھائی نے کل ترکے پر قبضہ کر کے

ان کو ستانا شروع کیا ـ جب اپنے گھر میں بیٹھنے کا ٹھکانا نہ رہا تو انہوں نے معاش کی تلاش اور علم کے شوق میں دھلی کا رخ کیا ـ وھاں ان کے انہیں برادر یوسف کے خالو سراج الدین علی خاں آرزو موجود تھے جو علم و فضل میں اپنے زمانے میں یکتائے روزگار سمجھے جاتے تھے ـ میر صاحب نے انہوں کے یہاں قیام کیا ـ مگر وہ سرچشمۂ علم ان کے لیے محض ایک سراب ثابت ھوا ـ

خاں آرزو کی بے توجہی اور بدسلوکی سے تنگ آکر میر صاحب نے اُن کے یہاں کے قیام کو سلام کیا ـ خواجہ محمد باسط نے اپنے چچا امیرالامراء نواب صمصام الدولہ سے اُن کی سفارش کی اور نواب نے اُنہ کچھ وظیفہ مقرر کر دیا ـ ایک ذی علم بزرگ میر جعفر عظیم آبادی نے اُن میں تحصیل علم کا شوق دیکھ کر اُن کو بڑی محبت اور دلسوزی سے پڑھانا شروع کیا ـ

کچھ زمانے کے بعد امروھہ کے ایک سید سعادت علی خاں سے ملاقات ھوئی انہوں نے ان کی طبیعت کا رنگ دیکھ کر ریختہ میں شعر کہنے کی صلاح دی ـ ان امروھوی سید صاحب کی مزاج شناسی نے وہ ساز چھیڑ دیا جس کے نغموں سے تھوڑے ھی دنوں میں سارا شہر گونج اُٹھا ـ

خواجہ میر درد کے والد خواجہ ناصر عندلیب کے یہاں ماھوار مشاعرے ھوا کرتے تھے ـ میر صاحب ان مشاعروں میں پابندی سے شرکت کرتے تھے ـ خواجہ ناصر ایک صاحب کشف بزرگ تھے ـ اُنھوں نے میر کا کلام سن کر ابتداھی میں اُن سے کہہ دیا تھا کہ ایک دن تم میر مجلس ھو جاؤ گے ـ آخر وہ پیشین گوئی

پوری ہو کر رہی - جب اتفاقات زمانہ نے اس محفل کو درہم و برہم کر دیا تو میر صاحب اپنے یہاں ہر مہینے مشاعرہ کرنے لگے -

میر صاحب نے وہ زمانہ پایا تھا کہ دہلی کی سلطنت بالکل کمزور ہو گئی تھی - امیروں جاگیرداروں اور صوبہ داروں کی باہمی جنگیں احمد شاہ درانی کے حملے اور مرہٹوں کے تاخت و تاراج سے ایک ہلچل پڑی ہوئی تھی - شہر تباہ ہو رہے تھے ' آبادیاں ویران ہو رہی تھیں ' خاندانی عظمتیں مٹ رہی تھیں ' آبائی دولتیں لٹ رہی تھی ' میر صاحب زمانے کے یہ غیر معمولی اور تیز افتار انقلابات دن رات اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور اپنی ذات پر انکا اثر محسوس کرتے تھے -

اس دور انقلاب میں میر صاحب کئی مسلمان امیروں اور متعدد ہندو راجاؤں کے دامن دولت سے وابستہ رہے - جہاں جاتے تھے لوگ اُن کو آنکھوں پر بٹھاتے تھے - وہ اپنے انہیں ہندو مسلمان مربیوں کے ساتھ جنگوں کے میدانوں میں بھی دکھائی دیتے ہیں - جہاں ہم اُن کو کبھی سفارت کی اہم خدمت انجام دیتے ہوئے دیکھتے ہیں اور کبھی دو فریقوں میں مصالحت کی کوشش کرتے ہوئے پاتے ہیں - ان حالات سے صاف ظاہر ہے کہ شاعر ہونے کی حیثیت سے جو عظمت میر صاحب کو حاصل تھی اُسکے علاوہ بھی اس عہد کے بڑے سے بڑے لوگوں کی نظر میں اُن کی شخصیت کا وقار اور انکی معاملہ فہمی ' نیک نیتی ' اور بے تعصبی کا اعتبار تھا -

ایک زبردست اور وسیع سلطنت کے ضعف سے نتائج کا جو سلسلہ شروع ہو جاتا ہے وہ کہیں جاکر ختم ہو لیکن طوائف

السلوکی، خانہ جنگی، خانماں بربادی اور شریف گردی کی منزلیں ضرور پیش آتی ہیں - میر صاحب کے زمانے میں دھلی انھیں منزلوں سے گذر رہی تھی، اور شرفائے دھلی ترک وطن پر مجبور ہو رہے تھے - میر صاحب ایک مدت تک انقلابوں کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھاتے رہے مگر دھلی کی سکونت ترک نہیں کی - آخر جب گذر اوقات کی کوئی صورت نہ رہی تو ۱۱۹۷ ھجری میں نواب آصف الدولہ کی طلب پر لکھنؤ گئے - نواب نے تین سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کردیا - اُس زمانہ کے تین سو آج کے تین ہزار سمجھنا چاہئے - اِس معقول وظیفے کی بدولت میر صاحب عزت اور خوشحالی سے بسر کرنے لگے - آخر ۱۲۲۵ ھجری میں لکھنؤ ہی میں انتقال کیا - کچھ کم سو برس کی عمر پائی -

میر صاحب بڑے متوکل، ذکی حسن اور غیور بزرگ تھے - اِن صفتوں نے اُن کو نازک مزاج بھی بنا دیا تھا - اُن کی خود داری بڑے سے بڑے امیروں کی خوشامد اور بیجا ستائش کو جائز نہ رکھتی تھی - اُن کی صاف دلی اور انصاف پسندی معائب کے اظہار میں بیباک اور محاسن کے اعتراف میں فیاض تھی - وہ قناعت کا مجسمہ تھے - بعض اوقات فاقوں میں بسر کی مگر کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا، لیکن قناعت کا وفور احسان مندی کے احساس پر غالب نہیں آگیا تھا - وہ چھوٹی سے چھوٹی اعانت کا بالاعلان شکریہ ادا کرتے تھے - نازک دماغ ایسے تھے کہ بڑے سے بڑے نفع کو ٹھکرا دیتے تھے، مگر کوئی خلاف مزاج بات برداشت نہ کرسکتے - وہ شیشے کا دل اور فولاد

کا جگر رکھتے تھے بڑی بڑی کڑیاں جھیل سکتے تھے، مگر
کڑی بات نہ اٹھا سکتے تھے۔ وہ اپنے کمال سے بخوبی واقف
تھے مگر ایسے خود بیں نہ تھے کہ کسی اور کا کمال اُن کو نظر
نہ آتا ہو۔

میر صاحب کو فطرت نے ایک درد بھرا دل عطا کیا تھا،
جن گھروں میں اُنھوں نے تربیت پائی، جن تکلیفوں میں اُنکی
زندگی بسر ہوئی، اور جو انقلابات اُن کی آنکھوں نے دیکھے، اِن
سب کے اثر نے ان کو سراپا درد بنا دیا۔ اور دنیا اور اسباب
دنیا کو اُنکی نظر میں بالکل بے وقعت کر دیا۔ اسی استغنا،
بلند خیالی، اور درد مندی نے اُن کی شاعری میں وہ شے
پیدا کر دی جو کسی دوسرے شاعر کو نصیب نہیں ہوئی۔
عشق و محبت بھی میر کی طبیعت کا ایک فطری عنصر تھا
جسکو ان کے والد کی تعلیم اور میر امان اللہ کی مثال نے اتنی
ترقی دی کہ وہ تمام دیگر عناصر پر غالب آ گیا۔ میر صاحب
کی شاعری کو عشق کی زبان کہیں تو زیبا ہے۔

میر کے لیے شاعری نہ کوئی صنعت تھی، نہ تفنن طبع کا
ذریعہ، بلکہ شاعری اُنکی ذات کا ایک جز اور اُن کی طبیعت
کا ایک عنصر تھی۔ وہ شاعر پیدا ہوئے تھے۔ اپنی
موضوع بیشتر وہ خود ہی ہیں، لیکن اُن کی یہ اہ
ذاتی اور انفرادی حیثیت سے نہیں بلکہ انسانیت کا اي
ہونے کی حیثیت سے ہے۔ فطرت نے اُن کو شریف
جذبات اور عالمگیر محبت و ہمدردی عطا کی تھی،
انسانیت بہت بلند تھا، جس میں استغنا اور عزت

بہت بڑا درجہ حاصل تھا ' انکا دل درد اور ہمدردی سے اسقدر لبریز تھا کہ وہ کسی کی مصیبت دیکھ نہ سکتے تھے - چونکہ انکی شاعری اُن کے قلبی کیفیات کی صحیح تفسیر ہے اس لیے وہ بھی اُنھیں شریف جذبات اور بلند خیالات سے بھری پڑی ہے - میر کی شاعری سے میر کی سچی تصویر تصور کی آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے -

زبان میں انتہا کی صفائی ' بیان میں حد کی دلکشی اور زور ' کلام میں ترنم ـ خیالات میں سادگی ' جذبات میں بلندی ' طبیعت میں دردمندی ' انسانی فطرت کے دقیق رازوں تک نگاہ کی رسائی واردات قلبی کی صحیح ترجمانی میر کی شاعری کے خاص خصوصیات ہیں - ان خصوصیات نے میر کی شاعری کو درد و اثر کا ایک طلسم بنا دیا ہے - اور میر کو غزل گوئی کا سب سے بڑا استاد منوا دیا ہے - یہ فخر صرف میر ہی کو حاصل ہے نہ ان کے ہمعصروں سے لے کر آج تک کے اکثر با کمال شعرا نے اُن کے کمال کا پرزور لفظوں میں اعتراف کیا ہے ـ ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں :ـــ

( مرزا سودا )

" سودا " تو اس غزل کو غزل در غزل ہی لکھ

ہونا ہے تجھ کو " میر " سے استاد کی طرف

( شیخ مصحفی )

اے " مصحفی " تو اور کہاں شعر کا دعویٰ

پھبتا ہے یہ انداز سخن " میر " کے منہ پر

( شیخ " ناسخ " )

شبہ " ناسخ " نہیں کچھ " میر " کی استادی میں
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

( خواجہ " آتش " )

" آتش " بقول حضرت " سودا " شفیق من
ہونا ہے تجھ کو " میر " سے استاد کی طرف

( مرزا " غالب " )

" غالب " اپنا بھی عقیدہ ہے بقول " ناسخ "
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

---

ریختے کے تمہیں استاد نہیں ہو " غالب "
سنتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی " میر " بھی تھا

( " ذوق " )

نہ ہوا پر نہ ہوا " میر " کا انداز نصیب
" ذوق " یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

( " عیش " )

سچ تو یہ شعرائے جہاں میں " عیش " فقط
کلام " میر " ہے البتہ دل پزیر اپنا

( میر " مجروح " )

یوں تو ہیں " مجروح " شاعر سب فصیح
" میر " کی پر خوش بیانی اور ہے

ق

( " رند " )

شیخ "ناسخ" خواجہ "آتش" کے سوا بالفعل "رند"
شاعران ہند میں کہتے ہیں طرز "میر" ہم

---

تیرا کلام کتنا مشابہ ہے "میر" سے
عاشق ہیں "رند" ہم تو اسی بول چال کے

( " عرش " )

لاکھ تقلید کیجئے اے "عرش"
پر کب انداز "میر" آتا ہے

( " شاد " لکھنوی )

میں ہوں وہ طوطی ہندوستاں "شاد"
زباں جس کی ہے مثل "میر" اردو

( مولوی اسمعیل )

یہ سچ ہے کہ "سودا" بھی تھا استاد زمانہ
میری تو مگر "میر" ہی تھا شعر کے فن میں

( مرزا " داغ )

"میر" کا رنگ برتنا نہیں آساں اے "داغ"
اپنے دیواں سے ملا دیکھئے دیواں ان کا

( " جلال " لکھنوی )

کہنے کو "جلال" آپ بھی کہتے ہیں وہی طرز
لیکن سخن میر تقی "میر" کی کیا بات

( امیر مینائی )

شاعری میں "امیر" کی خاطر
"میر" اپنی زبان چھوڑ گئے

( امداد امام "اثر" )

لیکن "اثر" جو چشم حقیقت سے دیکھئے
کوئی غزل سرا نہ ہوا "میر" کی طرح

( اکبر الہ آبادی )

میں ہوں کیا چیز جو اس طرز پہ جاؤں "اکبر"
"ناسخ" و "ذوق" بھی جب چل نہ سکے "میر" کے ساتھ

( "حسرت" موہانی )

گزرے بہت استاد مگر رنگ اثر میں
بےمثل ہے "حسرت" سخن "میر" ابھی تک

( مولانا "صفی" لکھنوی )

ابیات غزل میں سادہ رہی
ہر نغمۂ دلکش میں بم و زیر وہی
"حافظ" کا جو فارسی میں رتبہ ہے "صفی"
اردو میں ہے مرتبۂ "میر" وہی

تمام شعرا کے دیوان اس نظر سے دیکھے جائیں تو شاید ہی کوئی قابل ذکر شاعر ایسا نکلے جس نے کسی نہ کسی عنوان سے "میر" کے شاعرانہ کمال کا اعتراف نہ کیا ہو۔ اس زمانے کے متعدد شاعروں نے "میر" کی مدح میں مستقل نظمیں بھی لکھی ہیں۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو مولانا

'' عزیز '' لکھنوی ـ حضرت '' اثر '' لکھنوی اور جناب '' فرخ ''
بنارسی کی نظمیں اِس موضوع پر میری نظر سے گزری ھیں ـ

غزل میں تو '' میر '' کا کوئی مقابل ھے ھی نہیں ـ
مثنوی میں بھی ان کا پایہ بہت بلند ھے ـ اور اُردو میں وہ
اس وقت کے موجد ھیں ـ دیگر اصناف سخن میں بھی
میر صاحب نے اپنے شاعرانہ کمال کے جوھر دکھائے ھیں مگر ان
کے کمال غزل گوئی کے سامنے کسی اور چیز پر نظر نہیں پڑتی ـ

'' میر '' کی شہرت صرف اُردو شاعر کی حیثیت سے ھے
مگر ان کی متعدد تصنیفات، فارسی نظم و نثر میں بھی موجود
ھیں اُن کی جتنی تصانیف اب تک مل چکی ھیں ان
کے نام اور مختصر کیفیت یہاں درج کی جاتی ھے ـ

۱ــ۶ اردو غزلوں کے چھ دیوان ـ جن میں چند قصیدے
بھی شامل ھیں ـ

۷ ـ دیوان ھفتم ـ اس میں غزلوں اور قصیدوں کے علاوہ
'' میر '' کی تمام نظمیں جمع کردی گئی ھیں ـ ان نظموں
میں مثنویاں سب سے زیادہ نمایاں حیثیت رکھتی ھیں ـ
میر کی مثنویوں کا ایک مجموعہ سر شاہ محمد سلیمان صاحب
چیف جسٹس الہ آباد ھائی کورٹ نے چند سال ھوئے مثنویات
'' میر '' کے نام سے شائع کردیا ـ

۸ ـ دیوان مراثی ـ یہ سلاموں اور مرثیوں کا مجموعہ ھے
اور میر کا جو مطبوعہ کلیات آجکل دستیاب ھوتا ھے اس میں
شامل نہیں ھے ـ مگر اسکا ایک قدیم قلمی نسخہ راقم کی

نظر سے گذرا ہے اور اس کی ایک نقل راقم کے کتب خانہ میں موجود ہے -

۹ - دیوان فارسی - اس کا جو نسخہ میرے پاس ہے اس میں بہت سی غزلیں ' متعدد رباعیاں ' ایک مثنوی اور ایک مسدس شامل ہے -

۱۰ - نکات الشعرا - یہ اُردو شاعروں کا سب سے پہلا تذکرہ ہے -

۱۱ - ذکرمیر — اس کتاب میں '' میر '' نے کچھ اپنے اور زیادہ تر اپنے زمانے کے حالات لکھے ہیں - یہ سلطنت مغلیہ کے آخری عہد کی مستند تاریخ ہے -

۱۲ - فیض میر — یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں '' میر '' نے چند صوفی درویشوں کے چشم دید حالات نہایت دلکش فارسی عبارت میں لکھے ہیں - اس دلچسپ رسالے کو راقم نے پہلے پہل ۱۹۲۹ع میں ایک مقدمہ اور اُردو ترجمے کے ساتھ شائع کیا -

۱۳ - ایک قصہ فارسی نثر میں — یہ وہی قصہ ہے جس کو '' میر '' نے اپنی اُردو مثنوی شعلۂ عشق میں نظم کردیا ہے ان کتابوں میں سے دیوان فارسی - ذکرمیر اور فیض میر کا ایک ایک قدیم قلمی نسخہ راقم الحروف کے کتب خانے میں موجود ہے - اور نمبر ۱۳ میں جس فارسی قصہ کا ذکر ہے اسکا ایک قلمی نسخہ ریاست رامپور میں ایک صاحب کے پاس ہے -

'' میر '' کی ان تصنیفات سے ظاہر ہے کہ وہ فارسی کے زبردست انشا پرداز اور شاعر بھی تھے - مورخ بھی تھے - افسانہ

نگار بھی تھے اور فلسفی بھی تھے ۔ افسوس ہے کہ ان کے قلم
سے نکلی ہوئی اُردو نثر کی کوئی کتاب دستیاب نہیں ہوئی ۔
لیکن فورٹ ولیم کالج میں اُردو کتابوں کی تالیف و تصنیف کے
لیے اُن کا بلایا جانا ثابت کرتا ہے کہ اُن کا شمار اُردو کے اعلیٰ
درجے کے نثاروں میں بھی تھا ۔

---

# انتخاب

ہنگامہ گرم کن جو دل نا صبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شور نشور تھا
آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم
یک شعلہ برق خرمن صد کوہ طور تھا
پہونچا جو آپ کو تو میں پہونچا خدا کے تئیں
معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا
ہم خاک میں ملے تو ملے لیکن اے سپہر
اُس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

قطعہ

کل ، پانوں ایک کاسۂ سر پر جو پڑ گیا
یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھو کسو کا سر پر غرور تھا

---

کیا میں بھی پریشانی خاطر سے قریں تھا
آنکھیں تو کہیں تھیں دل غم دیدہ کہیں تھا
اب کوفت سے ہجراں کے جہاں تن پہ رکھا ہاتھ
جو درد و الم تھا سو کہے تو کہ وہیں تھا

---

کفر کچھ چاهئے اسلام کی زینت کے لئے
حسن، زنار هے تسبیح سلیمانی کا
جان گھبراتي هے اندوه سے تن میں کیا کیا؟
تنگ احوال هے اس یوسف زنداني کا

---

اُمیدوار وعدهٔ دیدار مر چلے
آتے هي آتے یارو قیامت کو کیا هوا
بخشش نے مجھ کو ابر کرم کے کیا خجل
اے چشم! جوش اشک ندامت کو کیا هوا
جاتا هے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتهٔ ستم تری غیرت کو کیا هوا

---

کہا میں نے کتنا هے گل کا ثبات
کلی نے یہ سن کر تبسم کیا
جگر هی میں اک قطرہ خوں هے سرشک
پلک تک گیا تو تلاطم کیا

---

الٹی هو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماري دل نے آخر کام تمام کیا
عہد جوانی رو رو کاٹا پیری میں لیں آنکھیں موند
یعني رات بہت تھے جاگے صبح هوئي آرام کیا
ناحق هم مجبوروں پر یہ تہمت هے مختاری کی
چاهتے هیں سو آپ کریں هیں هم کو عبث بدنام کیا

سرزد ہم سے بے ادبی تو وحشت میں بھی کم ہی ہوئی
کوسوں اُس کے اور گئے، پر سجدہ ہر ہر گام کیا
یاں کے سفید و سیہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا
ساعد سیمیں دونوں اس کے ہاتھ میں لاکر چھوڑ دئے
بھولے اس کے قول و قسم پر ہائے خیال خام کیا
میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو؟ اُن نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

---

وعدہ تو کیا اُس نے دم صبح کا لیکن
اس دم کے تئیں مجھ میں اگر جان رہے گا
چھٹنے رہیں گے دشت محبت میں سر و تیغ
محشر تئیں خالی نہ یہ میدان رہے گا

---

تا گور کے اوپر وہ گل اندام نہ آیا
ہم خاک کے آسودوں کو آرام ا نہ آیا
بےہوش مئے عشق ہوں، کیا میرا بھروسا
آیا جو بخود صبح تو میں شام نہ آیا
نے خون ہو آنکھوں سے بہا ٹک نہ ہوا داغ
اپنا تو یہ دل "میر" کسو کام نہ آیا

---

زنداں میں بھی شورش نہ گئی اپنے جنوں کی
اب سنگ مداوا ہے اِس آشفتہ سری کا

آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

ٹک "میر" جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسا ہے چراغ سحری کا

---

منہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا — حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا
شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے — دل ہوا ہے چراغ مفلس کا
داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب — ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا
فیض، اے ابر! چشم تر سے اٹھا — آج دامن وسیع ہے اس کا
تاب کس کو جو حال "میر" سنے — حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا

---

الجھاؤ پڑ گیا جو ہمیں اس کے عشق میں
دل سا عزیز، جان کا جنجال ہو گیا

---

لیتے ہی نام اس کا سوتے سے چونک اٹھے ہو
ہے خیر "میر" صاحب کچھ تم نے خواب دیکھا

---

دل بہم پہنچا بدن میں تب سے سارا تن جلا
آ پڑی ایسی یہ چنگاری کہ پیراہن جلا

جب جلوں سے ہمیں توسل تھا — اپنی زنجیر پاہی کا غل تھا
بستر‌ا تھا چمن میں جوں بلبل — نالہ سرمایۂ توکل تھا
اُن نے پہچان کر ہمیں مارا — منہہ نہ کرنا ادھر تجاہل تھا
اب تو دل کو نہ تاب ہے نہ قرار — یاد ایام، جب تحمل تھا

---

اک چشم منتظر ہے کہ دیکھے ہے کب سے راہ
جوں زخم تیرے دور میں ناسور ہوگیا
شاید کسو کے دل کو لگی اُس گلی میں چوٹ
میری بغل میں شیشۂ دل چور ہوگیا

---

تھی عشق کی وہ ابتدا جو موج سی اٹھی کبھو
اب دیدۂ ترکو جو تم دیکھو تو ہے گرداب سا
رکھ ہاتھ دل پر ''میر'' کے دریافت کر کیا حال ہے؟
رہتا ہے اکثر یہ جواں کچھ ان دنوں بےتاب سا

---

مر رہتے جو گل بن تو سارا یہ خلل جاتا
نکلا ہی نہ جی ورنہ کانٹا سا نکل جاتا
بن پوچھے کرم سے وہ جو بخش نہ دیتا تو
پرسش میں ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا

---

اس فریبندہ کو نہ سمجھے آہ — ہم نے جانا کہ ہم سے یار ہوا

نالہ ہم خاکساروں کا آخر خاطرِ عرش کا غبار ہوا
وہ جو خنجر بکف نظر آیا "میر" سو جان سے نثار ہوا

---

مانند شمع مجلس، شب اشکبار پایا
القصہ "میر" کو ہم بے اختیار پایا
شہرِ دل ایک مدت، اُجڑا بسا غموں سے
آخر اجاڑ دینا اس کا قرار پایا
آہوں کے شعلے جس جا اٹھتے تھے "میر" شب سے
واں جاکے صبح دیکھا، مشتِ غبار پایا

---

آخر کو مرگئے ہیں اس کی ہی جستجو میں
جی کے تئیں بھی کھویا لیکن اسے نہ پایا
ہونا تھا مجلس آرا گر غیر کا تجھے، تو
مانند شمع مجھ کو کاہے کو یوں جلایا

---

دی آگ رنگ گل نے واں اے صبا چمن کو
یاں ہم جلے قفس میں سن حال آشیاں کا
کم فرصتی جہاں کے مجمع کی کچھ نہ پوچھو
احوال کیا کہوں میں اس مجلس رواں کا
یا روئے یا رُلایا، اپنی تو یوں ہی گذری
کیا ذکر، ہم صفیراں! یاران شادماں کا

کیا طرح ہے آشنا گاہے ، گہے نا آشنا
یا تو بیگانہ ہی رہئے ہوجئے یا آشنا
کون سے یہ بحر خوبی کی پریشاں زلف ہے
آتی ہے آنکھوں میں میری موج دریا آشنا

---

ہمارے آگے ترا جب کسو نے نام لیا
دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا
خراب رہتے تھے مسجد کے آگے میخانے
نگاہ مست نے ساقی کی انتقام لیا
مرے سلیقے سے میری نبھی تھی قسمت میں
تمام عمر ، میں ناکامیوں سے کام لیا

---

سیر کے قابل ہے دل صدپارہ اس نخچیر کا
جس کے ہر ٹکڑے میں ہو پیوست پیکاں تیر کا

---

بوئے خوں سے جی رکا جاتا ہے اے باد بہار
ہوگیا ہے چاک دل شاید کسی دلگیر کا
بس طبیب اُٹھ جا مری بالیں سے مت دے درد سر
کام جاں آخر ہوا ، اب فائدہ تدبیر کا
کس طرح سے مانئے یارو کہ یہ عاشق نہیں
رنگ اڑا جاتا ہے تک چہرا تو دیکھو " میر " کا

---

شب درد و غم سے عرصہ مرے جی پہ تنگ تھا
آیا شب فراق تھی یا روز جنگ تھا

کثرت میں درد و غم کی نہ نکلی کوئی طپش
کوچہ جگر کے زخم کا شاید کہ تنگ تھا

لایا مرے مزار پہ اس کو یہ جذب عشق
جس بے وفا کو نام سے بھی میرے ننگ تھا

دل سے مرے لگا نہ ترا دل ہزار حیف
یہ شیشہ ایک عمر سے مشتاق سنگ تھا

مت کر عجب جو "مہر" ترے غم میں مر گیا
جینے کا اس مریض کے کوئی بھی ڈھنگ تھا؟

---

دل میں بھرا زبسکہ خیال شراب تھا
مانند آئینے کے مرے گھر میں آب تھا

دل جو نہ تھا تو رات ، زخود رفتگی میں "مہر"
کچھ انتظار ، کا مجھے اضطراب تھا

---

کچھ نہیں سوجھتا ہمیں ، اس بن
شوق نے ہم کو بے حواس کیا

عشق میں ہم ہوئے نہ دیوانے
قیس کی آبرو کا پاس کیا

صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی
کیا پتنگے نے التماس کیا

مسند آبروئے زاهد علامہ لے گیا
اک مغ بچہ، اتار کے عمامہ لے گیا
داغ فراق و حسرت وصل، آرزوے شوق
میں ساتھ زیر خاک بھی ہنگامہ لے گیا

---

اے تو کہ یاں سے عاقبت‌کار جاے گا
غافل نہ رہ کہ قافلہ اک بار جائے گا
چھوٹا جو میں قفس سے تو سب نے کہا مجھے
بےچارہ، کیونکہ تا سر دیوار جائے گا
تدبیر میرے عشق کی، کیا فائدہ؟ طبیب!
اب جان ہی کے ساتھ یہ آزار جائے گا
آئے میں اس کے حال ہوا جائے ہے بغیر
کیا حال ہوگا پاس سے جب یار جائے گا
دیگی نہ چین، لذت زخم اس شکار کو
جو کھا کے تیرے ہاتھ سے تلوار جائے گا

---

کیا کہوں کیسا ستم، غفلت سے مجھ پر ہو گیا
قافلہ جاتا رہا میں صبح ہوتے سو گیا
مدعا جو ہے سو وہ پایا نہیں جاتا کہیں
ایک عالم جستجو میں جی کو اپنے کھو گیا
بےکسی مدت تلک برساکی اپنی گور پر
جو ہماری خاک پر سے ہو کے گذرا، رو گیا

---

مت ہو دشمن اے فلک! اس پائمال راہ کا
خاک افتادہ ہوں میں بھی اک فقیراللہ کا
جو سنا ہشیار اس میخانے میں تھا بیخبر
شوق ہی باقی رہا ہمکو دل آگاہ کا
شیخ مت کر ذکر ہر ساعت قیامت کا کہ ہے
عرصۂ محشر نمونہ اس کی بازی گاہ کا

---

آزار نہ دے اپنے کانوں کے تئیں اے گل
آغاز مرے غم کا انجام نہیں رکھتا
ناکامئی صد حسرت خوش لگتی نہیں ورنہ
اب جی سے گذر جانا کچھ کام نہیں رکھتا

---

تو وہ متاع ہے کہ پڑی جس کی تجھ پہ آنکھ
وہ جی کو بیچ کر بھی خریدار ہو گیا

---

آگے اے نالہ ہے خدا کا ناؤں    بس تو نہ آسماں سے نکلا
نامرادی کی رسم "میر" سے ہے    طور یہ اس جواں سے نکلا

---

گرمی سے میں تو آتش غم کی پگھل گیا
راتوں کو روتے روتے ہی جوں شمع گل گیا
ہم خستہ دل ہیں تجھ سے بھی نازک مزاج تر
تیوری چڑھائی تونے کہ یاں جی نکل گیا

۱۱

گرمئی عشق مانع نشوونما ہوئی

میں وہ نہال تھا کہ اُگا اور جل گیا

مستی میں چھوڑ دیر کو ، کعبہ چلا تھا میں

لغزش بڑی ہوئی تھی و لیکن سنبھل گیا

---

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا لہو آتا ہے جب نہیں آتا

ہوش جاتا نہیں رہا لیکن جب وہ آتا ہے تب نہیں آتا

دور بیٹھا غبار '' میر '' اس سے عشق بن یہ ادب نہیں آتا

---

میرا جی تو آنکھوں میں آیا یہ سنتے

کہ دیدار بھی ایک دن عام ہو گا

---

رہ طلب میں گرے ہوتے سر کے بھل ہم بھی

شکستہ پائی نے اپنی ہمیں سنبھال لیا

بتاں کی '' میر '' ستم وہ نگاہ ہے جس نے

خدا کے واسطے بھی خلق کا وبال لیا

---

قدر رکھتی نہیں متاع دل

سارے عالم میں ، میں دکھا لایا

دل کہ اک قطرہ خوں نہیں ہے بیش

ایک عالم کے سر بلا لایا

دل مجھے اس گلی میں لیجا کر
اور بھی خاک میں ملا لایا

سب پہ جس بار نے گرانی کی
اس کو یہ ناتواں اٹھا لایا

ابتدا ہی میں مر گئے سب یار
عشق کی کون انتہا لایا

اب تو جاتے ہیں بتکدے سے "میر"
پھر ملیں گے، اگر خدا لایا

---

تڑپ کے خرمن گل پر کبھی گرائے بجلی!
جلانا کیا ہے مرے آشیاں کے تنکوں کا

ہزار رنگ کھلے گل چمن کے ہیں شاہد
کہ روزگار کے سر خون ہے ہزاروں کا

تڑپ کے مرنے سے دل کے کہ مغفرت ہو اسے
جہاں میں کچھ تو رہا نام بے قراروں کا

تری ہی زلف کو محشر میں ہم دکھا دیں گے
جو کوئی مانگے گا نامہ سیاہ کاروں کا

---

ظالم زمیں سے لوٹتا دامن اٹھا کے چل
ہوگا کمیں میں ہاتھ کسو داد خواہ کا

---

دل سے شوق رخ نکو نہ گیا
تاکنا جھانکنا کبھو نہ گیا

ہر قدم پر تھي اس کی منزل لیک
سر سے سودائے جستجو نہ گیا
سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں
لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا

---

گل و بلبل بہار میں دیکھا ایک تجھ کو ہزار میں دیکھا
جل گیا دل سفید ہیں آنکھیں یہ تو کچھ انتظار میں دیکھا
جن بلاؤں کو "مہر" سنتے تھے اُن کو اس روزگار میں دیکھا

---

مہر کي تجھ سے توقع تھی ستم گر نکلا
موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا
اشک تر، قطرۂ خوں، لخت جگر، پارۂ دل
ایک سے ایک عدو آنکھ سے بہتر نکلا
داغ ہوں رشک محبت سے کہ اتنا بے تاب
کس کی تسکیں کے لیئے گھر سے تو باہر نکلا
دل کي آبادي کی اس حد ہے خرابی کہ نہ پوچھ
جانا جاتا ہے کہ اس راہ سے لشکر نکلا
ہملے جانا تھا لکھے گا تو کوئي حرف اے "مہر"
پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا

---

ہم رہ روان راہ فنا ہیں بہ رنگ عمر
جاویں گے ایسے، کھوج بھي پایا نہ جائے گا

پھوڑا سا ساری رات جو پکتا رہے گا دل
تو صبح تک تو ہاتھ لگایا نہ جائے گا
اپنے شہید ناز سے بس ہاتھ اٹھا کہ پھر
دیوان حشر میں اسے لایا نہ جائے گا
اب دیکھ لے کہ سینہ بھی تازہ ہوا ہے چاک
پھر ہم سے اپنا حال دکھایا نہ جائے گا
یاد اس کی اتنی خوب نہیں "میر" باز آ
نادان، پھر وہ دل سے بھلایا نہ جائے گا

---

دھوکھا ہے تمام بحر دنیا دیکھے گا کہ ہونٹھ تر نہ ہوگا
آئی جو شکست آئنے پر روے دل یار ادھر نہ ہوگا
پھر نوحہ گری کہاں جہاں میں ماتم زدہ "میر" اگر نہ ہوگا

---

کیا کیا دعائیں مانگی ہیں خلوت میں شیخ یوں
ظاہر جہاں سے ہاتھ اٹھایا تو کیا ہوا
وہ فکر کر کہ چاک جگر پاوے التیام
ناصح جو تو نے جامہ سلایا تو کیا ہوا
جیتے تو ان نے "میر" مجھے داغ ہی رکھا
پھر گور پر چراغ جلایا تو کیا ہوا

---

دل جو تھا اک آبلہ، پھوٹا، گیا
رات کو سینہ بہت کوٹا گیا

میں نہ کہتا تھا کہ مل کر دل کی اور
اب کہاں وہ آنکھ، ٹوٹا گیا
دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے
یہ نگر، سو مرتبہ لوٹا گیا

---

صد نشتر مژگاں کے لگنے سے نہ نکلا خوں
آگے تجھے "میر" ایسا سودا نہ ہوا ہو گا

---

عالم میں کوئی دل کا طلب گار نہ پایا
اس جنس کا یاں ہم نے خریدار نہ پایا
آئینہ بھی حیرت سے محبت میں ہوئے ہم
پر سیر ہو اُس شخص کا دیدار نہ پایا

---

چشم خوں بستہ سے کل رات، لہو پھر ٹپکا
ہم نے جانا تھا کہ بس اب تو یہ ناسور گیا

---

دل سے آنکھوں میں لہو آتا تھا شاید رات کو
کشمکش میں بے قراری کے یہ پھوڑا چھل گیا
رشک کی جاگہہ ہے مرگ اس کشتۂ حسرت کی "میر"
نعش کے ہمراہ جس کی گور تک قاتل گیا

---

یہ توہم کا کارخانہ ہے

یاں وہی ہے جو اعتبار کیا

سخت کافر تھا جن نے پہلے "میر"

مذہب عشق اختیار کیا

---

دکھ اب فراق کا، ہم سے سہا نہیں جاتا

پھر اس پہ ظلم یہ ہے کچھ کہا نہیں جاتا

ستم کچھ آج گلی میں تری نہیں مجھ پر

کب آ کے خون میں، میں یاں نہا نہیں جاتا

خراب مجھ کو کیا اضطراب دل نے "میر"

کہ ٹک بھی اس کنے اس بن رہا نہیں جاتا

---

سمجھے تھے ہم تو "میر" کہ ناسور کم ہوا

پھر ان دنوں میں، دیدۂ خوں بار نم ہوا

آئے بہ رنگ، ابر عرق ناک تم اِدھر

حیران ہوں کہ آج کدھر کو کرم ہوا

کافر! ہمارے دل کی نہ پوچھو اب عشق میں

بیت الحرام تھا سو وہ بیت الصنم ہوا

---

دل و دماغ ہے اب کس کو زندگانی کا

جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا

ہزار جان سے قربان بے پری کے ہیں

خیال بھی کبھو گذرا نہ پر فشانی کا

نمود کر کے وهیں بحر غم میں بیٹھ گیا
کہے تو ''مہر'' بھی اک بلبلا تھا پانی کا

---

سوا میں سجدے میں پر نقش میرا بار رہا
اُس آستاں پہ مری خاک سے غبار رہا
کبھی نہ آنکھوں میں آیا وہ شوخ خواب کی طرح
تمام عمر ہمیں اس کا انتظار رہا
بتوں کے عشق نے بے اختیار کر ڈالا
وہ دل کہ جس کا خدائی میں اختیار رہا

---

جھکے جی کوچۂ دل دار سے جایا نہ گیا
اُس کے دیوار کا سر سے مرے سایا نہ گیا
خاک تک کوچۂ دل دار کی چھانی ہم نے
جستجو کی پہ دل گم شدہ پایا نہ گیا
مہ نے آ سامنے، شب ، یاد دلایا تھا اسے
پھر وہ تا صبح مرے جی سے بھلایا نہ گیا
وہ تو کل دیر تلک دیکھتا ایدھر کو رہا
ہم سے ہی حال تبہ اپنا دکھایا نہ گیا
زیر شمشیر ستم ''مہر'' تڑپنا کیسا
سر بھی تسلیم محبت میں ہلایا نہ گیا

---

دل کے تئیں آتش ہجراں سے بچایا نہ گیا
گھر جلا سامنے پر ہم سے بجھایا نہ گیا

میں تو تھا صید زبوں صید کہ عشق کے بیچ
آپ کو خاک میں بھی خوب ملایا نہ گیا
شہر دل آہ عجب جائے تھی پر اس کے گئے
ایسا اُجڑا کہ کسی طرح بسایا نہ گیا

---

خوف آشوب سے فوغائے قیامت کے لئے
خون خوابیدۂ عشاق جگایا نہ گیا
'' مہر '' مت عذر گریباں کے پھٹنے رہنے کا کر
زخم دل چاک جگر تھا کہ سلایا نہ گیا

---

گریباں سے رھا کو نہ تو پھر ہے
ہمارے ہاتھ میں دامن ہمارا
ہوا رونے سے راز دوستی فاش
ہمارا گریہ تھا دشمن ہمارا
بہت چاہا تھا ابر تر نے لیکن
نہ مسلت کش ہوا گلشن ہمارا
چمن میں ہم بھی زنجیری رہے ہیں
سنا ہو گا کبھی شیون ہمارا

---

گلیوں میں اس کی ' اب تک مذکور ہے ہمارا
افسانۂ محبت مشہور ہے ہمارا
بے طاقتی کریں تو تم بھی معاف رکھیو
کیا کیجئے کہ دل بھی مجبور ہے ہمارا

ہیں مشت خاک لیکن جو کچھ ہیں " مہر " ہم ہیں
مقدور سے زیادہ مقدور ہے ہمارا

---

سحر گہہ عید میں دور سبو تھا
پر اپنے جام میں تجھ بن لہو تھا
غلط تھا آپ سے غافل گذرنا
نہ سمجھے ہم کہ اس قالب میں تو تھا
چمن کی وضع نے ہم کو کیا داغ
کہ ہر غنچہ دل پر آرزو تھا
گل و آئینہ کیا خورشید و مہ کیا
جدھر دیکھا تدھر تیرا ہی رو تھا
نہ دیکھا " مہر " آوارہ کو لیکن
غبار اک ناتواں سا کوبہ کو تھا

---

راہ دور عشق میں روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا
قافلے میں صبح کے اک شور ہے
یعنی غافل ہم چلے سوتا ہے کیا
سبز ہوتی ہی نہیں یہ سر زمیں
تخم خواہش دل میں تو بوتا ہے کیا
یہ نشان عشق ہیں جاتے نہیں
داغ چھاتی کے عبث دھوتا ہے کیا

قیمت یوسف ہے یہ وقت عزیز
"مہر" اس کو رائیگاں کھوتا ہے کیا

---

آنکھوں نے راز داری محبت کی خوب کی
آنسو جو آئے آئے رہے تو لہو بہا

---

بیگانہ بھی گرفتاری سے شیون میں رہا
ایک دل غمخوار رکھتے تھے سو گلشن میں رہا
شمع ساں جلتے رہے لیکن نہ توڑا یار سے
رشتۂ الفت تمامی عمر گردن میں رہا
ہم نہ کہتے تھے کہ مت دیر و حرم کی راہ چل
اب یہ دعویٰ حشر تک شیخ و برہمن میں رہا

---

کچھ نہ دیکھا پھر بجز اک شعلۂ پر پیچ و تاب
شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانہ گیا

---

وصل و ہجراں یہ جو دو منزل ہیں راہ عشق کی
دل غریب ان میں خدا جانے کہاں مارا گیا
دل نے سر کھینچا دیار عشق میں اے بوالہوس
وہ سراپا آرزو آخر جواں مارا گیا
کب نیاز عشق ناز حسن سے کھینچے ہے ہاتھ
آخر آخر "مہر" سرو آستاں مارا گیا

اتھے پلکوں کے گرے پڑتے ہیں لاکھوں آنسو
ڈول ڈالا ہے سری آنکھوں نے اب طوفاں کا
لہو لگتا ہے ٹپکنے جو پلک ماروں ہوں
اب تو یہ رنگ ہے اس دیدۂ اشک افشاں کا

---

جوں برگ ہائے لالہ پریشان ہوگیا
مذکور کیا ہے اب جگر لخت لخت کا

---

اک وہم سی رہی ہے ' اپنی نمود' تن میں
آتی ہو اب تو آؤ پھر ہم میں کیا رہے گا

---

تشخص فائدہ ناصح ! تدارک تجھ سے کیا ہوگا
وہی پاوے گا میرا درد ' دل جس کا لگا ہوگا

---

محروم سجدہ آخر جانا پڑا جہاں سے
جوش حیا سے ہم نے وہ آستاں نہ پایا

---

یہ عیش گہہ نہیں ہے یاں رنگ اور کچھ ہے
ہر گل ہے اس چمن میں ساغر بھرا لہو کا
وہ پہلی التفاتیں ' ساری فریب نکلیں
دینا نہ تھا دل اس کو میں "میر'' آپ چوکا

---

سرسے ہے باندھا ہے کفن عشق میں تیرے یعنی

جمع ہم نے بھی کیا ہے سروساماں یک جا

---

بسان شمع جو مجلس سے ہم گذر تو گئے

سراغ کیجو نہ پھر تو نشان پانے کا

سراہا ان نے ترا ہاتھ، جن نے دیکھا زخم

شہید ہوں میں تری تیغ کے لگانے کا

شریف مکہ رہا ہے تمام عمر اے شیخ

یہ "میر" اب جو گدا ہے شراب خانے کا

---

غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا

دل کے جانے کا نہایت غم رہا

دل نہ پہونچا گوشۂ داماں تلک

قطرۂ خوں تھا مژہ پر جم رہا

میرے رونے کی حقیقت جس میں تھی

ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا

صبح پیری شام ہونے آئی "میر"

تو نہ چیتا یاں بہت دن کم رہا

---

چوری میں دل کی وہ ہنر کر گیا

دیکھتے ہی آنکھوں میں گھر کر گیا

مجلس آفاق میں پروانہ ساں
'' میر '' بھی شام اپنی سحر کر گیا

---

آیا جو واقعے میں در پیش عالم مرگ
یہ جاگنا ہمارا دیکھا تو خواب نکلا
کس کی نگہہ کی گردش تھی '' میر '' روبہ مسجد
محراب میں سے زاہد مست و خراب نکلا

---

ایسے بت بے مہر سے ملتا بھی ہے کوئی
دل '' میر '' کو بھاری تھا جو پتھر سے لگایا

---

دل جو زیر غبار اکثر تھا
کچھ مزاج ان دنوں مکدر تھا
سر سری تم جہان سے گذرے
ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا
دل کی کچھ قدر کرتے رہیو تم
یہ ہمارا بھی ناز پرور تھا
بار سجدہ ادا کیا تہ تیغ
کب سے یہ بوجھ میرے سر پر تھا

---

تیرا رخ مخطط ' قرآن ہے ہمارا
بوسہ بھی لیں تو کیا ہے ایمان ہمارا

گر ہے یہ بےقراری تو رہ چکا بغل میں
دو روز دل ہمارا مہمان ہے ہمارا
ساحت دو عالم کھاتی پھرے ہے غوطے
اک قطرہ خوں یہ دل کا طوفان ہے ہمارا

---

آدم خاکی سے عالم کو جلا ہے ورنہ
یوسف مصر زلیخا کا خریدار نہ تھا
رات ' حیران ہوں کچھ چپ ہی مجھے لگ گئی "مہر"
درد پنہاں تھے بہت ' پر لب اظہار نہ تھا

---

بے طاقتی سکوں نہیں رکھتی ہے ہم نشیں
رونے نے ہر گھڑی کے مجھے تو ڈبو دیا
پوچھا جو میں نے درد محبت کو "مہر" سے
رکھ ہاتھ اس نے دل پہ تک اک آہ رو دیا

---

داغ اور سینے میں کچھ بگڑی ہے ' عشق ' دیکھیں
دل کو جگر کو کس کو اب درماں دے گا
کہو چشم کا ڈبو مت، دل لی گئی یہ دو دو
کیا "مہر" ہاتھ سے تو یہ بھی مٹنے دے گا

---

کل ' چمن میں گل و سمن دیکھا
آج دیکھا تو باغ بن دیکھا

ایک چشمک' دو صد سناں مژہ
اس نکیلے کا بانکپن دیکھا
کیا ہے گلشن میں جو قفس میں نہیں
عاشقوں کو جلا وطن دیکھا
حسرت اس کی جگہ تھی خوابیدہ
"میر" کا کھول کر کفن دیکھا

---

جہاں کوفتنے سے خالی کبھو نہیں پایا
ہمارے وقت میں تو آفت زمانہ ہوا
خلش نہیں کسو خواهش کی رات سے شاید
سر شک یاس کے پردے میں دل روانہ ہوا
کھلا نشے میں جو پگڑی کا پیچ اس کے ''میر''
سمند ناز پہ اک اور تازیانہ ہوا

---

قاصد جو واں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا
بے چارہ گریہ ناک گریباں دریدہ تھا
مت پوچھ کس طرح سے کٹی رات هجر کی
هر نالہ مری جان کو تیغ کشیدہ تھا
دل بے قرار گریۂ خو نیں تھا رات '' میر ''
آیا نظر تو بسمل در خوں طپیدہ تھا

---

دل بے رحم گیا شیخ لئے زیر زمیں
مر گیا پر یہ کہیں گبر مسلماں نہ ہوا

شکر صد شکر کہ میں ذلت و خواری کے سبب
کسی عنوان سے ہم چشم عزیزاں نہ ہوا

---

سلک مجھے بہ جاں قبول اس کی عوض ہزار بار
تابہ‌کجا یہ اضطراب دل نہ ہوا ستم ہوا

---

کس کی ہوا، کہاں کا گل، ہم تو قفس میں ہیں اسیر
سیر چمن کی روز و شب تجھ کو مبارک اے صبا

---

دامن میں آج دیکھا پھر لخت میں لہ آیا
ٹکڑا کوئی جگر کا پلکوں میں رہ گیا تھا

---

روتی ہے شمع اتنا ہر شب کہ کچھ نہ پوچھو
میں سوز دل کو اپنے مجلس میں کیوں کہا تھا

قطعہ

سر مار کر ہوا تھا میں خاک اس گلی میں
سینے پہ مجھ کو اس کے منظور نقش پا تھا
سو بخت تیرہ سے ہوں پامالی صبا میں
اس دن کے واسطے میں کیا خاک میں ملا تھا

---

کہاں آئے میسر تجھ سے مجھ، کو خود نما اتنے
ہوا یوں اتفاق آئینہ تیرے رو بہ رو ٹوٹا
وہ بےکس کیا کرے، کہہ تو رہے دل ہی کی دل ہی میں
نہت بے جا ترا دل ''مہر'' سے اے آرزو! ٹوٹا

---

آنکھوں میں جی مرا ہے ادھر یار دیکھنا
عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا
کیسا چمن کہ ہم سے اسیروں کو منع ہے
چاک قفس سے باغ کی دیوار دیکھنا
صیاد! دل ہے داغ جدائی سے رشک باغ
تجھ، کو بھی ہو نصیب، یہ گلزار دیکھنا
گر زمزمہ یہی ہے کوئی دن، تو ہم صفیر
اس فصل ہی میں ہم کو گرفتار دیکھنا
آنکھیں چرائیو نہ تک ابر بہار سے
میری طرف بھی دیدۂ خوں‌بار دیکھنا

---

قدم تک دیکھ کر رکھ، ''مہر'' سر دل سے نکالے گا
پلک سے شوخ تر کانٹا ہے صحرائے محبت کا

---

میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں
جسے ابر ہر سال روتا رہے گا
تو یوں گالیاں غیر کو شوق سے دے
ہمیں کچھ کہے گا تو ہوتا رہے گا

مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح
تو کب تک مرے منھ کو دھوتا رہے گا

بس اے "میر" مژگاں سے پونچھ آنسوؤں کو
تو کب تک یہ موتی پروتا رہے گا

گئی تسبیح اس کی نزع میں کب "میر" کے دل سے
اسی کے نام کی سمرن تھی جب منکا ڈھلکتا تھا

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا
اب جس جگہ کہ داغ ہے یاں آگے درد تھا

مانند حرف صفحۂ ہستی سے اٹھ گیا
دل بھی مرا جریدۂ عالم میں فرد تھا

تھا پشتۂ ریگ باد یہ اک وقت کارواں
یہ گرد باد کوئی بیاباں نورد تھا

دل کی شکستگی نے ڈرائے رکھا ہمیں
واں چیں جبیں پہ آئی کہ یاں رنگ زرد تھا

اک گرد راہ تھا پئے محمل تمام راہ
کس کا غبار تھا کہ یہ دنبالہ گرد تھا

عاشق ہیں ہم تو "میر" کے بھی ضبط عشق کے
دل جل گیا تھا اور نفس لب سرد تھا

مغاں! مجھ مست بن پھر خندۂ ساغر نہ ہووے گا
مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کے روئے گا

کوئي رهتا هے جیتے جي ترے کوچے کے آنے سے
تبهي آسودہ هو گا "میر" ساحب جی کو کهووے گا

---

گئے قیدي هو ، همآواز جب صیاد آتوتا
یه ویراں آشیانه دیکهنے کو ایک میں چهوتا

---

یاں بلبل اور گل په تو عبرت سے آنکھ کهول
گل گشت سرسري نهیں اس گلستان کا
گل ، یاد گارِ چهرۂ خوبانِ بے خبر
مرغ چمن ، نشاں هے کسو خوش بیان کا

---

نقش بیتهے هے کہاں خواهش آزادي کا
تنگ هے نام رهائی تیرے صیادي کا

---

تیرے کوچے کے رهنے والوں نے یهیں سے کعبے کو سلام کیا
عشق خوباں کو "میر" میں اپنا قبلہ و کعبه و امام کیا

---

خوبی کو اس کے چهرے، کي کیا پهونچے آفتاب
هے اِس میں اُس میں فرق زمیں آسمان کا

---

تو برسوں میں کہے ہے ملوں گا میں "میر" سے
یاں کچھ کا کچھ ہے حال ابھی اس جوان کا

---

عطر آگیں ہے باد صبح مگر کھل گیا پیچ زلف خوشبو کا

---

کل شام سے اٹھا تھا مرے دل میں درد سا
سو ہو چلا ہوں بیشتر از صبح سرد سا
قصد طریق عشق کیا سب نے بعد قیس
لیکن ہوا نہ ایک بھی اس رہ نورد سا
کیا "میر" ہے یہی جو ترے در پہ تھا کھڑا
نم ناک چشم و خشک لب و رنگ زرد سا

---

ترے عشق میں آگے سودا ہوا تھا
پر اتنا بھی ظالم نہ رسوا ہوا تھا
خزاں التفات اس پہ کرتی بجا تھی
یہ غنچہ چمن میں ابھی وا ہوا تھا
زہے طالع اے "میر" ان نے یہ پوچھا
کہاں تھا تو اب تک؟ تجھے کیا ہوا تھا

---

ترے کوچے میں میری خاک بھی پامال ہوئی
تھا وہ بے درد مجھی جن نے وفا کو سونپا

اب تو جاتا ھي ھے کعبے کو تو بت خانے سے
جلد پھر پھونچیو اے "مہر" خدا کو سونپا

---

گلہ نہیں ھے ھمیں اپني جاں گدازي کا
جگر پہ زخم ھے اس کي زباں درازي کا
خدا کو کام تو سونپے ھیں میں نے سب لیکن
رھے ھے خوف مجھے واں کی بے نیازي کا
گیسو کي بات نے آگے مرے نہ پایا رنگ
دلوں میں نقش ھے میرے ھی رنگ سازي کا
بساں خاک ھو پامال راہ خلق اے "مہر"
رکھے ھے دل میں اگر قصد سرفرازي کا

---

سہلہ دشنوں سے چاک تا نہ ھوا
دل جو عقدہ تھا سخت وا نہ ھوا
سب گئے ھوش و صبر و تاب و تواں
دل سے اک داغ ھی جدا نہ ھوا
ھم تو ناکام ھی جہاں میں رھے
یاں کبھو اپنا مدعا نہ ھوا
"میر" افسوس وہ کہ جو کوئی
اس کے دروازے کا گدا نہ ھوا

---

آہ سحر نے سوزش دل کو مٹا دیا
اس باد نے ھمیں تو دیا سا بجھا دیا

تھی لاگ اس کی تیغ کو ہم سے سو عشق نے
دونوں کو معرکے میں گلے سے ملا دیا

آوارگان عشق کا پوچھا جو میں نشاں
مشت غبار لے کے صبا نے اڑا دیا

ہم نے تو سادگی سے کیا جی کا بھی زیاں
دل جو دیا تھا سو تو دیا سر جدا دیا

کیا کچھ نہ تھا ازل میں جو طالع تھے نادرست
ہم کو دل شکستہ قضا نے دلا دیا

تکلیف درد دل کی عبث ہم نشیں نے کی
درد سخن نے "میر" سبھوں کو رلا دیا

---

مرنی حیات کا تو سبب ہے حیات کا
نکلے ہے جی ہی اس کے لیے کائنات کا

اس کے فروغ حسن سے چمکے ہے سب میں نور
شمع حرم ہو یا کہ دیا سومنات کا

ہم مذہبوں میں صرف کرم سے ہے گفتگو
مذکور ذکر یاں نہیں صوم و صلوات کا

کیا "میر" تجھ کو نامہ سیاہی کی فکر ہے
ختم رسل سا شخص ہے ضامن نجات کا

---

جلوہ نہیں ہے نظم میں حسن قبول کا
دیواں میں شعر گر نہیں نعت رسول کا

لذت سے نہیں خالی جانوں کا کھپا جانا
کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا

کب بندگی میری سی بندہ کرے گا کوئی
جانے ہے خدا اس کو میں تجھ کو خدا جانا

اس شوخ کی مجلس میں ' جانا ہمیں' پھروان سے
اک زخم زباں تازہ ' ہر روز اٹھا جانا

---

پائے خطاب کیا کیا دیکھے عتاب کیا کیا
دل کو لگا کے ہم نے کھینچے عذاب کیا کیا

پھر پھر گیا ہے آ کر منھ تک جگر ہمارے
گذرے ہیں جان و دل پر یاں اضطراب کیا کیا

---

دامن وسیع تھا تو کاہے کو چشم ترسا
رحمت خدا کی تجھ کو ' اے ابر زور برسا

وحشی مزاج از بس مایوس بادیہ ہیں
ان کے جنوں میں جنگل اپنا ہوا ہے گھر سا

انداز سے ہے پیدا سب کچھ خبر ہے اس کو
گو "میر" بے سروپا ظاہر ہے بے خبر سا

---

تیغ ستم سے اس کے مرا سر جدا ہوا
شکر خدا کہ حق محبت ادا ہوا

قاصد کو دے کے خط نہیں کچھ بھیجنا ضرور
جاتا ہے اب تو جی ہی ہمارا چلا ہوا

وہ تو نہیں کہ اشک تھمے ہی نہ آنکھ سے
نکلے ہے کوئی لخت دل اب سو جلا ہوا

بدتر ہے زیست مرگ سے ہجران یار میں
بیمار دل بھلا نہ ہوا تو بھلا ہوا

اس کے گئے پہ دل کی خرابی نہ پوچھئے
جیسے کسو کا کوئی نگر ہو لٹا ہوا

---

تم نے ہمیشہ جور و ستم بے سبب کیے
اپنا ہی ظرف تھا جو نہ پوچھا سبب ہے کیا

---

اب بھی دماغ رفتہ ہمارا ہے عرش پر
گو آسماں نے خاک میں ہم کو ملا دیا

تقصیر جان دینے میں ہم نے کبھو نہ کی
جب تیغ وہ بلند ہوئی سر جھکا دیا

کیا کیا زیان "میر" نے کھینچے ہیں عشق میں
دل ہاتھ سے دیا ہے جدا، سر جدا دیا

---

بہتوں کو آگے تھا یہی آزار عشق کا
جیتا رہا ہے کوئی بھی بیمار عشق کا؟

زندانی سیکڑوں مرے آگے رہا ہوئے
چھوٹا نہ میں ہی، تھا جو گرفتار عشق کا

منصور نے جو سر کو کٹایا تو کیا ہوا
ہر سر کہیں ہوا ہے سزاوار عشق کا

---

ستم سے کو ترے یہ کشتۂ وفا نہ رہا
رہے جہاں میں تو، دیر میں رہا نہ رہا
سوئے تو ہم، پہ دل پر کو خوب خالی کر
ہزار شکر کسو سے ہمیں گلا نہ رہا
ادھر کھلی مری چھاتی ادھر نمک چھڑکا
جراحت اس کو دکھانے کا اب مزا نہ رہا
حمیت اِس کے تئیں کہتے ہیں جو "میر" میں تھی
گیا جہاں سے یہ تیری گلی میں آنہ رہا

کرتے ہی نہیں ترک، بتاں طور جفا کا
شاید ہمیں دکھلائیں گے دیدار خدا کا
آنکھ اس کی نہیں آئینے کے سامنے ہوتی
حیرت زدہ ہوں یار کی میں شرم و حیا کا

---

رہتا ہے ہڈیوں سے مری جو ہما لگا
کچھ درد عاشقی کا اسے بھی مزا لگا

---

آنکھ اس سے نہیں اٹھنے کی صاحب نظروں کی
جس خاک پہ ہوگا اثر اس کی کف پا کا

---

وقت تب تک تھا تو سجدہ مسجدوں میں کفر تھا
فائدہ اب، جب کہ قد محراب سا خم ہوگیا
کیا کہوں کیا طرحیں بدلیں چاہ نے آخر کو "میر"
تھا گرہ جو درد چھاتی میں سو اب غم ہوگیا

---

پہونچے ہے کوئی اس تن نازک کے لطف کو
گل، گو چمن میں جامے سے اپنے نکل پڑا

---

شاید جگر گداختہ یک لخت ہوگیا
کچھ آب دیدہ رات سے خوناب سا ہوا
سمجھے تھے ہم تو "میر" کو عاشق اسی گھڑی
جب سن کے تیرا نام وہ بیتاب سا ہوا

---

دیکھو آرسی کو یار ہوا محو ناز کا
خانہ خراب ہو جیو آئینہ ساز کا
ہم تو سمند ناز کے پامال ہو چکے
اس کو وہی ہے شوق ابھی ترک تاز کا
اس لطف سے نہ غنچہ نرگس کھلا کبھی
کھلنا سو دیکھ اس مژۂ نیم باز کا
کوتاہ تھا فسانہ جو مرجاتے ہم شتاب
جی پر وبال شب ہے یہ عمر دراز کا
ہے کیمیاگروں میں قدر خاک
پر قدر کچھ نہیں ہے دل پہ گداز کا

مارا نہ اپنے ہاتھ سے مجھ کو ہزار حیف
کشتہ ہوں یار میں تو ترے امتیاز کا
ہلتی ہے یوں پلک کہ گڑی دل میں جائے ہے
انداز دیدنی ہے مرے دل نواز کا
پھر "میر" آج مسجد جامع کے تھے امام
داغ شراب دھوتے تھے کل جانماز کا

---

غم ابھی کیا محشر مشہور کا
شور سا ہے تو و لیکن دور کا
حق تو سب کچھ ہی ہے تو ناحق نہ بول
بات کہتے سر کٹا منصور کا
طرفہ آتش خیز سنگستاں ہے دل
مقتبس یاں سے ہے شعلہ طور کا
چشم بہنے سے کبھو رہتی نہیں
کچھ علاج اے "میر" اس ناسور کا

---

نظر میں طور رکھ اس کم نما کا
بھروسا کیا ہے عمر بے وفا کا
گلوں کے پیرہن میں چاک سارے
کھلا تھا کیا کہیں بند اس قبا کا
پرستش اب اسی بت کی ہے ہر سو
رہا ہوگا کوئی بندہ خدا کا

کہیں اس زلف سے کیا لگ چلی ہے
بڑھے ہے پاؤں پھیلائے کچھ ہوا

---

ہوئے آخر کو سارے کام ضائع نا شکیبی سے
کوئی دن اور تاب ہجر دل لاتا تو کیا ہوتا

---

میں غش کیا جو خط لے اُدھر نامہ بر چلا
یعنی کہ فرط شوق سے جی بھی اُدھر چلا
یہ چہرہ دیکھو مجلس کے رنگ زرد پر مرے
کہتا ہے "میر" رنگ تو اب کچھ نکھر چلا

---

کیا لطف ہے جنگ جو بڑے حال کوئی "میر"
جلدی سے تونے ساتھ اٹھایا بہت کیا

---

اِس موج خیز دہر میں تو ہے حباب سا
آنکھیں کھلیں تری تو یہ عالم ہے خواب سا
اک آن اِس زمانے میں یہ دل سے وا ہوا
کیا جانئے کہ "میر" زمانے کو کیا ہوا

---

از خویش رفتہ میں ہی نہیں اس کی راہ میں
آتا نہیں ہے پھر کے اُدھر کا گیا ہوا

یوں پھر اٹھا نہ جائیگا اے ابر دشت سے
گر کوئی رونے بیٹھ گیا دل بھرا ہوا
دامن سے منھ چھپائے جلوں کب رہا چھپا
سوجا ہے سامنے ہے گریباں پھٹا ہوا
دیکھا نہ ایک گل کو بھی چشمک زنی میں ہائے
جب کچھ رہا نہ باغ میں تب میں رہا ہوا

---

نہ صبر ہے ' نہ ہوش ہے ' نہ عقل ہے نہ دین
آتا ہے اُس کے پاس سے عاشق لٹا ہوا

---

نیمچہ ہاتھ میں ' مستی سے لہو سی آنکھیں
سج تری دیکھ کے اے شوخ! حذر ہم نے کیا
کیا کیا ناخن سر تیز جگر دل دونوں
رات کے سینہ خراشی میں ہنر ہم نے کیا
جیسے حسرت لئے جاتا ہے جہاں سے کوئی
آہ یوں کوچۂ دلبر سے سفر ہم نے کیا

---

ہو خرابی اور آبادی کی عاقل کو تمیز
ہم دوانے ہیں ہمیں ویران کیا معمور کیا

---

شب میکدے سے وارد مسجد ہوا تھا میں
پر شکر ہے کہ صبح تئیں بے خبر رہا
رہتے تو تھے مکان پہ ولے آپ میں نہ تھے
اس بن ہمیں ہمیشہ وطن میں سفر رہا

اب چھیڑ یہ رکھی ہے کہ پوچھے ہے بار بار
کچھ وجہ بھی کہ آپ کا منھ ہے اتر رہا
اکدم میں یہ عجب ہے مرے سر پہ پھر گیا
جو آب تیغ برسوں ترے تا کمر رہا
کاہے کو میں نے "میر" کو چھیڑا کہ اُن نے آج
یہ درد دل کہا کہ مجھے دیر سر رہا

---

ٹک جوش سا اٹھا تھا مرے دل سے رات کو
دیکھا تو ایک پل ہی میں دریا سا ہوگیا
جلوہ ترا تھا جب تئیں باغ و بہار تھا
اب دل کو دیکھتے ہیں تو صحرا سا ہوگیا
کل تک تو ہم وے ہنستے چلے آئے تھے یہیں
مرنا بھی "میر" جی کا تماشا سا ہوگیا

---

عشق کی سوزش نے دل میں کچھ نہ چھوڑا کیا کہوں
لگ اٹھی یہ آگ نا گہ گھر سب پھک گیا
ہم نہ کہتے تھے کہ غافل خاک ہو پیش از فنا
دیکھ اب پیری میں قد تیرا ڈھے تو جھک گیا

---

پھرتا ہے زندگی کے لیے آہ خوار کیا
اس وہم کی نمود کا ہے اعتبار کیا
سرکش کسو سے ایسی کدورت رکھے وہ شوخ
ہم اس کی خاک راہ ہیں ہم سے غبار کیا

---

غنچہ ہی وہ دہان ہے گویا ہونٹھ پر رنگ پان ہے گویا
مسجد ایسی بھری بھری کب ہے میکدہ اک جہان ہے گویا
بسکہ ہیں اس غزل میں شعر بلند یہ زمیں آسمان ہے گویا
وہی شور مزاج شیب میں ہے "میر" اب تک جوان ہے گویا

---

تیشے سے کوہکن کے کیا طرفہ کام نکلا
اپنے تو ناخنوں میں اس طور کا ہنر تھا
ہوش اُڑ گئے سبھونکے شور سحر سے اس کے
مرغ چمن اگرچہ اک مشت بال و پر تھا

---

تڑپے زیر تیغ ہم بے قول آہ
دامن پاک اس کا خوں میں بھر گیا

---

جی رک گئے اے ہمدم دل خون ہو بھر آیا
اب ضبط کریں کب تک منھ تک تو جگر آیا
تھی چشم دم آخر وہ دیکھنے آوے گا
سو آنکھوں میں جی آیا پر وہ نہ نظر آیا
برخستہ ترا خواہاں اک زخم دگر کا تھا
کی مشق ستم تونے پر خون نہ کر آیا
دھی کے تئیں تکتے پتھرا گئیں آنکھیں تو
وہ ظالم سنگیں دل کب "میر" کے گھر آیا

---

یار ہے "مہر" کا مگر گل سا
کہ سحر نالہ کش ہے بلبل سا
درد دل کو ہمارے ٹک دیکھو
یہ بھی پر پیچ و تاب ہے کاکل سا
اک نگہ، ایک چشمک، ایک سخن
اس میں بھی تم کو ہے تامل سا
ٹوٹی زنجیر پائے "مہر" مگر
رات سنتے رہے ہیں ہم، غل سا

---

تمہارے ترکش مژگاں کی کیا کروں تعریف
جو تیر اس سے چلا سو جگر کے پار ہوا
ہماری خاک پہ اک بے کسی برستی ہے
ادھر سے ابر جب آیا تب اشکبار ہوا

---

ایک دل کو ہزار داغ لگا — اندرونی میں جیسے باغ لگا
"مہر" اس بے نشاں کو پایا جان — کچھ ہمارا کہیں سراغ لگا

---

دست و پا گم کرنے سے مجھ پہ کھلے اسرار حق
دیکھ کر کھویا گیا سا مجھ کو خضر تک پا گیا
داغ محجوبی ہوں اس کا میں نہ مجھ سے بولیو
عکس اپنا آرسی میں دیکھ کے شرما گیا
ہم بشر عاجز ثبات پا ہمارا کس قدر
دیکھ کر اس کو ملک سے بھی نہ یاں ٹھہرا گیا

کیا کروں ناچار ہوں مرنے کو اب تیار ہوں
دل کی روز و شب کی بے تابی سے جی گھبرا گیا

---

اک بار بھی آنکھ اپنی اس پر نہ پڑی مرتے
سو مرتبہ بالیں سے ہم سر کو اُٹھا دیکھا
جی دیتے ہیں مرنے پر سب شہر محبت میں
کچھ ساری خدائی سے یہ طور نیا دیکھا

---

ناگہہ جو وہ صنم ستم ایجاد آ گیا
دیکھے سے طور اس کے، خدا یاد آگیا
اپنا بھی قصد تھا سر دیوار باغ کا
توڑا ہی تھا قفس کو کہ صیاد آگیا

---

گرم مجھ سوختہ کے پاس سے جانا کیا تھا
آگ لینے مگر آئے تھے یہ آنا کیا تھا
دیکھنے آئے دم نزع لئے منہ پہ نقاب
آخری وقت مرے، منہ کا چھپانا کیا تھا

---

تھا جگر میں جب تلک قطرہ ہی تھا خوں کا سرشک
اب جو آنکھوں سے تجاوز کر چلا طوفاں ہوا
جی سے جانا بن گیا اُس بن ہمیں پل مارتے
کام تو مشکل نظر آتا تھا، پر آساں ہوا

پھول نرگس کا لئے بہوچک کھڑا تھا راہ میں
کس کی چشم پر فسوں نے ''میر'' کو جادو کیا

---

عاشق ترے لاکھوں ہوئے ، مجھ سا نہ پھر پیدا ہوا
تجھ پر کوئی اے کم جاں ! دیکھا نہ یوں مرتا ہوا
مدت ہوئی الفت گئی ، برسوں ہوئے طاقت گئی
دل مضطرب ایسا نہ تھا کیا جانئے اب کیا ہوا
وے دن گئے جو ، یاں کبھو اٹھتا تھا دل سے جوش سا
اب لگ گئے ، رونے جہاں پل مارتے دریا ہوا
مستی میں لغزش ہوگئی معذور رکھا چاہیے
اے اہل مسجد ! اس طرف آیا ہوں میں بہکا ہوا
جوں حسن و اک فتنہ گرتوں عشق بھی ہے پر دہ در
وہ شہرۂ عالم ہوا میں خلق میں رسوا ہوا

---

تمام روز ، جو کل میں پئے شراب پھرا
بسان جام لئے دیدۂ پرآب پھرا

---

وہ رشک گنج ہی نایاب تھا بہت ورنہ
خرابہ کون تھا جس میں نہ میں خراب پھرا
کہیں ٹھہرنے دی جایاں نہ دیکھی میں نے ''میر''
چمن میں عالم امکاں کے جیسے آب پھرا

اڑتی ہے خاک یارب شام و سحر، جہاں میں
کس کے غبار دل سے یہ خاکداں بنایا

اس صحن پر یہ وسعت! اللہ رے تیری صنعت
معمار نے قضا کے دل کیا محل، بنایا

---

کہتے نہ تھے کہ صاحب! اتنا کڑھا نہ کریے
اس غم نے "میر" تم کو جی سے ندان مارا

---

یہ "میر" ستم کشتہ کسو وقت جواں تھا
انداز سخن کا، سبب شور و فغاں تھا

واقف تھے ہم احوال دل خستہ سے اپنے
وہ گنج اسی داغ خرابی میں نہاں تھا

کس مرتبہ تھی حسرت دیدار مرے ساتھ
جو پھول مری خاک سے نکلا، نگراں تھا

مجنوں کو عبث دعویٰ وحشت ہے مجھی سے
جس دن کہ جنوں مجھ کو ہوا تھا وہ کہاں تھا

---

عشق کو بیچ میں یارب تو نہ لایا ہوتا
یا تن آدمی میں دل نہ بنایا ہوتا

عزت اسلام کی کچھ رکھ لی خدا نے ورنہ
زلف نے تیری تو زنار بندھایا ہوتا

دل سے کوس طرح مکاں پھر بھی کہیں بلتے ہیں
اس عمارت کو تک اک دیکھ کے ڈھایا ہوتا

---

کیا کہوں بےتابئی شب سے کہ ناچار اس بغیر
دل مرے سینے میں دودو ہاتھ اُچھل کر رہ گیا

---

طریق خوب ہے آپس میں آشنائی کا
نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا
یہیں ہیں دیرو حرم اب تو یہ حقیقت ہے
دماغ کس کو ہے ہر در کی جبہ سائی کا
کسو پہاڑ میں جوں کوہ کن سر ٔ اب ماریں
خیال ہم کو بھی ہے بخت آزمائی کا
رکھا ہے باز ہمیں در بدر کے پھرنے سے
سروں پہ اپنے ہے احساں شکستہ پائی کا
ملا کہیں تو دکھا دیں گے عشق کا جنگل
بہت ہی خضر کو غرہ ہے رہنمائی کا

---

آنسو تو تر سے پی گئے لیکن وہ قطرہ آب
اک آگ تن بدن میں ہمارے لگا گیا

---

بے خودی لے گئی کہاں ہم کو — دیر سے انتظار ہے اپنا
روتے پھرتے ہیں ساری ساری رات — اب یہی روزگار ہے اپنا

دے کے دل ہم جو ہوگئے مجبور — اس میں کیا اختیار ہے اپنا

---

ہو گوشہ گیر، شہرت مد نظر اگر ہے
عنقا کی طرح اپنا عزلت سے نام نکلا
کیوں کر نہ مر رہے جو بے تاب ''مہر'' سا ہو
اک آدھ دن تو گور سے دل تھام تھام نکلا

---

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا
اب تو چپ بھی رہا نہیں جاتا
کب تلک رہ میں ''مہر'' گرد آلود
لو ہو مہر، آہ! تھا نہیں جاتا

---

کچھ عشق و ہوس میں فرق کرلے — کیدھر ہے وہ امتیاز تیرا
کہتے نہ تھے ''مہر'' مت کڑھا کر — دل ہو نہ گیا گداز تیرا

---

نام اس کا سن کے آنسو گر ہی پڑے پلک سے
دل کا لگاؤ یارو چھپتا نہیں چھپایا
رہتی تھی بے دماغی اک شور سا وطن میں
آنکھوں کے ملد لگنے پہ آرام سا تو پایا

---

ملنا تو ہی کب ہے جس تس کا
حسرتیں ہیں یہ آئندہ کس کا

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا
داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب
ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا
فیض اے ابر! چشم تر سے اٹھا
آج دامن وسیع ہے اس کا
تاب کس کو جو حال "میر" سنے
حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا

---

تحمل نہ تھا جس کو تک سو وہ میں
ستم کیسے کیسے اٹھانے لگا

---

آنسو مری آنکھوں میں ہر دم جو نہ آ جاتا
تو کام مرا اچھا پردے میں چلا جاتا
صد شکر کہ داغ دل، افسردہ ہوا ورنہ
یہ شعلہ بھڑکتا تو گھر بار جلا جاتا
کہتے تو ہو یوں کہتے یوں کہتے جو وہ آتا
یہ کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا

---

جو کچھ نظر پڑی ہے حقیقت میں کچھ نہیں
عالم میں خوب دیکھو تو عالم ہے خواب کا
شاید کہ قلب یار بھی تک اس طرف پھرے
میں منتظر زمانے کے ہوں انقلاب کا

رو، فرصت جوانی پہ جوں ابر بے خبر
انداز برق کا سا ہے عہد شباب کا
لایق تھا ریجھنے ہی کے مصراع قدیار
میں معتقد ہوں "مہر" ترے انتخاب کا

---

کیا کوئی زیر فلک اونچا کرے فرق غرور
ایک پتھر حادثے کا آ لگا سر پھر گیا
بعد مدت اس طرف لایا تھا اس کو جذب عشق
بخت کی برگشتگی سے آتے آتے پھر گیا
سخت ہم کو "مہر" کے مر جانے کا افسوس ہے
تم نے دل پتھر کیا وہ جان سے آخر گیا

---

طاقت سے میرے دل کی خبر تجھ کو کیا نہ تھی
ظالم نگاہ چشم ادھر کی، غضب کیا

---

لڑگئیں آنکھیں اٹھائی دل نے چوٹ
یہ تماشائی عبث گھائل ہوا
ایک تھے، ہم ویسے نہ ہوتے مست اگر
اپنا ہونا بیچ میں حائل ہوا
"مہر" ہم کس ذیل میں، دیکھ اُس کی آنکھ
ہوش اہل قدس کا زائل ہوا

---

کوئی فقیر، یہ اے کاشکے دعا کرتا
کہ مجھ کو اس کی گلی کا خدا گدا کرتا
ترے مزاج میں تاب و تعب تھی " میر " کہاں
کسو سے عشق نہ کرتا تو تو بھلا کرتا

---

بندھا رات آنسو کا کچھ تار سا
ہوا ابر رحمت گنہگار سا
کوئی سادہ ہی اس کو سادہ کہے
لگے ہے ہمیں وہ تو عیار سا
محبت ہے یا کوئی جی کا ہے روگ
سدا میں تو رہتا ہوں بیمار سا
جو ایسا ہی تم ہم کو سمجھو ہو سہل
ہمیں بھی یہ جینا ہے دشوار سا
مگر آنکھ تیری بھی چپکے کہیں
ٹپکتا ہے چتون سے کچھ پیار سا
چمن ہوئے جو انجمن تجھ بے واں
لگے آنکھ میں سب کی، گل خار سا
کھڑے ملتظر ضعف جو آگیا
گرا اس کے در پر میں دیوار سا
دکھاؤں متاع وفا کب اسے
لگاواں تو رہتا ہے بازار سا

---

وائے احوال اس جفاکش کا
عاشق اپنا جسے وہ جان گیا

داغ حرماں ہے خاک میں بھی ساتھ
جی گیا پر نہ یہ نشاں گیا

---

پہونچایا مجھ کو عجز نے مقصود دل کے تئیں
یعنی کہ اس کے در ہی پہ میں ناتواں گرا

---

آتے ہی آتے تیرے یہ ناکام ہو چکا
واں کام ہی رہا تجھے ' یاں کام ہو چکا
موسم گیا وہ ترک محبت کا ناصحا
میں اب تو خاص و عام میں بد نام ہو چکا
یا خط چلے ہی آتے تھے یا حرف ہی نہیں
شاید کہ سادگی کا وہ ہنگام ہو چکا
تڑپے ہے جب کہ سینے میں اُچھلے ہے دو دو ہاتھ
گر دل یہی ہے "میر" تو آرام ہو چکا

---

کی بلبل اورگل کی جو صحبت کی سیر "میر"
دل اپنا دلبروں کی طرف سے اُچٹ گیا

---

سینے میں شوق "میر" کے سب درد ہو گیا
دل پر رکھا تھا ہاتھ سو منہ زرد ہو گیا

کیا تو ? نمود کس کی ? کیا ہے کمال تیرا
اے نقش وہم آیسا کیدھر خیال تیرا
پہلا قدم ہے انساں ! پامال مرگ ہونا
کیا جانے رفتہ رفتہ کیا ہو مآل تیرا
تفصیل حال میری تھی باعث کدورت
سو جی کو خوش نہ آیا ہرگز ملال تیرا
کچھ زرد زرد چہرہ کچھ لاغری بدن میں
کیا عشق میں ہوا ہے اے " میر " حال تیرا

---

خدا جانے ہمیں اس بے خودی نے کس طرف پھینکا
کہ مدت ہوگئی ہم کھینچتے ہیں انتظار اپنا
اگرچہ خاک اڑائی دیدۂ تر نے بیاباں کی
ولے نکلا نہ خاطر خواہ رونے سے غبار اپنا
دل بے تاب وبےطاقت سے کچھ چلتا نہیں ورنہ
کھڑا بھی واں نہ جاکر ہوں اگر ہو اختیار اپنا

---

" میر " بھی دیر کے لوگوں ہی کی سی کہنے لگا
کچھ خدا لگتی بھی کہتا جو مسلماں ہوتا

---

شکست دل عشق کی جان کیا
نظر پھیری تونے تو وہ مر گیا
بہت رفتہ رہتے ہو تم اس کے اب
مزاج آپ کا " میر " کیدھر گیا

کیا ہے جو راہ دل کی ، طے کرتے مر گئے ہم
جوں نقش پا ہمارا تا دیر اثر رہے گا

---

پسند کو مشفق عبث میرا نصیحت گر ہوا
سختیاں جو میں بہت کھینچیں سو دل پتھر ہوا
کب کھپا جاتا تھا یوں آنکھوں میں جیسا صنم تھا
پھول خوش رنگ اور اُس نے فرش پر بچھ کر ہوا

---

کبھی تو دیر میں ہوں میں کبھو ہوں کعبے میں
کہاں کہاں لئے پھرتا ہے شوق اس در کا
بتا کے کعبے کا رستا اسے بھلاؤں راہ
نشاں جو پوچھے کوئی مجھ سے یار کے گھر کا

---

" مہر " کے ہوش نے ہیں ہم عاشق
فصل گل جب تلک تھی ، مست رہا

---

گئی نیند ، شیون سے بلبل کے رات
کہیں دل ہمارا گرفتار تھا
قد یار کے آگے سرو چمن
کھڑا دور جیسے گنہ گار تھا

---

سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں
دل سے اک داغ ہی جدا نہ ہوا

---

اندوہ و غم کے جوش سے دل رک کے خوں ہوا
اب کسی سمجھے بہار سے آگے جنوں ہوا

---

دیکھا پلک اُٹھا کے تو پایا نہ کچھ اثر
اے عمر برق! جلوہ گئے تو شتاب کیا

---

جادو کرتے ہیں اک نگاہ کے بیچ
ہائے رے چشم دلبراں کی ادا
دل چلے جاتے ہیں خرام کے ساتھ
دیکھی چلنے کی دلبراں کی ادا
خاک میں مل کے "مہر" ہم سمجھے
یہ ادائی تھی آسماں کی ادا

---

میں تو افسردہ ہی چمن میں پھرا
غنچۂ دل مرا کہیں نہ کھلا

---

وہ روئے خوب اب کی ' ہرگز گیا نہ دل سے
جب گل کھلا چمن میں تب داغ ہم نے کھایا

ریختہ کا ہے کو تھا اس رتبہ عالی میں "مہر"
جو زمیں نکلی اسے تا آسماں میں لے گیا

---

تھا نزع میں دست "مہر" دل پر شاید غم کا یہی محل تھا

---

تک رہے ہیں اس کو سو ہم تک رہے ایک سے
دیدہ حیراں ہمارا دیدۂ بسمل ہے کیا
ہم تو سو سو بار مر رہتے ہیں ایک، ایک آن میں
عشق میں اس کے گذرنا جان سے مشکل ہے کیا

---

شکر خدا کہ سر نہ فرو لائے ہم کہیں
کیا جانیں سجدہ کہتے ہیں کس کو؟ سلام کیا؟

---

بعد دشنام تھی بوسے کی توقع بھی ولے
تلخ بلنے کے تئیں ہم نے گوارا نہ کیا

---

چال یہ کیا تھی کہ ایدھر اِکو گذارانہ کیا
دور ہی دور پھرے پاس ہمارا نہ کیا
جی رہے ڈوبتے دریائے غم عشق میں لیک
بوالہوس کی سی طرح ہم نے کنارا نہ کیا

---

جلوے سے اس کے جل کے ہوئی خاک، سنگ و خشت
بے تاب دل بہت ہے یہ کیا تاب لائے گا

---

اس کے دامن تلک نہ پہونچا ہاتھ
تھا سر دست جیب چاک ہوا
ڈر سے اس رشک خور کی گرمی سے
کچھ تو ہے غم سے جو تپاک ہوا

---

کیا حسن خوباں بد راہ کا ہمیشہ رہے نام اللہ کا
پشیماں ہوا دوستی کرکے میں بہت مجھ کو ارماں تھا چاہ کا
اسیری کا دیکھا نہ مژدہ مجھے سرا زمزمہ گاہ و بیگاہ کا

---

چشم سے خون ہزار نکلے گا
دوستی دل کا بخار نکلے گا
آندھیوں سے سواد ہو گا چرخ
دل کا جب کچھ غبار نکلے گا
ناز خورشید کب تلک کھینچیں
گھر سے کب اپنا یار نکلے گا
عزلت "مہر" عشق میں کب تک
ہو کے بے اختیار نکلے گا

---

رقعہ ہمیں جو آوے ہے سو بیچ میں پلندا
دیتا دوستی جواب اجل کے پیام کا

صاحب ہو مار ڈالو مجھے تم و گر نہ کچھ
جز عاشقی گناہ نہیں ہے غلام کا

---

عمر آوارگی میں سب گذری کچھ ٹھکانا نہیں دل و جاں کا

---

راہ اس سے ہوئي خلق کو کس طور سے یارب
ہم کو کبھي ملنے کا تو اُس کے نہ ڈھب آیا
خوں ہوتي رہي دل ھي میں آزردگي میری
کس روز گلہ اس کا مرے تا بلب آیا
آئے ہوئے اُس کے تو ہوئي بے خودی طاري
وہ یاں سے گیا اُٹھ کے مجھے ہوش جب آیا

---

ہرآن تھي سر گوشي ' یا بات نہیں گاہے
اوقات ہے اک یہ بھي ' اک وہ بھي زمانہ تھا
جو تیر چلا اُس کا سو میری طرف آیا
اس عشق کے میداں میں ' میں ھي تو نشانہ تھا

---

مت سہل ہمیں سمجھو پہونچے تھے بہم تب ہم
برسوں تئیں گردوں نے جب خاک کو چھانا تھا
کیا صورتیں بگڑی ہیں مشتاقوں کي ہجراں میں
اس چہرے کو اے خالق ایسا نہ بنانا تھا

---

اس زندگی سے مارے ہی جانا بھلا تھا "میر"

رحم ان نے میرے حق میں کیا، کیا ستم کیا؟

---

اب کی جو گل کی فصل میں ہم کو جنوں ہوا

وہ دل کہ جس پہ اپنا بھروسا تھا خوں ہوا

تھا شوق طوف تربت مجنوں مجھے بہت

اک گرد باد دشت مرا رہنموں ہوا

---

گرم ملنا اس گل نازک طبیعت سے نہ ہو

چاندنی میں رات بیٹھا تھا سو مرجھانے لگا

چشمک اس مہ کی سی دلکش دید میں آئی نہیں

گوشوارہ صبح کا بھی آنکھ جھپکنے لگا

کیونکر اس آئینہ رو سے "میر" ملئے بے حجاب

وہ تو اپنے عکس سے بھی دیکھو شرمانے لگا

---

آنکھ پڑتی تھی تمہاری منہ پہ جب تک چین تھا

کیا کیا تم نے کہ مجھ بے تاب سے پردہ کیا

لوگ دل دیتے سنے تھے "میر" دے گذرا ہے جی

ایک اپنے طور پر ان نے بھی اک سودا کیا

---

صد سخن آئے تھے لب تک پہ نہ کہنے پائے ایک

ناگہاں اس کی گلی سے اپنا جانا ہو گیا

رهنے کے قابل تو ہرگز تھی نہ یہ عبرت سرائے
اتفاقاً اس طرف اپنا بھی آنا ہو گیا

---

ہو گئے ہم محبت کی بے شعوری سے اسیر
شیخ میں کچھ ہوش تھا میخانے سے جاتا رہا
"میر" دیوانہ ہے اچھا، بات کیا سمجھے مری
یوں تو مجھ سے جب ملا میں اس کو سمجھاتا رہا

---

نہ پوچھو خوب ہے بد عہدیوں کی مشق اس کو
ہزار عہد کئے پر وہی تکلف تھا

---

گلی میں اس کی، میری رات کیا آرام سے گذری
یہی تھا سنگ بالیں، خاک تھی، بستر، جہاں میں تھا
غضب کچھ شور تھا سر میں بلا بے طاقتی جی میں
قیامت لحظہ لحظہ تھی مرے دل پر جہاں میں تھا

---

عاقلانہ حرف زن ہو "میر" تو کریے بیاں
زیر لب کیا جانئے کہتا ہے کیا مجذوب سا

---

سرگذشت اپنی سبب ہے حیرت احباب کی
جس سے دل خالی کیا وہ آہ بھر کر رہ گیا

---

کیا کہئے دماغ اس کا گلگشت میں گل "میر"

گل شاخوں سے جھک آئے تھے پر منہ نہ لگایا

---

مرید پیر مغاں صدق سے نہ ہم ہوتے

جو حق شناس کوئی اور بھی نظر آتا

کسو طرح سے تو ملتے تھے باہم اگلے لوگ

ہمیں بھی کاش کے ایسا کوئی ہنر آتا

شراب خانے میں شب مست ہو رہا شاید

جو "میر" ہوش میں ہوتا تو اپنے گھر آتا

---

بس ہو تو دام کو بھی اس پر نثار کر دے

یک نقد دل رکھے ہیں سو تو ہے مال اس کا

---

بوسہ اس بت کا لے کے منہ موڑا

بھاری پتھر تھا چوم کر چھوڑا

کیا کرے بخت مدعی تھا بلند

کوہ کن نے تو سر بہت پھوڑا

ہے لب بام آفتاب عمر

دل سے کیا ہے "میر" دل توڑا

---

ہے عشق میں صبر ناگوارا

پھر صبر بن اور کیا ہے چارا

دیکھو ہو تو دور بھاگتے ہو
کچھ پاس نہیں تمہیں ہمارا
جب جی سے گذر گئے ہم اے ''مہر''
اُس کوچے میں تب ہوا اِگذارا

---

کیا کہیے حال، کہیں دل زدہ جاکر اپنا
دل نہ اپنا ہے محبت میں نہ دلبر اپنا
دوریِ یار میں ہے حال دل ابتر اپنا
ہم کو سو کوس سے آتا ہے نظر گھر اپنا
دل بہت کھینچتی ہے یار کے کوچے کی زمیں
لو ہو اس خاک پہ گرنا ہے مقرر اپنا

---

آخر کو خواب مرگ ہمیں جا سے لے گئی
جی دیتے تک بھي سر میں اُسی کا خیال تھا

---

اُن نے کھینچا ہے مرے ہاتھ سے داماں اپنا
کیا کروں گر نہ کروں چاک گریباں اپنا

---

دل عجب شہر تھا خیالوں کا    لوٹا مارا ہے حسن والوں

---

کرتا ہوں اللہ اللہ درویش ہوں سدا کا
سرمایۂ توکل یاں نام ہے خدا کا

یہ دو ہی صورتیں ہیں یا منعکس ہے عالم
یا عالم آئینہ ہے اس یار خود نما کا
کیا میں ہی جاں بلب ہوں بیماری دلی سے
سارا ہوا ہے عالم اس درد بے دوا کا

---

بند اس قبا کا کھولیں ' کیا ناخن فقیراں
وابستہ ہے یہ عقدہ شاید کسو دعا کا

---

ڈرتا ہوں عالمان جزا چہانے دیکھ کر
کھلنے لگیں نہ واہ رے زخم اس کے ہاتھ کا
کیوں کر بسر کرے غم و غصے میں ہجر کے
خو کر جو ہو کسو کے کوئی التفات کا
واعظ کہے سو سچ ہے ' ولے مے فروش سے
ہم ذکر بھی بھلا نہیں صوم و صلوات کا
عالم کسو حکیم کا باندھا طلسم ہے
کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا

---

نہیں تاب لاتا دل زار اب
بہت ہم نے صبر و تحمل کیا
نہ سوز دروں فصل گل میں چھپا
سر و سینہ سے داغ نے گل کیا
ہمیں شوق نے صاحب لہو دیا
غلاموں سے اس نے توسل کیا

حقیقت نہ "مہر" اپنی سمجھی گئی
شب و روز ہم نے تساہل کیا

---

رفتۂ عشق کیا ہوں میں اب کا
جا چکا ہوں جہاں سے کب کا
لوگ جب ذکر یار کرتے ہیں
دیکھ رہتا ہوں دیر منہ سب کا
ہم تو نا کام ہی چلے یاں سے
تم کو ہو گا حصول مطلب کا

---

رحم کیا کر، لطف کیا کر، پوچھ لیا کر، آخر ہے
"مہر" اپنا، غم خوار اپنا، پھر زار اپنا، بیمار اپنا

---

اے کاش مرے سر پر اک بار وہ آ جاتا
ٹھہراؤ سا ہو جاتا، یوں جی نہ چلا جاتا
تب تک ہی تحمل ہے جب تک نہیں آتا وہ
اس رستے نکلتا تو، ہم سے نہ رہا جاتا

---

مستانہ اگرچہ میں، طاعت کو لگا جاتا
پھر بعد نماز اٹھ کر مے خانہ چلا جاتا
دیکھا نہ اُدھر ورنہ، آتا نہ نظر پھر میں
جی مفت مرا جاتا اِس شوخ کا کیا جاتا

شب ' آہ شرر افشاں ہونٹوں سے پھری میرے
سر کھینچتا یہ شعلہ تو مجھ کو جلا جاتا
ہے شوق سے دو بے بد نامی و رسوائی
کیوں کام بگڑ جاتا جو صبر کیا جاتا
تھا "میر" بھی دیوانہ پر ساتھ ظرافت کے
ہم سلسلہ داروں کی زنجیر ہلا جاتا

لو بے کسی سے عشق کی آتش میں جل بجھا
مجھ جیوں چراغ گور اندھیرا جلا گیا
رونا ہی میں رہا نہ پلک کوئی کر نہ جائے
آنکھوں سے اس کی رات جو تلوے ملا گیا

سر گرم طلب ہو کر ڈھونڈا کیا میں آپ ہی
کیا جانئے پاؤں گا یا اس کو نہ پاؤں ؟

مرتا تھا جس کے خاطر اس کی طرف نہ دیکھا
"میر" ستم رسیدہ ظالم غیور کیا تھا

دل کو گل کہتے تھے ' درد و غم سے مرجھایا گیا
جی کو مہماں سمجھتے تھے مہماں سا آیا گیا

ہر چند میں نے شوق کو پنہاں کیا ولے
اک آدھ حرف پیار کا منھ سے نکل گیا
سر ، اب لگے جھکانے بہت خاک کی طرف
شاید کہ '' مہر '' جی کا دماغی خلل گیا

---

ہم سے تو جز مرگ کچھ، تدبیربن آئی نہیں
تم کہو کیا تم نے درد عشق کا درماں کیا
داخل دیوانگی ہی تھی ہماری عاشقی
یعنی اس سودے میں ہم نے جان کا نقصاں کیا
شکر کیا اس کی کریمی کا ادا بندے سے ہو
ایسی اک ناچیز مشت خاک کو انساں کیا

---

سوزش دل کے سبب مرگ نہ تھی عاشق کی
اپنی غیرت میں وہ کچھ، آپ ہی جلا جاتا تھا

---

جہاں بھرا ہے تیرے شور حسن و خوبی سے
لبوں پہ لوگوں کے ہے ذکر جا بہ جا ترا
نظر ، کنھوں نے نہ کی حال '' مہر '' پر افسوس
غریب شہروفا تھا وہ خاک پا تیرا

---

صورت شیریں کے آگے کام اپنا کر گیا
عشق میں کس حسن سے فرہاد ظالم مرگیا

---

قیامت کا عرصہ ہے اے ' میر ' درهم
مرے شور و زاري نے میدان سارا

---

جگر خوں کیا ' چشم نم کر گیا
گیا دل سو هم پر ستم کر گیا

---

یاري کئے کسو کا کاهے کو نام نکلا
ناکام عشق تھا تو عاشق کا نام [illegible]
هنگامے سے جہاں میں هم نے جنوں کیا ہے
هم جس طرف سے نکلے اک ازدهام نکلا
جانا تھا تجھ کو هم نے تو پخته مغز هوگا
دیکھا تو " میر " تیرا سودا بھي خام نکلا

---

خوش زمزمه طیور هي هوتے هیں " میر " اسیر
هم پر ستم یه ' صبح کی فریاد سے هوا

---

زار کیا ' بیمار کیا ' اس دل نے کیا آزار کیا
داغ سے تن گلزار کیا سب آنکھوں کو خوں بار کیا
چاها هم نے کیا تھا پر اپنا چاها کچھ نه هوا
عزت کھوئي ذلت کھینچي ' عشق نے خوار و زار کیا

چاہت کا اظہار کیا سو اپنا کام خراب ہوا
اس پردے کے اٹھ جانے سے اُس کو ہم سے حجاب ہوا
ساری ساری راتیں جاگے ' عجز و نیاز زاری کی
تب جا کر ملنے کا اس کے صبح کے ہوتے خواب ہوا

---

" مہر " گذرے دونوں یاں عید و محرم ایک سے
یعنی دس دن جینے کے میں اپنے ہی ماتم میں تھا

---

مرنے کا بھی خیال رہے " مہر " اگر تجھے
ہے اشتیاق جان جہاں کے وصال کا

---

کوشش میں سر مارا لیکن در پہ کسی کے جا نہ سکے
تن پہ زبان شکر ہے ہر مو ' اپنی شکستہ پائی کا
آنا سن ناداری سے ہم نے جی دینا ٹھہرایا ہے
کیا کہئیے اندیشہ بڑا تھا اس کی منہ دکھلائی کا

---

دور بہت بھاگو ہو ہم سے سیکھے طریق غزالوں کا
وحشت کرنا شیوا ہے کیا ؟ اچھی آنکھوں والوں کا

---

ابھی ہوں منتظر ' جاتی ہے چشم شوق ہر جانب
بلند اس تیغ کو ہونے تو دو سر بھی جھکا دوں گا

بلا میں زیر سر ہوں کاش افتادہ رہوں یوں ہی
اٹھا گر خاک سے تو "میر" ہنگامے اٹھاؤں گا

---

سخن مشتاق ہے عالم ہمارا
غنیمت ہے جہاں میں دم ہمارا
رکھے رہتے ہیں دل پر ہاتھ اے "میر"
یہیں شاید کہ ہے سب غم ہمارا

---

کیا پوچھو ہو کیا کہیئے یہاں دل نے بھی کیا کام کیا
عشق کیا نا کام رہا آخر کو کام تمام کیا
کھلنے کی بھی لکھنے کی بھی ہم تو قسم کھا بیٹھے تھے
آخر دل کی بے تابی سے خط بھیجا پیغام کیا
خط و کتاب لکھنا اس کو ترک کیا تھا اسی لیئے
حرف و سخن سے تپتا لہو ہو اب جو کچھ ارقام کیا
"میر" جو اس نے منھ کو ادھر کر ہم سے کوئی بات کہی
لطف، کیا احسان کیا، انعام کیا، اکرام کیا

---

مرنا اس کے عشق میں خالی نہیں ہے حسن سے
رشک کے قابل ہے جو کشتہ ہے اس میدان کا
گر پڑیں گے ٹوٹ کر اکثر ستارے چرخ سے
حل کیا جو صبح کو گوہر کسی کے کان کا

---

عشق ہمارے خیال پڑا ہے خواب گیا آرام گیا
جی کا جانا ٹھہر رہا ہے صبح گیا یا شام گیا
ہائے جوانی! کیا کیا کہئے شور سروں میں رکھتے تھے
اب کیا ہے؟ وہ عہد گیا وہ موسم وہ ہنگام گیا

---

وصل میں رنگ اڑ گیا میرا کیا جدائی کو منہ دکھاؤں گا
طوف مشہد کو کل جو جاؤں گا تیغ قاتل کو سر چڑھاؤں گا
چھانتا ہوں دنو گلی کی خاک دل کو اپنے کبھو تو پاؤں گا
اس کے در پر گئی ہے تاب و تواں کون طاقت اب کیونکہ کے جاؤں گا

---

خیال چھوڑ دے واعظ تو بے گناہی کا
رکھے ہے شوق اگر رحمت الٰہی کا

---

ہر چند پھرا غبار ہمارا اڑا ہوا
پھر اس گلی میں لائی صبا تو بچھا ہوا

---

پہلو سے اٹھ گیا ہے وہ نازنیں ہمارا
جز درد اب اٹھیں ہے پہلو نشیں ہمارا
حالت تو نزع کی ہے پر [illegible]
آنکھوں میں منتظر ہے دم واپسیں ہمارا

آج ہمارا دل تڑپے ہے کوئی اُدھر سے آوے گا
یا کہ نوشتہ ان ہاتوں کا قاصد ہم تلک لاوے گا

---

شیخ حرم سے لڑکے چلا ہوں اب کعبے میں نہ آؤں گا
تا بتخانہ ہر قدم اوپر سجدہ کرتے جاؤں گا

---

قدرت حق میں کیا قدرت جو دخل کسو کی فضولی کرے
اس کو کیا پر کالہ آتش مجھ کو خس و خاشاک کیا

---

برسوں تمھیں جہاں میں کیوں کر رہا ہے خضر
میں چار دن میں جینے سے بیزار ہو گیا
اُس کی نگاہ مست کا دھایا ہی تھا فریب
پر شیخ ' طرز دیکھ کے ہوشیار ہو گیا
کیا متقی تھا " مہر " پر ' آئین عشق میں
مجرم ساکشت و خوں کا سزاوار ہو گیا

---

نہ وہ آوے ' نہ جاوے بے قراری
کسو دن " مہر " یوں ہی مر رہوں گا

---

گرم مزاج رہا نہیں اپنا ' ویسے اس کے ہجراں میں
ہوتے ہوئے افسردہ ' دیکھو گے اک دن سرد ہوا

"مہر" نے اپنے درد دل کو مجھ سے کہا کر روز و شب
صبح جو گوش دل سے سنا تھا دل میں میرے درد ہوا

خاک سے آدم کر دکھلایا یہ منت کیا تھوڑی ہے
اب سر خاک بھی ہو جاویں تو سر سے کیا احسان گیا

دیدۂ ترکو سمجھ کر اپنا ہم نے دیا کیا حفاظت کی
آہ نہ جانا روتے روتے یہ چشمہ دریا ہووے گا

"مہر" پریشاں خاطر آ کر رات رہا بت خانے میں
راہ رہی کعبہ کی ادھر، یہ سودائی کیدھر آیا

دل رہے وصل جستجو مدام رہے
مل گئے اس سے کہ کہ تو کیا

عجب سے بے خود ہوا ہے اس کو دیکھ
آپ میں "مہر" پھر نہیں آیا

بات کہتے جی کا جانا ہو گیا    مرنا، عاشق کا بہانا ہو گیا
جائے بودن تو نہ تھی دنیائے دوں    اتفاقاً اپنا آنا ہو گیا

فائدہ کیا نماز مسجد کا
قد ہی محراب سا جو خم نہ ہوا
نہ گیا اس طرف کا خط لکھا
ہاتھ جب تک مرا قلم نہ ہوا
یار ہمراہ نعش جس دم تھا
وائے ! مردے میں پھرے دم نہ ہوا
بے دلی میں ہے '' مہر '' خوش اُس سے
دل کے جانے کا حیف غم نہ ہوا

---

بہت کی جستجو اس کی ' نہ پایا
ہمیں در پیش ہے اب جی کا کھونا
وصیت '' مہر '' نے مجھ کو یہی کی
کہ سب کچھ ہو پہ تو عاشق نہ ہونا

---

طرفہ خیال کیا کرتا تھا عشق و جلوں میں روز و شب
روتے روتے ہنسنے لگا کہ '' مہر '' عجب دیوانا تھا

---

ناخن سے بوالہوس کا گلا یوں ہی چھل گیا
لوہو لگا کے وہ بھی شہیدوں میں مل گیا
بے دل ہوئے پہ کرتے تدارک جو رکھتا ہوش
ہم آپ ہی میں آئے نہیں جب سے دل گیا
شبنم کی سی نمود سے تھا میں عرق عرق
یعنی کہ ہستی ' ننگ عدم تھی خجل گیا

---

کہا تم سے اپنے دل کی پریشانی میں کہوں
دریاے گریہ جوش زناں تھا بہا کہا

---

عالم مستی، کہا عالم رہا غم دنیا و دیں کا نہ تھا
ہوش آیا ہے جب سے سر میں شوق رہا اس عالم کا

---

غربت ہے دل آویز بہت شہر کی اس کے
ایسا نہ خیال ہم کو کبھو اپنے وطن کا

---

فلک نے پیس کر سرمہ بنایا
نظر میں اس کی میں تو بھی نہ آیا
زمانے میں مرے شور جنوں نے
قیامت کا سا ہنگامہ اٹھایا
تمامی عمر جس کی جستجو کی
اسے پاس اپنے اک دم بھی نہ پایا
نہ تھی بیگانگی معلوم اس کی
نہ سمجھے ہم، اسی سے دل لگایا
قریب دیر، خضر آیا تھا لیکن
ہمیں رستہ نہ کعبے کا بتایا

---

نہ اٹھا لطف کچھ جوانی کا
کم بہت موسم شباب رہا

پریشاں کر گئی فریاد بلبل
کسو سے دل ہمارا پھر لگا تھا
صنم خانے سے اٹھ کعبے گئے ہم
کوئی آخر ہمارا بھی خدا تھا
بدن میں اس کے ہے ہر جائے دل کش
جہاں اٹکا کسو کا دل بجا تھا

---

کیا نماز اے "میر" اس اوقات کی
جب کہ تو محراب سا خم ہو گیا

---

وہ دیکھنے ہمیں ٹک بیماری میں نہ آیا
سو بار آنکھیں کھولیں بالیں سے سر اٹھایا

---

میں رنج عشق کھینچ کے بہت ناتواں ہوا
مرنا تمام ہو نہ سکا نیم جاں ہوا
غیر از خدا کی ذات مری گھر میں کچھ نہیں
یعنی کہ اب مکان مرا لامکاں ہوا
سائے میں تاک کے مجھے رکھا اسیر کر
صیاد کے کرم سے قفس آشیاں ہوا

---

کرنا وفا نہیں ہے آسان عاشقی میں
پتھر کیا جگر کو تب چاہ کو نباہا

---

بلبل کا شور سن کے نہ مجھ سے رہا گیا
میں بے دماغ باغ سے اٹھ کر چلا گیا

---

غم ہجر رکھے گا بے تاب دل کو
ہمیں کڑھتے کڑھتے کچھ آزار ہو گا

---

دیر ' بد عہد جب وہ یار آیا    دور سے دیکھتے ہی پیار آیا

---

نثار کیا کریں ہم خانماں خراب اس پر
کہ گھر لٹا چکے جب یار اپنے گھر آیا

---

جہاں کا دریائے بے کراں تو سراب پایان کار نکلا
جو لوگ تھے بے کچھ آشنا تھے انہوں نے اب تو کہا نہ اپنا

---

نہ پہونچی جو دعائے " مہر " واں تک تو عجب کیا ہے
علوئے مرتبہ ہے بس کہ اس درگاہ عالی کا

---

روز و شب ' روتے کڑھتے گذرے ہے    اب یہی اپنا روزگار ہوا

---

کیونکہ سب عمر صحبت میں کٹی تھی " مہر "
اپنا جینا تو دو دن میں دشوار ہوا

جو قافلے اگئے تھے انھوں کی اٹھی بھی گرد
کیا جانئے غبار ہمارا کہاں رہا
اعضا، گداز عشق سے ایک ایک بہہ گئے
اب کیا رہا ہے مجھ میں جو میں نم جاں رہا

---

نہیں ہے مرجع آدم اگر خاک
کدھر جاتا ہے قد خم ہمارا

---

کیا کہئے ؟ عشق، حسن کی آپ ہی طرف ہوا
دل نام قطرہ خون یہ ، ناحق تلف ہوا

---

جب کہ تابوت مرا جائے شہادت سے اٹھا
شعلۂ آہ دل گرم محبت سے اٹھا

---

مجلس میں میں نے اپنا سوز جگر کہا تھا
روتی ہے شمع تب سے بے اختیار ہر شب
اب وہ نہیں کہ آنکھیں تھیں پرآب روز و شب
ٹپکا کرے ہے آنکھوں سے خوں ناب روز و شب

---

موند رکھنا چشم کا ، ہستی میں عین دید ہے
کچھ نہیں آتا نظر جب آنکھ کھولے ہے حباب

---

اندوہ سے ہوئی نہ رہائی تمام شب
مجھ دل زدہ کو نیند نہ آئی تمام شب

تا دل سے میری پلکوں پہ قطرے سرشک کے
دیکھے رہے ہیں "مہر" دکھائی تمام شب

---

وہ جو کشش تھی اس کی طرف سے کہاں ہے اب
تیرو کماں ہے ہاتھ میں ' سینہ نشاں ہے اب
زردی رنگ ہے غم پوشیدہ پہ دلیل
دل میں جو کچھ ہے ' منہ سے ہمارے عیاں ہے اب

---

کہیں اس کے رو برو نہ کریں معذور تو حشر میں
نکلے مرے سوال میں نکلے مرے جواب
گذرے ہیں "مہر" لوٹتے دن رات آگ میں
ہے سوز دل سے زندگی اپنی ہمیں عذاب

---

جو کہو تم سو ہے بجا صاحب
ہم برے ہی سہی ' بھلا صاحب

---

ظالم سے زلیخا نے لیا مصر میں یوسف
کب ایسا غلام آرہے ہے بازار میں صاحب

کیا کہیں حال؟ خاطر آشفتہ دل خدا جانے کدھر ہے اب

جوش رونے کا مجھے آیا ہے اب
دیدۂ تر ابر سا چھایا ہے اب
کاشکے ہو جائے سینہ چاک چاک
رکتے رکتے جی بھی گھبرایا ہے اب

---

التفات زمانہ پر مت جا "میر" دیتا ہے روزگار فریب

---

عالم میں لوگوں کا ہے، تصویر کا سا عالم
ظاہر کھلی ہیں آنکھیں لیکن ہیں بے خبر سب

---

موسم گل کا شاید آیا داغ جنوں کے تازہ ہوئے
دل کھینچتا ہے جانب صحرا، جی نہیں لگتا گھر میں اب

---

دل خراشی و جگر چاکی و خوں افشانی
ہیں تو یہ کام، پہ رہتے ہیں مجھے کام بہت
پھر نہ آئے جو ہوئے خاک میں جا آسودہ
غالباً زیر زمیں "میر" ہے آرام بہت

---

کہتے ہیں "آگے تھا بتوں میں رحم"
ہے خدا جانیے یہ کب کی بات

---

مرجاں کوئی کہے ہے کوئی ان لبوں کو لعل
کچھ رفتہ رفتہ باقی رہے گی تکرار بات

---

بلبل کے بولنے میں سب انداز ہیں مرے
پوشیدہ کب رہی ہے کسی کی اڑائی بات
خط لکھتے لکھتے ''مہر'' نے دفتر کئے رواں
افراط اشتیاق نے آخر بڑھائی بات

---

چشم رہنے لگی پر آب بہت
شاید آوے گا خون ناب بہت
دل کے دل ہی میں رہ گئے ارماں
نہ رہا موسم شباب بہت

---

اب تو وفا و مہر کا مذکور ہی نہیں
تم کس سمے کی کہتے ہو یہ ہے کہاں کی بات

---

سو غیروں میں ہو عاشق تو ایک اسی سے شرماویں
اس مستی میں آنکھیں اس کی رہتی ہیں ہشیار بہت

---

آئے ہیں ''مہر'' ملنے کو باناز جفا سے آج
شاید بگڑ گئی ہے کچھ اس بے وفا سے آج

ساقي تک ایک موسم گل کي طرف تو دیکھ
ٹپکا پڑے ھے رنگ ' چمن میں ھوا سے آج
تھا جي میں' اُس سے ملتے توکیا کیا نہ کہتے "مہر"!
پر کچھ کہا گیا نہ غم دل' حیا سے آج

---

دے پھري پلکیں اگر کھپ گئیں جي میں تو وھیں
رخنے پڑجائیں گے واعظ ! ترے ایمان کے بیچ

---

کل ھم بھي سحر باغ میں تھے ساتھ یار کے
دیکھا تو اور رنگ ھے سارے چمن کے بیچ

---

آئے جو لب پر آہ تو میں اُٹھ کھڑا ھوا
بیٹھا گیا نہ مجھ سے تو ایسي ھوا کے بیچ

---

میں بے دماغ عشق اٹھا سو چلا گیا
بلبل پکارتی ھی رھی گلستاں کے بیچ
اتلی جبیں رگڑی کہ سلگ اٹھلہ ھوا
آنے لگا ھے منہ نظر اس آستاں کے بیچ

---

دوھی و آغوش و گریباں ' دامن گل چیں ھوئے
گل فشاني کر رھی ھے چشم ' خوں باري کے بیچ

کیا صحبتیں اگلی گئیں خاطر سے ہماری
اپنی بھی وفا یاد ہے اس کی بھی جفا یاد
کعبے تو گئے' بھول کے ہم دیر کا رستا
آتا تھا ولے راہ میں ہر گام خدا یاد

---

چمن کی یاد کے آتے خبر نہ اتنی رہی
کہ میں کدھر ہوں ؟ کدھر ہے قفس ؟ کدھر صیاد ؟
سنا ہے بھڑکی ہے اب کی بہت ہی آتش گل
چمن میں اپنے بھی ہیں خار و خس کے گھر' صیاد!

---

نہ درد مندی سے یہ راہ تم چلے ورنہ
قدم قدم پہ تھی یاں جائے نالۂ و فریاد

---

چا دیوارئی عناصر "میر" خوب جاگہہ ہے پر ہے بے بنیاد

---

وعدے برسوں کے کتنے دیکھے ہیں
دم میں عاشق کا حال ہے کچھ اور
تو رگ جاں سمجھتی ہوگی نسیم
اس کے گیسو کا بال ہے کچھ اور

---

ہم تو اسیر کنج قفس ہو کے مر چلے
اے اشتیاق سیر چمن تیری کیا خبر

---

جوں شمع صبح گاہی اک بار بجھ گئے ہم
اس شعلہ خو نے ہم کو مارا جلا جلا کر

---

قدم تیرے چھوئے تھے جن سے ، اب وہ ہاتھ ہے سر ہے
مرے حق میں نہ ہونا ہی تھا یاں تک دسترس ، بہتر

---

میں مشت خاک یارب؟ بار گراں غم تھا
کیا کہئے ؟ آ پڑا ہے اک آسماں زمیں پر
جو کوئی یاں سے گذرا کیا آپ سے نہ گذرا
پانی رہا کب اتنا ہوکر رواں زمیں پر
کچھ بھی مناسبت ہے یاں عجز ' واں تکبر
وہ آسماں پر ہیں ' میں ناتواں زمیں پر

---

اک بار تونے آکر خاطر نہ رکھی میری
میں جی سے اپنے گذرا سوبار ترے خاطر

---

کچھ ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز
آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر
کس پر تھے بے دماغ کہ ابرو بہت ہے خم
کچھ زور سا پڑا ہے کھیں اس کمان پر
دامن میں آج " میر " کے داغ شراب ہے
تھا اعتماد ہم کو بہت اس جوان پر

کیوں ؟ آنکھوں میں سرمےکا تو دنبالہ رکھے ھے
مت ھاتھہ میں ان مستوں کے تلوار دیا کر
کچھہ خوب نہیں اتنا ستانا بھی کسو کا
ھے "مہر" فقیر اس کو نہ آزار دیا کر

---

آنکھہ اس کی اس طرح سے نہیں پڑتی تک ادھر
اب خوب دیکھتے ھیں تو چتون کا ڈھب ھے اور
کیا کہئیے حال دل کا جدائی کی رات میں
گذرے ھے کب کہانی کہے سے یہ شب ھے اور
دل لےچکے دکھا کے رخ خوب کو تبھی
اب منھہ چھپا جو بیٹھے یہ حسن طلب ھے اور
کیا بات تیری اے ھمہ عیاری و فریب
آنکھیں کہیں ھیں اور سخن زیر لب ھے اور
اسباب مرگ کے تو مہیا ھیں سارے "مہر"
شاید کہ زندگانی کا اپنی سبب ھے اور

---

اس قافلے میں کوئی دل آشنا نہیں ھے
ٹکڑے گلے کے اپنے ناحق نہ تو جرس کر

---

صورت پرست ہوتے نہیں معنی آشنا
ھے عشق سے بتوں کے مرا مدعا کچھہ اور
وہ کیا یہ دل لگی ھے فنا میں کہ رفتگاں
منھہ کرکے بھی نہ سوئے کبھو پھر جہاں کے اور

تڑپے ہے دل گھڑی بھر تو پھروں غش رہے ہے
کیا جانوں آفت آئی کیا طاقت و تواں پر

---

تناسب پہ اعضا کے ایسا تبختر
بگاڑا تجھے خوب صورت بنا کر
کھنچی تیغ اس کی تو یاں نیم جاں تھے
خجالت سے ہم رہ گئے سر جھکا کر

---

کوتاہی کی میرے طول عمر نے
جور میں تو کچھ نہ تھی تقصیر یار

---

کا ہے کو اس قرار سے تھا اضطراب خلق
ہوتا ہے ہاتھ رکھنے سے دل بے قرار اور

---

جب تک بہار رہتی ہے ' مست بہار تو
عاشق ہیں " میر " ہم تو ترے عقل و ہوش پر

---

مرتے ہیں ہم تو آدم خاکی کی شان پر
اللہ رے دماغ کہ ہے آسمان پر

---

دل نہیں دردمند اپنا " میر " اور نالے اثر کریں کیوں کر

---

تو بھی رباط کہنہ سے صوفی سیر کو چل ٹک

ابر سیہ قبلہ سے اگر جھوم پڑا مے خانوں پر

دل کی حقیقت عرش کی عظمت ہے ' معلوم نہیں

سہر رہی ہے اثر اپنی ان پاکیزہ مکانوں پر

---

چاہ کا جو اظہار کیا تو فرط شرم سے جان گئی

عشق شہرت دوست نے آخر مارا مجھ کو رسوا کر

---

زور ہوا ہے چل صوفی تک تو بھی رباط کہنہ سے

ابر قبلہ بڑھتا بڑھتا آیا ہے مے خانے پر

---

کیا دیکھتا ہے ہر گھڑی اپنی ہی سج کو شوخ !

آنکھوں میں جان آئی ہے ایدھر نگاہ کر

چھوڑ اب طریق جور کو اے بے وفا سمجھ

نبھتی نہیں یہ چال کسو دل میں راہ کر

اس وقت ہے دعا و اجابت کا وصل میر

اک نعرہ تو بھی پیش کش صبح گاہ کر

---

شوریدہ سر رکھا ہے جب سے اس آستاں پر

میرا دماغ تب سے ہے ہفتم آسماں پر

---

لوگ سب دیکھ [illegible] ہوں کیسی

پیار کے پتھروں کے نشانوں پر

بے بال و پر اسیر ہوں کنجِ قفس میں "مہر"
جاتی نہیں ہے سر سے چمن کی ہوا ہنوز

---

اس شوخ نے سنا نہیں نام صبا ہنوز
غنچہ ہے وہ، لگی نہیں اس کو ہوا ہنوز
سو بار ایک دم میں گیا ڈوب ڈوب جی
پر بحر غم کی پائی نہ کچھ انتہا ہنوز

کب تک کھلے گی صبح، قیامت کی شام کو
عرصہ ہوں، نہیں ہوا ہوں گنہگار سا ہنوز

---

قیس و فرہاد پہ نہیں موقوف
عشق لاتا ہے مرد کار ہنوز

---

کیا ہوا؟ خوں ہوا کہ داغ ہوا
دل ہمارا نہیں گداز ہنوز

---

ہے پریشاں دشت میں، کس کا غبار ناتواں
گرد، کچھ گستاخ آتی ہے چلی محمل کے پاس
آہ نالے مت کیا کر اس قدر بے تاب ہو
اے ستم کش "مہر" ظالم ہے ستمگر بیٹھاں کے پاس

رخصت سیر باغ تک نہ ہوئی
یوں ہی جاتي رهي بہار افسوس

کیا رکھا کرتے ہو اُٹھنے سے محبت هر دم
ٹک کبھو بیٹھو کسي طالب دیدار کے پاس
هم نہ کہتے تھے نہ مل مغ بچوں سے اے زاهد
ابھی تسبیح دھري تھي تري دستار کے پاس

کیا جانئے کہ کہتے هیں کس کو بیگانگي
بیگانے هي سے هم رهے اس آشنا کے پاس

شمع ان لبوں کے بوسے کو اس ریھں سے نہ جھک
رکھتا هے کون آتش سو زندہ گھاس پاس

گل و گلزار سے کیا؟ قیدیوں کو
همیں داغِ دل و کنجِ قفس بس

اب سے جاکر کے پھر نہ آئے هم
بس همیں تو یہي سفر هے بس
چشم پوشی نہ کر فقیر هے "میر"
مہر کي اس کو اک نظر هے بس

بہار اب کے بھی جو گذری قفس میں
تو پھر اپنی رہائی ہو چکی بس

نہ آیا وہ مرے جاتے جہاں سے
یہاں تک آشنائی ہو چکی بس

رکھا اس بت کو پھر بھی یا خدا یا
تری قدرت نمائی ہو چکی بس

---

[illegible]ر اسیری کا ہوا معلوم یہ ہمارے کیا فلک
مر ہی رہنے کا قفس کے در و دیوار کے پاس

---

''میر'' ایکو بہت ہے دل کا خیال [illegible] وہاں ہوا ہے کوئی افسوس

---

گل کو ہوتا صبا قرار اے کاش
رہتی اک آدھ دن بہار اے کاش

جان آخر تو جانے والی تھی
اس پہ کی ہوتی میں نثار اے کاش

ہے اجل ''میر'' اب پڑا مرنا
عشق کرتے نہ اختیار اے کاش

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

کرتے ہیں سب تمنا پر "مہر" جی نہ اتنی
رکھے گی مار تم کو پایانِ کار خواہش

---

اہل خصوص اپنے، دیکھو ہو آرسی میں
پھر پوچھتے ہو ہنس کر مجھ بے نوا کی خواہش

---

پانوں پڑتا ہے کہیں، آنکھیں کہیں
اس کی مستی دیکھ کر جاتا ہے ہوش

---

کہا پتنگ کو شمع روئے "مہر"
اس کی شب کو بھی ہے سحر درپیش

---

بیمار انکھوں تلے ہی پھرتا ہے
بڑی مدت سے ہے نظر درپیش
غم سے نزدیک مرنے کے پہونچے
دور کا "مہر" ہے سفر درپیش

---

عشق کی پامالی، سر فرازی ہے    راہ میں ہو مرا مزار اے کاش

---

عشق کی راہ چل خبر ہے شرط
اول گام، ترک سر ہے شرط

دل کا دینا ہے سہل کہا اے "مہر"
عاشقی کرنے کو جگر ہے شرط

ساتھ ہم بھی گئے ہوں دور تلک
جب ادھر نے نکلیں چلا ہے خط

تھا درد دل رات تھا "مہر" نے
اٹھایا بہت اس کہانی سے حظ

تم اور ہم سے محبت تمہیں، خلاف خلاف
ہم اور الفت خوب، دکھ، دروغ دروغ

دو حرف زیر لب کہے، پھر ہو گیا خموش
پھلے وہ بات کرنے نا کس کو رہا دماغ

ایک دن میں نے لکھا تھا اس کو اپنا درد دل
آج تک جاتا نہیں سینے سے خامہ کے شگاف

[illegible] نے تو پر فشانی نصیب کی ایک بار
پرواز کی چمن سے سو صیاد کی طرف

محبت نے شاید کہ دی دل کو آگ
دھواں سا ہے کچھ اس نگر کی طرف
نہ سمجھا گیا ابر کیا دیکھ کر
ہوا تھا مری چشم تر کی طرف

---

دیکھی ہے جب سے اس بت کافر کی شکل "مہر"
جاتا نہیں ہے جی تلک اسلام کی طرف

---

شب آنکھیں کھلی رہتی ہیں ہم منتظروں کی
جوں دیدۂ انجم نہیں ہیں خواب سے واقف

---

نظر کیا کروں اس کے گھر کی طرف
نگاہیں ہیں میری نظر کی طرف

---

وہ محبوب تو راہ گیا ہے اپنی لیکن دیر تلک
آنکھیں اہل نظر کی ہیں دی اس کے قدم کے نشاں کی طرف

---

شاید متاع حسن کھلی ہے کسو کی آج
ہنگامہ حشر کا سا ہے بازار کی طرف

---

اپے ڈھونڈھتے "میر" کھوئے گئے
کوئی دیکھے اس جستجو کی طرف

اے تجھ بغیر لالہ و باغ و بہار حیف
گل سے چمن بھرے ہوں نہ ہو تو ' ہزار حیف

دل خواہ کوئی دلبر ملتا تو دل کو دیجے
گر چاہئے میں ہوتا کچھ، اختیار عاشق

کیا کہوں تم سے میں کہ کیا ہے عشق
جان کا روگ ہے ' بلا ہے عشق

کیا حقیقت کہوں کہ کیا ہے عشق
حق شناسوں کے ہاں خدا ہے عشق
دل لگا ہو تو جی جہاں سے اٹھا
موت کا نام پیار کا ہے عشق
اور تدبیر کو نہیں کچھ دخل
عشق کے درد کی دوا ہے عشق
کون مقصد کو عشق بن پہونچا
آرزو عشق ' مدعا ہے عشق

کیا پوچھتے ہو شوق کہاں تک ہے ہم کو "میر"
مرنا ہی اصل درد کا ہے انتہائے شوق

جی سارے تن کا کھنچ کر آنکھوں میں آ رہا ہے
کس مرتبے میں ہم بھی ہیں دیکھنے کے شائق

---

تنہا تو اپنے گور میں رہنے پہ بعد مرگ
مت اضطراب کر تو کہ عالم ہے زیر خاک

---

تصویر کی سی شمعیں خاموش جلتے ہیں ہم
سوز دروں ہمارا آتا نہیں زباں تک
آنکھیں جو روتے روتے جاتی رہیں، بجا ہے
انصاف کر کہ کوئی دیکھے ستم کہاں تک

---

کیا جانئے ہوتے ہیں سخن لطف کے کیسے
پوچھا نہیں اُن نے تو ہمیں پیار سے اب تک

---

کچھ ہوا ے مرغ قفس لطف نہ جاوے اس سے
نغمہ یا نالہ ہر اک بات کا انداز ہے ایک
ناتوانی سے نہیں بال فشانی کا دماغ
ورنہ تا باغ قفس سے مری پرواز ہے ایک

---

گلی تک تیری، لایا تھا ہمیں شوق
کہاں طاقت کہ اب پھر جائیں گھر تک

✓ کہاں پھر شور شیون جب کہا "مہر"
یہ ہنگامہ ہے اس ہی نوحہ گر تک

---

دست پا مارے وقت بسمل تک
ہاتھ پہونچا نہ پائے قاتل تک
✓ کعبہ پہونچا تو کیا ہوا اے شیخ!
سعی کر، ٹک پہونچ کسی دل تک

---

شاید کہ دیوے رخصت گلشن ہوں بےقرار
میرے قفس کو لے تو چلو باغباں تلک

---

طاقت ہو جس کے دل میں رہ دو چار دن رہے
ہم ناتوانِ عشق تمہارے کہاں تلک

---

حق تو سب کچھ تھا ہی ناحق جان دی کس واسطے؟
حوصلے سے بات کرتا کاشکے منصور تک

---

اس رشک مہ کے دل میں نہ مطلق کیا اثر
ہر چند پہونچی مری دعا آسماں تلک
جو آرزو کی اس سے سو دل میں ہے خوں ہوئی
نومید یوں بسر کرے کوئی کہاں تلک

---

دل تنگ ہو چلے تو نہ ملیئے کسو کے ساتھ
ہوتے ہیں ایسے وقت میں یہ لوگ کم شریک

---

ہم گرے اس کے در ہی پر مر کر
اور کوئی کرے وفا کیا خاک
خاک ہی میں ملائے رکھتے ہو
ہو کوئی تم سے آشنا کیا خاک
سب ہوئے ابتدائے عشق ہی میں
ہووے معلوم انتہا کیا خاک
تربت ''میر'' پر چلے تم دیر
اتنی مدت میں واں رہا کیا خاک

---

سبز ہے رونے سے میرے گوشہ گوشہ کشت کا
باعث آبادیء صحرا ہے چشم گریہ‌ناک

---

محبت میں جی سے گئے ''میر'' آخر
خبر' کشتنی ہے یہ ہر بے خبر تک

---

ہر چند صرف غم ہیں' لے دل جگر سے جاں تک
لیکن کبھو شکایت آئی نہیں زباں تک
ہوئے ہیں حواس اور ہوش و خرد گم
خبر کچھ تو آئی ہے اس بے خبر تک

---

وا ماندہ نقش پا سے یک دشت ہم ہیں بے کس
دشوار ہے پہونچنا اب اپنا، کارواں تک

---

عہد و عید و حشر و قیامت ہیں دیکھتے
جیتے رہیں گے طالب دیدار کب تلک
صیاد اسیر کر کے جیسے اُٹھ گیا ہو "مہر"
وہ دام کی شکن میں گرفتار کب تلک

---

"مہر" یادوں سے کام کب نکلا
مانگنا ہے جو کچھ، خدا سے مانگ

---

غافل ہیں، ایسے سوتے ہیں گویا جہاں کے لوگ
حالانکہ رفتنی ہیں سب اس کارواں کے لوگ
تو، ہم ہیں اور آپ ہیں مت دے کسی کو دخل
ہوتے ہیں فتنہ ساز بھی یہ درمیاں کے لوگ
فردوس کو بھی آنکھ اُٹھا دیکھتے نہیں
کس درجے سیر چشم ہیں کوئے بتاں کے لوگ
کیا سہل جی سے ہاتھ اُٹھا بیٹھتے ہیں ہائے
یہ عشق پیشگاں ہیں اِلٰہی کہاں کے لوگ

---

جل جل کے سب عمارتِ دل خاک ہوگئی
کیسے نگر کو آہ محبت نے دی ہے آگ

اب گرم و سرد دھر سے یکساں نہیں ہے حال
پانی ہے دل ہمارا کبھی ، تو کبھی ہے آگ
یارب ہمیشہ جلتی ہی رہتی ہیں چھاتیاں
یہ کیسی ہے عاشقوں کے دلوں میں رکھی ہے آگ
افسردگئی سوختہ جاناں ہے قہر "مہر"
دامن کو ٹک ہلا کہ دلوں کی بجھی ہے آگ

---

دیکھے ادھر تو مجھ سے نہ یوں آنکھ وہ چھپائے
ظاہر ہے میرے منھ سے مرے مدعا کا رنگ

---

وہ مرگ سے کیوں ڈراتے ہیں لوگ
بہت اس طرف کو تو جاتے ہیں لوگ
ان آنکھوں کے بیمار ہیں "مہر" ہم
بجا دیکھنے ہم کو آتے ہیں لوگ

---

کیا جو افسردگی کے ساتھ کھلا
دل ، گل بے بہار کے سے رنگ

---

ایک گردش میں ہیں برابر خاک
کیا جھگڑتے ہیں آسماں سے لوگ

---

بدتر آپ سے پاؤں کسو کو تو میں اس کا عیب کہوں
خوب تامل کرتا ہوں تو سب مجھ سے بہتر ہیں لوگ

---

پاس اس کا بعد مرگ ہے آداب عشق سے
بیٹھا ہے میری خاک سے اُٹھ کر غبار الگ

---

وہ کون سی امید برآئی ہے عشق میں
رکھتا ہے کس امید پہ امیدوار دل

---

نہیں بھاتا ذرا مجلس کا ملنا
ملے تو، ہم سے تو سب سے جدا مل

---

نہ ٹک واشد ہوئی جب سے لگا دل
الٰہی غنچہ پژمردہ ہے یا دل

---

حال مستی جوانی تھی سو گئی
"میر" اس کا خمار ہے تا حال

---

طریق عشق میں ہے رہنما دل
پیمبر دل ہے، قبلہ دل، خدا دل

کھل جائیں گی پھر آنکھیں، جو مرجائے گا کوئی
آتے نہیں ہو باز، مرے امتحاں سے تم

---

آہستہ اے نسیم کہ اطراف باغ کے
مشتاق پر فشانی ہیں اک مشت خاک ہم
شمع و چراغ و شعلہ و آتش، شرار و برق
رکھتے ہیں دل جلے کے بہم سب تپاک ہم

---

مدت ہوئی کہ چاک قفس ہی ہے اب تو "میر"
دکھلا رہے ہیں گل کو دل چاک چاک ہم

---

ہوس تھی عشق کرنے میں و لیکن
بہت نادم ہوئے دل کو لگا ہم

---

ہوا جس کے لئے، اس کو نہ دیکھا
نہ سمجھے "میر" کا کچھ مدعا ہم

---

جہاں "میر" زیر و زبر ہو گیا
خراماں ہوا تھا وہ محشر خرام

---

کوچہ آوارہ جوں صبا ہیں ہم
لوگ، لگ چلنے میں بلا ہیں ہم
اے بتاں اس قدر جفا ہم پر
عاقبت بندۂ خدا ہیں ہم
آستاں پر ترے گذاری عمر
اسی دروازے کے گدا ہیں ہم

---

سوکھ غم سے ہوئے ہیں کانٹا سے
پر دلوں میں کھٹک رہے ہیں ہم
وقفۂ مرگ اب ضروری ہے
عمر طے کرتے تھک رہے ہیں ہم
کیونکہ گرد علاقہ بیٹھو سکے
دامن دل جھٹک رہے ہیں ہم

---

میں نے جانا کہ کچھ نہ جانا ہائے
سو بھی اک عمر میں ہوا معلوم
عشق، جانا تھا مار رکھے گا
ابتدا میں تھی انتہا معلوم
طرز کہنے کی کوئی چھپتی ہے
مدعی کا ہے مدعا معلوم

---

فقیر ہوئے نے سب اعتبار کھویا ہے
قسم بھی کھاؤں تو کہتے ہیں کیا گدا کی قسم

قدم تلے ہی رہا اس کے یہ سرِ پر شور
جو کھائی ہے تو مرے طالع رسا کی قسم
جدال دیر کی رہیاں سلیں کہاں تک "میر"
اٹھو حرم کو چلو اب تمہیں خدا کی قسم

---

سوکھی ہی جاتی ہے سب کشت ہوس ظالم
اے ابرتر آکر ٹک، ایدھر بھی برس ظالم
صیاد بہار اب کی سب لوٹوں گا کیا میں ہی
ٹک باغ تلک لے چل میرا بھی قفس ظالم
جوں ابر میں روتا تھا جوں برق تو ہنستا تھا
صحبت نہ رہی یوں ہی ایک ادھر برس ظالم
سر رشتۂ ہستی کو تم دیے چکے ہاتھوں سے
کچھ ٹوٹے ہی ہیں جاتے اب تار نفس ظالم

---

تدبیریں کریں اپنی تن زار و زبوں کی
افراط سے اندوہ کے ہوں آپ میں جب ہم

---

مجمع میں قیامت کے اک آشوب سا ہوگا
آ نکلے اگر عرصہ میں یوں نالہ بہ لب ہم
تربت سے ہماری نہ اٹھی گرد بھی اے "میر"
جی سے گئے لیکن نہ کیا ترک ادب ہم

---

اب چھوڑئے جہاں وہیں گویا ہے درد سب
پھوڑا سا ہو گیا ہے ترے غم میں تن تمام
میں خاک میں ملا نہ کروں کس طرح سفر
مجھ سے غبار رکھتے ہیں اہل وطن تمام

---

منظور سجدہ ہے ہمیں اس آفتاب کا
ظاہر میں یوں کہیں ہیں نماز زوال ہم

---

کون کہتا ہے منہ کو کھولو تم
کاشکے پردے ہی میں بولو تم
حکم آب رواں رکھے ہے حسن
بہتے دریا میں ہاتھ دھو لو تم
رات گذرے ہے سب "میر" تڑپتے
آنکھ لگ جائے تک تو سو لو تم

---

جو دیکھو وہ قامت تو معلوم ہو
کہ رونق ہوئے ہیں قیامت سے ہم
نہ تک لا سکا تاب جلوے کی دل
گلہ رکھتے ہیں صبر و طاقت سے ہم
خدا سے بھی شب کو دعا مانگتے
نہ اس کا لیا نام غیرت سے ہم

اُڑتی ہے خاک شہر کی گلیوں میں اب جہاں
سونا لیا ہے گود میں بھر کر وہیں سے ہم

---

ہردم جبیں خراشی ، ہرآن سینہ کاری
حیران عشق تو ہیں پر گرم کار ہیں ہم

---

چاہیں تو تم کو چاہیں ، دیکھیں تو تم کو دیکھیں
خواہش دلوں کی تم ہو ، آنکھوں کی آرزو تم

---

لطف و مہر و خشم و غضب ، ہم ہر صورت میں راضی ہیں
حق میں ہمارے کر گذرو بھی جو کچھ جانو بہتر تم

---

راہ تکتے تکتے اپنی آنکھیں بھی پتھرا چلیں
یہ نہ جانا تھا کہ سختی اس قدر دیکھیں گے ہم

---

چپ ہیں کچھ جو نہیں کہتے ہم کار عشق کی حیراں ہیں
سوچو حال ہمارا ٹک تو ، بات کی تہ کو پاؤ تم

---

سوزدروں نے ہم کو پردے میں مار رکھا
جوں شمع آپ ہی کو کھا کھا کے رہ گئے ہم

---

دیر ، کعبہ گئے ہیں اکثر ہم
یعنی ڈھونڈھا ہے اس کو گھر گھر ہم
کوفت سی کوفت ، اپنے دل پر ہے
چھاتی کو تاکتے ہیں اکثر ہم

---

اب اپنی جان سے ہیں تلک دم رکے ہے بہت
ملا ہی دیں گے تری تیغ سے گلو کو ہم

---

عشق ہمارے درپے جاں ہے ، آئے گھر سے نکل کر ہم
باہر ، پر دیکھا یہی فلک ہے جاویں کدھر چل کر ہم

---

کب تک یہ دز دیدہ نگاہیں عمداً آنکھیں چھپا لینا
دلبر ہوتے فی الواقع تو آنکھیں یوں نہ چھپاتے تم
بعد نماز دعائیں کیں سو "میر" فقیر ہوئے تم تو
ایسی مناجاتوں سے آگے کاہی کو ہاتھ اٹھاتے تم

---

سو طرف لے جاتی ہے ہم کو پریشاں خاطری
یاں کسے ڈھونڈھو ہو تم ، کیا جانئے کیدھر ہیں ہم

---

فاش نہ کرئے راز محبت ، جانیں اس میں جاتی ہیں
درد دل آنکھوں سے ہر اک کے ، تا مقدور چھپاؤ تم

---

صاحب اپنا ہے بندہ پرور "مہر"
ہم جہاں سے نہ جائیں گے محروم

---

بہلانے کو دل، باغ میں آئے تھے سو بلبل
چلانے لگے ایسے کہ بیزار ہوئے ہم
اک عمر دعا کرتے رہے یار کو دن رات
دشنام کے اب اس کے سزاوار ہوئے ہم
ہم دام بہت وحشی طبیعت تھے، اٹھے سب
تھی چوٹ جو دل پر سو گرفتار ہوئے ہم

---

بے کلی بے خودی کچھ آج نہیں
ایک مدت سے وہ مزاج نہیں
ہم نے اپنی سی کی بہت لیکن
مرضِ عشق کا علاج نہیں

---

اک دم تو چونک بھی پر شور و فغاں سے میرے
اے بخت خفتہ کب تک تیرے تئیں جگاؤں
آسودگی تو معلوم اے "مہر" جیتے جی یاں
آرام تب ہی پاؤں جب جی سے ہاتھ اٹھاؤں

---

دم آخر ہے بیٹھ جا! مت جا
صبر کر تک کہ ہم بھی چلتے ہیں

---

بے روے و زلف یار ہے رونے سے کام یاں
دامن ہے ماہ پہ ابر نمط، صبح و شام یاں
نا کام رہنے ہی کا تمہیں غم ہے آج "سہو"
بہتوں کے کام ہو گئے ہیں کل تمام یاں

---

نہ کہا تھا اے رفوگر مرے ٹانکے ہوں گے ڈھیلے
نہ سیا گیا یہ آخر دل چاکِ بے قراراں

---

متصل روتے ہی رہئے تو بجھے آتش دل
ایک دو آنسو تو اور آگ لگا جاتے ہیں
وقت خوش ان کا جو ہم بزم ہیں تیرے، ہم تو
در و دیوار کو احوال سنا جاتے ہیں
ایک بیمار جدائی ہوں میں آپ ہی، تس پر
پوچھنے والے جدا جان کو کھا جاتے ہیں

---

کہیو قاصد جو وہ پوچھے ہمیں کیا کرتے ہیں
جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے ہیں

---

اس کے کوچے میں نہ کر شور قیامت کا ذکر
شیخ یاں ایسے تو ہنگامے ہوا کرتے ہیں
تجھ بن اس جان مصیبت زدہ غم دیدہ پہ ہم
کچھ نہیں کرتے تو افسوس کیا کرتے ہیں

---

آتے ہیں مجھے خوب سے دونوں ہنر عشق
رونے کے تئیں آندھی ہوں کڑھنے کو بلا ہوں
اس گلشن دنیا میں شگفتہ نہ ہوا میں
ہوں غنچہ افسردہ کہ مردود صبا ہوں
دل خواہ جلا اب تو مجھے اے شب ہجراں
میں سوختہ بھی منتظر روز جزا ہوں

---

ناموس دوستی سے گردن پھنسی ہے اپنی
جیتے ہیں جب تلک ہم، تب تک نباہتے ہیں
سہل اس قدر نہیں ہے مشکل پسندی میری
جو تجھ کو دیکھتے ہیں مجھ کو سراہتے ہیں

---

جی انتظارکش ہے آنکھوں میں رہگذر پر
آ جا نظر کہ کب تک میں تیری راہ دیکھوں
آنکھیں جو کھل رہی ہیں مرنے کے بعد میری
حسرت یہ تھی کہ اس کو میں اک نگاہ دیکھوں
آنکھیں تو تو نے دی ہیں اے جرم بخش عالم
کیا تیری رحمت آگے، اپنے گناہ دیکھوں

---

چہرے پہ جیسے زخم ہے ناخن کا ہر خراش
اب دیدنی ہوئی ہیں مری دست کاریاں

تربت سے عاشقوں کے نہ اٹھا کبھو غبار
جی سے گئے ولے نہ گئیں رازداریاں

---

رکھتا ہے سوز عشق سے دوزخ میں روز و شب
لے جائیگا یہ سوختہ دل ' کیا بہشت میں
آسودہ کیونکہ ہوں میں کہ مانند گرد باد
آوارگی تمام ہے میری سرشت میں
کب تک خراب سعی طواف حرم رہوں
دل کو اٹھا کے بیٹھ رہوں گا کنشت میں

---

خار کو جن نے لڑی موتی کی کر دکھلایا
اس بیاباں میں وہ آبلہ پا میں ہی ہوں

---

"میر" آوارۂ عالم جو سنا ہے تونے
خاک آلودہ وہ اے باد صبا میں ہی ہوں

---

جاتا ہے اک ہجوم غم عشق جی کے ساتھ
یہ وہ نہیں متاع کہ ہو ' ہر دکاں میں

---

ہم جھیلتے تو کچھ تو توانائی چاہئے
سو یاں نہ دل میں تاب نہ طاقت ہے جان میں

وے دن گئے کہ آنسو ہم دل میں تھی نہاں
سوزش رہی ہے اب تو ہر اک استخوان میں

---

خرد مندی ہوئی زنجیر ' ورنہ
گذرتی خوب تھی دیوانہ پن میں
گداز عشق میں یہ بھی گیا " میر "
یہی دھوکا سا ہے اب پیرہن میں

---

ان آبلہ رویوں کے کہا " میر " بھی عاشق ہیں
جب گھر سے نکلتے ہیں حیران نکلتے ہیں

---

حسن کلام کھینچے کیوں کر نہ دامن دل
اس کام کو ہم آخر منصوب کر چکے ہیں

---

ہم آپ ہی کو اپنا مقصود جانتے ہیں
اپنے سوائے کس کو موجود جانتے ہیں
عجز و نیاز اپنا ' اپنی طرف ہے سارا
اس مشت خاک کو ہم موجود جانتے ہیں

---

مانند شمع ہم نے ' حضور اپنے یار کے
کار وفا تمام کیا ایک آہ میں

میں صید جو ہوا تو ندامت اسے ہوئی
اک قطرہ خون بھی نہ گرا صید گاہ میں

---

نہ تنگ کر اسے اے فکر روزگار کہ میں
دل اس صنم کے لئے مستعار لایا ہوں
چلا نہ اوٹھ کے وہیں چپکے چپکے پھر تو "مہر"
ابھی تو اس کی گلی سے پکار لایا ہوں

---

جفائیں دیکھ لیاں بے وفائیاں دیکھیں
بھلا ہوا کہ تری سب برائیاں دیکھیں

---

صبر و طاقت کو کھوؤں یا خوش دلی کا غم کروں
اس میں حیراں ہوں بہت، کس کس کا میں ماتم کروں
گرچہ میں گنتی میں ہوں، پر ایک دم مجھ تک تو آ
یا اِدھر ہوں یا اُدھر، کب تک شمار دم کروں

---

کہیں مست، چالاک، ناخن نہ لاگے
کہ سینہ ہے قرب و جوار گریباں
نشاں اشک خونیں کے اڑتے چلے ہوں
خزاں ہو چلی ہے بہار گریباں

پاس مجھ کو بھي نہيں ہے "مہر" اب
دور پہونچي ہيں مري رسوائياں

---

لایا ہے مرا شوق مجھے پردے سے باہر
میں ورنہ وہي خلوتئي راز نہاں ہوں
دیکھا ہے مجھے جن نے سو دیوانہ ہے میرا
میں باعث آشفتگئي طبع جہاں ہوں
ہوں زرد غم تازہ نہالان چمن سے
اس باغ خزاں دیدہ میں' میں برگ خزاں ہوں
رکھتي ہے مجھے خواہش دل بسکہ پریشاں
در پے نہ ہو' اس وقت خدا جانے کہاں ہوں

---

کہیے داغ رہتا ہے' کبھو دل جگر خوں
ان آنکھوں سے کیا کیا ستم دیکھتے ہیں

---

جی میں پھرتا ہے "مہر" وہ مہرے
جاگتا ہوں کہ خواب کرتا ہوں

---

پری سمجھے تجھے وہم و گماں سے
کہاں تک اور ہم دل اب جلاویں

---

مري نمود نے مجھ کو کیا برابر خاک
میں نقش پا کي طرح پائمال اپنا ہوں

---

سید هو یا چمار هو اس جا وفا هے شرط
کب عاشقي میں پوچھتے هیں ذات کے تئیں

---

ملنے لگے هو دیر دیر ' دیکھئے کیا هے کیا نہیں
تم تو کرو هو صاحبي ' بندے میں کچھ رہا نہیں
بوئے گل اور رنگ گل دونوں هیں دل کش' اے نسیم
لیک بہ قدر یک نگاہ دیکھئے تو وفا نہیں

---

کوئي تو زمزمہ کرے میرا سا دل خراش
یوں تو قفس میں اور گرفتار بہت هیں

---

خوبرو سب کي جان هوتے هیں آرزوے جہان هوتے هیں
کبھو آتے هیں آپ میں تجھ بن گھر میں هم میہمان هوتے هیں

---

سینے پہ داغ کا احوال میں پوچھوں هوں نسیم
یہ بھي تختہ کبھو هو وے گا سزاوار چمن

---

کم نہیں هے دل پر داغ بھي اے مرغ اسیر
گھر میں کیا بیٹھ جو هوا هے تو طلب گار چمن

---

کھلتي باتیں بلا کے تئیں ایک
یاد رکھتي ترے حضور نہیں

پھر جئیں گے جو تجھ سا ہے جاں بخش

ایسا جینا ہمیں ضرور نہیں

عام ہے یار کی تجلی ''مہر''

خاص موسیٰ و کوہ طور نہیں

---

آتا وہ تیرے کوچے میں ہوتا جو ''مہر'' یاں

کیا جانیے کدھر کو گیا کچھ خبر نہیں

---

سمجھ کر ذکر کر آسودگی کا مجھ سے اے ناصح!

وہ میں ہی ہوں کہ جس کو عاقبت بیزار کہتے ہیں

---

داد لے چھوڑوں میں صیاد سے اپنی لیکن

ضعف سے میرے تئیں طاقت فریاد نہیں

---

اک لحظہ سینہ کوبی سے فرصت ہمیں نہیں

یعنی کہ دل کے جانے کا ماتم بہت ہے یاں

اس بتکدے میں معنی کا کس سے کریں سوال

آدم نہیں ہے صورت آدم بہت ہے یاں

میرے ہلاک کرنے کا غم ہے عبث تمہیں

تم شاد زندگانی کرو غم بہت ہے یاں

شاید کہ کام صبح تک اپنا کھینچے نہ ''میر''

احوال آج شام سے درہم بہت ہے یاں

---

چھوٹنا ممکن نہیں اپنا قفس کے قید سے
مرغ سحر آہنگ کو کوئی رہا کرتا نہیں

---

مہلہ سہر کیا تھا جن کے لئے بلا کا
وے بات بات میں اب ' تلوار کھینچتے ہیں
ناوک ہے " مہر " اس کے دل بستگی تھی مجھ کو
پیکاں جگر سے میرے دشوار کھینچتے ہیں

---

سرخ رہتی ہیں مری آنکھیں لہو رونے سے شیخ
مے اگر ثابت ہو مجھپر ' واجب‌التعزیر ہوں

---

خلاف ان ابر خوباں کے ' سدا یہ جی میں رہتا ہے
یہی تو " مہر " اک خوبی ہے معشوق خیالی میں

---

سنا جاتا ہے شہر عشق کے گرد
مزاریں ہی مزاریں ہوگئی ہیں

---

خوش نہ آئی تمہاری چال ہمیں
یوں نہ کرنا تھا پائمال ہمیں
حال کیا پوچھ پوچھ جاتے ہو
کبھی پاتے بھی ہو بحال ہمیں

وجہ کیا ہے کہ "مہر" منہ پہ ترے
نظر آتا ہے کچھ ملال ہمیں

---

ہمیں تو نزع میں شرمندہ آکے تم نے کیا
رہا ہے ایک رمق جی سو کیا نثار کریں

---

موے ' سیکھے سیکھے جفا کاریاں      کوئی ہم سے سیکھے وفاداریاں

---

دن نہیں ' رات نہیں ' صبح نہیں ' شام نہیں
وقت ملنے کا مگر داخل ایام نہیں
بیقراری جو کوئی دیکھے ہے سو کہتا ہے
کچھ تو ہے "مہر" کہ اک دم تجھے آرام نہیں

---

آرزوئیں ہزار رکھتے ہیں      تو بھی ہم دل کو مار رکھتے ہیں
مہر ہی مورد عنایت ہے      ہم بھی تو تم سے پیار رکھتے ہیں

---

بت ' برہمن کوئی نا محرم نہیں اللہ کا
ہے حرم میں شیخ ' لیکن "مہر" وہ محرم نہیں

---

خدا جانے کہ دنیا میں ملیں اُس سے کہ عقبیٰ میں
مکاں تو "مہر" صاحب شہرۂ عالم ہیں یہ دونوں

---

ہے تکلف نقاب وے رخسار
کیا چھپیں، آفتاب ہیں دونوں
سو جگہ اس کی آنکھیں پڑتی ہیں
جیسے مست شراب ہیں دونوں
آگے دریا تھے، دیدۂ تر "میر"
اب جو دیکھو، سراب ہیں دونوں

مدعی، مجھ کو کھڑے صاف برا کہتے ہیں
چپکے تم سنتے ہو بیٹھے، اسے کیا کہتے ہیں؟
عشق کے شہر کی بھی رسم کے ہیں کشتے ہم
درد جاں کاہ جو ہو اُس کو دوا کہتے ہیں

اپنا ہی ہاتھ سر پہ رہا اپنے، یاں سدا
مشفق کوئی نہیں ہے، کوئی مہرباں نہیں
اس عہد کو نہ جانیے اگلا سا عہد "میر"
وہ دور اب نہیں، وہ زمیں آسماں نہیں

کوئی بجلی یہ ٹکڑا اب تلک ہوں
پڑا ہوگا ہمارے آشیاں میں
پھرے ہے چھانتا ہی خاک اے "میر"
ہوس کیا ہے مزاج آسماں میں

اٹھاتے ہاتھ کیوں نومید ہو کر
اگر پاتے اثر کچھ ہم دعا میں
کہے ہے ہر کسوئی ' اللہ میرا
عجب نسبت ہے بندے میں ' خدا میں
بلا ' تہہ‌دار بحر عشق نکلا
نہ ہم نے انتہا کی ابتدا میں
اگرچہ خشک ہیں جیسے پر کاہ
اُڑے ہیں "میر" لیکن ہم ہوا میں

---

دیرو حرم سے تو تو ' ٹک گرم ناز نکلا
ہنگامہ ہو رہا ہے اب شیخ و برہمن میں

---

فہم میں میرے نہ آیا ' پردہ در ہے طفل اشک
روؤں کیا ' اے ہمنشیں ! میں اپنی نادانی کے تئیں ؟
جب جلے چھاتی بہت ' تب اشک افشاں ہو نہ "میر"
کیا ' جو چھڑکا اِس دھکتی آگ پر ' پانی کے تئیں ؟

---

کیا کہوں ؟ اول بہ‌خود تو دیر میں آتا ہوں میں
پھر جو یاد آتا ہے وہ ' چپکا سا رہ جاتا ہوں میں
اِک جگہ ' کب ٹھہرنے دے ہے یہ مجھ‌کو روزگار
کیوں تم اُکتاتے ہو اِتنا آج کل ؟ جاتا ہوں میں
ہے کمال عشق ' پر بےطاقتی دل کی دلیل
جلوۂ دیدار کی اب تاب کب لاتا ہوں میں

بس چلے تو راہ اُدھر کی میں نہ جاؤں ، لیک "مہر"
دل مرا رہتا نہیں ہر چند سمجھاتا ہوں میں

---

مدت ہوئی کہ بھیجے میں پیغام بھی نہیں
نامے کا اُس کی مہر سے اب نام بھی نہیں
ایام ہجر کریے بسر کس اُمید پر
ملنا اُنہوں کا صبح نہیں ، شام بھی نہیں

---

روؤں تو اُنھی دل شمع نمط بجھتی نہیں
مجھ کو لیجا کے ڈبو دیویں مگر پانی میں
محو کر آپ کو یوں ہستی میں اُس کی جیسے
بوند پانی کی نہیں آتی نظر پانی میں

---

خاک اُڑاتا اشک افشاں ، آن نکلوں میں تو پھر
دشت کو دریا کروں ، بستی کے تئیں صحرا کروں

---

کیا کرتے ہیں اُٹھائیں ہجراں کی ، درد و غم میں ؟
تڑپا ہزار نوبت ، دل ایک ایک دم میں

---

عشق میں جی کو صبر و تاب کہاں ؟
اِس سے آنکھیں لگیں ، تو خواب کہاں ؟

بےکلی دل ہی کی تماشا تھی
برق میں ایسے اضطراب کہاں ؟
ہستی اپنی ہے بیچ میں پردا
ہم نہ ہوویں ' تو پھر حجاب کہاں ؟
گریۂ شب سے سرخ ہیں آنکھیں
مجھ بلا نوش کو شراب کہاں ؟
عشق کا گھر ہے "میر" سے آباد
ایسے پھر خانماں خراب کہاں ؟

---

کاشکے ' دل دو تو ہوتے عشق میں
ایک رہتا ' ایک کھوتے عشق میں

---

جا ' ہمیں اس گلی میں گر رہنا
ضعف و بےطاقتی بہانے ہیں
عشق کرتے ہیں اس پری رو سے
"میر" صاحب بھی کیا دوانے ہیں

---

اضطراب و قلق و ضعف ہیں گر "میر" یہی
زندگی ہو چکی اپنی تو ان آزاروں میں

---

ابکے جلوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے
دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں

کیسی لطافت اُس تن نازک کی "مہر" کیا ؟
شاید یہ لطف ہوگا کسو جان پاک میں

---

خاک ہوئے، برباد ہوئے، پامال ہوئے، سب محو ہوئے
اور حدائد عشق کے روکے، کیسے ہم ہموار کریں ؟
زردیٔ رخ، رونا ہر دم کا، شاہد دو عجب ایسے ہیں
چاہت کا، انصاف کرو تم، کیوں کر ہم انکار کریں ؟

---

ہوتا ہے کرم کیا تو، اے آفتاب خوبی!
اک آدھ دم رہیں ہیں تو، شبنم نمط ہوا ہوں

---

ہے عاشقی کے بیچ، ستم دیکھنا ہی لطف
مر جانا آنکھیں موند کے یہ کچھ ہنر نہیں

---

نکلے ہوس، جو اب بھی ہو وا رہی قفس سے
شایستۂ پریدن دو چار پر رہے ہیں
نے غم ہے ہم کو یاں کا، نے فکر کچھ ہے واں کا
صدقے جنوں کے، کیا ہم بے درد سر رہے ہیں

---

یوں قیدیوں سے کب تک ہم تنگ تر رہیں ؟
جی چاہتا ہے، جا کے کسو اور سر رہیں

کیا کیا لقب ہیں ، شوق کے عالم میں ، یار کے ؟
کعبہ لکھوں کہ قبلہ اسے یا خدا لکھوں ؟

---

کیا کہیے ، آہ ، جی کو قیامت ہے انتظار
آتا نہ کاش وعدۂ دیدار درمیاں
بازار میں دکھائی ہے کب اس نے جنس حسن
جو بک نہیں گئے ہیں خریدار درمیاں

---

تم تو اب آنے کو پھر کہہ چلے ہو کل ، لیکن
بے دل ایسا ہی رہا شب ، تو یہ بیمار کہاں ؟
گوکہ گردن تمہیں یاں کوئی لہو میں بیٹھے
ہاتھ اٹھاتا ہے جفا سے وہ ستمگار کہاں ؟

---

اے ! مجھ سے تجھ کو سو ملے ، تجھ سا نہ پایا ایک میں
سو سو کہیں تونے مجھے ، منہ پر نہ لایا ایک میں
عالم کی میں نے سیر کی ، مجھ کو جو خوش آیا سو تو
سب سے رہا محظوظ تو ، تجھ کو نہ بھایا ایک میں

---

چمن میں جاکے بھرو تم گلوں سے جیب و کنار
ہم اپنے دل ہی کے ٹکڑوں سے گل بداماں ہیں
رہا ہے کون سا پردا ترے ستم کا شوخ ؟
کہ زخم سینہ ہمارے سبھی نمایاں ہیں

---

جور کیا کیا ، جفائیں کیا کیا ہیں ؟
عاشقی میں بلائیں کیا کیا ہیں

---

گلہ عشق کا ، بدو خلقت سے ہے
غم دل کی ، کچھ انتہا ہی نہیں
وہ کیا کچھ نہیں حسن کے شہر میں ؟
نہیں ہے تو رسم وفا ہی نہیں
نہیں دیر اگر ، "مہر" کعبہ تو ہے
ہمارے ، کوئی کیا خدا ہی نہیں

---

اندیشہ زاد رہ کا رکھو ، تو ہے مناسب
چلنے کو یاں سے اکثر تیار قافلے ہیں

---

محبت نے کھویا کھویا ہمیں
بہت اس نے ڈھونڈھا نہ پایا ہمیں
پھرا کرتے ہیں دھوپ میں جلتے ہم
ہوا ہے ، کہے تو کہ سایا ہمیں
کہے تو رہیں ، گاہ خوں بستہ نہیں
اِن آنکھوں نے کیا کیا دکھایا ہمیں
نہ سمجھے کئی دشمنی عشق کی
بہت ، دوستوں نے جتایا ہمیں

جلنوں نے تماشا بنایا ہمیں
رہا دیکھ اپنا پرایا ہمیں
سدا، ہم تو کھوئے گئے سے رہے
کبھو آپ میں تم نے پایا ہمیں؟
شب، آنکھوں سے دریا سا بہتا رہا
انہیں نے کنارے لگایا ہمیں
جلیں پھیں و پس جیسے شمع و پتنگ
جلا رہ بھی جس نے جلایا ہمیں

---

روے سخن جو ہے تو مرا چشم و دل کی اور
تم سے خدا نہ خواستہ مجھ کو گلا نہیں

---

کیا کہیں، آتش ہجراں سے گلے جاتے ہیں
چھاتیاں سلگیں ہیں ایسی کہ جلے جاتے ہیں

---

معلوم نہیں، کیا ہے لب سرخ بتاں میں
اس آتش خاموش کا ہے شور جہاں میں
یہ دل جو شکستہ ہے سو بے لطف نہیں ہے
ٹھہرو کوئی دم آن کے، اس ٹوٹے مکاں میں
وے یاسمن تازہ شگفتہ میں کہاں ''میر''
پائے گئے لطف، اس کے جو پانوؤں کے نشاں میں

---

غفلت دل سے ستم گذریں ہیں سو مت پوچھو
قافلے چلنے کو تیار ہیں، ہم خواب میں ہیں

اِس سے کیا دور؟ جو بیٹھے ہی ہیں اُٹھ اغیار
پاس، اِس طور کے بھی عشق کے آداب میں ہیں

ہم بھی اِس شہر میں اُن لوگوں سے ہیں، خانہ خراب
"میر"! گھر بار جنھوں کے رہ سیلاب میں ہیں

---

نگاہ حسرت بت، دیر سے جانے کی مانع ہے
مزاج اپنا بہت چاہا کہ سوے کعبہ لاؤں میں

---

رو چکا خون جگر سب، اب جگر میں خوں کہاں؟
غم سے پانی ہو کے کب کا بہہ گیا، میں ہوں کہاں؟

عاشق و معشوق یاں آخر فسانے ہو گئے
جائے گریہ ہے یہاں، لیلیٰ کہاں مجنوں کہاں؟

---

اِس جنوں میں کہیں ہے سر پر خاک
ٹکڑے ہوئے کیا لباس کہیں

---

ظلم و ستم کیا؟ جور و جفا کیا؟ جو کچھ کہیے اُٹھاتا ہوں
خفت کھینچ کے جاتا ہوں! رہتا نہیں دل، پھر آتا ہوں

پھاڑ کے خط کو گلی میں ڈالا، شہر میں سب تشہیر کیا
سامنے ہوں قاصد کے کیونکر؟ اُس سے میں شرماتا ہوں

پہلے فریب لطف سے اُس کے ' کچھ نہ ہوا معلوم مجھے
اب جو چاہ نے بدلیں طرحیں ' کرتا ہوں پچھتاتا ہوں

---

یہ تصرف عشق کا ہے سب ' وگرنہ ظرف کیا ؟
ایک عالم غم سمایا خاطر ناشاد میں

---

رفتگاں میں جہاں کے ہم بھی ہیں
ساتھ اِس کارواں کے ہم بھی ہیں
جس چمن زار کا ہے تو گلِ تر
بلبل اُس گلستاں کے ہم بھی ہیں
وجہ بیگانگی نہیں معلوم
تم جہاں کے ہو ' واں کے ہم بھی ہیں

---

رہے پھرتے دریا میں گرداب سے
وطن میں بھی ہیں ہم سفر میں بھی ہیں

---

دل کے الجھاؤ کو کیا تجھ سے کہوں ' اے ناصح
تو کسو زلف کے پھندے میں گرفتار نہیں
اُس کے کاکل کی پہیلی ' کہو ؟ تم بوجھے ' " میر "
کیا ہے ؟ زنجیر نہیں ' دام نہیں ' مار نہیں

---

جہاں سے دیکھیے ' اِک شعر شورانگیز نکلے ہے
قیامت کا سا ہنگامہ ہے ہر جا میرے دیوان میں

---

بہ حالِ سگ ' پھرا کب تک کروں یوں اس کے کوچے میں
خجالت کھینچتا ہوں " میر " آخر میں بھی انساں ہوں

---

جہاں ہو تیغ بہ کف کوئی سادہ ' جا لگنا
اب اپنی جان کا کچھ احتیاط مجھ کو نہیں
ہوا ہوں فرطِ اذیت سے میں تو' سن ' اے " میر "
تمیز رنج و خیالِ نشاط ' مجھ کو نہیں

---

بہار آئی ' کھلے گل ' پھول ' شاید باغ صحرا میں
جھلک سی مارتی ہے کچھ سیاہی داغِ صحرا میں

---

جائے ہے جی ' نجات کے غم میں ایسی جنت گئی جہنم میں
بےخودی پر نہ " میر " کی جاؤ تم نے دیکھا ہے اور عالم میں

---

دیکھ آئے ' ہو ملک سے بھی لغزش
ہم تو دل کو سنبھال اٹھے ہیں

---

تڑپے ہے متصل وہ کہاں ایسی روز و شب ؟
ہے فرق "مہر" برق و دل بےقرار میں

---

گھبرا کے یوں لگے ہے سینے میں دل تڑپنے
جیسے اسیر تازہ بےتاب ہو قفس میں

---

مرنا ہے خاک ہونا ، ہو خاک اُڑتے پھرنا
اِس راہ میں ابھی تو؟ درپیش مرحلے ہیں
کس دن چمن میں، یا رب! ہوگی صبا گل افشاں ؟
کتنے شکستہ‌پر ہم، دیوار کے تلے ہیں

---

شرر ہے، اشک ہیں اب چشم تر میں
لگی ہے آگ، اِک میرے جگر میں
نہ‌کیوں عاشق و معشوق کے رنگ
جدا رہتے ہیں ہم وے ایک گھر میں
بلا ہنگامہ تھا کل اُس کے در پر
قیامت گم ہوئی اُس شور و شر میں
رہا تھا دیکھ ایدھر "مہر" چلتے
عجب اِک نا اُمیدی تھی نظر میں

---

قصور اپنے ہی طول عمر کا تھا
نہ کی تقصیر اُن نے تو جفا میں

---

جھمکنے لگا خوں تو چھائی سرشک
ابھی دیکھیں آنکھیں ہمیں کیا دکھائیں
خدا ساز تھا آزرِ بت تراش
ہم اپنے تئیں آدمی تو بنائیں
ہمیں بے نیازی نے بٹھلا دیا
کہاں اتنی طاقت کہ مدت اٹھائیں

---

مجھ کو دماغِ وصفِ گل و یاسمن نہیں
میں ، جوں نسیم ، باد فروشِ چمن نہیں
ہم کو خرامِ ناز سے مت خاک میں ملا
دل سے ہے جن کو راہ ، یہ ان کا چلن نہیں

---

مدت ہوئی کہ کوئی نہ آیا ادھر سے یاں
جاتی رہی جہان اسی رہگذر سے یاں
وہ آپ چل کے آوے تو شاید کہ جی رہے
ہوتی نہیں تسلیِ دل ، اب خبر سے یاں

---

وہ تو نہیں کہ دیکھیں اس آئینہ رو کو صبح
ہم بس امید پر شبِ غم کو سحر کریں
لاویں کہاں سے خونِ دل اتنا کہ "میر" ہم
جس وقت بات کرنے لگیں ، چشم تر کریں

---

کیا راہ چلنے سے ہے اے "میر"! دل مکدر
تو ہي نہیں مسافر، ہے عمر بھی گذر میں

---

شاید کہ جان و تن کي جدائي بھی ہے قریب
جي کو ہے اضطراب بہت اب فراق میں

---

زباں سے ہماری ہے صیاد خوش ہمیں اب اُمید رہائی نہیں

---

جی ہی جائے ہے "میر" جو اپنا دیر کی جانب کیا کریے
یوں تو مزاج، طرف کعبے کے، بہتیرا ہم لائے ہیں

---

حساب پاک ہو روز شمار میں، تو عجب
گناہ اِتنے ہیں میرے کہ کچھ حساب نہیں
تلاش "میر" کی اب میکدوں میں کاش کریں
کہ مسجدوں میں تو وہ خانماں خراب نہیں

---

وہ جو خرام ناز کرے ہے، ٹھوکر دل کو لگتی ہے
چوٹ کے اوپر چوٹ پڑے ہے، دل ہے میرا سنگ نہیں
ہم بھی عالم فقر میں ہیں پر ہم سے جو مانگے کوئي فقیر
ایک سوال میں دو عالم دیں، اِتنے دل کے تنگ نہیں

شعر "مہر" بھی پڑھتا ہے تو اور کسو کا لے کر نام
کیوں کر کہیے اُس ناداں کو نام سے میرے تلک نہیں

---

برے حال اُس کے گلی میں ہیں "مہر"
جو اٹھ جائیں واں سے تو اچھا کریں

---

پاؤں کو دامن محشر میں ناچاری سے ہم کھینچیں گے
لائق اپنی وحشت کے اُس عرصے کا میدان نہیں

---

یوں ناکام رہیں گے کب تک ؟ جی میں ہے اِک کام کریں :
رسوا ہوکر مارے جاویں ، اُس کو بھی بدنام کریں

---

سلتا نہیں ہے شعر بھی وہ حرفِ ناشنو
دل ہی میں خوں ہوا کیں مری نکتہ دانیاں

---

کسو سے دل نہیں ملتا ہے ، یارب !
ہوا تھا کس گھڑی اُن سے جدا میں

---

دل ہے داغ ، جگر ٹکڑے : رہ جاتے ہیں چپ کے سے
چھاتی سراہیے اُن لوگوں کی جو چاہت کو نباہیں ہیں

دل اُلجھے اِن بالوں میں، تو آخر سودا ہوتا ہے
کوچے کو زنجیر کے یعنی زلفوں سے دو راہیں ہیں

---

رونا روز شمار کا مجھ کو آٹھ پہر اب رہتا ہے
یعنی میرے گناہوں کو کچھ حصر و حد و حساب نہیں

---

دیکھی تھیں ایک روز تری مست انکھڑیاں
انگڑائیاں ہی لیتے ہیں اب تک خمار میں
شور اب چمن میں میری غزل‌خوانی کا ہے ''میر''
اِک عندلیب کیا ہے کہوں میں ہزار میں

---

عشق کے دیوانے کی سلاسل ہلتی ہے تو توڑ دیں ہم
بگڑے پیل مست کی سی زنجیروں کی جھنکاریں ہیں

---

کیا کیا مردم خوش ظاہر ہیں عالم حسن میں، نام خدا
عالم عشق خرابہ ہے، واں کوئی گھر آباد نہیں
عشق کوئی ہمدرد کہیں مدت میں پیدا کرتا ہے
کوہ رہیں گو نالاں برسوں، لیکن اب فرہاد نہیں

---

چلتے ہیں ناز سے جب، ٹھوکر لگے ہے دل کو
آتیں نہیں سمجھ میں اِن دلبروں کی چالیں

---

مےکشی صبح و شام کرتا ہوں　　فاقہ‌مستی مدام کرتا ہوں

قطعہ

کوئی ناکام یوں رہے کب تک　　میں بھی اب ایک کام کرتا ہوں
یا تو لیتا ہوں داد دل یا اب　　کام اپنا تمام کرتا ہوں

---

مرگئے نا اُمید ہم مجبور
خواہشیں جی کی اپنے جی میں رہیں
دیر سے "میر" اُٹھ کے کعبے گئے
کہیے کیا ؟ نکلے جا کہیں کے کہیں

---

اُس سے ٹھہرا کے جو کچھ کہنے کو آجاتا ہوں
دل کی پھر دل میں لیے چپکے چلا جاتا ہوں
مجلسِ یار میں تو بار نہیں پاتا ہوں
در و دیوار کو احوال سنا جاتا ہوں

---

میں ملہم نہیں لگایا بنت‌العنب کو گاہے
تب تھا جوانِ صالح ، اب پیر میکدہ ہوں

---

رنگینیٔ زمانہ سے خاطر نہ جمع رکھ
سو رنگ بدلے جاتے ہیں ، یاں ایک آن میں

---

آئے ہیں "میر" کافر ہوکر خدا کے گھر میں
پیشانی پر ہے قشقہ ' زنار ہے کمر میں

---

طرفہ خوش‌رو ' دم خوں‌ریز ادا کرتے ہیں
وار جب کرتے ہیں منھ پھیر لیا کرتے ہیں
غم و اندوہ و بےتابی ' الم ' بے طاقتی ' حرماں
کہوں ' اے ہم نشیں ! تاچند غم ہاے فراواں کو

---

یہ کیا جانوں ہوا سینے میں کیا اِس دل کو اب ناصح
سحر خوں‌بستہ تو دیکھا تھا میں نے اپنی مژگاں کو
صداے آہ ' جیسے تیر ' جی کے پار ہوتی ہے
کسو بے درد نے کھینچا کسو کے دل سے پیکاں کو

---

کیا جانیے ' اے گوہر مقصد ! تو کہاں ہے
ہم خاک میں بھی مل گئے لیکن نہ ملا تو
اِس جینے سے اب دل کو اُٹھا بیٹھیں گے ہم بھی
ہے تجھ کو قسم ' ظلم سے مت ہاتھ اُٹھا تو

---

خط لکھ کے کوئی سادہ نہ اُس کو ملول ہو
ہم تو ہوں بدگمان ' جو قاصد رسول ہو
جاویں نثار ہونے کسو ہم کس بساط پر
اِک نیم جاں رکھیں ہیں ' سو وہ جب قبول ہو

---

آہ کس ڈھب سے روئیے کم کم　　شوق حد سے زیادہ ہے ہم کو

دوستی ایک سے بھی تجھ کو نہیں　　اور سب سے عناد ہے ہم کو

نامرادانہ زیست کرتا تھا　　"میر" کا طور یاد ہے ہم کو

---

خدا کرے کہ نصیب اپنے ہو نہ آزادی

کدھر کے ہو چکے، جو بے بال و پر رہائی ہو

اُس آفتاب سے تو فیض سب کو پہونچے ہے

یقین ہے کہ کچھ اپنی ہی نارسائی ہو

ہزار مرتبہ بہتر ہے بادشاہی سے

اگر نصیب ترے کوچے کی گدائی ہو

---

گر ذوق سیر ہے، تو آوارہ اِس چمن میں

مانند عندلیب گم کردہ آشیاں ہو

اُس تیغ زن سے کہیو، قاصد! مری طرف سے

اب تک بھی نیم جاں ہوں، گر قصد امتحاں ہو

---

عشق کیا کیا ہمیں دکھاتا ہے　　آہ تم بھی تو اِک نظر دیکھو

ہر خراش جبیں جراحت ہے　　ناخن شوق کا ہنر دیکھو

---

آرام ہو چکا مرے جسم نزار کو

رکھے خدا جہاں میں دل بے قرار کو

ہنستا ہی میں پھروں جو مرا کچھ ہو اختیار
پر کیا کروں میں دیدۂ بےاختیار کو

---

اچھی لگے ہے تجھ بن، گل گشت باغ کس کو
صحبت رکھے گلوں سے، اِتنا دماغ کس کو

---

خاکِ حسرت‌زدگاں پر تو گزر بے وسواس
اِن ستم کشتوں سے ابھی عرض تمنا کیا ہو

---

عالم ہے شوق کشتہ، خلقت ہے تیری رفتہ
جانوں کی آرزو تو، آنکھوں کا مدعا تو

---

سجدے کا کیا مضائقہ محراب تیغ میں
پر یہ تو ہو کہ نعش پہ میری نماز ہو
اک دم تو ہم پہ تیغ کو تو بے دریغ کھینچ
تا عشق میں، ہوس میں، تلک امتیاز ہو
جوں توں کے اُس کی چاہ کا پردا کیا ہے میں
اے چشم گریہ‌ناک نہ افشاے راز ہو

---

نالہ اگر مرا سبب شور و شر نہ ہو
پھر مر بھی جائیے تو کسو کو خبر نہ ہو

---

صبح سے یاں پھر جان و دل پر ' روز قیامت رهتي هے
رات کبھو آرهتے هو تو یه دن هم کو دکھاتے هو

---

هائے اُس زخمي شمشیر محبت کا جگر
درد کو اپنے جو ناچار چھپا رکھتا هو
گل هو ' مهتاب هو ' آئینه هو ' خورشید هو "مهر"
اپنا محبوب وهي هے جو ادا رکھتا هو

---

سرو ' گل اچھے هیں دونوں رونق هیں گلزار کی لیک
چاهیے رو اُس کا سا رو هو ' قامت ویسا قامت هو
هو جو إرادہ رهنے کا رہ سکیے تو رهیے آپ
هم تو چلے جاتے هیں هر دم کس کو قصد اقامت هو
شور و شغب کو راتوں کے همسائے تمهارے کیا رو ویں
ایسے فتنے کتنے اُٹھیں گے " مهر " جی تم جو سلامت هو

---

خلقي اِتني بھي تو لازم نهیں اِس موسم میں
پاس جوش گل و دل گرمیِ ایام کرو
سایهٔ گل میں لب جو پہ گلابي رکھو
هاتھ میں جام کو لو ' آپ کو بدنام کرو
رات تو ساري گئي سنتے پریشاں گوئي
" مهر " جی کوئی گھڑي تم بھي تو آرام کرو

---

ہیں یہاں مجھ سے وفا پیشہ نہ بیداد کرو
نہ کرو ایسا کہ پھر میرے تئیں یاد کرو

---

دل صاف ہو، تو جلوہ‌گہہ یار کیوں نہ ہو؟
آئینہ ہو، تو قابل دیدار کیوں نہ ہو؟
رحمت، غضب میں نسبت برق و سحاب ہے
جس کو شعور ہو، تو گنہ‌گار کیوں نہ ہو؟
ہردم کی تازہ مرگ جدائي سے تنگ ہوں
ہونا جو کچھ ہے، آہ! سو اِک بار کیوں نہ ہو؟

---

کامل ہو اِشتیاق تو اِتنا نہیں ہے دور
حشر دگر پہ وعدۂ دیدار کیوں نہ ہو؟
شاید کہ آوے پرسش احوال کو کبھو
عاشق بھلا سا ہووے، تو بیمار کیوں نہ ہو؟

---

مجنوں جو دشت گرد تھا، ہم شہر گرد ہیں
آوارگي ہماري بھی مذکور کیوں نہ ہو؟

---

ہردم وہ شوخ دست بہ شمشیر کیوں نہ ہو؟
کچھ ہم نے کي ہے ایسي ہی تقصیر کیوں نہ ہو؟

وے جو مست بےخودی ہیں عیش کرتے ہیں مدام
میکدے میں دہر کے مشکل ہے ٹک ہشیار کو

---

زیادہ حد سے تھی تابوت "میر" پر کثرت
ہوا نہ وقت مساعد یہ ناز کرنے کو

---

حال تم "میر" کا اے اہل وفا مت پوچھو
اُس ستم کشتہ پہ جو گذری جفا مت پوچھو
ہوش و صبر و خرد و دین و حواس و دل و تاب
اس کے آتے ہی میں کیا کیا نہ گیا، مت پوچھو

---

نالۂ شب نے کیا ہے جو اثر، مت پوچھو
ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے جگر، مت پوچھو

---

اُس کی طرز نگاہ، مت پوچھو    جی ہی جانے ہے، آہ، مت پوچھو

قطعہ

تھا کرم پر اسی کے شب مدام    میرے اعمال، آہ، مت پوچھو
تم بھی، اے مالکان روز جزا    بخش دو اب گناہ، مت پوچھو

---

کہنے سے "میر" اور بھی ہوتا ہے مضطرب
سمجھاؤں کب تک اِس دل خانہ خراب کو

---

چاہتا ہے جی کہ ہم تم ایک جا تنہا ملیں
ناز بےجا بھی نہ ہووے، کم‌نگاہی بھی نہ ہو

---

واماندگی نے مارا اثنائے رہ میں ہم کو
معلوم ہے پہنچنا اب کارواں تلک تو
افسانہ غم کا لب تک آیا ہے مدتوں میں
سو جائیو نہ پیارے اِس داستاں تلک تو
اے کاش خاک ہی ہم رہتے کہ "میر" اِس میں
ہوتی ہمیں رسائی اُس آستاں تلک تو

---

بے طاقتی میں شب کو پوچھو نہ ضبط میرا
ہاتھوں میں دل کو رکھا، دانتوں تلے جگر کو
ہے روزگار میرا ایسا ہی یہ کہ یارو
مشکل ہے فرق کرنا تک شام سے سحر کو
نزدیک ہے کہ جاویں ہم آپ سے، اب آؤ
ملتے ہیں دوستوں سے جاتے ہوئے سفر کو

---

نہ اک دم صبح تک بھی آنکھ لگنے دے گا دل جلنا
یہی پھر "مہر" سا سرگرم آہ سرد ہوگا تو

---

بدزباں ہو، جیسے خوش اسلوب ہو
کیا نہیں جو کچھ کہ ہو تم خوب ہو

---

سائے میں ہر پلک کی خوابیدہ ہے قیامت
اس فتنۂ زماں کو کوئی جگا تو دیکھو
اشعار "میر" پر ہے اب ہائے وائے ہر سو
کچھ سحر تو نہیں ہے لیکن ہوا تو دیکھو

---

یہی مشہور عالم ہیں، دو عالم
خدا جانے ملاپ اس سے کہاں ہو
جہاں سجدے میں ہم نے غش کیا تھا
وہیں شاید کہ اس کا آستاں ہو
نہ دل سے جا، خدا کی تجھ کو سوگند
خدائی میں اگر ایسا مکاں ہو
تم اے نازک تمنا ہو کے سب کے
تمنائے دل و آرام جاں ہو

---

نہ تم تصویر ہو، دیکھ کے کچھ آئینہ
اتنی چپ بھی نہیں ہے خوب، کوئی بات کرو

کیا ہم سے گنہگار ہیں یہ سب جو موئے ہیں
کچھ پوچھو نہ اُس شوخ کی رنجش کے سبب کو
ہوگا کسو دیوار کے سائے کے تلے " میر "
کیا ربط محبت سے اُس آرام طلب کو

---

تک نہ چل اے نسیم باغ کہ میں
رہ گیا ہوں چراغ سا ، گل ہو
مجھ دوانے کی مت ہلا زنجیر
کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر غل ہو
منکشف ہو رہا ہے حال " میر "
کاش تک یار کو تامل ہو

---

اِس تن پہ نثار کرتے لیکن
اپنی بھی نظر میں ٹھہرے جاں تو
کیا کیا نہ عزیز خوار ہوں گے
ہونے دو اُسے ابھی جواں تو
کیا اُس سے رکھیں امید بہبود
پھرتا ہے خراب آسماں تو
یہ طالع نارسا بھی جاگیں :
سو جائے تک اُس کا پاسباں بھی
مت تربت " میر " کو مٹاؤ
رہنے دو غریب کا نشاں تو

---

رہتے ہو تم آنکھوں میں' پھرتے ہو تمھیں دل میں
مدت سے اگرچہ یاں آتے ہو نہ جاتے ہو

---

چھاتی ' قفس میں داغ سے ہو کیوں نہ رشک باغ
جوش بہار تھا کہ ہم آئے اسیر ہو
کس طرح ' آہ ' خاک ندامت سے میں اٹھوں ؟
افتادہ تر جو مجھ سے مرا دستگیر ہو
حد سے زیادہ جور و ستم خوش نما نہیں
ایسا سلوک کر کہ تدارک پذیر ہو
دم بھر نہ ٹھہرے دل میں نہ آنکھوں میں ایک پل
اتنے سے قد پہ تم بھی قیامت شریر ہو

---

ٹک وقت خاص حق میں مرے کچھ دعا کرو
تم بھی تو " میر " صاحب و قبلہ فقیر ہو

---

نہ لکھیں یار کو محضر ہمارے خون ناحق کا
دکھا دیویں گے ہم محشر میں اُس کے دست رنگیں کو
لئے تسبیح ہاتھوں میں جو تو باتیں بناتا ہے
نہیں دیکھا ہے واعظ تونے اُس غارتگر دیں کو
گیا کوچے سے تیرے اٹھ کے " میر " آشفتہ سر شاید
پڑا دیکھا تھا میں نے رہ میں اُس کے سنگ بالیں کو

کیا کیا جوان ہم نے دنیا سے جاتے دیکھے
اے عشق بے محابا دنیا ہو اور تو ہو
ایسی کہو گے کچھ تو ' ہم چپکے ہو رہیں گے
ہر بات میں کہاں تک آپس میں گفتگو ہو
مت التیام چاہے پھر دل شکستگاں سے
ممکن نہیں کہ شیشہ توٹا ہوا رفو ہو

---

اب جو نصیب میں ہے سو دیکھ لونگا میں ہي
تم دست لطف اپنا سر سے مرے اُتھا لو
یاران رفتہ ایسے کیا دورتر گئے ہیں
تک کر کے تیزگامی اُس قافلے کو جالو
یوں رفتہ اور بےخود کب تک رہا کرو گے
تم اب بھی "میر صاحب" اپنے تئیں سنبھالو

---

سر ' خاک آستاں پہ تمھاري ' رہا مدام
اس پر بھی یا نصیب جو تم بے وفا کہو

---

سختیاں' دیکھیں تو ' ہم سے چند کھنچواتا ہے عشق
دل کو ہم نے بھی کیا ہے اب تو پتھر ' ہو سو ہو
کہتے ہیں تیرا ہے تیرا اور غیروں کا بگاڑ
ہیں شریک اے "میر" ہم بھي تیرے' بہتر' ہو سو ہو

ہر چند ساتھ جان کے ہے عشق "مہر" لیک
اِس درد لاعلاج کی کچھ تو دوا کرو

---

ہجر بتاں میں طبع پراگندہ ہی رہے
کافر بھی اپنے یار سے یارب جدا نہ ہو
آزار کھیلنے کے مزے عاشقوں سے پوچھ
کیا جانے وہ کہ جس کا کہیں دل لگا نہ ہو
کھیلتا ہے آدمی نے بہت دور آپ کو
اِس پردے میں، خیال تو کر تو، خدا نہ ہو

---

ملاقات ہوتا نہیں ہے گاہ تو
کس قدر مغرور ہے اللہ تو
یہ خوشی رہتی ہے اب اکثر مجھے
حال سے میرے نہیں آگاہ تو
اُس کے دل میں گھر کرنا کام ہے
یوں فلک پر کیوں نہ جا، اے آہ، تو
"مہر" تو تو عاشقی میں کھپ گیا
مت کسی کو چند روز اب چاہ تو

---

عنایت ازلی سے جو دل ملا مجھ کو
محل شکر ہے، آتا نہیں گلا مجھ کو
پڑا رہے کوئی مردا سا لب نلک خاموش ہو
ملا کہیں، لب جاں بخش کو، جلا مجھ کو

درستی جیب کی اِتنی نہیں ہے اے ناصح
بلے تو سینۂ صد چاک دے سلا مجھ کو

---

سب سر گذشت سن چکے اب چپکے ہو رہو
آخر ہوئی کہانی مری، تم بھی سو رہو
خطرہ بہت ہے "میر" رہ صعب عشق میں
ایسا نہ ہو کہیں کہ دل و دیں کو کھو رہو

---

ہزار موسم گل تو گئے اسیری میں
دکھائی دے ہے: موئے ہی پہ اب رہائی ہو

---

مستی اُن آنکھوں سے نکلی ہے اگر دیکھو خوب
خلق بدنام عبث کرتی ہے جام مل کو

---

یاں جرم گنتے، انگلیوں کے خط بھی مٹ گئے
واں کس طرح سے دیکھیں ہمارا حساب ہو
ہستی پر ایک دم کی تمھیں جوش اِس قدر
اِس بحر موج خیز میں تم تو حباب ہو

---

قتل کیے پر غصہ کیا ہے؟ لاش مری اُٹھوانے دو
جان سے بھی ہم جاتے رہے ہیں؛ تم بھی آؤ، جانے دو

کرتے ہو تم نیچی نظریں ' یہ بھی کوئی مروت ہے ؟
برسوں سے پھرتے ہیں جدا ہم ! آنکھ سے آنکھ ملانے دو
اب کے بہت ہے شور بہاراں ' ہم کو مت زنجیر کرو
دل کی ہوس کچھ ہم بھی نکالیں' دھومیں ہم کو مچانے دو
کیا جاتا ہے اس میں ہمارا چپ کے ہم تو بیٹھے ہیں
دل جو سمجھنا تھا سو سمجھا ' ناصح کو سمجھانے دو

---

جب کبھو ایدھر سے نکلے ہے' تو اک حسرت کے ساتھ
دیکھے ہے خورشید اُس کے سایۂ دیوار کو

---

سارے بازار جہاں کا ہے یہی سول' اے " میر " :
جان کو بیچ کے بھی دل کے خریدار رہو

---

ہجراں کی سر گذشت مری گفتنی نہیں
کیا کہیے تم سے قصۂ دور و دراز کو

---

شب ' آنکھ مری لگنے نہیں دیتی ہے بلبل
اس مرغ کی بیتابیء آواز تو دیکھو

---

کیا بلاخیز جا ہے کوچۂ عشق
تم بھی یاں " میر " سول اک گھر لو

ہم کو دیوانگی ، شہروں ہی میں خوش آتی ہے
دشت میں قیس رہو ، کوہ میں فرہاد رہو

"میر" مل مل کے بہت خوش ہوئے تم سے ، پیارے
اِس خرابے میں ، مری جان ! تم آباد رہو

---

زخموں پر اپنے ، نون چھڑکتے رہا کرو
دل کو مزے سے بھی تو تلک آشنا کرو

---

سر پہ عاشق کے نہ یہ روز سیہ لایا کرو
جی اُلجھتا ہے بہت مت بال سلجھایا کرو

---

اُڑایا غم نے اب کے سوکھے پتوں کی روش ہم کو
الٰہی سبز رکھیو باغ خوبی کے نہالوں کو

---

جہاں میں دیر نہیں لگتی آنکھیں مندتے "میر"
تمہیں تو چاہیے ہر کام میں شتاب کرو

---

آلودہ خون دل سے صد حرف منہہ پر آئے
مرغ چمن نہ سمجھا انداز گفتگو کو

دل "میر" دلبروں سے چاہا کرے ہے کیا کیا
کچھ انتہا نہیں ہے عاشق کی آرزو کو

کام گئے میں شوق سے ضایع صبر نہ آیا یاروں کو
باز رکھا ہے تابی دل نے ہم سب غم کے ماروں کو

---

تھی وفا و مہر تو بابت دیار عشق کی
دیکھیں شہر حسن میں اِس جنس کا کیا بھاو ہو

---

اِن اُجڑی ہوئی بستیوں میں دل نہیں لگتا
ہے جی میں وہیں جا بسیں ویرانہ جہاں ہو

---

کیا فرض ہے مستی کی رخصت ہے مجنوں کو
کہیں اپنے رونے سے فرصت ہے مجنوں کسو؟

---

اِن پلکوں کی کاوش سے زخمی ہے جگر سارا
لے تار نگاہوں کے نازک سا رفو کیجو

---

مستی و دیوانگی کا عہد ہے بازار میں
پائے کوباں دست افشاں اُن کو پیدا کرو

---

موسمِ گل آیا ہے یارو! کچھ میری تدبیر کرو
یعنی سایۂ سرو و گل میں اب مجنوں کو زنجیر کرو

پھیر دیے ہیں دل لوگوں کے ' مالک نے کچھ میری طرف
تم بھی تک ' اے آہ و نالہ! قلبوں میں تاثیر کرو

---

خلع بدن کرنے سے عاشق ' خوش رہتے ہیں اِس خاطر
جان و جاناں ایک ہیں یعنی بیچ میں تن جو حجاب نہ ہو
تر داری کچھ دیدۂ تر کی " مہر " نہیں کم دریا سے
جوشاں ' شورکناں آ جاوے ہے ' یہ شعلہ سیلاب نہ ہو

---

اُمید ہے کہ اُس سے قیامت کو پھر ملوں
حسن عمل کی واں بھی مکافات ہو تو ہو
منکر نہیں ہے کوئی سیادت کا " مہر " کی
ذات مقدس اُن کی بھی ذات ہو تو ہو

---

مجھے عشق اُس پاس یوں لے گیا
کوئی جیسے لاوے گنہگار کو

---

کیونکے نیچے ہاتھ کے رکھا دل بےتاب کو ؟
وہ جو تڑپا لے گیا آسودگیِ خواب کو
چاہتا ہے جب مسبب آپہی ہوتا ہے سبب
دخل اِس عالم میں کیا ہے عالم اسباب کو
دم بہ خود رہتا ہوں اکثر سر رکھے زانو پہ " مہر "
حال کہہ کر کیا کروں آزردہ اور احباب کو

---

بے چین بستر پر رہا' بے خواب خاکستر پہ ہوں
صبر و سکوں جب سے گئے پایا نہیں آرام کو
" مہر " اب بھلا کیا ابتدائے عشق کو روتا ہے تو
کر فکر جو پاوے بھی اِس آغاز کے انجام کو

---

زندگی کرتے ہیں مرنے کے لیے اہل جہاں
واقعہ " مہر " ہے درپیش عجب یاروں کو

---

ابتدا ہی میں مرگئے سب یار
عشق کی پائی انتہا نہ کبھو

---

فرصت بود و باش یہاں کم ہے
کام جو کچھ کرو شتاب کرو
" مہر " جی ' راز عشق ہوگا فاش
چشم ہر لحظہ مت پر آب کرو

---

رہے آبرو " مہر " تو ہے غنیمت
کہ غارت میں دل نے ہے ایسے ابرو

---

چاہت میں خوبرویوں کی کیا جانے کیا نہ ہو
بے تاب دل کا ' مرگ کہیں مدعا نہ ہو
آزاد پرشکستہ کو صد رنگ قید ہے
یا رب ' اسیر ایسا قفس سے رہا نہ ہو

---

ہے دامن گل‌چیں ، چمن جیب ہمارا
دنیا میں رہے دیدۂ خون‌بار ہمیشہ

---

تری گل‌گشت کے خاطر بنا ہے باغ داغوں سے
پر طاؤس سینہ ہے تمامی دست گل دستہ

---

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
اب جو ہیں خاک ، انتہا ہے یہ
شکر اُس کی جفا کا ہو نہ سکا
دل سے اپنے ہمیں گلا ہے یہ
نعشیں اُٹھتی ہیں آج یاروں کی
آن بیٹھو تو خوش‌نما ہے یہ
تیغ پر ہاتھ دم بہ دم کب تک ؟
اِک لگا چک کہ مدعا ہے یہ

---

دل گیا ، ہوش گیا ، صبر گیا ، جی بھی گیا
شغل میں غم کے ترے ہم سے گیا کیا کیا کچھ ؟
آہ ، مت پوچھ ستم گار کہ تجھ سے تھی ہمیں
چشم لطف و کرم و مہر و وفا ، کیا کیا کچھ ؟
درد دل ، زخم جگر ، کلفت غم ، داغ فراق
آہ ، عالم سے مرے ساتھ چلا کیا کیا کچھ ؟
ایک محروم چلے " میر " ہمیں عالم سے
ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ ؟

---

جی چاہے مل کسو سے یا سب سے تو جدا رہ
پر ہو سکے تو پیارے ٹک دل کا آشنا رہ
ہر مشت خاک یاں کی چاہے ہے اِک تامل
بے سوچ راہ مت چل، ہر گام پر کھڑا رہ
شاید کہ سر بلندی ہووے نصیب تیرے
جوں گرد راہ سب کے پانوں سے تو لگا رہ

---

مر جاؤ کوئی، پروا نہیں ہے کتنا ہے مغرور، اللہ اللہ!
پھر مغاں سے بے اعتقادی استغفراللہ، استغفراللہ!

---

تھی خواہش دل رکھنا حمائل گردن میں اُس کے ہرگاہ و بیگاہ
اِس پر کہ تھا وہ شہرگ سے اقرب ہرگز نہ پہنچا یہ دست کوتاہ

---

جلوے ہیں اُس کے شانیں ہیں اُس کی
کیا روز، کیا خور، کیا رات، کیا ماہ
ظاہر کہ باطن، اول کہ آخر
اللہ اللہ اللہ اللہ

---

کرے ہے جس کو ملامت جہاں وہ میں ہی ہوں
اجل رسیدہ، جفا دیدہ، اضطراب زدہ

---

ناحق اُلجھ پڑا ہے یہ مجھ سے طریق عشق
جاتا تھا " میر " میں تو چلا اپنی راہ واہ

---

کیا موافق ہو دوا ' عشق کے بیمار کے ساتھ
جی ہی جاتے نظر آتے ہیں اِس آزار کے ساتھ
مرگئے ' پھر بھی کھلی رہ گئیں اپنی آنکھیں
کون اِس طرح موا حسرت دیدار کے ساتھ
کس کو ہر دم ہے لہو رونے کا ہجراں میں دماغ
دل کو اک ربط سا ہے دیدۂ خوں‌بار کے ساتھ
دیکھیے کس کو شہادت سے سر افراز کریں
لاگ تو سب کو ہے اُس شوخ کی تلوار کے ساتھ

---

سعی اِتنی یہ ضروری ہے' اُٹھے بزم سلک
اے جگرتفتگیء بے اثر پروانہ
کس گلہ کا ہے پس از مرگ یہ عذرِ جاں سوز
پانو پر شمع کے پاتے ہیں سر پروانہ

---

کھل گیا منہ اب تو اُس محبوب کا
کچھ سخن کی بھی نکل آوے گی راہ
یار کا وہ ناز اپنا یہ نیاز
دیکھیے ہوتا ہے کیوں کر یہ نباہ

شیخ! تو نے خوب سمجھا "مہر" کو
واہ وا، اے یہ حقیقت! واہ واہ

---

پامال ہوں کہ اس میں ہوں خاک سے برابر
اب ہو گیا ہے سب کچھ، ہموار رفتہ رفتہ
گر بت‌کدے میں جانا ایسا ہے "مہر جی" کا
تو تار سبحہ ہوگا زنار، رفتہ رفتہ

---

سائے سے اپنے وحشت ہم کو رہی ہمیشہ
جوں آفتاب ہم بھی کیسے رہے جریدہ

---

وقت کڑھنے کے ہاتھ دل پر رکھ،
جان جاتی رہے نہ آہ کے ساتھ،
جاذبہ تو ان آنکھوں کا دیکھا
جی کھینچے جاتے ہیں نگاہ کے ساتھ

---

کھینچتا ہے دلوں کو صحرا کچھ
ہے مزاجوں میں اپنے سودا کچھ،
وصل اُس کا خدا نصیب کرے
"مہر" دل چاہتا ہے کیا کیا کچھ ؟

---

منھ نہ ہم جبریوں کا کھلواؤ
کھنے کو اختیار سا ہے کچھ
ضعف پیری میں زندگانی بھی
دوش پر اپنے بار سا ہے کچھ

---

خالی نہیں ہے خواہش دل سے کوئی بشر
جاتے ہیں سب ' جہان سے ' اِک آرزو کے ساتھ
کیا اضطراب عشق سے میں حرف‌زن ہوں '' میر '' ؟
منھ تک جگر تو آنے لگا گفتگو کے ساتھ

---

ہم جانتے تو عشق نہ کرتے کسو کے ساتھ
لے جاتے دل کو خاک میں اِس آرزو کے ساتھ

---

محتاج گل نہیں ہے گریبان غم‌کشاں
گلزار اشک خونیں سے جیب و کنار دیکھ

---

اب دل خزاں میں رهتا ہے جی کی رکن کے ساتھ
جانا هی تھا همیں بھی بہار چمن کے ساتھ

---

دیکھیں عاشق کا جی بھی ہے کہ نہیں
تنگ ہے جان ناصبور سے وہ

خوش ہیں دیوانگیِ "میر" سے سب
کیا جنوں کر گیا شعور سے وہ

---

ملنا نہ ملنا ٹھہرے' تو دل بھی ٹھہرے اپنا
اقرار ہے ہمیشہ' انکار ہے ہمیشہ
آمادۂ فنا کچھ کیا "میر" اب ہوا ہے
جی مفت دینے کو وہ تیار ہے ہمیشہ

---

دل ہے میری بغل میں صدپارہ    اور ہر پارہ اِس کا آوارہ

---

کاش اے جان الم ناک نکل جاوے تو
اب تو دیکھا نہیں جاتا یہ ستم ہم سے بھی
آہ میں قہر ہے ناچار کہوں جی کی بات
عشق کا راز تو کہتے نہیں محرم سے بھی
ہمت اپنی ہی یہ تھی "میر" کہ جوں مرغ خیال
اک پرافشانی میں گذرے سر عالم سے بھی

---

دیکھ تو دل کہ جاں سے اُٹھتا ہے    یہ دھواں سا' کہاں سے اُٹھتا ہے
خانۂ دل سے زینہار نہ جا    کوئی' ایسے مکاں سے اُٹھتا ہے
نالہ سر کھینچتا ہے جب میرا    شور اک آسماں سے اُٹھتا ہے
بیٹھنے کون دیے ہے پھر اُس کو    جو ترے آستاں سے اُٹھتا ہے
یوں اُٹھے آہ اُس گلی سے ہم    جیسے کوئی جہاں سے اُٹھتا ہے

---

کروں کیا حسرت گل کو، و گرنہ دل پر داغ بھی اپنا چمن ہے

---

تاب دل، صرف جدائی ہو چکی
یعنی طاقت آزمائی ہو چکی
چھوٹتا کب ہے اسیر خوش زباں
جیتے جی اپنی رہائی ہو چکی

---

فرصت میں یک نفس کے، کیا درد دل سنو گے؟
آئے تو تم و لیکن وقت اخیر آئے
بن جی دیے نہیں ہے امکاں یہاں سے جانا
بسمل گہ جہاں میں اب ہم تو "میر" آئے

---

کب سے نظر لگی تھی دروازۂ حرم سے
پردہ اُٹھا تو لڑیاں آنکھیں ہماری ہم سے
سوزش گئی نہ دل کی، رونے سے روز و شب کے
جلتا ہوں، اور دریا بہتے ہیں چشم نم سے
کیا کیا تعب اٹھائے، کیا کیا عذاب دیکھے؟
تب دل ہوا ہے اِتنا خوگر ترے ستم سے
ہستی میں ہم نے آکر آسودگی نہ دیکھی
کھلتیں نہ کاش آنکھیں خواب خوش عدم سے

---

گئے جی سے ' چھوٹے بتوں کی جفا سے
یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے

---

دل کس قدر شکستہ ہوا تھا کہ رات "مہر"
آئی جو بات لب پہ سو فریاد ہو گئی

---

خنجر بیداد کو کیا دیکھتے ہو دم بدم
چشم سے انصاف کی ' سہلے ہمارے دیکھیے

---

دم مرگ دشوار دی جان اُن نے
مگر "مہر" کو آرزو تھی کسو کی

---

وے دن گئے جو ضبط کی طاقت تھی ہمیں بھی
اب دیدۂ خوں بار ' نہیں جاتے سنبھالے
احوال بہت تنگ ہے : اے کاش ' محبت
اب دست تلطف کو مرے سر سے اُٹھالے

---

سراپا آرزو ہونے نے بندہ کر دیا ہم کو
وگرنہ ہم خدا تھے ' گر دل بےمدعا ہوتے
فلک ' اے کاش ' ہم کو خاک ہی رکھتا کہ اس میں ہم
غبار راہ ہوتے یا کسو کی خاک پا ہوتے

---

سراپا میں اُس کے نظر کر کے تم
جہاں دیکھو، اللہ ہی اللہ ہے
تری، آہ کس سے خبر پائیے
وہی بے خبر ہے جو آگاہ ہے
جہاں سے تو رخت اقامت کو باندھ
یہ منزل نہیں، بےخبر! راہ ہے

---

شرط سلیقہ ہے ہر اِک امر میں
عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے
خوف قیامت کا یہی ہے کہ "میر"
ہم کو جیا بار دگر چاہیے

---

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے
نازکی اُس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اِک گلاب کی سی ہے
بار بار اُس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اِضطراب کی سی ہے
"میر" اُن نیم‌باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

---

راہ دم تیغ پہ ہو کیوں نہ "مہر"
جی پہ رکھیں گے تو گذر جائیں گے

---

اب جو اِک حسرت جوانی ہے
عمر رفتہ کی یہ نشانی ہے

گریہ ہر وقت کا نہیں بے ہیچ
دل میں کوئی غم نہانی ہے

خاک تھی موج زن جہاں میں' اور
ہم کو دھوکا یہ تھا کہ پانی ہے

ہم قفس‌زاد قیدی ہیں ورنہ
تا چمن ایک پرفشانی ہے

اُس کی شمشیر تیز سے' ہمدم
مر رہیں گے' جو زندگانی ہے

یاں ہوئے "مہر" ہم برابر خاک
واں وہی ناز و سر گرانی ہے

---

اُس کے ایفائے عہد تک نہ جیے
عمر نے ہم سے بےوفائی کی

وصل کے دن کی آرزو ہی رہی
شب نہ آخر ہوئی جدائی کی

اِسی تقریب اُس گلی میں رہے:
منتیں ہیں شکستہ‌پائی کی

دل میں اُس شوخ کے نہ کي تاثیر
آہ نے ! آہ ، نارسائي کي

کاسۂ چشم لے کے جوں نرگس
ہم نے دیدار کی گدائي کي

---

دل کي معموري کي مت کر فکر ، فرصت چاھیے
ایسے ویرانے کے اب بسنے کو مدت چاھیے

عشق میں وصل و جدائي سے نہیں کچھہ گفتگو
قرب و بعد اِس جا برابر ھے ، محبت چاھیے

نازکي کو عشق میں کیا دخل ھے ، اے بوالہوس
یاں صعوبت کھینچنے کو جي میں طاقت چاھیے

---

بے یار ، شہر دل کا ، ویران ہو رہا ھے
دکھلائی دے جہاں تک میدان ہو رہا ھے

---

آہ میری زبان پر آئي    یہ بلا آسماں پر آئي
آتش رنگ گل سے کیا کہیے ؟    برق تھي آشیان پر آوی

---

گر دل کي بےقراري ہوتي یہی جو اب ھے
تو ، ھم ستم رسیدہ ڈھکو جینے پاتے

وے دن گئے کہ اُٹھہ کر جاتے تھے اُس گلی میں
اب سعي چاھیے ھے بالیں سے سر اُٹھاتے

شاید کہ خون دل کا پہونچا ہے وقت آخر
تھم جاتے ہیں کچھ آنسو راتوں کو آتے آتے

---

مری خاک تفتہ پر، اے ابر تر!
قسم ہے تجھے ٹک برس زور سے
ترے دل جلے کو رکھا جس گھڑی
دھواں سا اُٹھا کچھ لب گور سے
جو ہر ''میر'' بھی اُس گلی میں، صبا!
بہت پوچھیو تو مری اور سے

---

بات شکوے کی ہم نے گاہ نہ کی
بلکہ دی جان اور آہ نہ کی
جس سے تھی چشم ہم کو کیا کہیا ''میر''
اِس طرف اُس نے اِک نگاہ نہ کی

---

سر، دے کے ''میر'' ہم نے فراغت کی عشق میں
ذمے ہمارے بوجھ تھا بارے ادا ہوئے

---

رنج کھینچے تھے، داغ کھائے تھے
دل نے صدمے بڑے، اُٹھائے تھے
پاس ناموس عشق تھا، ورنہ
کتنے آنسو پلک تک آئے تھے!

وهی سمجھا نہ ، ورنہ هم نے تو
زخم چھاتي کے سب دکھائے تھے
فرصت زندگي سے مت پسو چھو
سانس بھي هم نہ لینے پائے تھے
"میر" صاحب رولا گئے سب کو
کل وے تشریف یاں بھي لائے تھے

---

کہاں هیں ادمي عالم میں پیدا
خدائی صدقے کي انسان پسر سے

---

وقت خوش دیکھا نہ اک دم سے زیادہ ، دھر میں
خندۂ صبح چمن پر شکل شبنم روئیے

---

ابر و بہار و بادہ سبھوں میں ہے اتفاق
ساقي ! جو تو بھي مل چلے تو واہ واہ ہے

---

کل رات مري چھاتی ، جلتی ہے محبت میں
کیا اور نہ تھي جاگھہ یہ آگ جو یاں دابی
همیں آمد "میر" کل بھا گئی
طرح اس میں مجنوں کی سب پا گئي
لڑھوئي سامنے یوں تو ایک ایک کے
همیں سے وہ کچھ آنکھ شرما گئی

کوئی رہنے والی ہے جان عزیز
گئی گر نہ امروز، فردا گئی

---

جوش دل، آئے بہم دیدۂ گریاں ہوئے
کتنے اک اشک ہوئے جمع کہ طوفاں ہوئے
سبزہ و لالہ و گل، ابر و ہوا ہے، مے ہے
ساقی! ہم توبہ کے کرنے سے پشیماں ہوئے

---

خبر نہ تھی تجھے کیا؟ میرے دل کی طاقت کی
نگاہ چشم ادھر تو نے کی، قیامت کی
سوال میں نے جو انجام زندگی سے کیا
قد خمیدہ نے سوئے زمیں اشارت کی

---

پژمردہ بہت ہے گل و گلزار ہمارا
شرمندۂ یک گوشۂ دستار نہ ہووے
مانگے ہے دعا خلق تجھے دیکھ کے ظالم
یارب! کسو کو اس سے سروکار نہ ہووے

---

صحرائے محبت ہے، قدم دیکھ کے رکھ "میر"!
یہ سیر سر کوچہ و بازار نہ ہووے

---

برقع کو اُٹھا چہرے سے وہ بت اگر آوے
اس زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آوے
کیا جانیں وہ مرغان گرفتار قفس کو
جن تک کہ بہ صد ناز ، نسیم سحر آوے

---

بالیں پہ میری ، آکر ، ٹک دیکھ شوق دیدار
سارے بدن کا جی اب آنکھوں میں آرہا ہے

---

بہ تنگ ہوں میں ترے اختلاط سے ، پیری !
قسم ، ہے اپنی مجھے اس گئی جوانی کی

---

ہوا ہے دن تو جدائی کا سو تعب سے شام
شب فراق ، کس اُمید پر سحر کرئیے

---

اب کر کے فراموش تو ناشاد کرو گے
پر ہم جو نہ ہوں گے تو بہت یاد کرو گے

---

سیر گلزار مبارک ہو صبا کو ہم تو
ایک پرواز نہ کی تھی ، کہ گرفتار ہوئے
اس ستم گار کے کوچے کے ہوا داروں میں
نام فردوس کا ہم لے کے گنہہ گار ہوئے

وعدۂ حشر تو موہوم نہ سمجھے ہم آہ
کس توقع پر ترے طالب دیدار ہوئے

---

باغ کو تجھ بن اپنی بھائیں آتش دی ہے بہاراں نے
ہر غنچہ اخگر ہے ہم کو ہر گل اک انگارا ہے

---

لائی تری گلی تک آوارگی ہماری
ذلت کی اپنی اب ہم، عزت کیا کریںگے

---

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے
نہیں آتے کسو کی آنکھوں میں
ہو کے عاشق بہت حقیر ہوئے

---

جب کہ پہلو سے یار اٹھتا ہے — درد بے اختیار اٹھتا ہے
اب تلک بھی مزار مجنوں سے — ناتواں اک غبار اٹھتا ہے
ہے بگولہ، غبار کس کا ؟ "مہر" ! — کہ جو ہو بے قرار، اٹھتا ہے

---

پا برہنہ، خاک سر میں، مو پریشاں، سینہ چاک
حال میرا دیکھنے آ ! تیرے ہی دل خواہ ہے

---

لاعلاجی ہے جو رہتی ہے مجھے آوارگی
کیجئے کیا "میر" صاحب بندگی بےچارگی
کیسی کیسی صحبتیں آنکھوں کے آگے سے گئیں
دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا یکبارگی

---

عشق کے داغ کا عبث ہے علاج کوئی اب یہ نشان جاتا ہے

---

مر ہی جاویں گے بہت ہجر میں ناشاد رہے
بھول تو ہم کو گئے ہو، یہ تمہیں یاد رہے
ہم سے دیوانے رہیں شہر میں، سبحان اللہ!
دشت میں قیس رہے، کوہ میں فرہاد رہے

---

باہم سلوک تھا تو اوٹھاتے تھے نرم گرم
کا ہے کو "میر"! کوئی دبے جب بگڑ گئی

---

کیسے ہیں وے کہ جیتے ہیں صد سال، ہم تو "میر"
اس چاردن کی زیست میں بیزار ہو گئے

---

"میر"! اب بہار آئی، صحرا میں چل، جنون کر
کوئی بھی فصل گل میں، نادان! گھر رہے ہے

---

اے حب جاہ والو! جو آج تاجور ہے
کل اس کو دیکھو تم، نے تاج ہے، نہ سر ہے
شمع اخیر شب ہوں، سن! سر گذشت میری
پھر صبح ہونے تک تو، قصہ ہی مختصر ہے

---

ہر دم قدم کو اپنے رکھو احتیاط سے یاں
یہ کارگاہ ساری، دوکان شیشہ گر ہے
اہل زمانہ رہتے یک طور پر نہیں ہیں
ہر آن، مرتبہ سے اپنے، انہیں سفر ہے
وے دن گئے کہ آنسو روتے تھے "میر" اب تو
آنکھوں میں لخت دل، یا پارۂ جگر ہے

---

کچھ موج ہوا پیچاں، اے "میر"! نظر آئی
شاید کہ بہار آئی، زنجیر نظر آئی
دلی کے نہ تھے کوچے، اوراق مصور تھے
جو شکل نظر آئی، تصویر نظر آئی

---

پیری، میں کیا؟ جوانی کے موسم کو روئیے
اب صبح ہونے آئی ہے، اک دم تو سوئیے
رخسار اس کے، ہائے رے جب دیکھتے ہیں ہم
آتا ہے جی میں آنکھوں کو ان میں گڑوئیے

---

پیار کرنے کا جو خوباں، ہم پہ رکھتے ہیں گناہ

اُن سے بھی تو پوچھئے تم اتنے کیوں پیارے ہوئے؟

لیتے کروٹ، ہل گئے جو کان کے موتی ترے

شرم سے، سر در گریباں صبح کے تارے ہوئے

---

کرے؟ کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے

زمیں سخت ہے آسماں دور ہے

تمنائے دل کے لئے جان دی

سلیقہ ہمارا تو مشہور ہے

نہ ہو کس طرح؟ فکر انجام کار

بھروسا ہے جس پر، سو مغرور ہے

دل اپنا نہایت ہے نازک مزاج

گرا، گر یہ شیشہ تو پھر چور ہے

بہت سعی کرنے سے مر رہئے ''میر''

بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

---

سجدہ کرنے میں سر کٹے ہے جہاں

سو ترا آستان ہے پیارے

چھوڑ جاتے ہیں دل کو تیرے پاس

یہ ہمارا نشان ہے پیارے

''میر'' عمداً بھی کوئی مرتا ہے

جان ہے تو جہان ہے پیارے

---

آگے بھی تجھ سے تھا یاں ، تصویر کا سا عالم
بے دردی فلک نے وے نقش سب مٹائے

اعجاز عشق ہی سے جیتے رہے وگرنہ
کیا حوصلہ کہ جس میں آزار یہ سمائے

---

آبشار الے لگے آنسو کی پلکوں سے تو "مہر"
سب نالک ، یہ آبچادر منھ پہ تانا کیجئے

---

شوق تھا جو یار کے کوچے ، ہمیں لایا تھا "مہر"
پانوں میں طاقت کہاں اتنی کہ اب گھر جائے

---

غالب کہ یہ دل خستہ شب ہجر میں مرجائے
یہ رات نہیں وہ جو کہانی میں گذر جائے

نہ بت کدہ ہے منزل مقصود ، نہ کعبہ
جو کوئی تلاشی ہو ترا ، آہ کدھر جائے

یا قوت کوئی ان کو کہے ہے کوئی اگل برگ
ٹک ہونٹھ ہلا تو بھی کہ ایک بات ٹھہر جائے

---

ہو گئی ، شہر شہر رسوائی اے مری موت تو بھلی آئی

---

تو ہے بے چارہ گدا "مہر" ترا کیا مذکور
مل گئے خاک میں یاں ، صاحب افسر کتنے

---

چشم بد دور، چشم تر اے "مہر" آنکھیں طوفان کو دکھاتی ہے

---

طاقت نہیں ہے دل میں، نے جی بہ جا رہا ہے
کیا ناز کر رہے ہو، اب ہم میں کیا رہا ہے

---

تڑپنا بھی دیکھا نہ بسمل کا اپنے
میں کشتہ ہوں انداز قاتل کا اپنے
بلائیں رکھیں میں نے عالم میں کیا کیا
ہوں بندہ، خیالات باطل کا اپنے

---

پژمردہ اس قدر ہیں کہ ہے شبہ ہم کو "مہر"
تن میں ہمارے جان کبھی تھی بھی یا نہ تھی

---

بیمار رہے ہیں اس کی آنکھیں
دیکھو کسو کی نظر نہ ہوئے
رکھ، دیکھ کے راہ عشق میں پاؤں
یاں "میر" کسو کا سر نہ ہو وے

---

کچھ آبلے دئے تھے رہ آورد عشق نے
سو رفتہ رفتہ خار مغیلاں تلک گئے ؟

---

جن جن کو تھا، یہ عشق کا آزار، مر گئے
اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے
یہ کارواں وفا ہے کوئی پوچھتا نہیں
گویا متاعِ دل کے خریدار مر گئے

---

چھن گیا سینہ بھی کلیجا بھی  یار کے تیرا جان لے جا بھی

---

ترا آنا ہی اب مرکوز ہے ہم کو دم آخر
یہ جی صدقے کیا تھا پھر نہ آوے تن میں یا آوے

---

بھرا ہے دل مرا جام لبالب کی طرح ساقی
گلے لگ خوب رو‌ؤں میں جو میلانے شراب آوے
لکھتا ہے دل سوزاں کو اپنے "مہر" لے خط میں
الٰہی! نامہ بر کو اس کے لے جانے کی تاب آوے

---

کہاں تلک شب و روز آہ دردِ دل کہئے
ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے
ہوس تو دل میں ہمارے جگہ کرے لیکن
کہیں ہجوم سے اندوہ غم کی جا بھی ہے
گذار شہرِ وفا میں سمجھ کے کر سنبھلوں
کہ اس دیار میں "مہر" شکستہ پا بھی ہے

---

تھکا کرے ھے آنکھہ سے لوھو ھی روز و شب
چہرے پہ "مہر" چشم ھے یا کوئی گھاؤ ھے

---

جو سوچئے تو وہ مطلوب ہم ھی نکلے "مہر"
خراب پھرتے تھے جس کی طلب میں مدت سے

---

اے چرخ! نہ تو روز سیہ "میر" پہ لانا
بے چارہ وہ اک نعرہ زن نیم شبی ھے

---

دو سونپ دود دل کو، میرا کوئی نشاں ھے
ھوں میں چراغ کشتہ باد سحر کہاں ھے
روشن ھے جل کے مرنا پروانے کا و لیکن
اے شمع! کچھہ تو کہہ تو، تیرے بھی تو زباں ھے
بھڑکے ھے آتش گل اے ابر تر ترحم
گوشے میں گلستاں کے میرا بھی آشیاں ھے

---

لبریز جس کے حسن سے مسجد ھے اور دیر
ایسا بتوں کے بیچ، وہ اللہ کون ھے

---

بے طاقتی نے دل کی، آخر کو مار رکھا
آفت ہمارے جی کی آئی ہمارے گھر سے

دل کس بہ منزل آخر دیکھا تو راہ نکلی
سب یار جا چکے تھے آئے جو ہم سفر سے
آوارہ "مہر" شاید واں خاک ہو گیا ہے
اک گرد اوٹھ چلی ہے گاہ اس کی رہ گذر سے

---

فتراک سے نہ باندھے، دیکھے نہ تو تڑپنا
کس آرزو پہ کوئی تیرا شکار ہو رہے

---

رہی نہ پختگی عالم میں دور خامی ہے
ہزار حیف کمینوں کا چرخ حامی ہے

---

ناصح کو خبر کیا ہے لذت سے غم دل کی
ہے حق بہ طرف اس کے چکھے تو مزا جانے
لے جائے "مہر" اس کے دروازے کی مٹی بھی
اس درد محبت کی جو کوئی دوا جانے

---

ہنستے ہو، روتے دیکھ کر غم سے — چھیڑ رکھی ہے تم نے کیا ہم سے
تم جو دل‌خواہ خلق ہو، ہم کو — دشمنی ہے تمام عالم سے
مفت یوں ہاتھ سے نہ کھو ہم کو — کہیں پیدا بھی ہوتے ہیں ہم سے

---

نالۂ عجز نقص الفت ہے — رنج و محنت کمال راحت ہے
تا دم مرگ، غم خوشی کا نہیں — دل آزردہ گر سلامت ہے

رونا آتا ہے دم بہ دم شاید    کسو حسرت کی دل سے رخصت ہے
قتلے رہتے ہیں اس کے سائے میں    قد و قامت ترا قیامت ہے

قطعہ

تجھ کو مسجد ہے، مجھ کو میخانہ
واعظا اپنی اپنی قسمت ہے

قطعہ

تربت "میر" پر ہیں اہل سخن    ہر طرف حرف ہے حکایت ہے
تو بھی تقریب فاتحہ سے چل    بہ خدا واجب الزیارت ہے

---

"میر" میں جیتوں میں آؤں گا اسی دن، جس دن
دل نہ تڑپے گا مرا، چشم نہ بھر آوے گی

---

ہر چند ضبط کرئیے، چھپتا ہے عشق کوئی
گذرے ہے دل پہ جو کچھ، چہرے ہی سے عیاں ہے
از خویش رفتہ اس بن رہتا ہے "میر" اکثر
کرتے ہو بات کس سے وہ آپ میں کہاں ہے

---

اس دل جلے کی تاب کے لانے کو عشق ہے
فانوس کی سی شمع جو پردے میں جل سکے
کس کو ہے آرزوے رفاقت فراق میں
ایسا تو ہو کہ کوئی گھڑی جی سنبھل سکے

---

ہم ساری ساری رات رہے گریہ ناک لیک
مانند شمع داغ جگر کا نہ دھو سکے

---

آتش کے شعلہ سر سے ہمارے گذر گئے
بس اے تپ فراق کہ گرمی میں مر گئے

---

یہ راہ و رسم دل شدگاں گفتنی نہیں
جانے دے "مہر" صاحب و قبلہ جدھر گئے

---

دن کو نہیں ہے چین، نہ ہے خواب، شب مجھے
مرنا پڑا ضرور ترے غم میں اب مجھے
طوفاں بجائے اشک ٹپکتے تھے چشم سے
اے ابر تر دماغ تھا رونے کا جب مجھے
پوچھا تھا راہ جاتے کہیں ان نے "میر" کو
آتا ہے اس کی بات کا اب تک عجب مجھے

---

لوٹے ہے خاک و خون میں غیروں کے ساتھ "مہر"
ایسے تو نیم کشتہ کو ان میں نہ سانئے

---

مرے اس رک کے مر جانے سے وہ غافل ہے کیا جانے
گذرنا جان سے آساں، بہت مشکل ہے کیا جانے

---

کیا کروں شرح خستہ جانی کی
میں نے مر مر کے زندگانی کی
حال بد، گفتنی نہیں میرا
تم نے پوچھا تو مہربانی کی
جس سے کھوئی تھی نیند "میر" نے کل
ابتدا پھر وہی کہانی کی

---

کچھ تو کہہ وصل کی پھر رات چلی جاتی ہے
دن گذر جائیں ہیں پر بات چلی جاتی ہے

---

روز آنے پہ نہیں نسبت عشقی موقوف
عمر بھر ایک ملاقات چلی جاتی ہے
ایک ہم ہی سے تفاوت ہے سلوکوں میں "میر"
یوں تو اوروں کی مدارات چلی جاتی ہے

---

پہونچا تو ہو گا سمع مبارک میں حال "میر"
اس پر بھی جی میں آوے تو دل کو لگائیہ

---

کتنے دل سوختہ ہم جمع ہیں اے غیرت شمع
کر قدم رنجہ کہ مجلس ہے یہ پروانوں کی

---

میکدے سے تو ابھی آیا ہے مسجد میں "مہر"
ہو نہ لغزش کہیں، مجلس ہے یہ بھگانوں کی

---

نہیں وسواس جی گنوانے کے ہائے رے ذوق دل لگانے کے
میرے تغیر حال پر مت جا اتفاقات ہیں زمانے کے
دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا اور بھی وقت تھے بہانے کے

---

ٹک آنکھ بھی کھولی نہ زخود رفتہ نے اس کے
ہر چند کیا شور قیامت نے سرہانے

---

میں پاشکستہ جا نہ سکا قافلے تلک
آتی اگرچہ دیر صدائے جرس رہی
جوں صبح اِس چمن میں نہ ہم کھل کے ہنس سکے
فرصت رہی جو "مہر" بھی سو اک نفس رہی

---

تجھ بن آئے ہیں تنگ جینے سے مرنے کا انتظار رہتا ہے

---

آج کل بےقرار ہیں ہم بھی بیٹھ جا! چلنے ہار ہیں ہم بھی
منع گریہ نہ کر تو اے ناصح اس میں بےاختیار ہیں ہم بھی

---

غفلت میں گئی آہ مری ساری جوانی
اے عمر گذشتہ میں تیری قدر نہ جانی

مدت سے ہیں اک مشت پر، آوارہ چمن میں
نکلے ہے یہ کس کی ہوس بال فشانی

---

مر گیا کوہکن اسی غم میں    آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل ہے

---

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو اب وفا کر چلے
شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی
کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے
ہر اک چیز سے دل اٹھا کر چلے
کوئی نا اُمیدانہ کرتے نگاہ
سو تم ہم سے منہہ بھی چھپا کر چلے
جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی
حق بندگی ہم ادا کر چلے
پرستش کی یاں تک کہ اے بت تجھے
نظر میں سبھوں کے خدا کر چلے

---

نہ دیکھا غم دوستاں شکر ہے
ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے

---

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے "مہر"
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

---

اپنے تو ہونٹھ بھی نہ ہلے اس کے روبرو
رنجش کی وجہہ "مہر" وہ کیا بات ہو گئی

---

بغیر دل کے یہ قیمت ہے سارے عالم کی
کسو سے کام نہیں رکھتی جنس آدم کی
کوئی ہو محرم شوخی ترا تو میں پوچھوں
کہ بزم عیش جہاں، کیا سمجھ کے برہم کی
ہمیں تو باغ کی تکلیف سے معاف رکھو
کہ سیر و گشت نہیں رسم اہل ماتم کی
قفس میں "میر" نہیں جوش داغ سینے پر
ہوس نکالی ہے ہم نے بوی گل کے موسم کی

---

اب چھیڑ یہ رکھی ہے کہ عاشق ہے تو کہیں
القصہ خوش گذرتی ہے اس بدگمان سے

---

چاک پر چاک ہوا، جوں جوں سلایا ہم نے
اس گریباں ہی سے اب ہاتھ اُٹھایا ہم نے

---

سی ، چاک دل کہ چشم سے ناصح لہو تھمے
ہوتا ہے کیا ہمارا گریباں سیئے ہوئے
کافر ہوئے بتوں کي محبت میں "مہر" جی
مسجد میں آج آئے تھے قشقہ دے ہوے

---

ہم سے ، یہ راہ میں نے نکالی نجات کي
سجدہ اس آستاں کا کیا پھر وفات کی
ہم تو ہي اِس زمانے میں حیرت سے چپ نہیں
اب بات جا چکي ہے سبھي کائنات کي

---

کیوں کر بجھاؤ آتش سوزان عشق کي
اب تو یہ آگ دل سے جگر کو بھي جا لگی
کشتہ کا اس کے زخم نہ ظاہر ہوا کہ "مہر"
کس جائے اُس شہید کے تیغ جفا لگی

---

اخیر الفت یہي نہیں ہے کہ جل کے آخر ہوئے پتنگے
ہوا جو یاں کی یہ ہے تو یارو غبار ہوکر اُڑا کرو گے
ہم محبت سے "مہر" صاحب بہ تنگ ہوں میں فقیر ہو تم
جو وقت ہوگا کبھو مساعد تو میرے حق میں دعا کرو گے

---

گرئے سے داغ سینہ ، تازہ ہوئے ہیں سارے
یہ کشت خشک تو نے اے چشم پھر ہري کي

---

ہے یہ اندھیر' شہر میں خورشید
دن کو لے کر چراغ نکلے ہے

---

اس شہر دل کو تو بھی جو دیکھے تو اب کہے
کیا جانیے کہ بستي یہ کب کی خراب ہے

---

کیا کیا بیٹھے بگڑ بگڑ تم' پر ہم تم سے بنائے گئے
چپکے باتیں اوٹھائے گئے' سر گاڑے ویدھوں آئے گئے
اللہ رے یہ دیدہ درائي' ہوں نہ مکدر کیوں کر ہم
آنکھیں ہم سے ملائے گئے' پھر خاک میں ہم کو ملائے گئے
ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بھي حد ایک آخر ہوتي ہے
کشتے اس کی تیغ ستم کے گور تلک کب لائے گئے
مرنے سے کیا "میر" جی صاحب ہم کچھ خوش تھے کیا کرئے
جي سے ہاتھ اٹھائے گئے پر اُس سے دل نہ اُٹھائے گئے

---

اِدھر سے ابر اوٹھ کر جو گیا ہے
ہماری خاک پر بھي رو گیا ہے
مصائب اور تھے' پر دل کا جانا
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے
سرہانے "میر" کے کوئی نہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

---

عمر بھر ہم رہے شرابی سے
دل پر خوں کی اک گلابي سے
برقع اٹھتے ہي چاند سا نکلا
داغ ہوں اس کی بےحجابی سے
کام تھے عشق میں بہت پر "میر"
ہم ہي فارغ ہوئے شتابی سے

---

گر دل ہے یہی مضطرب الحال تو اے "مہر"
ہم زیر زمیں بھی، بہت آرام کریں گے

---

نکل آتے ہو گھر سے چاند سے یہ کیا طرح پکڑی
پہونچتا ہوں کبھو در پر ترے سو اس خرابی سے

---

آتے کبھو جو واں سے تو یاں رہتے تھے اداس
آخر کو "مہر" اس کی گلی ہی میں جا رہے

---

ہر صبح اٹھ کے تجھ سے، مانگوں ہوں میں تجھی کو
تیرے سوائے میرا کچھ مدعا نہیں ہے

---

ناتوانی سے اگر مجھ میں نہیں ہے جی تو کیا
عشق جو چاہے تو مردے سے بھی اپنا کام لے

---

پلکوں سے رفو ان نے کیا خاکِ دلِ "مہر"
کس زخم کو کس ناز سی کے ساتھ سیا ہے

---

لطف اس کے بدن کا کچھ نہ پوچھو
کیا جانئے ? جان ہے کہ تن ہے

---

کس کو خبر ہے کشتی تبا ہوں کے حال کی
تختہ مگر کنارے کوئی بہہ کے جا لگے

---

اسیر زلف کرے تھدئی کمند کرے
پسند اس کی ہے وہ جس طرح پسند کرے
ہمیشہ چشم ہے غم‌ناک ' ہاتھ دل پر ہے
خدا کسو کو نہ ہم سا بھی درد مند کرے

---

شوق ہم کو کھپائے جاتا ہے     جان کو کوئی کھائے جاتا ہے

---

جائے غیرت ہے خاک دان جہاں     تو کہاں منہ اُٹھائے جاتا ہے
دیکھ سیلاب اس بیاباں کا     کیا ہی سر کو جھکائے جاتا ہے

---

کعبے میں جاں بہ لب تھے ہم دوریٔ بتاں سے
آئے ہیں پھر کے یارو ! اب کے خدا کے یاں سے
کیا خوبی اس کے منہ کی اے غنچے نقل کر لی
تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے دہاں سے
اتنی بھی بدمزاجی ہر لحظہ '' میر '' تم کو
الجھاؤ ہے زمیں سے جھگڑا ہے آسماں سے

---

کی اس طبیب جاں نے تجویز مرگ عشق
آزار کی مناسب تدبیر کیا نکالی

دل بلد ہے ہمارا موج ہوائے گل سے
اب کے جلوں میں ہم نے زنجیر کیا نکالی

---

تاثیر ہے دعا کو فقیروں کی "میر" جی
تک آپ بھی ہمارے لئے ہاتھ اٹھائے

---

ہم آپ سے گئے سو الہی کہاں گئے
مدت ہوئی کہ اپنا ہمیں انتظار ہے
بس وعدۂ وصال سے کم دیجے مجھے فریب
آگے ہی مجھ کو تیرا بہت اعتبار ہے
کب تک ستم کبھو تو دلاسا بھی دیجئے
بالفرض "میر" ایسا ہی تقصیر وار ہے

---

شاید اب ٹکڑوں نے دل کے قصد آنکھوں کا کیا
کچھ سبب تو ہے جو آنسو آتے آتے تھم گئے
ربط صاحب خانہ سے مطلق بہم پہونچا نہ "میر"
مدتوں سے ہم حرم میں تھے پہ نا محرم گئے

---

کرتا ہے کب سلوک وہ اہل نیاز سے
گفتار اس کی کبر سے، رفتار ناز سے
خاموش رہ سکے نہ تو بڑھ کر بھی کچھ نہ پوچھ
سر شمع کا کٹے ہے زبان دراز سے

---

جي رشک سے گئے جو اُدھر کو صبا چلی
کیا کہئے آج صبح عجب کچھ ہوا چلي

---

کوئی آب زندگی پیتا ہے یہ زہراب چھوڑ
خضر کو ہنستے ہیں سب مجروح خنجر کے ترے

---

کار دل اس مہہ تمام سے ہے
کاہش اک روز مجھ کو شام سے ہے
کوئي تجھ سا بھی کاش تجھ کو ملے
مدعا ہم کو انتقام سے ہے

---

کوئی بھي ''میر'' سے دل ریش سے یوں دور پھرتا ہے
ٹک اس درویش سے مل چل کہ تجھ کو کچھ دعا دے دے

---

ہشیار کہ ہے راہ محبت کی خطرناک
مارے گئے ہیں لوگ بہت بے خبري سے

---

کچھ کرو فکر مجھ دوانے کي
دھوم ہے پھر بہار آنے کي
تیز یونہیں نہ تھي سب آتش شوق
تھی خبر گرم اس کے آنے کی

---

قطعہ

جو ہے سو پائمال غم ہے ''مہر'' چال بے ڈول ہے زمانے کی

---

اب تو ہم ہو چکتے ہیں ٹک تیرے ابرو خم ہوتے

کیا کیا رنج اٹھاتے تھے، جب جی میں طاقت رکھتے تھے

---

دین و مذہب عاشقوں کا قابل پرسش نہیں

یے ادھر سجدہ کریں ابرو جدھر اس کے لیے

---

طپش سے رنگ اڑ جاوے قلق سے جان گھبرا وے

دیا ہے دل الٰہی ہم کو یا کوئی ؟

---

دلوں کو کہتے ہیں ہوتی ہے راہ آپس میں

طریق عشق بھی عالم سے کچھ نرالا ہے

ہزار بار گھڑی بھر میں '' مہر '' مرتے ہیں

انھوں نے زندگی کا ڈھب نیا نکالا ہے

---

دل دھڑکے ہے جاتے کچھ بتخانے سے کعبے کو

اس راہ میں پیش آوے کیا ہم کو خدا جانے

---

چھاتی جلا کرے ہے' سوز دروں بلا ہے
ایک آگ سی لگی ہے' کیا جانیے کہ کیا ہے

---

ہمارا تو ہے اصل مدعا تو
خدا جانے ترا کیا مدعا ہے
تماشا کردنی ہے داغ سینہ
یہ پھول اس تختے میں تازہ کھلا ہے
کب اس بیگانہ خو کو سمجھے عالم
اگرچہ یار عالم آشنا ہے
نہ عالم میں ہے نے عالم سے باہر
یہ سب عالم سے عالم ہی جدا ہے
لگا میں گرد سر پھرنے تو بولا
تمہارا "میر" صاحب سر پھرا ہے

---

افراط شتیاق میں سمجھے نہ اپنا حال
دیکھے میں سوچ کر کے تو اب ہم بھی ہوچکے

---

شور بازار میں ہے یوسف کا
وہ بھی آنکلے تو تماشا ہے
ٹک گریباں میں سر کو ڈال کے دیکھ
دل بھی دامن وسیع صحرا ہے

---

کیا کف دست ایک میداں تھا بیاباں عشق کا
جان سے جب اس میں گزرے تب ہمیں راحت ہوئی

---

ہم "میر" تیرا مرنا کیا چاہتے تھے لیکن
رہتا ہے ہوئے بن کب ؟ جو کچھ کہ ہوا چاہے

---

هم طور عشق سے تو واقف نہیں ہیں لیکن
سینے میں جیسے کوئی دل کو ملا کرے ہے
کیا کہیئے داغ ہے دل ' ٹکڑے جگر ہے سارا
جانے وہی جو کوئی ظالم وفا کرے ہے

---

گرم آکے ایک دن وہ ' سینہ سے لگ گیا تھا
تب سے ہماری چھاتی ہر شب جلا کرے ہے
کیا جانے کیا تمنا رکھتے ہیں یار سے ہم
اندوہ ایک جی کو اکثر رہا کرے ہے
ایک آفت زماں ہے یہ '' میر'' عشق پیشہ
پردے میں سارے مطلب اپنے ' ادا کرے ہے

---

جاناں کی رہ سے آنکھیں ' جس تس کی لگ رہی ہیں
رفتہ ہیں لوگ سارے یاں پاؤں کے نشاں کے
خمیازہ کش رہے ہے اے '' میر '' شوق سے تو
سینے کے زخم کے ' کہہ! کیوں‌کر رہیں گے ٹانکے

---

جفا اس کی نہ پہونچی انتہا کو دریغا عمر نے کی بے وفائی

---

کیا جانیئے کہ عشق میں خوں ہوگیا کہ داغ
چھاتی میں اب تو دل کی جگہہ ایک درد ہے

---

هم نہ کہتے تھے رہے گا ہم میں کیا یاں سے گئے
سو ہي بات آئي ، اُٹھے اس پاس سے ، جاں سے گئے
جي تو اس کی زلف میں' دل کاکل پیچاں میں ''میر''
جا بھي نکلے اس گلی تو ہم پریشاں سے گئے

---

ہائے کس خوبی سے آوارہ رہا ہے مجنوں
ہم بھي دیوانے ہیں اس طور کے دیوانے کے
آہ ! کیا سہل گذر جاتے ہیں جی سے عاشق
ڈھب کوئي سیکھ لے اِن لوگوں سے مرجانے کے
کاہے کو آنکھیں چھپاتے ہو یہي ہے کر چال
ایک دو دن میں نہیں ہم بھی نظر آنے کے

---

کبھو " میر " اس طرف آکر جو چھاتي کوت جاتا ہے
خدا شاہد ہے اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے

---

مستی میں جا و بے جا مدنظر کہاں ہے
بے خود ہیں اس کی آنکھیں ان کو خبر کہاں ہے
اٹھنے کي ایک ہوس ہے ہم کو قفس سے ورنہ
شایستۂ پریدن ، بازو میں پر کہاں ہے

---

یاران دیر و کعبہ ، دونوں بلا رہے ہیں
اب دیکھیں " میر " اپنا جانا کدھر بنے ہے

---

رکھنا تمہارے پاؤں کا کھوتا ہے سر سے ہوش
یہ چال ہے تو اپنی کسے پھر خبر رہے

---

وے دن گئے کہ پھروں کرتے نہ ذکر اس کا
اب نام یار اپنے لب پر گھڑی گھڑی ہے
آتش سی پھک رہی ہے سارے بدن میں میرے
دل میں عجب طرح کی چنگاری آپڑی ہے

---

ریجھنے ہی کے ہے قابل یار کی ترکیب "میر"
واہ وا رے چشم‌وابرو ، قد و قامت ہائے رے

---

رشتہ کیا ٹھہرے گا یہ جیسے کہ مونازک ہے
چاک دل پلکوں سے مت سی کہ رفو نازک ہے

---

چھاتی کے داغ یکسر آنکھوں سے کھل رہے ہیں
دیکھیں ابھی محبت کیا کیا ہمیں دکھاوے

---

آسماں شاید ورے کچھ آگیا
رات سے کیا کیا رکا جاتا ہے جی

---

کیا جانئے کہ چھاتی جلے ہے کہ داغ دل
اک آگ سی لگی ہے کہیں، کچھ دھواں سا ہے

---

مزاجوں میں پاس آگئی ہے ہمارے
نہ مرنے کا غم ہے، نہ جینے کی شادی
نہ ہو عشق کا شور تا "مہر" ہرگز
چلے بس تو شہروں میں کرے منادی

---

باؤلے سے جب تلک بکتے تھے سب، کرتے تھے پیار
عقل کی باتیں کیں، کیا ہم سے نادانی ہوئی

---

جنوں کا عبث میرے مذکور ہے
جوانی دوانی ہے، مشہور ہے
گدا، شاہ دونوں ہیں دل باختہ
عجب عشق بازی کا دستور ہے
نیاز اپنا جس مرتبے میں ہے یاں
اسی مرتبے میں وہ مغرور ہے
گیا شاید اس شمع رو کا خیال
کہ اب "مہر" کے ماہ پہ کچھ نور ہے

---

بے خودی یہ ہے تو ہم آپ میں اب آچکے
کیا تمھیں یاں سے چلے جاتے ہو ہم بھی جا چکے

---

کسی سحر ہم نے سینۂ یکسر فگار کی
اس تختے نے بھی اب کے قیامت بہار کی

آنکھیں غبار لائیں مری انتظار میں
دیکھوں تو گرد کب اُٹھے اس رہ گزار کی
مقدور تک تو ضبط کروں ہوں پہ کیا کروں
منھ سے نکل ہی جاتی ہے اک بات پیار کی
کیا جانوں چشم ترسے اُدھر دل پہ کیا ہوا
کس کو خبر ہے "مہر" سمندر کے پار کی

---

اب حوصلہ کرے ہے ہمارا بھی تنگیاں یاں
جانے بھی دو بتوں کے تئیں کیا خدا ہوں یہ

---

تھا ملک جن کے زیر نگیں صاف مٹ گئے
تم اس خیال میں ہو کہ نام و نشاں رہے
اک قافلے سے گرد ہماری نہ تک اُٹھی
حیرت ہے "مہر" اپنے تئیں ہم کہاں رہے

---

رہتے رہتے منتظر، آنکھوں میں جی آیا ندان
دم غنیمت جان اب مہلت کوئی دم اور ہے
جی تو جانے کا ہمیں اندوہ ہی ہے ایک "مہر"
حشر کو اُٹھنا پڑے گا پھر یہ اک غم اور ہے

---

الٰہی کہاں منھ چھپایا ہے تو نے
ہمیں کھو دیا ہے تری جستجو نے

جو خواهش نه هوتي تو کاهش نه هوتی
همیں جي سے مارا تری آرزو نے
مداوا نه کرتا تها مشفق همارا
جراحت جگر کے لگے دکھنے دونے
تري چال ٹهیر هي تری بات رکهي
تجهے "میر" سمجها هے یاں کم کسو نے

---

جی گیا اس کے ٹهر کے همراه    تهي ا تواضع ضرور مهماں کي
پهوڑ ڈالیں گے سر هی اس در پر    مدت اٹهتی نهیں هے درباں کي
آدمی سے ملک کو کیا نسبت    شان ارفع هے "میر" انساں کي

---

یه رات هجر کی یاں تک تو دکهه دکهاتي هے
که صبح شکل مري سب کو بهول جاتي هے

---

کوفت سے جان لب په آئی هے    هم نے کیا چوٹ دل په کهائي هے
لکهتے رقعه ' لکهے گئے دفتر    شوق نے بات کیا بڑهائي هے
یاں هوے خاک سے برابر هم    واں وهی ناز خود نمائي هے

---

سجده کوئی کرے تو در یار پر کرے
هے جاے پاک شرط عبادت کے واسطے

---

قصد ہے کعبہ کا لیکن سوچ ہے
کیا ہے منھ جو اس کے در پر جائیے

---

گردش میں جو ہیں "مہر" مہ و مہر ستارے
دن رات ہمیں رہتی ہے یہ چشم نمائی

---

خوبی سے نداں اس کی سب صورتیں یاں بگڑیں
وہ زلف بلی دیکھی سب بن گئے سودائی

---

آبِ حسرت آنکھوں میں اس کی تو میدانہ پھرنا تھا
"مہر" نے شاید خواہش دل کی آج کوئی پھر رخصت کی

---

بتانِ دیر سے ایسی نہیں لاگ
خداہی ہو تو کعبہ "مہر" جاوے

---

نہ یک شیخ اتنا بھی واہی تباہی
کہاں رحمت حق کہاں یہ گناہی

---

پتا پتا ، بوٹا بوٹا ، حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے، باغ تو سارا جانے ہے

---

آنا ادھر اس بت کا ' کہا میری کشش سے ہے
ہو موم جو پتھر تو ' تائید خدا کی ہے

داماں دراز اس کا جو صبح نہیں کھینچا
اے "مہر" یہ کوتاہی سب دست دعا کی ہے

---

شکایت کروں ہوں تو سونے لگے ہے
مری سر گذشت اب ہوئی ہے کہانی

---

عالم عالم عشق و جنوں' ہے دنیا دنیا تہمت ہے
دریا دریا روتا ہوں میں' صحرا صحرا وحشت ہے

---

آنسو ہو کر خون جگر کا ' بے تابانہ آیا تھا
شاید رات شکیبائی کی جلد بہت کچھ رخصت تھی

---

دل بھی بھرا رہتا ہے میرا' جی بھی رندھا کچھ جاتا ہے
کیا جانوں میں روؤں گا کیا ؟ دریا چڑھتا آتا ہے

عشق و محبت کیا جانوں میں ؟ لیکن اتنا جانوں ہوں
اندر ہی اندر سینے میں میرے' دل کو کوئی کھاتا ہے

عاشق اپنا جان لیا ہے اُن نے شاید "میر" ہمیں
دیکھ بھری مجلس میں اپنی' ہم ہی سے شرماتا ہے

---

گردش دلوں کی کم نہ ہوئی کچھ کوئے ہوئے
روزے رکھے غریبوں نے تو دن بڑے ہوئے

بیمار امیدوار ہے، بستر پہ اپنے ہم

دروازے ہی کے اور تکے ہیں پڑے ہوئے

---

گلستاں کے ہیں دونوں پلے بھرے

بہار اِس طرف، اُس طرف ابر ہے

---

آنکھوں کی کچھ حیا تھی، سو موند لیں ادھر سے

پر دہ جو رہ گیا تھا وہ بھی اُٹھا دیا ہے

---

سر کسو سے فرو نہیں آتا

حیف بندے ہوے خدا نہ ہوے

کیسا کیسا قفس سے سر مارا

موسم گل میں ہم رہا نہ ہوئے

میں نہ گردن کٹائی جب تک "مہر"

عشق کے مجھ سے حق ادا نہ ہوے

---

دیکھئے کیا ہو سانجھ تلک احوال ہمارا ابتر ہے

دل اپنا تو بجھا سا دیا ہے جان چراغ مضطر ہے

تاب و توان کا حال وہی ہے، آج تلک ہم جیتے ہیں

تم پوچھو تو اور کہیں کیا؟ نسبت کل کے بہتر ہے

---

تسبیحیں ٹوٹیں، خرقے، مصلے، پھٹے چلے
کیا جانے خانقاہ میں، کیا "میر" کہہ گئے

---

جی کے لگنے کی "میر" کچھ، کہ بھی
ہے وہی بات جس میں ہو تہ بھی

---

شائستہ غم و ستم یار ہم ہوئے
عاشق کہاں ہوئے کہ گنہگار ہم ہوئے
جی کھینچ کیا اسیر قفس کی فغاں کے اور
تھی چوٹ اپنے دل کو گرفتار ہم ہوئے
ہوتا نہیں ہے بے خبری کا مآل خوب
افسوس ہے کہ دیر خبردار ہم ہوئے

---

تعارف کیا رہا اہل چمن سے — ہوئی اک عمر میں اپنی رہائی
کہاں کا بے ستون فرہاد کیسا — یہ تھی سب عشق کی زور آزمائی
جفا اُٹھتی، وفا جو عمر کرتی — سو، کی اس رفتنی نے بے وفائی
پھر آنا گھر سے اپنا نہ ہوگا — اب اس کے گھر کی ہم نے راہ پائی

---

ان دونوں صورتوں میں، مشکل اب نباہ کی ہے
یا صبر ہم کو آوے یا رحم اُس کو آوے
کچھ زخم کھل چلے کچھ داغ کھل رہے ہیں
اب کی بہار دیکھیں کیا کیا شگوفے لاوے

بہار آئی نکالو مت مجھے اب کے گلستاں سے
مرا دامن بھی تو باندھو دو گل کے گریباں سے
خدا جانے کہ دل کس خانہ آباداں کو دے بیٹھے
کھڑے تھے ''میر'' صاحب گھر کے دروازے پہ حیراں سے

---

موسم گل تلک رہے گا کون ۔ چبھتے ہی دل کو خار خار رہے
وصل یا ہجر کچھ ٹھہر جاوے ۔ دل کسو اپنے اگر قرار رہے
دل لگے پر رہا نہیں جاتا ۔ رہے اپنا جو اختیار رہے

---

یوں جلوں کرتے جو یاں سے ہم گئے
تو یہاں مجلسوں بیاباں سے گئے

---

پلکوں کی اس کی جلدیں جاتی نہیں نظر سے
کانٹے سے اپنے دل میں رہتے ہیں کچھ کھٹکتے
ہوتا تھا گاہ گاہے محسوس درد آگے
اب دل ، جگر ، ہمارے پھوڑے سے ہیں ٹپکتے

---

غم مرگ سے ، دل جگر ریش ہے
عجب مرحلہ ہم کو درپیش ہے
ہمیں کہا جو ہے '' میر '' بے ہوش سا
خدا جانے یہ کیا ہے ؟ درویش ہے

گوش ہر اک کا اسي کي اور ہے
کیا قیامت کا شور ہے

آشنا ہو اس سے ہم ' مر مر گئے آیندہ '' مہر ''
جیتے رہئے تو کسو سے اب نہ یاري کیجئے

آیندہ دار اسي کے' پاتے ہیں شمس جہت کو
دیکھیں تو منہ دکھاوے' وہ کام جاں کدھر سے
جب گوش زدہ ہو اس کے تب بے دماغ ہو وہ
بس ہوچکي توقع اب نالۂ سحر سے

چاہیے کس سے تیری داد ستم
کاش انصاف اپنے دل میں کرے

چلے ہم ' اگر تم کو اکراہ ہے فقیروں کي اللہ اللہ ہے

خواہش بہت جو ہو تو کاہش ہے جان و دل کي
کیجئے نہ کر ان دنوں میں ' اے ''مہر'' چاہ کو بھي

بے تابي ' جو دل ہر گھڑي اظہار کرے ہے
اب دیکھوں مجھے کس کا گرفتار کرے ہے

کچھ میں بھی عجب جنس ہوں بازار جہاں میں
سوناز مجھے لیکے خریدار کرے ہے
کیوں کر نہ ہو تم "مہر" کے آزار کے درپے
یہ جرم ہے اس کا کہ تمھیں پیار کرے ہے

---

دشمنوں کے رو بہ رو دشنام ہے
یہ بھی کوئی لطف بے هنگام ہے
عشق کی ہے راہ کیا مشکل گزر
سر کا جانا جس میں هر اک گام ہے
روز و شب پھرتا ہوں اس کوچہ کے گرد
کیا کہوں ؟ کیا گردش ایام ہے

---

اس کا غضب سے نامہ نہ لکھنا تو سہل ہے
لوگوں کے پوچھنے کا کوئی کیا جواب دے

---

بہ رنگ طائر نو پر' ہوئے آوارہ ہم اوتھ کر
کہ پھر پائی نہ ہم نے راہ اپنے آشیانے کی

---

تیرے بیمار کی بالیں پہ جاکر' ہم بہت روے
بلا حسرت کے ساتھ اس کی نگاہ واپسی دیکھی

---

بے طاقتی دل سے میری جان ہے لب پر
تم ٹھہرو کوئی دم' تو مرا جی بھی ٹھہر جائے

جاتا ہے جدھر منزل مقصود نہیں وہ
آوارہ جو ہو عشق کا، بیچارہ کدھر جائے
اس زلف کا ہر بال رگ جان ہے اپنی
یاں جی بھی بکھرتا ہے صبا وہ جو بکھر جائے

---

بتوں کے جرم الفت پر، ہمیں زجرو ملامت ہے
مسلماں بھی خدا لگتی نہیں کہتے قیامت ہے
پئے دارو، پڑے پھرتے تھے کل تک "مہر" کوچوں میں
اُنھیں کو، مسجد جامع کی دیکھی آج خدمت ہے

---

خدا کرے مرے دل کو تک اک قرار آوے
کہ زندگی تو کروں جب تلک کہ یار آوے
ہمیں تو ایک گھڑی، گل بغیر دوبھر ہے
خداھی جانے کہ اب کب تلک بہار آوے
اُٹھے بھی گرد رہ اِس کی کہیں، تو لطف ھی کیا
جب اِنتظار میں آنکھوں ھی پر غبار آوے
تمہارے جوروں سے اب حال جائے عبرت ہے
کسی سے کہئے تو اس کو نہ اِعتبار آوے

---

دل کی بیماری سے طاقت طاق ہے
زندگانی اب تو کرنا شاق ہے
دم شماری سی ہے رنج قلب سے
اب حساب زندگی بے باق ہے

مت پڑا رہ دیر کے ٹکڑوں پہ "میر"
اٹھ کے کعبہ چل ' خدا رزاق ہے

---

بات کیا آدمی کی بن آئی    آسماں سے زمین نپوائی

---

دست افشاں' پائے کوباں' شوق میں
صومعے سے "میر" بھی باہر گئے

---

واعظ ناکس کی باتوں پر ' کوئی جاتا ہے "میر"
آؤ میخانے چلو ' تم کس کے کہنے پر گئے

---

خستہ ہوا اپنا کوئی پھر بھی گلے سے لگاتے ہیں
وحشت ایک تمہیں کو دیکھی اپنے سینہ فگاروں سے

---

کچھ نہیں اور دیکھے ہیں کیا کیا
خواب کا سا ہے یاں کا عالم بھی
کھپ ہی جاتا ہے آدمی اے "میر"
آفت جاں ہے عشق کا غم بھی

---

باغ میں سیر ' کبھو ہم بھی کیا کرتے تھے
روش آب رواں پھلے پھرا کرتے تھے

اب تو بے تابی دل نے ہمیں بٹھلا ہی دیا
آگے رنج و تعب شوق ' اٹھا کرتے تھے

---

کیسا کیسا عجز ہے اپنا' کیسے خاک میں ملتے ہیں
کیا کیا ناز و ادا اس کو ہے ' کیا کیا بے پروائی ہے

---

کیا ابر رحمت اب کے برستا ہے لطف سے
طاعت گزیں جو ہو سو گنہگار ہو کوئی
یکساں ہوئے ہیں خاک سے پامال ہوکے ہم
کیا اور اس کی راہ میں ہموار ہو کوئی

---

معشوقوں کی گرمی بھی' اے "مہر" قیامت ہے
چھاتی میں گلے لگ کر ٹک آگ لگاویں گے

---

لہو' میری آنکھوں میں آتا نہیں
جگر کے مگر زخم سب بھر گئے

---

ہمیں ہے عشق میں جینے کا کچھ خیال نہیں
وگرنہ سب کے تئیں جان اپنی پیاری ہے

---

یوں تو ایک قطرہ خون ہے لیکن قہر ہے دل' جو اضطراب کرے
"مہر" اٹھ بت کدے سے کعبے گیا کیا کرے جو خدا خراب کرے

---

عشق کیا ہے جب سے ہم نے ' دل کو کوئی ملتا ہے
اشک کی سوخی' زردیء چہرہ' کیا کیا رنگ بدلتا ہے

---

ہماری جان لبوں پر سے' سوے گوش گئی
کہ اس کے آنے کی سن کر' کچھ اب بھی یہاں پاوے

---

اس رفتہ کی جاں بخشی تک آتے ہوے اس کے
رکھتے ہی قدم مجھ میں پھر جاں گئی' آئی

---

کیا ہوتا جو پاس اپنے اے " مہر ' تجھ سے آجاتے
عاشق تھے ' درویش تھے آخر ' بے کس بھی تھے' تنہا تھے

---

راہ جاناں سے ہے گزر مشکل جان ہی سے کری مگر گزرے

---

درد دل طول سے کہے عاشق روبہ رو' اس کے جو کہا بھی جائے

---

اس دشت سے غبار ہمارا نہ ٹک اٹھے
ہم خانماں خراب نہ جانا کدھر رہے

---

رہنا گلی میں جیتے جی ' اس کی نہ ہوسکا
ناچار ہوکے واں جو گئے اب' سو مر رہے

---

بدنامی کیا عشق کی کہئے ' رسوائی سی رسوائی ہے
صحرا صحرا وحشت بھی تھی ' دنیا دنیا تہمت تھی

---

کہنا جو کچھ جس سے ہوگا ' سامنے "مہر" کہا ہوگا
بات نہ دل میں پھر گئی ہوگی ' منہ پر مہرے آئی ہوئی

---

حسرتیں اس کی سر پٹکتی ہیں    مرگ فرہاد ' کیا کیا تو نے

---

مہمان نہ آئیے کا اس کو ' نہ ہے گھر کا
کیا جانئے اب روے دل یار کدھر ہے
اے شمع! اقامت کدہ اس بزم کو مت جان
روشن ہے ترے چہرے سے تو گرم سفر ہے
اس عاشق دیوانہ کی مت پوچھ معیشت
دنداں بہ جگر ' دست بہ دل ' داغ بہ سر ہے

---

کیا ہی دامن‌گیر تھی ' یا رب! خاک بسمل گاہ وفا
اس ظالم کے تیغ تلے سے ایک گیا تو دو آئے

---

جوں ابر ' بے کسانہ روتے اٹھے ہیں گھر سے
برسے ہے عشق اپنے دیوار اور در سے
شاید کہ وصل اس کا ہووے تو جی بھی ٹھہرے
ہوتی نہیں ہے اب تو تسکین دل ' خبر سے

گلشن سے لے قفس تک ' آواز ایک سی ہے
کیا طائر گلستاں ہیں نالہ کش اثر سے
یہ عاشقی ہے ایسی ' جیؤ گے یار کب تک
ترک وفا کرو ہو مرنے کے "مہر" ڈر سے

---

برسوں ہم درویش رہے ' پردے میں دنیا داری کے
ناموس اس کے ' کیوں کہ رہے ' یہ پردا جن نے اٹھایا ہے

---

چلتے ہوے تسلی کو کچھ یار کہہ گئے
اس قافلے میں ہم بھی تھے' افسوس رہ گئے

---

کیسی سعی و کوشش سے' ہم کعبہ گئے بت‌خانے سے
اُس گھر میں کوئی بھی نہ تھا ' شرمندہ ہوے ہم جانے سے

---

اپنی نیاز تم سے اب تک بتاں رہی ہے
تم ہو خداے باطل ' ہم بندے ہیں تمھارے
ٹھہرے ہیں ہم تو مجرم تک پیار کرکے تم کو
تم سے بھی کوئی پوچھے تم کیوں ہوے پیارے
چپکا چلا گیا میں آزردہ ہو چمن سے
کس کو دماغ اتنا بلبل کو جو پکارے

---

کیا رات دن کٹے ہیں ہجراں کے ' بےخودی میں
سدھ اپنی " میر " اس بن ' دو دو پہر نہ آئی

---

اتفاق ان کا مار ڈالے ھے ناز و انداز کو جدا کرئیے

---

دل میں گرہ لگی رھی پرواز باغ کی
موسم گلوں کا جب تئیں تھا ' ہم اسیر تھے

---

مر گئے عشق میں نازک بدنوں کے آخر
جاں کا بھی دینا محبت کی گلہ گاری ھے

---

وائے وہ طائر بے بال ھوس ناک جسے
شوقِ گل‌گشت گلستاں میں گرفتاری ھے
آنکھ ' مستی میں کسو پر نہیں پڑتی اس کی
یہ بھی اس سادۂ پرکار کی ھشیاری ہے
واں سے جز ناز و تبختر نہیں کچھ یاں سے "میر"
عجز ہے دوستی ھے ' عشق ھے ' غم خواری ہے

---

بلدے کا دل بجا ھے ' جانا ہوں شاد ھر جا
جب سے سنا ہے میں نے ' کیا غم ھے جو خدا ھے

---

مقصود کو دیکھیں پہونچے کب تک

گردش میں تو آسماں بہت ہے

اکثر پوچھے ہے جیتے ہیں "میر"

اب تو کچھ مہرباں بہت ہے

---

آشوب ہجر ہستی، کیا جانئے ہے کب سے

موج و حباب اُٹھ کر لگ جاتے ہیں کنارے

کوئی تو تھا طرف پر آواز دی نہ ہم کو

ہم بےقرار ہو کر چاروں طرف پکارے

---

عشق ہمارا درپے جاں ہے کیسی خصومت کرتا ہے

چین نہیں دیتا ہے ظالم، جب تک عاشق مرتا ہے

شاید لمبے بال اس مہ کے بکھر گئے تھے باد چلے

دل تو پریشاں تھا ہی میرا، رات سے جی بھی بکھرتا ہے

---

نالہ جب گرم کار ہوتا ہے دل، کلیجے کے پار ہوتا ہے

جبر ہے، قہر ہے، قیامت ہے دل جو بے اختیار ہوتا ہے

---

"میر" اتنی سماجت جو بندوں سے تو کرتا ہے

دنیا میں مگر تیرا اللہ نہیں کوئی

---

یاد زلف یار، جی مارے ہے "مہر"

سانپ کے کاٹے کی سی یہ لہر ہے

---

موسم گل میں توبہ کی، واعظ کہ میں کہلی سے

اب جو رنگ بہار کے دیکھے، شرمندہ ہوں ندامت ہے

---

نہ تو جذب رسا، نہ بخت رسا کیوں کر کہئے کہ واں رسائی ہے

میں نہ آتا تھا باغ میں اس بن مجھ کو بلبل پکار لائی ہے

عشق دریا ہے ایک لنگر دار تھہ کسو نے نہ اس کی پائی ہے

بے ستوں کوہکن نے کیا توڑا عشق کی زور آزمائی ہے

---

تیرے بندے ہم ہیں، خدا جانتا ہے

خدا جانے تو ہم کو کیا جانتا ہے

نہیں عشق کا درد لذت سے خالی

جسے ذوق ہے وہ مزا جانتا ہے

بلا شور انگیز ہے چال اس کی

اسی طرز کو خوش نما جانتا ہے

مرے دل میں رہتا ہے تو ہی، تبھی تو

جو کچھ دل کا ہے مدعا، جانتا ہے

---

بدی میں بھی کچھ خوبی ہووے گی تب تو

برا کرکے تو وہ بھلا جانتا ہے

نہیں اتحاد تن و جان سے واقف
ہمیں یار سے جو جدا جانتا ہے

---

اس گلی سے جو اٹھ گئے بے صبر  "میر" گویا کہ وے جہاں سے گئے

---

عشق میں ہم نے جان کنی کی ہے
کیا محبت نے دشمنی کی ہے

---

قافلہ لٹ گیا جو آنسو کا
عشق نے "میر" رہزنی کی ہے

---

وصف اس کا باغ میں کرنا نہ تھا
گل ہمارا اب گریباں گیر ہے

---

دل غم سے خوں ہوا تو بس اب زندگی ہوئی
جان امید وار سے شرمندگی ہوئی

---

بال و پر بھی گئے بہار کے ساتھ
اب توقع نہیں رہائی کی
جور اس سنگدل کے سب نہ کھنچے
عمر نے سخت بے وفائی کی
نسبت اس آستاں سے کچھ نہ ہوئی
برسوں تک ہم نے جبہہ سائی کی

"میر" کی بندگی میں جاں بازی
سیر سی ہو گئی خدائی کی

---

ہم آپ سے جو گئے ہیں گئے ہیں مدت سے
الہٰی اپنا ہمیں کب تک انتظار رہے
نہ کرئے گریۂ بے اختیار ہرگز "میر"
جو عشق کرنے میں دل پر کچھ اختیار رہے

---

جس آنکھ سے دیا تھا اُن نے فریب دل کو
اُس آنکھ کو جو دیکھو اب آشنا نہیں ہے

---

وہ اب ہوا ہے اتنا کہ جور و جفا کرے
افسوس ہے جو عمر نہ میری وفا کرے
مستی شراب کی سی ہے یہ آمد شباب
ایسا نہ ہو کہ تم کو جوانی نشا کرے

---

پھرتے ہیں "میر" خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

---

گل نے بہت کہا کہ چمن سے نہ جائیے
گل گشت کو جو آئیے آنکھوں پہ آئیے
میں بے دماغ کرکے تغافل چلا گیا
وہ دل کہاں کہ ناز کسو کے اٹھائیے

صحبت عجب طرح کی پڑی اتفاق ہائے
کھو بیٹھئے جو آپ کو تو اس کو پائیے

دل میں مسودے تھے بہت، پر حضور یار
نکلا نہ ایک حرف بھی میری زبان سے

پھرا کرتے ہیں خوار گلیوں میں ہم
کہاں تک یہ بے اعتباری رہے

یارب رکھیں گے پنبہ و مرہم کہاں کہاں
سوز دروں سے ہاے بدن داغ داغ ہے

گھر کو اس کے خراب ہی دیکھا    جس کے یہ چشم و دل مشیر ہوئے

آؤ کبھو تو پاس ہمارے بھی ناز سے
کرنا سلوک خوب ہے اہل نیاز سے
کرتا ہے چھید چھید ہمارا جگر تمام
وہ دیکھنا ترا مژۂ نیم باز سے

اب کی دل، ان سے بچ گیا تو گیا    چور جاتے رہے کہ اندھیاری
کیوں نہ ابر بہار پر ہو رنگ    برسوں دیکھی ہے میری خوں‌باری

دوستی نے تو ہماری جاں‌گدازی خوب کی
آہ اس دشمن نے یہ عاشق نوازی خوب کی

---

اس سخن رس سے اگر شب کی ملاقات رہے
بات رہ جائے نہ یہ دن رہیں' نے رات رہے

---

سہرے کہاں تک پڑیں' آنسوؤں کے چہرے پر
گر یہ گلے کا ہار دیکھیے کب تک رہے
اس سے تو عہدو قرار کچھ بھی نہیں درمیاں
دل ہے مرا بے قرار دیکھئے کب تک رہے
آنکھیں تو پتھرا گئیں تکتے ہوئے اس کی راہ
شام و سحر انتظار دیکھیے کب تک رہے
گیسوؑ و رخسار یار آنکھوں ہی میں پھرتے ہیں
"میر" یہ لیل و نہار دیکھئے کب تک رہے

---

بہت نا مہرباں رہتا ہے یعنی
ہمارے حال پر کچھ مہرباں ہے
ہمیں جس جا پہ کل غش آگیا تھا
وہیں شاید کہ اس کا آستاں ہے
اسی کا دم بھرا کرتے رہیں گے
بدن میں اپنے جب تک نیم جاں ہے

غنچہ ہے سر پہ داغ سودا کا
دیکھیں کب تک یہ گل بہار کرے

---

پڑتا ہے پھول برق سے گلزار کی طرف
دھڑکے ہے جی قفس میں غم آشیاں سے
آنکھوں میں آکے دل سے نہ ٹھہرا تو ایک دم
جاتا ہے کوئی دید کے ایسے مکاں سے

---

فردیات

کیا کہیے عشق، حسن کی آپ ہی طرف ہوا
دل تمام قطرہ خون یہ، ناحق تلف ہوا

---

مئے گلگوں کے بو سے بس کہ مے خانہ مہکتا تھا
لب ساغر پہ منہ رکھ رکھ کے ہر شیشہ بھبکتا تھا

---

جبکہ تابوت مرا جائے شہادت سے اٹھا
شعلۂ آہ، دل گرم محبت سے اٹھا

---

گرچہ امید اسیری پہ یہ ناشاد آیا
دام صیاد کا ہوتے ہی خدا یاد آیا

---

یک پارہ جیب کا بھی ' بجا میں نہیں سیا
وحشت میں جو سیا سو کہیں کا کہیں سیا

---

خاک سے ''میر'' کیوں نہ یکساں ہو
مجھ پہ تو آسمان ٹوٹا ہے

---

وصل کی جب سے گئی ہے چھوڑ دلداری مجھے
ہجر کی کرنی پڑی ہے نازبرداری مجھے
میں گریباں پھاڑتا ہوں وہ سلا دیتا ہے ''میر''
خوش نہیں آتی نصیحت گر کی غم خواری

---

حیران اس بھبھو کے سے سب دوش ہوگئے
شمع و چراغ بزم میں خاموش ہوگئے

---

نسبت مہ ہے دور اس گل سے
وہ شگفتہ ہے ' یہ گرفتہ ہے

---

ان نے دیکھا جو اٹھ کے سوتے سے   اڑگئے آئینے کے توتے سے

---

دیکھتا ہوں تو کام میرا ''میر''   اول عشق ہی میں آخر ہے

---

بس نہ لگ چل نسیم منھ سے کہ میں
رہ گیا ہوں چراغ سا بجھ کر

---

چلی جاتی ہے جاں ہی، بس ' بھلا تدبیر کیا کرئیے

مداوے سے مرض گزرا ' کہو اب " مہر " کیا کرئیے

---

عاشق کی مناجات

مرا زخم یارب نمایاں رہے

پس ازمرگ صد سال خنداں رہے

رہے دشمنی جیب سے چاک کو

صبا دوست رکھے مری خاک کو

مژہ اشک خونیں سے سازش کرے

غم دل بھی مجھ پر نوازش کرے

جگر سے طپیدن موافق رہے

مرا درد دل مجھ پہ عاشق رہے

جو نالہ ہو شب گیر کا روشناس

وہ آٹھوں پہر ہی رہے میرے پاس

مژہ گرم افسوس و نم ناک ہو

کہ سیلاب آتش پہ خاشاک ہو

کریں نیزہ بازی یہ آہ سحر

کہ خورشید کی پھوٹ جاوے سپر

خموشی سے مجھ کو رہے گفتگو

اُڑے پر لگا کر مرا رنگِ رو

نہ مرہم سے افسردہ ہو داغ دل

شگفتہ رہے یہ گلِ باغِ دل

سدا چشم حیرت سے نسبت رہے

مجھے دیکھ رہنے کی فرصت رہے

اگر ضعف تک کسب طاقت کرے
مری ناتوانی قیامت کرے
مری بیکسی ناز بردار ہو
مروں میں تو مرنے کو تیار ہوں
بیاباں میں آشفتہ حالی کروں
کبھی تو دل پر کو خالی کروں
کریں دونو عالم ملامت مجھے
ڈبو دیوے اشک ندامت مجھے
مرا ہاتھ ہو چاک کا دستیار
کہ تا جیب و دامن ہو قرب و جوار
جلوں میرے سر پر سلامت رہے
بیاباں میں مجھ سے قیامت رہے
بھٹکنے سے مجھ کو نہ ہو وارہی
بھلاوے خضر کو مری گمرہی
جو ہو گرم رہ پانے پر آبلہ
تو ہو جائے سرد آتش قافلہ

---

محبت

محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہے نور
نہ ہوتی محبت نہ ہوتا ظہور
محبت مسبب محبت سبب
محبت سے اتے ہیں کار عجب
محبت بن اس جا نہ آیا کوئی
محبت سے خالی نہ پایا کوئی

محبت ہی اِس کار خانے میں ہے
محبت سے سب کچھ زمانے میں ہے
محبت سے سب کو ہوا ہے فراغ
محبت نے کیا کیا دکھائے ہیں داغ
محبت اگر کار پرداز ہو
دلوں کے تئیں سوز سے ساز ہو
محبت ہے آب رخ کار دل
محبت ہے گرمئی بازار دل
محبت عجب خوب خوں ریز ہے
محبت بلائے دل آویز ہے
محبت کی آتش سے اخگر ہے دل
محبت نہ ہووے تو پتھر ہے دل
محبت لگاتی ہے پانی میں آگ
محبت سے ہے تیغ وگردن میں لاگ
محبت سے ہے اِنتظام جہاں
محبت سے گردش میں ہے آسماں
محبت سے پروانہ آتش بہ جاں
محبت سے بلبل ہے گرم فغاں
اِسی آگ سے شمع کو ہے گداز
اِسی کے لئے گل ہے سرگرم ناز
محبت سے لے تحت سے تابہ فرق
زمین آسماں سب ہیں لبریز شوق
اس آتش سے گرمی ہے خورشید میں
یہی ذرے کی جانِ نومید میں

اسی سے دل ماہ ہے داغ‌دار
کتاں کا جگر ہے سراسر فگار
اسی سے قیامت ہے، ہر چار اور
اسی فتنہ گر کا ہے عالم میں شور

---

عشق

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال
ہر جگہ اس کی اک نئی ہے چال
دل میں جاکر کہیں تو درد ہوا
کہیں سینے میں آہ سرد ہوا
کہیں آنکھوں سے خون ہوکے بہا
کہیں سر میں جنون ہوکے رہا
کہیں رونا ہوا ندامت کا
کہیں ہنسنا ہوا جراحت کا
گہ نمک اس کو داغ کا پایا
گہ پتنگا چراغ کا پایا
واں طپیدن ہوا جگر کے بیچ
یاں تبسم ہے زخم تر کے بیچ
کہیں آنسوں کی یہ سرایت ہے
کہیں یہ خون چکاں شکایت ہے
تھا کسی دل میں نالۂ جاں کاہ
ہے کسو لب پہ ناتواں اک آہ
تھا کسو کی پلک کی نم ناکی
ہے کسو خاطروں کی غم ناکی

کہیں باعث ہے دل کی تنگی کا
کہیں موجب شکستہ رنگی کا
کہیں اندوہ جان آگہ تھا
سوزش سینہ ایک جاگہ تھا
کہیں مشتاق کی نیاز ہوا
کہیں اندوہ جاں گداز ہوا
ہے کہیں دل جگر کی بے تابی
تھا کسو مضطرب کی بے خوابی
کسو چہرے کا رنگ زرد ہوا
کسو محمل کے آگے گرد ہوا
طرر پر جاکے شعلہ پیشہ رہا
بے ستوں میں شرار تیشہ رہا
کہیں لے بست کو لگائی آگ
کہیں تیغ و جگر میں رکھی لاگ
کبھو افغان مرغ گلشن تھا
کبھو قمری کا طوق گردن تھا
کسو مسلخ میں جا نظارہ ہوا
کوئی دل ہوکے پارہ پارہ ہوا
ایک عالم میں درد مندی کی
ایک محفل میں جاسپندی کی
ایک دل سے اٹھے ہے ہوکر دود
ایک لب پر سخن ہے خوں آلود
اک زمانے میں دل کی خواہش تھا
اک سمے میں جگر کی کاہش تھا

کہیں بیٹھے ہے جی میں ہوکر چاہ
کہیں رہتا ہے قتل تک ہمراہ
خار خار دل فریباں ہے
انتظار بلا نصیباں ہے
کہیں شیون ہے اہل ماتم کا
کہیں نوحہ ہے جان پر غم کا
آرزو تھا امیدواروں کی
درد مندی جگر فگاروں کی
نمک زخم سینہ ریشاں ہے
نگہ ناز مہر کیشاں ہے
حسرت آلودہ آہ تھا یہ کہیں
شوق کی اک نگاہ تھا یہ کہیں

---

عاشق اور معشوق

( عاشق )

ضبط کروں میں کب تک آہ اب — چل اے خامے بسم اللہ اب
کر تک دل کا راز نہانی — ثبت جریدہ میری زبانی
یعنی "میر" ایک خستہ غم تھا — سر تا پا اندوہ و الم تھا
آنکھ لڑی اُس کی اک جاگہہ — بے خود ہوگئی جان آگہ
صبر نے چاہی دل سے رخصت — تاب نے ڈھونڈی اِک دم فرصت
تاب و توان و شکیب و تحمل — رخصت اُس سے ہوگئے بالکل
سینہ فگاری سامنے آئی — بے تابی نے طاقت پائی
خون جگر تو بہنے لاگا — پلکوں ہی پر رہنے لاگا

خواب و خورش کا نام نہ آیا ایک گھڑي آرام نہ آیا
چاک جگر سے محبت ٹپکی آنسو کی جاگہ حسرت ٹپکی
سوز سے چھاتی تابہ گویا اور پلک خونابہ گویا
آہ سے اس کي مشکل جینا درد فقط اتھا سارا سینا
دل میں تمنا داغ جگر میں شیون لب پر یاس نظر میں
رو و جبیں پہ خراش ناخن داغوں سے خوں کے قامت گلبن
زخم سینہ دل تک پہنچا کوئی نہ اُس گھائل تک پہنچا
سونہ دیا یک دم وہ بے کل بخت نہ جاگے اُس کے اک پل
کام رہا نا کامی هي سے تسکیں بے آرامي هی سے
نے طاقت نے یار اُس کو ضعف دلي نے مارا اُس کو
نالۂ دل میں حزینی اُس کے خاطر میں غمگینی اُس کے
رنگ اُڑے چہرے کا هردم تھا گویا گل آخر موسم
دیدۂ تر کے دریا قائل ساحل خشک لبي کے سائل
خاک بسر آ شفتہ سري سے شور قیامت نوحہ گري سے
سرتا پا آ شفتہ دماغی داغ جنوں دے جس کو چراغی
وادي پر جب اپنی اوے صحرا صحرا خاک اُڑاوے
کلفت دل جب خاک فشاں هو اشک کی جاگہ ریگ رواں هو
سر پر اس کے سنگ همیشہ جي پر عرصہ تنگ همیشہ
گرد کي تہ اس کا پیراهن دامن صحرا جس کا دامن
بار دامن تار گریباں دامن قرب و جوار گریباں
پا مالي میں مثل جادہ نقش قدم سا خاک افتادہ
جن نے دیکھا اس کو اک دم اُس نے کہا یہ بھول کے سب غم
چندے یہ ناشاد رهے گا پھر مدت تک یاد رهے گا

لوھو ٹپکے آہ سحر سے ‏ نالہ گتھواں لخت جگر سے
درد دل سے کچھہ نہ کہے وہ ‏ ہر اک کا منھہ دیکھہ رہے وہ
نے کعبہ لے دیر کے قابل ‏ مذہب اُس کا سیر کے قابل
کیا کہیے اب کیسا کچھہ تھا ‏ القصہ وہ ایسا کچھہ تھا

---

( معشوق )

وہ کیسا تھا جس پر عاشق ‏ جي سے تھا یہ عاشق صادق
دیدۂ گل میں جاگھہ اُس کی ‏ نکہت گل گرد رہ اُس کي
چشم برہ سارا چمن اُس کا ‏ نقش قدم تھا یا سمن اُس کا
گل آشفتہ اُس کے رو کا ‏ سنبل اک زنجیري موکا
دیکھہ اُس رخ کی نور افشاني ‏ شمع مجلس پاني پانی
دور چشم ھے اس کا جب سے ‏ فتنا اک سوتا نہیں تب سے
رخ لب سے ' جاں بخش عالم ‏ بلکہ سراپا جان مجسم
کوئي مرے انداز حیا پر ‏ چشم اُس کي تھی پشت پا پر
دونوں لب اُس کے لعل بدخشاں ‏ دست حنائي پنجۂ مرجاں
جس دم برقع منھہ سے اُٹھا تا ‏ خورشید اُس دم ڈوبا جاتا
پار دلوں میں خدنگ مژہ کا ‏ کاوش کم کم ناوک مژہ کا
بھوں کی کشش سے' دوانہ عالم ‏ تیر نگہ کا ' نشانہ عالم
تیغ و تبر تھي ابرو اُس کی ‏ آتش سرکش تھي خو اُس کی
سائے سے اُس کے سرو بنایا ‏ خاک رہ سے تدرو بنایا
چشم‌کرشمہ جان تغافل ‏ شایاں اُس کے شان تغافل
کیا جانے وہ حال کسو کا ‏ پتھر دل اُس آئینہ رو کا
پاتے ھي ابرو کا اشارہ ‏ غمزے نے اک خنجر مارا
جب وہ خرام ناز کرے ھے ‏ جي کو جور نیاز کرے ھے

رخصت دے گر عشوہ گری کو ایک هي جلوہ بس هے پری کو
هسنے میں وہ صفائی دنداں برق خرمن عالم امکاں
اشک سحر کو صفائے تن پر خون صراحي اُس گردن پر
شکل چین میں یہ ناز کہاں هے صورت هے انداز کہاں هے
جب وہ شکل نظر آتی تھي کلفت دل کي نکل جاتی تھي
بار نزاکت کیونکہ اتھاوے شاخ گل سا لہکا جاوے
صید فلک قرباني اُس کا یوسف اِک زندانی اُس کا
اور جو خوباں پاویں اُس کو یک دیگر دکھلاویں اُس کو
کیا کوئي شوخی اُس کي بتاوے کچھہ تھہرے تو کہنے میں آوے
کیا هے اُس کے آب و گل میں آرزو اس کي سب کے دل میں
سب کو میل اُس بت کي ادا کا بندہ کون رہا هے خدا کا
دیکھے نہ عاشق زار کو اپنے پوچھے نہ بیمار کو اپنے
عاشق ظلم و جور و جفا کا دشمن جانی اهل وفا کا
کوچہ: رشک فضائے کعبہ واں پہنچے نہ دعائے کعبہ

---

قاتل حسن

مژہ' بخت عاشق کی بر گشتگي
نگہہ' ایک عالم کي سر گشتگي
قد و قامت اُس کا کروں کیا بیاں
قیامت کا تکرا هوا تها عیاں
شکن اُس کی کاکل کا دام بلا
هر اک حلقۂ زلف' کام بلا

اگر ابرو اُس کی جھمک جاتی تھی
مہ نو کی گردن ڈھلک جاتی تھی
ھلیں اُس کے ابرو جدھر کر کے ناز
کرے اُس طرف ایک عالم نماز
کماں اُس کے ابرو کی عاشق کمیں
خدنگ اس کی مژگاں کے سب دل نشیں
نہ آنکھوں کی مستی کی اُس کو خبر
خرابی نہ عاشق کی مد نظر
شہید اُس کی چشمک کے دل خستگاں
نشانے نگاھوں کے دل بستگاں
پری منفعل رنگ رخسار سے
خجل کبک انداز رفتار سے
خضر تشنہ اُس کے ھی دیدار کا
مسیحا شہید اُس کے بیمار کا
تو خم کو پاؤں تلے وہ ملے
ستم اُس کے کوچے سے بچ کر چلے
جو آمد ھو اُس کی نصیب چمن
کرے ترک گل عندلیب چمن
گلی اُس کی فردوس کا تھی شرف
بہشت' اک گنہگار سی اک طرف
زمیں اُس کی یک دست گلزار تھی
نسیم چمن واں گرفتار تھی

گلی اُس کی وہ قتل گاہ عجیب
شہادت جہاں خضر کو ہو نصیب
صبا گر اُڑا وے تنگ واں کی خاک
تو نکلیں زمیں سے دل چاک چاک

بوسیدہ مکان

کیا لکھوں "میر" اپنے گھر کا حال
اِس خرابی میں میں ہوا پا مال
گھر کہ تاریک و تیرہ زنداں ہے
سخت دل تنگ یوسف جاں ہے
کوچۂ موج سے بھی آنگن تنگ
کوٹھری کے حباب کے سے ڈھنگ
چار دیواری سو جگہ سے خم
تر تنگ ہو تو سوکھتے ہیں ہم
لونی لگ لگ کے جھڑتی ہے ماٹی
آہ کیسا عمر بے مزہ کاٹی
کیا تھمے مینھ، سقف چھلنی تمام
چھت سے آنکھیں لگی رہے ہیں مدام
اس چکھش کا علاج کیا کر لے
راکھ سے کب تلک گڑھے بھریئے
جا نہیں بیٹھنے کو گھر کے بیچ
ہے چکھش سے تمام ایواں کیچ
ایک حجرہ جو گھر میں ہے واثق
سو شکستہ تر ازدل عاشق

کہیں سوراخ ہے کہیں ہے چاک
کہیں جھڑ جھڑ کے ڈھیر سی ہے خاک
کہیں گھونسوں نے کھود ڈالا ہے
کہیں چوہے نے سر نکالا ہے
کہیں گھر ہے کسو چھچھوندر کا
شور ہر کونے میں ہے مچھر کا
کہیں لکڑی کے لٹکے ہیں جالے
کہیں جھینگر کے بے مزہ نالے
کونے ٹوٹے ہیں طاق پھوٹے ہیں
پتھر اپنی جگہ سے چھوٹے ہیں
اینٹ چونا کہیں سے گرتا ہے
جی اسی حجرے ہی میں پھرتا ہے
آگے اس حجرے کے ہے اک ایوان
وہی اس تنگ خلق کا ہے مکان
کڑی تختے سبھی دھوئیں سے سیاہ
اس کی چھت کی طرف ہمیشہ نگاہ
کوئی تختہ کہیں سے ٹوٹا ہے
کوئی داسا کہیں سے چھوٹا ہے
دب کے مرنا ہمیشہ مد نظر
گھر کہاں - صاف موت کا ہے گھر
مٹی تودہ جو ڈالے چھت پر ہم
تھے سو شہتیر' جیوں کماں ہیں خم
اینٹ مٹی کا در کے آگے ڈھیر
گرتی جاتی ہے ہولے ہولے منڈیر

کیونکہ ساون کٹے گا اب کی بار

تھر تھرا وے بھنبھیری سی دیوار

ہو کے مضطر لگے ہیں کہنے سب

اُڑ بھنبھیری کہ ساون آیا اب

تھتری یاں جو کوئی آتی ہے

جان مجروں نکل ہی جاتی ہے

ایک چھپر ہے شہر دلی کا

جیسے روضہ ہو شیخ چلی کا

بانس کی جا دئے تھے سرکنڈے

سو وہ مینہوں میں سب ہوئے تھنڈے

گل کے بندھن ہوئے ہیں ڈھیلے سب

پا کھے رہنے لگے ہیں گیلے سب

مینہہ میں کیوں نہ بھیگئے یکسر

پھوس بھی تو نہیں ہے چھپر پر

واں پہ ٹپکا تو یاں سرک بیٹھا

یاں جو بھیگا تو واں تنک بیٹھا

ٹپکے دو چار جا تو بند کروں

پیچ کوئی لڑاؤں فند کروں

یاں تو جھانکے ہزار میں تنہا

کچھ نہیں آج مجھ سے ہو سکتا

بسکہ بدرنگ ٹپکے ہے پانی

کپڑے رہتے ہیں میرے افشانی

کوئی جانے کہ ہولی کھیلا ہوں

کوئی سمجھے ہے یہ کہ خیلا ہوں

پوچھ مت زندگانی کیسی ہے
ایسے چھپر کی ایسی تیسی ہے

کیا کہوں جو جفا چکھی سے سہی
چار پائی ہمیشہ سر پہ رہی

بوریا بھول کر بچھا نہ کبھو
کونے ہی میں کھڑا رہا یکسو

جنس اعلیٰ کوئی کھٹولا کھاٹ
پائے پٹی رہے ہیں جن کے پھاٹ

کھٹملوں سے سیاہ ہے سو بھی
چین پڑتا نہیں ہے شب کو بھی

شب بچھونا جو میں بچھاتا ہوں
سر پہ روز سیاہ لاتا ہوں

کھڑا ایک پہر مکوڑا ہے
سانجھ سے کھانے ہی کو دوڑا ہے

گرچہ بھٹوں کو میں مسل مارا
پر مجھے کھٹملوں نے مل مارا

ہاتھ تکیے پہ گہ بچھونے پر
کبھو چادر کے کونے کونے پر

سلسلایا جو پائینتی کی اور
وہیں مسلا کرائیوں کا زور

توشک ان رگڑوں ہی میں سب پھاٹی
ایڑیاں یوں رگڑتے ہی کاٹی

اک ہتیلی میں ایک کھائی میں
سیکڑوں ایک چار پائی میں

ہاتھ کو چین ہو تو کچھ کھوے
کب تلک یوں ٹٹولتے رہیے
دو طرف سے ہے کتوں کا رستا
کاش جنگل میں جا کے میں بستا
ہو گھڑی دو گھڑی تو دتکاروں
ایک دو کتے ہوں تو میں ماروں
چار آتے ہیں چار جاتے ہیں
چار عف عف سے مغز کھاتے ہیں
کس سے کہتا پھروں یہ صحبت نغز
کتوں کا سا کہاں سے لاؤں مغز

---

واسوخت

یاد ایام کہ خوبی سے خبر تجھ کو نہ تھی
سرمہ و آئینے کی اور نظر تجھ کو نہ تھی
فکر آراستگی شام و سحر تجھ کو نہ تھی
زلف آشفتہ کی سدھ دو دو پہر تجھ کو نہ تھی
نا بلد شانے سے تھا کوچہ گیسو تیرا
آئینہ کا ہے کو تھا حیرتئی رو تیرا
آ گئی حسن سے اپنے تجھے زنہار نہ تھی
اپنی مستی سے تری آنکھ خبردار نہ تھی
پاؤں بے ڈول نہ پڑتا تھا یہ رفتار نہ تھی
ہر دم اس طور کمر میں ترے تلوار نہ تھی
خون یوں کا ہے کو کوچے میں ترے ہوتے تھے
دل زدے کب تری دیوار تلے روتے تھے

شانہ اب ہاتھ میں ہے زلف بنا کرتی ہے
مسی دانتوں میں کئی بار لگا کرتی ہے
پاس سرمے کی سلائی بھی رہا کرتی ہے
آنکھ رعنائی پہ اپنی ہی پڑا کرتی ہے
جان آنکھوں میں کسی کی ہو نظر تم کو نہیں
قتل کرے کوئی ستم دیدہ خبر تم کو نہیں
پہلے تو ہم سے کوئی تیرا طلبگار نہ تھا
ایک بھی نرگس بیمار کا بیمار نہ تھا
جنس اچھی تھی تری، لیک خریدار نہ تھا
ہم سوا کوئی ترا رونق بازار نہ تھا
کتنے سودائی جو تھے دل نہ لگا سکتے تھے
آنکھیں یوں موندکے وے جی نہ جلا سکتے تھے
یا تو ہم ہی تھے پر اب ہم سے نہیں کچھ یاری
مفت برباد گئی عزت و حرمت ساری
بار خاطر رہے اب ہم کو بھی ہے بیزاری
پہلی اس شہر سے اٹھ جانے کی ہے تیاری
رتبہ غیر نہیں آنکھوں سے دیکھا جاتا
طاقت اب یہ دل بے تاب نہیں تک لاتا
کوئی نا دیدہ مصحب سادہ نکالیں گے ہم
سادہ یا مرتکب بادہ نکالیں گے ہم
بوس و آغوش کا آمادہ نکالیں گے ہم
بلد خود رائی سے آزاد لگا لیں گے ہم
اس کو آغوش تمنا میں اب اپنی لیں گے
اس سے داد دل ناکام سب اپنی لیں گے

چہرے کو اُس کے کر آراستہ دل‌خواہ کریں
آرسي اُس کو دکھا حسن سے آہ کریں
راہ خوبی کی بتا کر اُسے گمراہ کریں
تو سہي ضد سے ترے ایسا هی شتاہ کریں
کہ تجھے سدھ نہ رهے خوبي و رعنائي کي
دھجیاں لے ترے اِس جامۂ زیبائی کي

دست افشاں هو تو عزت بھي تري هاتھ سے جاے
چشم مکحول کو دکھلاے تو' تو آنکھ چھپاے
مار ٹھوکر چلے دامن کو تو' تو سر نہ هلائے
جس طرف اس کا گزر هو وے تو اودھر کو نہ جاے
چھیڑے گالي دے اشارت کرے چشمک مارے
عشوہ و غمزہ و انداز بھلا دے سارے

زندگانی هو تجھے هاتھ سے اُس کے دشوار
کوئي دن تو بھي پھرے جان سے اپنی بیزار
پہونچیں هر آن میں اُس سے تجھے سو سو آزار
طنز و تعریض و کنائے کي رهے اک بوچھار
جا کے ٹک سامنے اُس کے تو بہت تر آوے
عرق شرم میں ڈوبا هوا سب گھر آوے

دل واسوختہ کو اپنے لیے جاتے هیں
غصے سے خون جگر اپنا پیئے جاتے هیں
اپنی جا غیروں کو ناچار دے جاتے هیں
اب کے یوں جاتے نہیں عہد کیے جاتے هیں
آوے گا تو بھي منانے کو نہ آویں گے هم
جان سے جاویں گے پیماں سے نہ جاویں گے هم

---

رباعیاں

دامن غربت کا اب لیا ہے میں نے
دل مرگ سے آشنا کیا ہے میں نے
تھا چشمۂ آب زندگانی نزدیک
پر خاک سے اس کو بھر دیا ہے میں نے

---

اب وقت عزیز کو تو یوں کھوئے گے
بے سوچ کے غفلت کے تئیں روؤ گے
کیا خواب گراں پہ میل روز و شب ہے
جاگو تک "مہر"! پھر بہت سوؤگے

---

اندوہ کھپے عشق کے، سارے دل میں
اب درد، لگا رہے ہمارے دل میں
کچھ حال نہیں رہا ہے دل میں اپنے
کیا جانیے وہ کیا ہے تمہارے دل میں

---

راضی تک آپ کو رضا پر رکھئے
مائل دل کو تلک قضا پر رکھئے
بندوں سے تو کچھ کام نہ نکلا اے "مہر"
سب کچھ موقوف اب خدا پر رکھیے

---

ہم سے تو بتوں کی وہ حیا کی باتیں
وہ طرز ادا کلام اس ادا کی باتیں

دیکھیں قراں میں فال غیروں کے لئے
کیا ان سے کہیں یہ ہیں خدا کی باتیں

---

دل، غم سے ہوا گداز سارا اللہ
غیرت نے ہمیں عشق کی مارا اللہ
ہے نسبت خاص تجھ سے ہر اک کے تئیں
کہتے ہیں چنانچہ سب ہمارا اللہ

---

# سودا

محمد رفیع نام ' اُن کے آبا و اجداد کابل کے مرزاؤں میں تھے ' سپہگری پیشہ تھا اُن کے والد مرزا محمد شفیع تجارت کے سلسلے سے ہندوستان آئے ' اور یہیں قیام کر لیا -

مرزا رفیع ' سودا ' سنہ ۱۱۲۵ ھ میں بہ‌مقام دہلی پیدا ہوے اور وہیں پرورش اور تعلیم پائی ' طبیعت کا رجحان ابتدا سے شاعری کی طرف تھا ' کچھ دن سلیمان قلی ' وداد ' سے اصلاح لی پھر شاہ حاتم کے حلقہ بگوش ہو گئے -

' سودا ' کی طبیعت میں خداداد جوہر پہلے سے موجود تھا ' کثرت مشق اس پر مستزاد ' تھوڑے ہی دنوں میں اُن کی شاعری کی شہرت ہو گئی اور اُستاد کی زندگی ہی میں اُن کی اُستادی کا ڈنکا بجنے لگا -

رفتہ رفتہ ' سودا ' کی شہرت ' شاہ عالم بادشاہ کے دربار تک پہونچی ' تقدیر کی یاوری بھی ساتھ تھی بادشاہ نے مشورۂ سخن کے لئے اُن کو منتخب کیا - ایک مدت تک دہلی میں فراغت سے بسر کرتے رہے - جب شاہ عالم کی قسمت کا ستارہ ڈوب گیا تو مرزا سودا ' بھی دہلی کو خیر باد کہہ کر فرخ‌آباد پہنچے - وہاں کے نواب احمد خاں غالب جنگ کے دیوان مہربان خاں ' شاعر اور مردم شناس تھے - اُنھوں نے مرزا کو ہاتھوں ہاتھ لیا -

سنہ ۱۱۸۵ ھ میں نواب احمد خاں کی وفات پر مرزا فیض آباد چلے گئے — وہاں نواب شجاع الدولہ نے معقول تنخواہ مقرر کر دی اور قدر منزلت کے ساتھ رکھا —

شجاع الدولہ کے اِنتقال کے بعد مرزا سودا، نواب آصف الدولہ کے ساتھ لکھنؤ پہنچے اور فراغت سے زندگی بسر کرنے لگے —

آبائی سپہگری، خاندانی میرزائیت، ذاتی کمال اور شاہی قدر دانی اِن سب چیزوں نے مل کر مرزا کو بد دماغ بنا دیا تھا، اس لئے ذرا ذرا سی بات پر ناخوش ہو جاتے تھے اور جس سے ناخوش ہوتے اُس کی ہجو کہہ کر دھجیاں اُڑا دیتے تھے —

مرزا جب قصیدہ پیش کرتے ہیں تو شکوہ الفاظ کے ڈنکے بجا دیتے ہیں - غزل سناتے ہیں تو دلوں میں چٹکیاں لیتے ہیں - مرثیہ پڑھتے ہیں تو سامعین کو خون کے آنسو رلاتے ہیں - ہجو کرتے ہیں تو حریفوں پر ہستی تنگ کر دیتے ہیں - اُردو شاعری اس جامعیت کا کوئی دوسرا شاعر پیش نہیں کر سکتی - بہر حال مرزا سودا، اُن مسلم الثبوت اساتذہ میں ہیں جن پر فن شاعری کو ہمیشہ ناز رہے گا -

مرزا کی ہمہ گیری نے کسی صنف سخن کو نہیں چھوڑا، قصیدے - غزلیں - مثنویاں - رباعیاں - قطعے - مستزاد - تاریخیں - پہیلیاں - ترجیع بند - مخمس، مرثیے، ہجویں، سب کچھ کہیں اور خوب کہیں -

مرزا سودا، نے تنبیہ الغافلین کے نام سے فارسی میں ایک رسالہ لکھا ہے اُس میں اُن اِعتراضات کا جواب دیا ہے جو مرزا فاخر

' مکهن ' نے فارسی شعرا پر کئے تھے ' یہ رسالہ اور مرزا کا فارسی کلام اُن کی ادبی تحقیق - صحت ذوق اور فارسی زبان پر غیر معمولی عبور کی نا قابل اِنکار دلیلیں ہیں ۔

مرزا سودا ' کے تمام معاصر اور تمام تذکرہ نویس اُن کے اِعتراف کمال میں ' یک زبان ہیں - ' میر ' اُن کو '' سر آمد شعرائے ہند '' کہتے ہیں - حکیم قدرت اللہ خاں اُن کو '' دریائے بیکراں '' قرار دیتے ہیں -

طبقات‌الشعر کے مصنف کا قول ہے '' در فنون انواع سخن‌ے طاق و بہ جمیع کمالات سخن وری شہرۂ آفاق '' -

میر حسن کہتے ہیں:'' تاحال مثل او درہندوستان کسے برنخاستہ '' نواب مصطفیٰ خاں '' شیفتہ '' کہتے ہیں '' قصیدہ اش بہ از غزل و غزلش بہ از قصیدہ '' شیخ علی '' حزیں '' کی خود داری اور خود پرستی کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی مگر ان کو بھی '' سودا '' کے کمال کا اقرار کرنا ہی پڑا -

'' سودا '' کی غزل میں '' میرؔ '' کا درد اور '' درد '' کا تصوف تو نہیں ہے مگر خیالات کی بلندی- بیان کی قدرت - کلام کا زور - جذبات کا جوش کسی سے کم نہیں - ان کے اشعار تمام جذبات کو متحرک کرتے ہیں -

سودا کو چھوڑ کر اُردو شاعری کی ابتدا سے لے کر آج تک کوئی شاعر ایسا نہیں گزرا جس کے قصیدے اساتذۂ ایران کے قصائد کی شان رکھتے اس صنف سخن میں '' سودا '' کا پایہ سب سے بلند ہے -

'' میر '' ایک غمگین ' غیور ' خود دار ' پریشان حال نازک مزاج شخص تھے اُن کا دل درد اور گداز سے بھرا نظر آتا ہے وہ جو کچھ کہتے ہیں

اس طرح کہتے ہیں کہ سننے والا آبدیدہ ہو جاتا ہے بہ خلاف " میر "
کے " سودا " ایک فارغ البال ، عیش میں زندگی بسر کئے ہوئے -
خوش طبع ، ظریف ، خودبیں اور زود رنج آدمی تھے - جس طرح "میر"
کی طبیعت غزل گوئی کے لئے مناسب تھی اُسی طرح " سودا " فطرتاً
قصیدے اور ہجو کے لے موزوں تھے -

" سودا " نے ستر سال کی عمر میں سنه ۱۸۹٥ ھ میں وفات پائی
اور لکھنؤ میں آغابا قر کے امام باڑے میں دفن ہوے شیخ مصحفی نے
تاریخ کہی : —

سودا کجا و آن سخن دل فریب او

## اِنتخاب

مقدور نہیں اس کی تجلی کے بیاں کا
جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا
پردے کو یقیں کے جو در دل سے اٹھادے
کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا
اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن
جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا
دکھلائیے لے جا کے تجھے مصر کا بازار
لیکن نہیں خواہاں کوئی واں جنس گراں کا

---

ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا
موسیٰ نہیں کہ سیر کروں کوہ طور کا
توڑوں گا آئینہ کہ ہم آغوش عکس ہے
ہووے نہ مجھ کو پاس جو تیرے حضور کا
بے کس کوئی مرے تو جلے اس پہ دل مرا
گویا ہے یہ چراغ غریباں کی گور کا
ہم تو قفس میں آن کے خاموش ہو رہے
اے ہم صفیر! فائدہ ناحق کے شور کا

کعبہ جاوے ' پوچھتا کب ہے چلن آگاہ کا
اتھ گیا جیدھر قدم' رتبہ ہے بیت‌اللہ کا

---

عشق کی بھی منزلت ' کچھ کم خدائی سی نہیں
ایک سا احوال یاں بھی ہے گداؤ شاہ کا

---

دین و دل و قرار و صبر ' عشق میں تیرے کھو چکے
جیتے جو اب کے ہم بچے نام نہ لیں گے چاہ کا

---

نہ پہونچا میرے اشک گرم سے آسیب مژگاں کو
بہا خاشاک کے سایہ تلے سیلاب آتش کا

---

کمال کفر ہے اے شیخ ایسا کچھ کہ اُس بت نے
پرستش سے مری پیدا کیا جلوہ خدائی کا
عجب قسمت ہماری ہے کہ جس کی شمع الفت سے
چراغ دل کیا روشن سو ہے داغ آشنائی کا

---

گلا کہوں میں اگر تیری بے وفائی کا
لہو میں غرق سفینہ ہو آشنائی کا
زباں ہے شکر میں قاصر شکستہ پائی کے
کہ جن نے دل سے مٹایا خلش رہائی کا

دکھاؤں گا تجھے زاہد اس آفت جاں کو
خلل دماغ میں تیرے ہے پارسائی کا

---

تجھ سا دانا ہزار حیف کہ تو یہ نہ سمجھا کہ وہ نہ سمجھے گا

---

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا
پہونچے کب اُس کو ہاتھ ہمارے غبار کا
موج نسیم آج ہے آلودہ گرد سے
دل خاک ہوگیا ہے کسي بے قرار کا

---

عاشقو اس شیخ دین و کفر سے کیا کام ہے
دل نہیں وابستہ اپنا ' سبحہ و زنار کا

---

ٹوٹے تیری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھي پھر پئیں تو مزا ہے شراب کا
دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر
لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا
تھا کس کے دل کو کشمکش عشق کا دماغ
یارب برا ہو دیدۂ خانہ خراب کا
قطرہ گرا تھا جو کہ مرے اشک گرم سے
دریا میں ہے ہنوز پھپھولا حباب کا

آفتاب صبح محشر داغ پر دل کے مرے
حکم رکھتا ہے طبیبوا مرہم کافور کا

---

تو ھي اے رات سن اب سوز تک اس چھاتي کا
پنبہ و داغ میں ہے ربط دیا باتی کا

---

مجھ صید ناتواں کے احوال کو نہ پوچھو
محروم ذبح سے ہوں، مردود ہوں قفس کا

---

قفس کے پاس نہ جاکرکے نام‌لو گل کا
ضرور کیا ہے کہ ناحق ہو خون بلبل کا
کبھو گذر نہ کیا خاک پر مری، ظالم!
میں ابتداھي سے کشتہ ہوں اس تغافل کا
خبر شتاب لے "سودا" کے حال کی پیارے
نہیں ہے وقت مری جان، یہ تامل کا

---

لطف، اے اشک کہ جوں شمع گھلا جاتا ہوں
رحم اے آہ شرر بار کہ جل جاؤں گا
چھیڑ مت باد بہاری کہ میں جوں نکہت گل
پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤں گا

---

ہو یہ دیوانہ مرید اس زلف چھٹ کس پہر کا

سلسلہ بہتر ہے "سودا" کے لئے زنجیر کا

توڑ کر بت خانہ کو مسجد بنا کے توئے شیخ

برہمن کے دل کی بھی کچھ فکر ہے تعمیر کا

---

نہ دو ترجیح اے خوباں کسی کو مجھ پہ غربت میں

زیادہ مجھ سے کوئی بے کس و نا کام کیا ہوگا

رہا کرنے کو لیں ہم مہلت صیاد ہی ظالم

بس اتنا ہی نہ' مر رہئے گا زیر دام' کیا ہوگا

ہو جس کی چشم گردش سے یہ بے ہوشی دو عالم کی

بھلا دیکھو تو پھر وہ ساقی گل فام کیا ہو گا

مجھے مت دیر سے تکلیف در کعبہ کی اے زاہد

جو میرا کفر ایسا ہے تو پھر اسلام کیا ہو گا

---

نہ کھینچ اے شانہ ان زلفوں کو یاں "سودا" کا دل اٹکا

اسیر ناتواں ہے یہ' نہ دے زنجیر کا جھٹکا

---

اے دیدۂ خانماں تو ہمارا ڈبو سکا

لیکن غبار یار کے دل سے نہ دھو سکا

"سودا" قمار عشق میں شیریں سے کوہ کن

بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

کس منھہ سے پھر تو آپ کو کہتا ھے عشق باز
اے روسیاہ! تجھہ سے تو یہ بھي نہ ھو سکا

---

دل مت ٹپک نظر سے کہ پایا نہ جاے گا
جوں اشک پھر زمیں سے اُٹھایا نہ جائے گا

---

پھونچیں گے اس چمن میں نہ ہم داد کو کبھي
جوں گل یہ چاک جیب سلایا نہ جائے گا
عمامہ کو اُتار کے پڑھیو نماز شیخ
سجدے سے ورنہ سر کو اُٹھایا نہ جاے گا
دامان داغ تیغ ' جو دھویا تو کیا ھوا
عالم کے دل سے داغ مٹایا نہ جائے گا

---

کریں شمار بہم دل کے یار داغوں کا
تو آ کہ سیر کریں آج اپنے باغوں کا

---

غنچہ کو دل کے یاں ھے دم سرد سے شگفت
شرمندہ اس چمن میں نہیں میں نسیم کا
تھہرا نہ گالیوں سے تري کوئی بوالہوس
اک میں ھی رہ گیا ھوں دعا گو قدیم کا

ساقی پہونچ کہ تجھ بن یوں جسم و جاں ہے مہرا
لب ریز خوں پیالہ اور ہاتھ مر تعش کا
کیا جانے کس طرح کا وہ سنگ دل ہے ورنہ
یاں رشتۂ محبت ہے کوہ کی کشش کا

---

جوش طوفاں دیدۂ نمناک سے کیا کیا ہوا
دیکھ لے دنیا میں مشت خاک سے کیا کیا ہوا
پر تجلی، شہرۂ آفاق جلوہ حسن کا
عشق بازوں کی نگاہ پاک سے کیا کیا ہوا
جوشش دریاے خوں، ہنگامۂ شور و فغاں
دیدۂ تر، سینۂ صد چاک سے کیا کیا ہوا
دور ساغر تھا یہی یا ہے ابھی چشم پرآب
دیکھو "سودا" گردش افلاک سے کیا کیا ہوا

---

کہوں کیا؟ انقلاب اس وقت میں یارو زمانے کا
نہ آنکھوں میں تھما اشک اور نہ سینے میں جگر ٹھہرا
عبث تو گھر بنانا ہے مری آنکھوں میں اے پیارے
کسی نے آج تک دیکھا نہیں پانی پہ گھر ٹھہرا
کہیں یہ بھی ستم دیکھا ہے یارو آشنائی میں
سمجھتے تھے جسے ہم نافع، سو جی کا ضرر ٹھہرا

---

قتل سے میرے، عبث قاتل پھرا اس نے منھ پھیرا، ہمارا دل پھرا

ایک شب آ کوئی دل سوز نہ رویا اس پر
شمع تک گور ہماری سے جلی دور سدا
دوستو سنتے ہو "سودا" کا خدا حافظ ہے
عشق کے ہاتھ سے رہتا ہے یہ رنجور سدا

---

پھرے ہے شیخ یہ کہتا کہ میں دنیا سے منھ موڑا
الٰہی ان نے اب داڑھی سوا کس چیز کو چھوڑا
صبا سے ہر سحر مجھ کو لہو کی باس آتی ہے
چمن میں آہ گلچیں نے یہ کس بلبل کا دل توڑا

---

جو گذرے مجھ پہ مت اس سے کہو' ہوا سو ہوا
بلا کشان محبت پہ' جو ہوا سو ہوا
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریباں گیر
میرے لہو کو تو دامن سے دھو' ہوا سو ہوا
پہونچ چکا ہے سر زخم دل تلک یارو
کوئی رفو کوئی مرہم کرو' ہوا سو ہوا
یہ کون حال ہے احوال دل پہ اے آنکھو
نہ پھوٹ پھوٹ کے اتنا بہو' ہوا سو ہوا.
دیا اُسے دل و دیں اب یہ جان ہے "سودا"
پھر آگے دیکھیے جو ہو سو ہو' ہوا سو ہوا

---

اب تلک اشک کا طوفاں نہ ہوا تھا سو ہوا
تجھ سے اے دیدۂ گریاں نہ ہوا تھا سو ہوا

خون دل، چشم سے بہتا تھا مرے دامن تک
موج زن تابہ‌گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا

---

ہنر ہے گرچہ فن شاعری آفاق میں "سودا"
اگر ناداں کو پہونچے، تو اس میں عیب ہو پیدا

---

تجھ قید سے دل ہوکر آزاد بہت رویا
لذت کو اسیری کی کر یاد بہت رویا

---

سرشک چشم نہ تھا میں کہ اے فلک تولے
نظر سے خلق کے گرتے، نہ مجھ کو تھام لیا
معاش اہل چمن، جائے اشک ہے "سودا"
کہ زندگی کا انہوں نے مزا تمام کیا

---

تاثیر عشق نے، مزۂ درد کھو دیا
ان نے نداں دیکھ مرا حال، رو دیا
بوسہ کے ذائقہ کو نہیں شہد و سم میں فرق
ہم بھی گئے اسے، ہمیں قسمت نے جو دیا
"سودا" ہے پے خلش یہ زخود رفتگی کی راہ
کانٹا نہ پا میں ان کے فلک نے چبھو دیا

---

کرتا ھوں سیر ' جب سے باغ جہاں بنایا
کیا جانے گل خدا نے تجھ سا کہاں بنایا
جتنے ھیں خوبرو یاں ' سب دل ستاں ھیں لیکن
اللہ نے تجھي کو اک جان ستاں بنایا
دیر و حرم کو دیکھا ' اللہ رے فضولي
یہ کیا ضرور تھا ' جب دل کا مکاں بنایا

---

قومت پکار اس کو اے باغباں کہ ھم نے
نزدیک آتش گل ' آپ آشیاں بنایا

---

اس کا تو گلہ کیا ھے کہ بستان جہاں میں
مجھ تک ' قدح بادۂ گل فام نہ آیا

---

کچھ کبر سے خاطر میں نہ لایا ھمیں کوئي
رتبہ کسی خاطر میں ھمارا نہ سمایا
رونے سے کیا حال دل اس شوخ پہ روشن
" سودا " نے دیا عشق کا پاني سے جلایا

---

سمجھے تھا میں ' خطر راہ محبت ناصح
مري تقصیر نہیں دل نے مجھے بہکایا
خوں کے ھر قطرے سے کہتا تھا یہي لخت جگر
تو مژہ تک بھي نہ پہونچے گا کہ میں یہ آیا

---

آنکھوں سے اشک چھلکا آتا تھا، رشک نہ آیا
زخم جگر نے یارو پانی مگر چوایا

---

قسم نہ کھائیے ملنے کی غیر سے ہرگز
کہا یہ تم نے جہاں ہم کو اعتبار آیا
بہ رنگ آئینہ ہم اور سینہ صاف ہوئے
جو اپنے دل پہ کسی شکل سے غبار آیا
قناعت نے کیا میرے شہرۂ آفاق
وگرنہ میں ترے کوچہ سے لاکھ بار آتا
خبر لے وادی میں "سودا" کی، یوں سنا ہے آج
کہ ایک شوخ کسی پہ گلہ دو بار آیا

---

اکسیر ہے تو کیا ہے وہ مشت خاک "سودا"
خاطر پہ جب کسی کے اس سے ملال آیا

---

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا
سرگرم نالہ ان دنوں میں بھی ہوں عندلیب
مت آشیاں چمن میں مرے متصل بنا
اپنا ہنر دکھاویں گے ہم تجھ کو شیشہ گر
ٹوٹا ہوا کسی کا اگر ہم سے دل بنا

---

جس طرح چاهتا ہے' دنیا میں زندگي کر
لیکن تو یاد رکھیو ' عاشق کہیں نہ هونا

کہتے تھے هم نہ دیکھ سکیں روز هجر کو
پھر جو خدا دکھاوے سو ناچار دیکھنا

اگر سمجھو تو خاکستر صبا کے هاتھ بھیجوں میں
نہیں گویا زبان شعلہ ' دوں کس کو پیام اپنا

اے زخم جگر سودۂ الماس سے خو کر
کتنا وہ مزہ تھا جو نمک دان میں دیکھا

دیکھا ہے تجھ کو دریچہ ترے جن نے ایک بار
پھر جب تلک جیا پس دیوار هي رہا

عشق تھا ' یا کیا تھا ' جس سے دل اٹکتا هی رہا
خار سا سینے میں میرے کچھ کھٹکتا هی رہا
تاب کس کو ہے کہ تیرے درسے آگے جا سکے
جو ترے کوچے میں آیا سو پٹکتا هي رہا

مشہور ہے یہ بات کہ جی ہے تو ہے جہاں
آپ هي اٹھے جہاں سے ' تو گویا جہاں اُٹھا

بوئے وفا و رنگ محبت ' نہیں ہے یاں
یارب تو اس چمن سے مرا آشیاں اُٹھا

---

چہرے پہ یہ نقاب دیکھا
پردے میں تھا آفتاب دیکھا
کچھ ہو وے ' تو ہو' عدم میں راحت
هستی میں تو هم عذاب دیکھا

---

اعمال سے میں اپنے بہت بے خبر چلا
آیا تھا آہ کس لیے اور کیا میں کر چلا

---

میں دشمن جاں ڈھونڈ کر اپنا جو نکالا
سو حضرت دل سلمہ‌اللہ تعالا
اتنا ہے تو یوسف سے مشابہ کہ عدم کے
پردے میں چھپا اس کے تئیں تجھ کو نکالا

---

گرد هستی نے دل کو دی ہے شکست آئینہ اِس غبار سے ٹوٹا

---

تلاش خضر ' پھر منزل مقصد ' نہ کر "سودا"
کوئی خود رفتگی سے راہ بر بہتر نہیں ہوتا

---

صحبت تجھے رقیب سے ' میں اپنے گھر میں داغ
کیدھر پتنگ ' شمع کہاں ' انجمن کجا ؟

---

اِس مرغ ناتواں کی' صیاد کچھ خبر ہے
جو چھوٹ کر قفس سے' گل‌زار تک نہ پہونچا

---

'' سودا '' پھر آج تیری آنکھیں بھر آئیاں ھیں
عالم کے ڈوبنے میں' کل کچھ بھی رہ گیا تھا

---

اختلاط اہل آبادي سے دل آیا ہے تنگ
اے خوشا وقتے کہ تنہا ہم تھے اور ویرانہ تھا
اس چمن میں جب تلک ہم نشۂ مستی میں تھے
عمر کا اپنے پر ' از خون جگر پیمانہ تھا

---

کس گلي دیکھ کے میں اس کو پکارا نہ کیا
مر کے تک دیکھنے کا ننگ گوارا نہ کیا
کسي کا دین کیا حق نے' کسی کي دنیا
سب کا سب کچھ کیا' پر تجھ کو ھمارا نہ کیا

---

غیروں کو دیکھ بیٹھے ھوئے ' بزم میں تری
جب کچھ نہ بس چلا تو میں ناچار اُٹھ گیا

---

نے رستم اب جہان میں نے سام، رہ گیا
مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا
ہوں تو چراغ راہ ہنر، زیر آسماں
لیکن خموش ہوکے، سر شام رہ گیا

---

لذت دی نہ اسیری نے، صیاد کی بے پروائی سے
تڑپ تڑپ کر مفت دیا جی، ٹکڑے ٹکڑے دام کیا
شمع رخوں سے روشن ہو گھر ایسے اپنے کہاں نصیب
صبح ازل سے قسمت نے خاموش چراغ شام کیا
قصر نہیں اے شیخ مجھے کچھ، دین میں تیرے آن کے
راہب نے جب ملو نہ لگایا، تب میں قبول اسلام کیا
ادب دیا ہے ہاتھ سے اپنے کبھی پیالا میخانے کو
کیسے ہی ہم مست چلے پر سجدہ ہر اک گام کیا

---

حشر میں بھی نہ اٹھوں بسکہ اذیت کھینچی
زندگانی نے دو عالم سے مجھے سیر کیا

---

قابو میں ہوں میں تیرے، گو اب جیا تو پھر کیا
خنجر تلے کسو نے ٹک دم لیا تو پھر کیا
کر قطع ہاتھ پہلے پھر فکر کر، رفو کا
ناصح جو یہ گریباں تونے سیا تو پھر کیا

---

وهم غلط کارنے دل خوش کیا  کس پہ نہ جانے وہ نظر کر گیا

---

نفع کو پہونچا میں تجھے دے کے دل  جان کا اپنی میں ضرر کر گیا

دیکھیے واماندگی اب کیا دکھائے  قافلہ یاروں کا سفر کر گیا

کیونکہ کوئی کھائے ترا ' اب فریب  حال مرا سب کو خبر کر گیا

---

بھلا کچھ اپنی چشم کا ' دستور ہوگیا

دی تھی خدانے آنکھ ' یہ ناسور ہوگیا

---

آنکھوں کی رہبری نے کہوں کیا کہ دل کے ساتھ

کوچے کی اُس کے راہ بتانے نے کیا کیا

" سودا " ہے بے طرح کا نشہ جام عشق میں

دیکھا کہ اس کو منھ کے لگانے نے کیا کیا

---

کی سیر ملک ملک کی " سودا " نے بھی ' ولے

اے شیخ میکدے کی ہے آب و ہوا عجب

---

گرچہ ہوں زیر فلک ' نالۂ شب گیر نصیب

پر اُسے کیا کروں ؟ یارو نہیں تاثیر نصیب

کیمیا خاک در شاہ نجف ہے " سودا "

حق تعالیٰ کرے اس طرح کی اکسیر نصیب

---

مجھ اشک میں جوں ابر، اثر ہوے گا یارب
قطرہ کبھی میرا بھی گہر ہوئیگا یارب
گذرے ہے شب و روز اسی فکر میں مجھ کو
کیا جانیے اس وقت کدھر ہوے گا یارب
کھٹکے ہےی کتنی ہے مجھے، ہجر کی ہر شب
اب پھر بھی کبھی وقت سحر ہوے گا یا رب

---

کیوں اسیری پر مری، صیاد کو تھا اضطراب
کیا قفس آباد ہوگئے، کون سے گلشن خراب
بہہ گئے پانی ہو، سب اعضا مری آنکھوں کی راہ
پیرہن میں، ایک دم باقی ہے مانند حباب

---

پروانہ اور شمع کی صحبت نہ مجھ سے پوچھ
اپنی نہ کہہ سکا تو کہوں کیا پرائی بات

---

ہندو ہیں بت‌پرست، مسلماں خدا پرست
پوجوں میں اُس کسی کو، جو ہو آشنا پرست

---

زمانے کو بھلا "سودا" کوئی کس طرح پہچانے
کہ اس ظالم کی، کچھ سے کچھ ہے، ہراک آن میں صورت

---

آتش ہے تری گرمیِ بازار محبت
کیا لے گا بجز داغ، خریدار محبت
کرتے ہیں اسیر قفس و دام بھی فریاد
لے سکتے نہیں سانس، گرفتار محبت

---

یاد کس کو، رحم جی میں کب؟ دماغ و دل کہاں
یاں نہ آئے گا مرے صاحب، بہانا ہے عبث
بوسہ کیا مانگے ہے اس بت سے، بایں ریش سفید
زاہدا نزدیک آتش، پنبہ لانا ہے عبث

---

رہتے تھے ہم تو شاد نہایت، عدم کے بیچ
اس زندگی نے لا کے پھنسایا ہے غم کے بیچ

---

ناصح تو نہیں چاشنیِ درد سے آگاہ
بے عشق بتاں، جینے کی لذت دیا تجھے

---

ہوتی ہے ایک طرح سے ہر کام کی جزا
اعمال عشق کے ہیں مکافات بے طرح
بلبل کو اس چمن میں سمجھ کر تک آشیاں
صیاد لگ رہا ہے تری گھات بے طرح

---

دیکھتا ہوں میں تری بزم میں ہرایک کا منھ
طلب رحم کی نظروں سے ' گنہ گار کی طرح

---

لہرائی ہے نسیم سحر ' کیا ہے ساقیا ؟
گویا ہے موج بادۂ جام بلور صبح

---

زاہد اب کی مغ نے مے ' اس بو کی کھینچی ہے کہ آج
کوئی میخانے سے گذرا محتسب ' پڑھتا درود

---

ہوئی ہے عمر کہ ہم لگ رہے ہیں دامن سے
جھٹک نہ دیجیو پیارے ' غبار کے مانند

---

مجھ ساتھ تری دوستی ' جب ہوگئی آخر
دنیا کی مرے دل سے طلب ' ہوگئی آخر

---

شوکت نے ہمیں حسن کی ' کھلنے نہ دیا کچھ
بات اُن کے سو بار بہ لب ' ہوگئی آخر

---

دل و دیں بیچتے ہیں ہم تو ' اک بوسے کی قیمت پر
اگر تو اس میں اپنا نفع جانے ' آ کے سودا کر

---

کر خانۂ گردوں پہ نظر ' چشم فنا سے
ہے مثل حباب' اس کی بھی تعمیر ہوا پر

---

نا صحا اس عشق سے ہوتا ہے لذت یاب ' دل
جس میں حرمت کم ہو ' رسوائی و خواری بیشتر

---

دل نا آشنائے نالہ سے ' صدرہ جرس بہتر
نہ ہو مژگاں جو خوں آغشتہ' ان سے خار و خس بہتر
وفا ' نے گل میں ' نے چشم مروت باغباں میں ہے
نکل بلبل ! کہ ہے اس باغ سے کنج قفس بہتر

---

کعبہ و دیر سے کیا کام ہے ہم کو اے دوست
ہے ہمیں کون سی جاگہ ترے در سے بہتر
آشیاں سے نہ اڑے ' پہونچے نہ ہم دام تلک
ہم تو بے بال و پری سمجھے ہیں ' پر سے بہتر

---

طاقت اک آن تحمل کی نہیں ' اور دوست
صبر فرمائے ہے مقدور بشر سے باہر
جنس نا کارہ کے خواں ہیں' خریدیں مجھ کو
یہ وہ '' سودا '' ہے کہ ہے نفع و ضرر سے باہر

---

کام آیا نہ کچھ، اپنا تن زار آخر کار
سمجھے اکسیر تھے، نکلا یہ غبار آخر کار

---

اب خدا حافظ ہے "سودا" کا، مجھے آتا ہے رحم
ایک تو تھا ہی دوانہ، تس پہ آتی ہے بہار

---

پلبۂ داغ میں سینہ کے مرے ہے، جو سوز
یارب اس سوز کو، رکھیو تو جہنم سے دور

---

نالاں جو باغباں سے ہے بلبل، چمن کے بیچ
دیکھی نہیں ہے ان نے، جفائے قفس ہنوز

---

شبنم کرے ہے دامن گل، شست و شو ہنوز
بلبل کے خون کا نہ گیا، رنگ و بو ہنوز
ہمرہ صبا کے خاک بھی میری ہے در بدر
جاتی نہیں ہے مجھ سے تری جستجو، ہنوز
غنچوں سے رنگ و بو کی تمنا نکل چکی
تڑپے ہے خوں میں دل کے، مری آرزو ہنوز
"سودا" کا حال تونے نہ دیکھا کہ کیا ہوا
آئینہ لے کے آپ کو دیکھے ہے تو، ہنوز

---

زخم دل پر ہے مرے، تیغ جلوں کا ناصح
تو گریبان کا ناداں، سئے ہے چاک ہنوز

---

یار کے حسن سے بے خبر اغیار ہنوز
نہیں اس شعلہ سے آگہ، یہ خس و خار ہنوز
بال و پر ہونے نہ پائے تھے نمودار ہنوز
تب سے ہم کنج قفس میں ہیں گرفتار ہنوز
ہونگے پامال نہ کر ہم کو رہا اے صیاد
مشق پرواز نہیں تا سر دیوار ہنوز
تیری دوری سے عجب حال ہے اب "سودا" کا
میں تو دیکھا نہیں ایسا کوئی بیمار ہنوز

---

پائے نہ جھانکنے بھی کبھو، ہم در چمن
رکھتے ہیں دل میں یہ رخنۂ دیوار کی ہوس
قدرت نہ ہم کو آہ کی، نے طاقت فغاں
نکلے سو کیوں کہ، اپنے دل زار کی ہوس
"سودا" یہ جنس دل کے تئیں، دے چکے ہم اف
رکھتے نہیں ہیں کوئی خریدار کی ہوس

---

نے چین، روز فصل، نہ شب ہجر، کی قرار
کیا جانے کیا ہے اپنے دل زار کی ہوس

ساقي گئي بہار، رهی دل میں یہ هوس
تو منتوں سے جام دے، اور میں کہوں کہ بس
کچھ اس چمن میں آ کے نہ دیکھا میں جوں حباب
آب رواں کو سیر کیا سو بھي یک نفس

---

هم گرم تکاپو هیں، تری راہ طلب میں
یاں آبلۂ پا هے، سر خار کو آتش

---

یا نالے کو کر منع تو، یا گریہ کو ناصح
دو چیز نہ عاشق سے هو یک بار، فراموش

---

آشیاں کو مت اجاڑو کر کے فریاد و خروش
باغباں ظالم ابھی سویا هے، اے بلبل خموش

---

روسیاهي سوا نہیں حاصل نام سے مت کر اے نگیں اخلاص
مثل نقش قدم یہ رکھتي هے تیرے در سے مري جبیں اخلاص

---

سینے میں دل جو هے، تو تیري یاد کے لئے
جز دید کیا هے دیدۂ خوں بار سے غرض

---

آنکھیں بہ رنگ نقش قدم هو گئیں سفید
اس سے زیادہ خاک کروں انتظار خط

---

فضل حق جس کے طرف ہو تو اُسے بخشے ہے
دور ساغر کی طرح گردش ایام نشاط
دل جنہوں کا ہے اسیری کے مزے سے آگاہ
ہے قفس بیچ اُسے عیش تہہ دام نشاط

---

کھاتے جو ہو قسم کہ تجھے چاہتا ہوں میں
مشفق غلط ' ملاذ غلط ' مہرباں غلط
ساقی نہ ہو تو سیر چمن کا ہے کیا مزا
جانا بغیر بادہ سوے بوستاں غلط

---

دونوں سے ہم نے اثر دل میں نہ پایا اس کے
نالہ شب ہے عبث ' آہ سحر گاہ غلط
بزم آراستہ کی جس کے لئے اے "سودا"
آج آنے کی خبر اس کی ہے افواہ غلط

---

یوں ہی طریق عشق میں ہو راست یا غلط
اجر جفا درست ہے مزد وفا غلط
واشد ہے دل مرے کو دم سرد سے ترے
اس غنچہ کو شگفتہ کرے گر صبا غلط

---

عبث ہوں منتظر اس شوخ کی مری آنکھیں
سوائے آئینہ کس کو ہے انتظار سے خط

---

سنا کسی سے تو نام بہشت پر تجھ کو
گل بہشت کی پہونچی نہیں ہے بو واعظ

---

تو میرے غم سے نہ رویا اور میری خاک پر
شام سے تا صبح اپنی چشم تر رکھتی ہے شمع

---

گو اب نہ مجھ غریب کے بالیں تک آے شمع
دل بے کسی کا مجھ پہ جلے ہے بجاے شمع

---

دل سوز عاشقاں کوئی "سودا" سا اب نہیں
پروانہ جل مرے تو وہ ہو شمع وار داغ

---

ہے خواہش گلزار تو سینے کو مرے دیکھ
تختہ سے چمن کے ہیں فزوں اس پہ بھرے داغ
"سودا" نظر آتا ہے بہار آنے کا آثار
ہوتے چلے ہیں پھر مرے سینے کے ہرے داغ

---

پہونچا کے تری زلف کی بو غیر کو پیارے
کرتی ہے مجھے موج نسیم سحری داغ
ہوتا ہوں خجل مفت میں پروانہ کے آگے
جب شمع کو کرتی ہے تری جلوہ گری داغ

---

مائل تھا بسکہ دل مرا بیداد کی طرف
خون بہہ چلا بدن سے تو جلاد کی طرف
سامان نالہ سب ہے مہیا پر اے اثر
میں دیکھتا ہوں تیری بھی امداد کی طرف
خوں کر رہا ہے جوش، رگ جان میں تری
"سودا" نہ دیکھ نشتر فصاد کی طرف

---

بچ کر وہ میخانہ سے اے شیخ نکلتا
ہر رند ہے واں جبۂ و دستار کا عاشق
کیا قدر رکھے جنس دل اس شخص کی "سودا"
جس کا ہو، فروشندہ خریدار کا عاشق

---

ترک مجھ سے کیوں کہ ہو عشق بتاں، اے اہل دیں
سمجھوں ہوں تار نفس کو اپنے میں، زنار عشق
اس چمن میں طرح بلبل کے وہ نالاں کیوں نہ ہو
روز و شب کھٹکا کرے سینہ میں جس کے خار عشق

---

پروانہ رات شمع سے کہتا تھا راز عشق
مجھ ناتواں نے کیا کیا اُٹھایا ہے، ناز عشق

---

بس نہ تھا اک داغ اے دل پھر تو اس سے لگ چلا
اس دبی آتش کو ڈرتا ہوں نہ سلگائے فراق

---

زندگی کیوں نہ ہو وے مجھ پر شاق
یار بے التفات دل مشتاق
غم نہیں اس کی بے وفائی کا
کرے ترک وفا نہ ہم سے فراق

---

شمع اس عارض کی، سب کہتے ہیں پہونچی نور تک
ہم سے جو پوچھے کوئی ہے صرف شمع طور تک
کون سے عارف کو یاں دعویٰ خدائی کا نہیں
یہ ترانہ ختم لیکن ہوچکا منصور تک
خوبی مے خانہ و ساقی نہیں اس کے نصیب
پہونچے گو زاہد عبادت سے قصور و حور تک

---

رہے اس فصل ہم، اے بلبل و گل ناتواں یاں تک
کہ نالہ لب تلک پہونچا نہ چاک جیب داماں تک

---

تک دیکھ لیں چمن کو چلو لالہ زار تک
کیا جانے پھر جئیں نہ جئیں ہم بہار تک
ساقی سمجھ کے دیجیو جام شراب عشق
آخر کو کام پہونچے گا اس کا خمار تک

---

رخصت جو در تلک بھی مجھے دے نہ باغباں
جھانکا کروں میں رخنۂ دیوار کب تلک

---

یک نفس گرد چمن ہم نہ ہوئے بال افشاں
آشیانے سے نہ اتھے رات ، گئے دام تلک

---

اس چمن کی سیر میں لے جا بسر تو اس طرح
چاھئیے ہووے نہ تھرا خار دامن گیر ایک

---

رونے کو میرے ، تا بہ کجا دل سے آئے اشک
نکلے ھے خون چشم سے اب تو بجائے اشک
آنکھوں سے ایک دم نہیں ہوتا مرے جدا
" سودا " میں کیا بیان کروں اب وفائے اشک

---

کرتی ھے مرے دل میں تری جلوہ گری رنگ
اس شیشہ میں ہرآن دکھاتی ھے پری رنگ

---

ابھی جھپکی ھے تک اے شور قیامت ! یہ پلک
صبح کا وقت ھے ظالم نہ خلل خواب میں ڈال

---

شاید کہ سیل اشک نے اس کو بہا دیا
سینے میں اب تو خاک بتایا سراغ دل

---

نہ دیکھا ہم نے کچھ اپنے سوا وہ جس کو دل چاہے
جو طالب ہوں کسی کے تو کوئی مطلوب دیکھیں ہم

---

قاتل کے دل سے آہ نہ نکلی ہوس تمام
ذرا بھی ہم تڑپنے نہ پائے کہ بس تمام
آتش کو رنگ گل کی صبا تونے پھونک دی
جلوائے آشیاں کے مرے خار و خس تمام
"سودا" ہوئی ہے شام کو زلفوں میں اس کی راہ
اس دست نارسا کو ہے کیا دسترس تمام

---

نہ غرض کفر سے رکھتے ہیں نہ اسلام سے کام
مدعا ساقی سے اپنے ہمیں اور جام سے کام
دل نالاں کو مرے کس کے ہے آرام سے کام
کوئی بے چین رہو، اپنے اُسے کام سے کام

---

کیا مچائی اس نے میرے دل کے کاشانے میں دھوم
شور ہے جس کے لئے کعبے میں بتخانے میں دھوم
زلف کو کھولا تو، کر اس دل کی شورش کا علاج
سخت، دیوانے نے کی زنجیر کھل جانے میں دھوم

---

تیرا جو ستم ہے اس کو تو جان اپنی سی تو خوب کرگئے ہم
جوں شمع لبوں پہ آرہا جی تھا تن سو گداز کر گئے ہم

ہوگی نہ کسی کو یہ خبر بھی اس بزم سے آ کدھر گئے ہم

---

ہے صفاے بادہ و درد تہ پیمانہ ہم
نور چشم مجلس و سوز دل پروانہ ہم
فیض سے مستی کے دیکھا ہم نے گھر اللہ کا
جا رہے مسجد میں شب گم کردۂ کاشانہ ہم
ماندگی گر محنت دنیا کی خواب آور ہو یاں
شور محشر کو بھی ''سودا'' سمجھیں اک افسانہ ہم

---

دوستی کا غیر کے کیا ذکر اس دل میں کہ دوست
آشنائی میں ترے ہیں آپ سے بے گانہ ہم

---

دیکھیں تو کس کی چشم سے گرتے ہیں لخت دل
تو اس طرح سے رو سکے اے ابر تر کہ ہم
بیٹھا نہ کوئی چھاؤں نہ پایا کسی نے پھل
بے برگ و بر نہیں کوئی ایسا شجر کہ ہم
قاصد کے ساتھ چلتے ہیں یوں کہہ کے میرے اشک
دیکھیں تو پہلے پہونچے ہے واں نامہ برکہ ہم

---

خانہ پرورد چمن ہیں آخر اے صیاد ہم
اتنی رخصت دے کہ ہو لیں گل سے تک آزاد ہم

خندۂ گل بے نمک، فریاد بلبل بے اثر
اس چمن سے کہہ تو جاکر کیا کریں گے یاد ہم
خاکساروں سے موافق کب ہے دنیا کی ہوا
راہ میں تیری، پھرے جوں نقش پا برباد ہم
ذبح تو کرتا ہے تک فرصت گلے لگنے کی دے
عید قرباں ہے تجھے دے لیں مبارک باد ہم

---

اے گل! صبا کی طرح پھرے اس چمن میں ہم
پائی نہ بو وفا کی ترے پیرہن میں ہم

---

بھلا گل تو تو ہنستا ہے ہماری بے ثباتی پر
بتا روتی ہے کس کی ہستی موہوم پر شبنم
مجھے وضع جہاں اس رشک سے محفوظ رکھنا ہے
بہار آخر ہے اک پل میں، کہاں پھر گل، کدھر شبنم؟

---

پیتا ہوں یاد دوست میں ہر صبح و شام جام
بے یاد دوست مجھ کو ہے پینا حرام جام
"سودا" تھا وقت نزع کے کلمے کا منتظر
جنبش لبوں کی دیکھی تو کرتا تھا جام جام

---

مجھے عاشق نہ بوجھ اپنا، جفا کا کب میں حاصل ہوں
لگا لوہو شہیدوں میں ترے کاہے کو داخل ہوں

مجھے یارو دماغ اب کب ہے گلگشت دوعالم کا
قدم رکھنے میں باہر گوشۂ خاطر سے کاہل ہوں

---

برہ کي آگ سے کیوں کر گریزاں ہوں میں اے ناصح
ازل سے ہم ہیں شعلے کي طرح پابند' آتش میں

---

ہمارے درد کی تدبیر ایسی ہو نہیں سکتي
تاسف ہي مرا کرتے ہیں یہ غم خوار آپس میں

---

قیس کی آوارگی ہے دل میں سمجھوں تو کہوں
ورنہ لیلیٰ ہے ہراک محمل میں سمجھوں تو کہوں

---

دیکھا جو باغ دھر تو مانند صبح و گل
کم فرصتي ملاپ کي باہم بہت ہے یاں

---

عاشق ترے' ہم نے کیئے معلوم بہت ہیں
ظالم توھی دنیا میں ہے مظلوم بہت ہیں

---

ہوئے غبار نہ " سودا " جو چھوٹتے دامن یار
پر اب کی ہوکے حنا پاؤں سے لپٹ جاویں

---

یار آزردہ ہوا رات جو مے‌نوشی میں
کیا ہوا ہم سے خدا جانئے بےہوشی میں
بھولنا ہم کو نہیں شرط مروت کہ ہمیں
یاد تیری ہے دوعالم کی فراموشی میں

---

اشک گل‌رنگ سے ہوں غم میں تیرے باغ و بہار
نالہ بلبل ہے، چمن نقش و نگار دامن

---

بلبل تصویر ہوں جوں نقش دیوار چمن
نے قفس کے کام کا ہرگز نہ درکار چمن
کیا گلا صیاد سے ہم کو یوں ہی گذری ہے عمر
اب اسیر دام ہیں تب تھے گرفتار چمن
نوک سے کانٹوں کے ٹپکے ہے لہو اے باغباں
کس دل آزردہ کے دامن کش ہیں ناچار چمن
لخت‌دل گرتے خزاں میں، جاے برگ اے عندلیب
ہم اگر ہوتے تری جاگہ گرفتار چمن

---

زهد کو چاهئے ہے زور تو عصیان کو زر
میں بھی یوں ہی بسر اوقات کروں یا نہ کروں
دل سے لب تک سخن آتے ہوئے ''سودا'' سوبار
مصلحت یار سے ہے بات کروں یا نہ کروں

غم میں تسکین دل زار، کروں یا نہ کروں
نالہ جاکر پس دیوار، کروں یا نہ کروں
سن لے اک بات مری تو کہ رمق ہے باقی
پھر سخن تجھ سے ستمگار کروں یا نہ کروں
تا صبا اُٹھ مری بالیں سے کہ دم رکتا ہے
نالے دل کھول کے دو چار کروں یا نہ کروں
سخت مشکل ہے کہ ہر بات کنا یہ سمجھو
ہے زبان میرے بھی، گفتار کروں یا نہ کروں
خواب شیریں میں وہ اور دل ہے مرا مائل شرق
جی دھڑکتا ہے کہ بیدار کروں یا نہ کروں
حال باطن کا نمایاں ہے مرے ظاہر سے
میں زباں اپنی سے اظہار کروں یا نہ کروں
کوچۂ یار کو میں رشک چمن اے "سودا"
جاکے با دیدۂ خوں بار کروں یا نہ کروں

---

چمن کا لطف سیر اور رونق محفل ہے شیشے میں
پہونچ ساقی کہ اپنی دوستوں کا دل ہے شیشے میں
تڑپتی ہے یہ خون دل میں ظالم ! آرزو میری
کہوں کیا تجھ سے میں گویا وہ اک بسمل ہے شیشے میں

---

آشنا مفت نہیں دل سے خیال رخ یار
اتری ہے لاکھ فسوں سے یہ پری شیشے میں

خانۂ دل کہ ہو خوں ہونے کا آئیں جس میں

ہے وہ اک بیت کہ سو معنے ہیں رنگیں جس میں

ہجر اور وصل سے کچھ کام نہیں ہے مجھ کو

بات وہ کہیجئے کہ تک دل کو ہو تسکیں جس میں

کار فرما جو ہمیں پوچھے تو کیا دیں گے جواب

وہ کیا کام ' نہ دنیا ہوئی نے دیں جس میں

---

گدا دست اہل کرم دیکھتے ہیں

ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں

نہ دیکھا جو کچھ جام میں جم نے اپنے

سو اک قطرۂ مے میں ہم دیکھتے ہیں

غرض کفر سے کچھ نہ دیں سے ہے مطلب

تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں

مٹا جائے ہے حرف حرف آنسوؤں سے

جو نامہ اُسے کر رقم دیکھتے ہیں

---

لخت جگر آنکھوں سے' ہرآن نکلتے ہیں

یہ دل سے محبت کے ارماں نکلتے ہیں

---

سنتا نہیں کسی کا کوئی درد دل کہیں

اب تجھ سوا میں جا کے خدا یا کہاں کہوں

---

اپنی توبہ زاهدا! جز حرف رندانہ نہیں

خم ہو تو یاں احتیاج جام و پیمانہ نہیں

صبح دیکھا تھا جو کچھ وہ کم نہیں ہے خواب سے

ذکر اس کا شام ہو تو بیش از افسانہ نہیں

---

سنگ سے بیت‌الحرم کی شیخ اتھائی ہے پنا

آئینۂ دل کا مجھے اس گھر میں بٹھلانا نہیں

نا صحا بالیں سے میری' اتھہ خدا کے واسطے

جان کہانی اس کو کہتے ہیں یہ سمجھا نا نہیں

---

کوسوں کا نہیں ' فرق وجود اور عدم میں

قصہ ہے تمام آمد و شد کا دو قدم میں

هم ساقیٔ قسمت سے بہر شکل ہیں راضی

یاں فرق نہیں ذائقۂ شربت و سم میں

---

غیر کے پاس یہ اپنا هی گماں ہے کہ نہیں

جلوہ گر ' یار مرا ورنہ کہاں کہ نہیں

پاس ناموس مجھے عشق کا ہے اے بلبل

ورنہ یاں کون سا انداز فغاں ہے کہ نہیں

دل کے تکڑوں کو بغل بیچ لئے پھر تا ہوں

کچھ علاج ان کا بھی' اے شیشۂ گراں ہے کہ نہیں

---

سر گوشي پر مري ہے تو آشفتہ کیوں ہوا
میں درد دل کہا ہے یہ، کچھ اور تو نہیں

---

دلا! میں پیتے ہی پیتے پیوں گا عشق کی مے
یہ جام زہر ہے پیارے کچھ انگبیں تو نہیں

---

تنہا کہیں بٹھا کے تجھے آج ایک بات
دل چاہتا ہے کہیئے مري جان، پر نہیں

---

نہ تلطف نہ محبت نہ مروت نہ وفا
سادگي دیکھ کہ اس پر بھی لگا جاتا ہوں

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں
میں موسم بہار میں، شاخ بریدہ ہوں
گریاں بہ شکل شیشہ و خنداں بہ‌طرز جام
اس میکدہ کے بیچ عبث آفریدہ ہوں

---

پیارے نہ برا مانو تو اک بات کہوں میں
ہو لطف کي اُمید تو یہ جور سہوں میں
یہ تو نہیں کہتا ہوں کہ سچ مچ کرو انصاف
جھوٹي بھي تسلي ہو تو جیتا تو رہوں میں

---

لخت دل، کس دن نہیں گرتے مرے دامن کے بیچ
تر نہیں ہوتي لہو میں کون سي شب ' آستیں

جن نے سجدہ کیا نہ آدم کو
شیخ کا پوجتا ہے بایاں پاؤں

بے اختیار منھ سے نکلے ہے نام تیرا
کرتا ہوں جس کسی کو پیارے خطاب، تجھ بن
مل جا جو چاہتا ہے " سودا " کی زندگانی
کچھ بے طرح سے اس کو ہے اضطراب، تجھ بن

گتھي نکلي ہیں لخت دل سے تار اشک کي لڑیاں
یہ انکھیاں کیوں مرے جي کے گلي کے ہار ہو پڑیاں

فرہاد و قیس ووں گئے "سودا" کا ہے یہ حال
کیا کیا کیا ہے عشق نے خانہ خرابیاں

نہ اشک آنکھوں سے بہتے ہیں نہ دل سے اٹھتي ہیں آہیں
سبب کیا ؟ کاروان درد کي مسدود ہیں راہیں

توني " سودا " کے تئیں قتل کیا ' کہتے ہیں
یہ اگر سچ ہے تو ظالم ! اسے کیا کہتے ہیں ؟

نہ اپنا سوز ہم تجھ سے بیاں جوں شمع کرتے ہیں
جو دل خالی کیا چاہیں تو آہ سرد بھرتے ہیں

جگر ان کا ہے جو تجھ کو صنم کبھ یاد کرتے ہیں
میاں ! ہم تو مسلماں ہیں، خدا بھی کہتے ڈرتے ہیں

گلی میں اس کی مت جا بوالہوس اُمان کہتا ہوں
قدم پڑتا نہیں اس کو میں واں سر سے گذرتے ہیں

نہ چارہ کرسکے کچھ موج دریا کی روانی کا
کہیں واد ستگاں زنجیر جکڑے سے ٹھہرتے ہیں

---

بس خشت کو اٹھا کر دیکھیں وہ چشم دل سے
صورت کو اپنے اس میں موجود جانتے ہیں

کیا شکر؟ کیا شکایت؟ اپنی ہے شکل یکساں
دونوں سے آپ ہی کو مقصود جانتے ہیں

ہم سر نوائیں کس کے آگے کہ بہد آسا
اپنے قدم کو اپنا مسجود جانتے ہیں

---

قدرت اوروں کو ہے سر گرم سخن ہونے کی
نہیں پھرنے کا دم سرد کے مقدور ہمیں

کام ہے چشم کا نظارہ نہ بھلا شب و روز
آنکھ خالق نے رقیبوں کو دی، ناصور ہمیں

کوئی سمجھے ہے ترے گھر میں کہ ہم آئیں ہیں کیوں
ہوکے مانع تو نہ کر خلق میں مشہور ہمیں

---

ان خوش قدوں کی چال کا انداز، کیا لکھوں
ٹھوکر لگے ہے دل کے تئیں جس خرام میں

---

جب میں گیا اس کے تو اسے گھر میں نہ پایا۔
آیا وہ اگر میرے تو در خود نہ رہا میں
کیفیت چشم اُس کی، تجھے یاد ہے "سودا"
ساغر کو میرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں

---

"سودا" خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑگئی تیرے فسانے میں

---

سجدہ کیا صنم کو میں دل کے کنشت میں
کہہ اس خدا سے شیخ! جو ہے سنگ و خشت میں
گذرا ہے آب چشم میرے سر سے با رہا
لیکن نہ وہ مٹا جو کہ تھا سر نوشت میں
"سودا" کو شمع بزم، جو کہتے تو تھا بجا
ہے اشک و آہ سوختن اس کی سرشت میں

---

خلش کروں نہ کسی سے اگرچہ خار ہوں میں
جلے نہ مجھ سے دل خس جو شعلہ بار ہوں میں

---

جسم کا معلوم رهنا، گر یهي هے سیل اشک
بیٹھ هي جاوے گي یه دیوار دن دو چار میں

---

امید هوگئي کچھ گوشہ‌گیر سي، دل میں
رها کرے هے تمنا، اسیر سی، دل میں
خدا کے واسطے خاموش ناصح بے درد
لگے هے بات تري مجھ‌کو تیر سی، دل میں

---

دل کو یه آرزو هے، صبا کوئے یار میں
همراه تیرے پهونچئے مل کر غبار میں
میں وه درخت خشک هوں اس باغ میں صبا
جس کو کسو نے سبز نه دیکھا بهار میں

---

دلا اب سر کو اپنے پهوڑ مت سنگ ملامت سے
یہی هوتا هے ناداں عشق کا انجام دنیا میں
نه کر "سودا" تو شکوه هم سے، دل کی بےقراري کا
محبت کس کو دیتي هے میاں آرام دنیا میں

---

کفر سے اب تو مرا دل هے نہایت بیزار
درمیاں کیا کروں اے شیخ که هے پائے بتاں

---

جي تک تو دے کے لوں جو ھو کارگر کہیں
اے آہ کیا کروں نہیں بکتا اثر کہیں
ھوتی نہیں ھے صبح نہ آتی ھے مجھ کو نیند
جس کو پکارتا ھوں سو کہتا ھے مر کہیں
ساقی ھے اک تبسم گل ' فرصت بہار
ظالم بھرے ھے جام تو جلدي سے بھر کہیں

---

قاصد کي کیا مجال جو اس کو میں جا سکے
جز مرغ روح کوئي مرا نامہ بر نہیں
میري طرف سے دیجیو صبا گل کو یہ پیام
آؤں قفس بھی توڑ کے پھر بال و پر نہیں

---

طلب میں سلطنت جم کی نہ صبح و شام کرتا ھوں
در مے خانہ پر جاکر سوال جام کرتا ھوں
جو آزادي میں یاد آجاے ھے لذت اسیري کی
تو کر پرواز گلشن سے تلاش دام کرتا ھوں

---

ٹکڑے تو ابھی لعل کے دل بیچ دھرے میں
ھم نے تو ابھی موتي ھی آنکھوں میں بھرے ھیں
صد شکر کہ مرنے کا خلش اُتھ گیا دل سے
جب سے ھوے پیدا ھم' اُسي دن سے مرے ھیں

میں کس کس شعلہ خو کو سینہ صد چاک دکھلاؤں
جو دل تھا ایک سو تو جل بجھا کیا خاک دکھلاؤں
پرستش چھوڑ دے کعبہ کی، "سودا"! شیخ، گر اس کو
جو میرے دل میں بستا ہے بت بے باک، دکھلاؤں

---

ہے اعتقاد ہمیں، ہندو و مسلماں پسر
ہیں دونوں ترے پرستار یہ نہ ہو وہ ہو
نہیں ہے وصل میں درخواست ہجر کی مجھ کو
ولے خدا سے ہوں ناچار، یہ نہ ہو وہ ہو

---

لہو اس چشم کا پونچھے سے، ناصح! بند کیوں کر ہو
جو دل ٹوٹے کسی کے ہاتھ سے پیوند کیوں کر ہو

---

کرے تک منفعل کوئی مرے بے درد قاتل کو
دکھا دے خاک پروانہ پہ گریاں شمع محفل کو
الٰہی ہے سکت نعم‌البدال کے تجھ کو دینے کی
مجھے اس کے عوض تو کچھ نہ دے پر پھیر لے دل کو

---

کس کی ملت میں گنوں آپ کو، بتلا اے شیخ
تو مجھے گبر کہے، گبر مسلماں، مجھ کو

---

اسرار خرابات سے واقف ہو جو زاهد
کعبے سے نہ کم سمجھے در پیر مغاں کو

---

"سودا" اُمید وصل کی کس کو ہے یاں کہ رہ نہیں
اپنے دل اور چشم میں ایسے خیال و خواب کو

---

باد شاهت دو جہاں کي بھی جو هووے مجھ کو
تیرے کوچے کی گدائی سے نہ کھووے مجھ کو
خشک رکھتی هے کبهو چشم جو دامن تجھ بن
آستیں چاهتی هے خوں سے بھگووے مجھ کو

---

آلودۂ قطرات عرق دیکھ جبیں کو
اختر پڑے جھانکیں هیں فلک پر سے زمیں کو
آتا ہے تو آ شوخ کہ میں روک رها هوں
مانند حباب اپنے دم باز پسیں کو
دیتي هی نهیں چین، بدی اپنے گماں کي
ساتھ اُس کے میں هوتا هوں، کوئی جائے کهیں کو

---

نہ پوچھو قتل کرنے میں کسو سے بیر ہے اس کو
چلے تلوار تو اب رواں کی سیر هے اس کو

---

تو نہ ہووے تو شب ہجر دے جینے ہم کو
خالق، اے صبح ! سلامت رکھے تیرے دم کو
ہم کسو کی نہ چڑھے نظروں میں عنقا کی طرح
دیکھ ڈالا ہے بہ یک آن، ہم اس عالم کو
ہے کہ اب لا کے دکھاویں اُسے تجھ کو ناصح
مت فضیحت ہو عبث کر کے نصیحت ہم کو

---

کیجے جو اسیری میں اگر ضبط نفس کو
دے آگ ابھی شعلۂ آواز قفس کو

---

ہمیں گو نالۂ کنج قفس کہیے تو آتا ہے
چمن کے زمزمے کرنا گرفتاروں سے مت پوچھو
فراموش اِن دنوں ہم شہریوں کے دل سے ''سودا'' ہے
خبر اُس کی جہان آباد کے یاروں سے مت پوچھو

---

ناصح کو جیب سینے سے فرصت کبھو نہ ہو
دل یار سے پھٹے تو کسی سے رفو نہ ہو

---

تجھ بن تو دو جہاں سے کچھ اپنے تئیں نہ ہو
ہو ویں نہ ہم کہیں کے اگر تو کہیں نہ ہو

---

غمزہ ، ادا ، نگاہ ، تبسم ، ہے دل کا مول
تم بھی اگر ہو اس کے خریدار کچھ کہو

ہر آن آ مجھی کو ستاتے ہو ناصحو
سمجھا کے تم اُسے بھي تو یک بار کچھ کہو

---

روا ہے کہہ تو بھلا اے سپہر نا انصاف
ریاے زہد چھپے، راز عشق رسوا ہو

---

اس درد دل سے موت ہو یا دل کو تاب ہو
قسمت میں جو لکھا ہو الٰہی شتاب ہو
اس کشمکش کے دام سے کیا کام تھا ہمیں
اے الفت چمن! ترا خانہ خراب ہو

---

اے نالہ! مت سبک ہو نکل کر جگر سے تو
مدت سے گر چکا ہے جگر کي نظر سے تو
دامن، مکان اشک سے ہے دو قدم کی راہ
آنکھیں چرا نہ لذت دل اتنے سفر سے تو

---

چھوڑوں گا نہ دامان اسیري کبھو صیاد
ہر صبح رہائی ہو مجھے، شام قفس ہو

---

کروں گرم با دیدۂ تر نگاہ — کہ ڈالے پھپھولا نہ رخ پر نگاہ
نہیں زخم سے اس کے، واقف کوئي — ہے باطن یہ برچھي، بہ ظاہر نگاہ

---

لینے لگا ھے اب تو مرا نام گاہ گاہ
بھیجیں گے ھم بھی نامۂ پیغام گاہ گاہ

---

عزت و آبرو و حرمت و دین و ایماں
روؤں کس کس کو میں یارو کہ گیا کیا کیا کچھ

---

مت مجھ کو ڈرا واعظ محشر کی صعوبت سے
ھے مبدأ صد محشر، میرا دل شوریدہ

---

رکھے ھے دل کو مرے اشتیاق سینے میں
کہ جیسے مرغ قفس میں ہو اضطراب زدہ

---

میں تجھ سے نہ کہتا تھا مت گھر سے تو نکلا کر
اب شور قیامت نے گھیرا ھے در میخانہ
کعبے کی زیارت کو اے شیخ میں پہونچوں گا
مستی سے مجھے بھولی جس دن رہ میخانہ

---

کرتے ھو مداوا کب بیمار غم اپنے کا
جب کام ھوا آخر تدبیر نظر آئی
ھے گردش چشم اس کی، حلقہ در محشر کا
موج خط پیشانی، زنجیر نظر آئی

---

یار کا جلوہ مرے، کیا شہرۂ آفاق ہے
جس کو سنتا ہوں سو وہ دیدار کا مشتاق ہے
ذات پر اس شوخ کی، بس ختم ہے معشوقیت
جو بشر دنیا میں ہے، منجملۂ عشاق ہے
فائدہ اس هرزہ گوئی سے بھلا ناصح تجھے
زندگی "سودا" کو اب بے عشق کرنی شاق ہے

---

کوئی تو سمجھے ہے اس چہرے کو مہ اور کوئی مہر
ہم تو سمجھے ہیں، فقط اللہ کا یہ نور ہے
اے خیال یار اس سینے میں اب مت رکھ قدم
شیشۂ دل سنگ سے ہجراں کے، چکنا چور ہے

---

کروں میں حال کس کس طرح ظاہر، سخت مشکل ہے
کہ دل سے بھی زیادہ خاطر دل دار نازک ہے

---

تیرے ہی سامنے کچھ لھکے ہے میرا نالہ
ورنہ نشانے ہم نے مارے ہیں بال باندھے

---

رفو ہوا جو گریباں مرا تو کیا ناصح
جو دل سے دل کہیں پیوند ہو رفو یہ ہے

کہوں کیا تجھ سے اے "سودا" خرام نازنین اس کا
دلوں کو ڈھونڈھتی اک آفت ناگاہ پھرتی ہے

---

جرم کے عفو کی تدبیر بہت اچھی ہے
بے گنہ رہنے سے تقصیر بہت اچھی ہے
مجھ کو سونپا ہے زمانے کے تئیں قسمت نے
دست نا مرد میں شمشیر بہت اچھی ہے
نیک و بد سے نہ کروں اپنے لکھے کا شکوہ
جو کہ قسمت کی ہے تحریر بہت اچھی ہے
جتنے ہیں کام ترے' سونپا خدا کو "سودا"
تیری تدبیر سے' تقدیر بہت اچھی ہے

---

کب کر سکے وہ تیغ ادا سے ہو جو کچھ کام
گو زخم نہ معلوم ہو قاتل تو وہی ہے

---

مری بھی سن لے کہ مانند شمع بزم اخیر
پگھل چکا ہے سراپا' زبان باقی ہے
نہ درد دل ہی کے کہنے کی تجھ سے ہے طاقت
نہ چپ ہی رہنے کی تاب و توان باقی ہے

---

دل جنس فرد شدۂ بازار ہنر ہے
دیکھو تو کہیں کوئی خریدار ہنر ہے

تک هم رهاں قافلہ سے، کہ دے اے صبا
ایسے هی گر قدم هیں تمهارے تو هم رهے

---

اے تڑپ چھن تو بسمل کو کہیں تل بھر دے
یہ نہ هو خوں سے کہیں دامن قاتل بھر دے
بادہ پینے سے تو خو گر میں نہیں هوں اے تیغ
هو کسی شیشہ میں لوهو تو مرا دل بھر دے

---

دنیا تمام گردش افلاک سے بنی
ماتی هزار رنگ کی، اس چاک سے بنی

---

غافل هماری آہ سے رهنا نہ بے خطر
کر خوف ایسے تیر سے جو بے کماں چلے

---

کهیو صبا سلام همارا بہار سے
هم تو چمن کو چهوڑ کے سوئے قفس چلے
تیرے سخن کو میں بہ سرو چشم ناصحا
مانوں هزار بار، اگر دل سے بس چلے

---

یار جس سے خوش رهے مجھ کو وہ آئیں چاهیے
اس سوا طالب نہ دنیا کا هوں نے دیں چاهئے

مخلصی "سودا" کي کچھ، حق کے کرم سے ہو تو ہو
ورنہ یاں ہر کام کي تقصیر دامن گیر ہے

---

کاتي مصیبت شب ہجراں، میں بارہا
واعظ نہیں ہے روز قیامت سے ڈر مجھے
جوں شمع، پانؤں گڑ کے جاتا ہوں میں کہاں
در پیش آ گیا ہے کدھر کا سفر مجھے

---

ساغر دل، خوں سے مالا مال رہتا ہے مرا
اہل دل گر مست رہتے ہیں تو ایسے جام کے

---

تو کہہ کے ہمیں سخت، نہ بدنام ہو ناصح
یہ شیشہ دل ہاتھ سے ہے چور کسو کے

---

ہوا کس پر، یہ دیوانہ الٰہی
کہ موج اشک ہے زنجیر دل کي
جفا سے تیرے اٹھ جاؤں میں لیکن
وفا ہوتي ہے دامن گیر دل کی

---

مجھ چشم سے اب اشک نہیں آنے کا ناصح
آوے بھی غم دل سے تو لخت جگر آوے

---

نہ عندلیب گرفتار کو قفس چھوڑے
نہ تیرے دام کے مشتاق کو ہوس چھوڑے

---

یارب کہیں سے گرمیٔ بازار بھیج دے
دل بیچتا ہوں، کوئی خریدار بھیج دے

---

تری دریا دلی کا شور ہے اے مہرباں جب سے
ہمارے دل سے دریاے تمنا، موج مارے ہے

---

تنزل سے بھی ہم ہرگز ترقی میں نہ کم ہوتے
جو ہوتے کوہ سے پتھر تو پتھر سے صنم ہوتے

---

طوبےٰ تلے میں بیٹھ کے روؤں گا زار زار
جنت میں، تیرے سایۂ دیوار کے لئے

---

گرمی اس شعلہ سے ہیہات نہ ہونے پائی
ہوں وہ پرواز، جسے رات نہ ہونے پائی
جی کی جی ہی میں رہی، یار مری بالیں تک
پہونچا اس وقت کہ کچھ بات نہ ہونے پائی

---

شیخ کعبہ میں خدا کو تو عبث ڈھونڈھے ہے
طالب اس کا ہے تو ہر ایک کی کر دلجوئی

---

ناصحا! هر چند یہ بندہ سبک اطوار ہے

پر سبک ہے کب جو خاطر پر کسي کی بار ہے

---

جو طبیب اپنا تھا اُس کا دل کسی پر زار ہے

مژدہ بادا ے مرگ! عیسےٰ آپ ہی بیمار ہے

---

طاقت کہاں ہے اب کہ گنوں وعدے کے میں دن

اس وقت بھي ملو تو دموں کا شمار ہے

---

کیا چیز ہے وہ' دل جسے کہتے ہیں الہي!

اک قطرۂ خوں سینے میں آفات طلب ہے

دشنام تو دینے کي قسم کھائي ہے' لیکن

جب دیکھے ہے وہ مجھ کو تو اک جنبش لب ہے

---

مت دیکھ خاک ساریٔ "سودا" بہ چشم کم

گر آسماں ہے تو' تو مقابل زمین ہے

---

آتے نہیں نظر میں کسو کے جو ہم تو کیا

عالم تو سب طرح کا هماري نظر میں ہے

---

ان سے جو ہیں نا بینا، وعدہ ہے قیامت کا
بینا کے بہ ہر یک پل، دیدار نظر میں ہے

---

کرے ہے توبہ جو واعظ کی ہرزہ گوئی سے
مگر بہار کو "سودا" نے دور دیکھا ہے

---

نشہ کو ہرگز حقیقت کے نہ پہونچے گا کوئی
جب تلک اے یار خالی عمر کا پیمانہ ہے

---

اک رنگ کے جلوے نے کھینچا ہے مرے دل کو
صورت تو نہ میں سمجھا گوری ہے کہ کالی ہے

---

جان تک چاہے اگر وہ تو ہے بندہ حاضر
دل اسے دیوے جو کوئی تو جگر اس کا ہے

---

چشم پرآب سے "سودا" کے نہ ٹپکا کبھو اشک
صورت آئینہ کچھہ دیدۂ تر اس کا ہے

---

پاک میرے نہ کسی دوست نے کی چہرے سے گرد
دیدہ ہے دشمن جاں، پر مرا منہہ دھوتا ہے

---

گوهر کو جوهري اور صراف زر کو پرکھے
ایسا کوئی نه دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے

---

سلے ہے مرغ چمن کا تو نالہ اے ساقی
بہار آنے کی بلبل خبر لگا کہنے

---

هم هیں وارستۂ محبت کی مدد گاری سے
سب سے آزاد هوئے دل کي گرفتاري سے
سبب غفلت دنیا هے فقط عیش شباب
خواب آور هے سحر' رات کي بیداري سے

---

مآل مردم ماضی و حال و استقبال
سنا تو ایک کي' کچھ داستان هے سب کی

---

عدو بھی هو سبب زندگي جو حق چاهے
نسیم صبح هے روغن' چراغ میں گل کے
چمن کھلیں هیں پہونچ بادہ لے کے اے ساقی
گرفتہ دل مجھے مت کر فراغ میں گل کے

---

پاس اب همارے' نکہت گل کو نہ لا نسیم
دل سے هوس چمن کی اسیروں کے دور کی

ہمدم! فقط تسلی کے دینے سے کیا حصول
کر فکر ہوسکے تو دل نا صبور کی

---

مرے ملنے کی اس کو تب ہوس ہووے اگر ہووے
کہ مجھ میں اک رمق باقی نفس ہووے اگر ہووے

---

ہمارے کفر کے پہلو سے دیں کی راہ یاد آوے
صنم رکھتے ہیں جس کو دیکھ کر اللہ یاد آوے

---

آئے جو بزم میں تو اٹھا چہرے سے نقاب
پروانے ہی کو شمع سے بیزار کر چلے
آزاد کرتے تم ہمیں قید حیات سے
اس کے عوض جو دل کو گرفتار کر چلے
تو خوش رہو گھر اپنے میں، جس شکل سے ہو تم
دو چار نالے ہم پس دیوار کر چلے

---

اثر، نے آہ میں ہر چند، نے تاثیر نالے میں
پر اتنا ہے کہ ان دونوں سے میرا دل بہلتا ہے

---

خو گر کو اسیری کے، ہے ظلم رہا کرنا
خوشتر زچمن، اس کو ہے دام گرفتاری

---

جو کچھ جہاں میں ہے وہ فرق ہے تعین کا
سخن مرا نہ سمجھنا قصور کس کا ہے
یہ سمجھیں ہیں کہ تو خالق ہے اور ہم مخلوق
ترے گناہ سمجھنا شعور کس کا ہے
جہاں کی بزم سے یا رو کسی کا اُٹھ جانا
یہ کون جانے کہ نزدیک و دور کس کا ہے

---

تمیز خوب و زشت اے مہرباں کب عشق نے پائی
محبت میں سبھی یکساں ہیں جس کی جس سے بن آئی
جھکایا تھا مجھے زاھد نے کوچہ رنج دنیا کا
مغاں نے راحت دنیا کی مجھ کو بات بتلائی

---

دھن غنچے کا جب دیکھوں ہوں گوش گل پہ گلشن میں
تو اپنا درد دل کہنا کسو سے یاد آتا ہے

---

زیست قاتل ہے مري' تجھ بن' اجل بدنام ہے
سینے میں موج نفس اک تیغ خوں آشام ہے
عشق کے انجام سے دل کو ہے غفلت اس طرح
جیسے وہ ماهي کہ دریا میں میان دام ہے

---

یاں جو ہوں خاموش سو تیري ندامت کے لئے
ورنہ شکوں کے ذخیرے ہیں قیامت کے لئے
آنکھ اُٹھا کر دیکھ تو اے یار میري بھی طرف
کب سے ہوں میں منتظر صاحب سلامت کے لئے

زخم سینہ کا تو بھر آیا ہے، لیکن داغ دل
رہ گیا ہے دوستی کی یہ علامت کے لئے

---

میں حال کہوں کس سے، ترے عہد میں اپنا
روتے ہیں کہیں دل کو، کہیں جی کی پڑی ہے
محکوم تصور کسی مرے ہے، تری صورت
آگے مری آنکھوں کی شب و روز کھڑی ہے

---

جان بھی دیجے جو اس جینے کا اب جھگڑا چکے
دین و دل کھو کر میاں اپنی سزا ہم پا چکے
یہ نوید آمد کے پیارے! مجھ سے مجھ کو لے گئے
آپ میں آیا میں تب اتنا کہ جب وہ جا چکے
گوش زد اس کے کیا اعدا نے میرا حرف عشق
کیا رہا جلنے میں اب جب آگ وہ سلگا چکے

---

جھلک جس شوخ میں ذرہ نہ ہو نور محبت کی
اگر خورشید ہے کیا ہے و گر مہتاب ہے کیا ہے

---

سینے کو دور کر مرے سینے کے داغ سے
سوز شب فراق کو دیکھ اس چراغ سے

---

شمع و چراغ گو کہ مری شب سے دور ھے
تو گھر میں ھو مرے تو اندھیرا بھی نور ہے

---

جب نظر اس کی آن پڑتی ھے
زندگی تب دھیان پڑتی ھے
دل سے پوچھا میں یہ کہ عشق کی راہ
کس طرف مہربان پڑتی ھے
کہا ان نے کہ یہ نہ ھندستاں
نے سوئے اصفہان پڑتی ھے
یہ دور رھا جو کفر و دیں کا ھے
دونوں کے درمیان پڑتی ھے
نہیں عیسیٰ تو پھر سخن سے ترے
تن بےجاں میں، جان پڑتی ھے

---

گذر ادھر بھی وہ شاہ خوباں کرے جو اک دم تو کیا عجب ھے
ھوئی ھے آگے بھی بادشاھوں سے اس طرح کی گدا نوازی

---

گل ھے عاشق ترا قسم مت کھا
یوں گریباں کسی کا پھٹتا ھے
عشق سے تو نہیں ھوں میں واقف
دل کو شعلہ سا کچھ لپٹتا ھے

---

جان تو حاضر ہے ' اگر چاھئے
دل تجھے دینے کو ' جگر چاھئے

عشق ہو' شرط ہے کیا ' ہو مرض الموت مجھے
یارب ! انسان کے مرنے کے ہیں آزار کئی
ترے بازار میں اب کیونکہ نہ بگڑے " سودا "
ایک یوسف نظر آتا ہے ' خریدار کئی

چھڑ کی تو مدتوں سے مساوات ہوگئی
گالی کبھو نہ دی تھی سو اب بات ہوگئی
بس اب ستم سے در گذر اے یار ! تا کجا
اعمال دے کے میری مکافات ہوگئی
ملنا ترا ' ہر ایک سے میں کیا بیاں کروں
عالم سے مجھ کو ترک ملاقات ہوگئی

کیجیو اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ
سینے سے ار مغاں لئے لخت جگر ' گئی

اب کی بھی دن بہار کے یوں ہی چلے گئے
پھر پھر گل آ چکے پہ صنم تم بھلے گئے
اے شمع ! دل ' گداز کسی کا نہ ہو کہ شب
پروانہ داغ تجھ سے ہوا ' ہم چلے گئے

ہے مدتوں سے خانۂ زنجیر ' بے صدا
معلوم ہي نہیں کہ دوانے کدھر گئے
"سودا" جہاں میں آکے کوئی ' کچھ نہ لے گیا
جاتا ہوں ایک میں' دل پر آرزو لئے

---

وعدۂ لطف و کرم ' گر نہ وفا کیجئے
مہر نہیں تو ستم' کچھ تو بھلا کیجئے
فرصت عمر اپنی یہ' لطف خداوند وہ
کہہ تو حق بندگی کیونکہ ادا کیجئے

---

کہوں میں کسی سے کہ مطلب قرار وا کیجئے
بھلا ہے ترک تعلق کا مدعا کیجے
کہے تھا شمع سے پروانہ' رات جلتے وقت
کہ حق بندگي اس طرح سے ادا کیجئے
کہا طبیب نے احوال دیکھ کر میرا
کہ سخت جان ہے "سودا" کا کیا کیجئے

---

بھاگ دیوانے سے مت اے غافل
وہیں جاناں ہے جہاں مجنوں ہے

---

گر تجھ میں ہے وفا تو جفا کار کون ہے
دل دار تو ہوا تو دل آزار کون ہے
ہر آن دیکھتا ہوں میں اپنے صنم کو شیخ
تیرے خدا کا طالب دیدار کون ہے

"سودا" کو جرم عشق سے کرتے ہیں آپ قتل
پہچانتا ہے تو ؟ یہ گنہ گار کون

---

الفت میں کچھ اپنی بھی اثر چاہئے "سودا"
ہر چند وفا شیوۂ محبوب نہیں ہے

---

جگر اور دل پہ اب میرے، بہار ایسی ہے داغوں سے
کہ زخم سینہ گویا، رخنۂ دیوار گلشن ہے

---

دل لے کے ہمارا جو کوئی طالب جاں ہے
ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ جی ہے تو جہاں ہے
ہر ایک کے دکھ درد کا، اب ذکر و بیاں ہے
مجھ کو بھی ہو رخصت تو مرے منھ میں زباں ہے
جو یندۂ ہر چیز ہے یابندہ جہاں میں
جز عمر گذشتہ کہ وہ ڈھونڈھو سو کہاں ہے
پیری جو تو جاوے تو جوانی سے یہ کہنا
"خوش رہیو مری جان تو جیدھر ہے، جہاں ہے"

---

جو وہ پوچھے تجھ سے اے قاصد کہ "سودا" خوش تو رہتا ہے
تو یہ کہیو! کبھو رو رو، دل اپنا شاد کرتا ہے
بساں نے، ترے ہاتھوں سے نالاں اس کو دیکھا میں
کوئی تک منھ لگاتا ہے تو وہ فریاد کرتا ہے

---

خواہ کعبے میں تجھے، خواہ میں بتخانے میں
اتنا سمجھوں ہوں مرے یار! کہیں دیکھا ہے
پھرے ہے کوچہ و بازار میں تو کیوں "سودا"
جنس دل کا بھی خریدار کہیں دیکھا ہے

---

یاں چشم سرمہ سا کا، مارا کوئی جیا ہے
ہر سرو، اس چمن کا اک آہ بے صدا ہے
لب تشنگان جام تسلیم، ہم ہیں ساقی!
یا بادہ، یا ہلاہل، جو ہو سو واہ وا ہے

---

قاصد کو اپنے ظالم جو کچھ کہ دوں بجا ہے
جیتا پھرے تو اجرت ورنہ یہ خوں بہا ہے

---

نسیم ہے ترے کوچے میں اور صبا بھی ہے
ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے
ترا غرور، مرا عجز، تا کجا ظالم
ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے
سمجھ کے رکھیو قدم خار دشت پر مجنوں
کہ اس نواح میں "سودا" برہنہ پا بھی ہے

---

کب تاب قفس لا سکے، وحشت مری صیاد
اک الفت گل بس ہے کہ سو دام یہی ہے

"سودا" کے ھاتھ کیونکہ لگے وہ متاع حسن
لے نکلیں جس کو گھر سے تو بازار ساتھ ھے

---

اس چشم خوں چکاں کا' احوال کیا کہوں میں
اب زخم ھے تو یہ ھے' ناسور ھے تو یہ ھے
کچھ بس نہیں ھے تجھ سے' جز رو کے چپ ہو رهنا
قدرت جو ھے تو یہ ھے' مقدور ھے تو یہ ھے
گردش سے آسماں کے نزدیک ھے سبھي کچھ
هم سے تجھے ملانا اک دور ھے تو یہ ھے

---

گذرا ھے کس کی خاک سے ظالم تو بے خبر
دامن کے ساتھ ساتھ ترے گرد ھے سو ھے
"سودا" گلی میں یار سے گو بولتا ھے گرم
پھر هر سخن کے ساتھ دم سرد ھے سو ھے

---

درد میرے استخواں کا کیا ترے دمساز ھے
اس قدر اے ! نے تري دلگیر کیوں آواز ھے

---

پروا عبث ھے هم سے یہ خاطر نشاں رھے
جس دم اٹھا یہ بیچ سے' پھر هم کہاں رھے

---

کیا پوچھتے ہو حال اسیران چمن کا
یک مشت پر اب کنج قفس میں همگي هے
"سودا" کے جو بالیں پہ هوا شور قیامت
خدام ادب بولے ابھی آنکھہ لگي هے

---

نہیں ممکن اسیروں کی کوئي فریاد کو پہونچے
صبا یہ مشت پر اس دام سے' صیاد کو پہونچے
عبث نالاں هے اس گلشن میں تو اے بلبل ناداں
نہیں هے رسم یاں کوئی کسي کی داد کو پہونچے

---

رها کرنا همیں' صیاد! اب پامال کرنا هے
پھڑکنا بھی جسے بھولا هو سو پرواز کیا سمجھے
نہ پہونچے داد کو هرگز' ترے کوچے کا فریادي
کسی کی' شور محشر میں کوئي آواز کیا سمجھے
نہ پوچھو مجھہ سے میرا حال تک دنیا میں جینے دو
خدا جانے میں کیا بولوں کوئي غماز کیا سمجھے

---

پہونچی نہ تجھہ کو آہ! مرے حال کی خبر
قاصد گیا تو ان نے بھی کچھہ اپني هي کهي

---

شعلہ میں برق کا هوں' پر افسردہ یاں تلک
هر خار اس چمن کا سمجھتا هے خس مجھے

---

اک گل سے بو وفا کی گر آتی ہو اے نسیم
ہر صبح اس چمن کی ہو شام قفس مجھے

---

منھہ لگاوے کون مجھہ کو، گر نہ پوچھے تو مجھے
عکس بھی دیتا نہیں اب آئینے میں رو، مجھے
منحصر جوں شمع جلنے پر مری ہے زندگی
تاپ و تپ سے عشق کے یاں تک ہوئی ہے خو، مجھے

---

ہے قسم تجھہ کو فلک دے تو جہاں تک چاہے
جلوہ حسن اسے، حسرت دیدار مجھے
ہوں تصدق ترے، او عالم فانوس خیال
کسو تصویر نے کیا صورت دیوار مجھے
نہ پھرا ملک عدم سے تو کوئی اے "سودا"
جانا ہے ان کی خبر کے لئے، ناچار مجھے

---

جل موا، شمع کو دیکھا جو مری بالیں پر
بدگمانی سے میں اب داغ ہوں پروانے کی
شکر صد شکر نہیں میں کسی خاطر کا غبار
خاک کعبے کی ہوں، یا گرد صنم خانے کی

---

کسو نے حال سے میرے، کہی نہ تجھہ سے بات
اگر کہی بھی کسو نے تو اپنے مطلب کی

نہیں ہے رشتۂ تسبیح صورت زنار
قسم ہے شیخ تجھے اپنے دین و مذہب کی

---

جس روز کسي اور پہ بیداد کروگے
یہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کروگے
اس دل کي اسیري سے نہیں کچھ تمہیں حاصل
اک نالۂ جاں کاہ سن، آزاد کروگے

---

عشرت سے دو جہاں کے یہ دل ہاتھ دھو سکے
تیرے قدم کو چھوڑ سکے، یہ نہ ہو سکے

---

ٹالا ہي تھا پہاڑ کو فرہاد نے ولے
آئے کو کیا کرے جو وہ سر سے نہ ٹل سکے

---

آہ و زاري سے مري، شب نہیں سویا کوئی
تجھ سے نالاں ہوں میں، اک خلق ہے نالاں مجھ سے

---

دل بے عشق کي دشمن ہے، تحریک نفس ناصح
کرے ہے کام پتھر کا ہوا، مینائے خالی سے

---

رکھیو اثر تو خاطر، نالے کي تک ہمارے
پہونچا ہے دل سے لب تک، یہ سخت زحمتوں سے

---

نہ بھول اے آرسی! گر یار کو تجھ سے محبت ہے
بھروسا کچھ نہیں اس کا، یہ منھ دیکھے کی الفت ہے

---

کون! محشر میں ہمارے خون کی دیوے گا داد
جب تو بولے گا کہ ہم قاتل ہیں، یہ مقتول ہے

---

منھ پسارے کیا پھرے ہے اے فلک! سمجھے ہیں ہم
ایک دن تیرا دہن اور اپنی مشت خاک ہے

---

کہتا ہے عشق، عقل سے مجھ کو تو بیر ہے
ناصح تو کیوں بکے ہے دوانہ سا؟ خیر ہے

---

کیا نیاز عشق سے غافل ہے ناز حسن آہ
شیریں کیا جانے کہ خوں آلود جوئے شیر ہے

---

رحم کچھ آپی تجھے آوے تو آوے ورنہ یاں
آہ ہے سو بے اثر، نالہ سو بےتاثیر ہے
اس قدر آغوش میں نظارہ کھینچے ہے تجھے
پشت آئینہ کی تیرا عکس رو تصویر ہے
جو کوئی پوچھے کیا کس جرم پر "سودا" کو قتل
کہہ "کسی کو گر کوئی چاہے یہ کم تقصیر ہے"

---

گل پھینکے ہیں غیروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر انداز چمن! کچھ تو ادھر بھی
کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانے، وگرنہ
کافی ہے تسلی کو مری، ایک نظر بھی
اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے
تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھو لخت جگر بھی
"سودا" تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات
آئی ہے سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

---

کریں ہیں درپہ ترے، شیخ و برہمن سجدہ
بتوں کے حسن و ادا! تیری، یاں خدائی ہے
تن گداز میں دل کیونکہ تیں رکھا "سودا"
یہ آگ، پانی میں کس سحر سے چھپائی ہے

---

بہار بے سپہر جام و یار گذرے ہے
نسیم تیر سی چھاتی کے پار گذرے ہے
گذر مرا ترے کوچے میں گر نہیں تو نہ ہو
مرے خیال میں تو لاکھ بار گذرے ہے
ہزار حرف شکایت کا، دیکھتے ہی تجھے
زباں پہ شکر ہو بے اختیار گذرے ہے

---

سینوں کو دلوں سے تو نہ خالی کر اب اتنا
ڈرتا ہوں نہ چھاتی کسی بے دل کی بھر آوے

ظالم! کر اب انصاف کہ سینے میں کہاں سے

ہردم کے لہو پینے کو تازہ جگر آوے

بے خوابی سے مرتا ہے شب ہجر میں ''سودا''

اب کہنے کو افسانہ ' کوئی نوحہ گر آوے

نامے کا جواب آنا تو معلوم ہے اب کاش

قاصد کے بد و نیک کی مجھ تک خبر آوے

---

درخت خشک ہوں اس باغ میں' خدا نہ کرے

کہ باغباں میرے احوال سے خبر پاوے

---

ہر دانہ میرے خوشۂ خرمن میں ہے شرر

کہہ! برق کو سمجھ کے تک ایدھر گذر کرے

---

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے

اپنا ہی تو فریفتہ ہوئے خدا کرے

فکر معاش ' عشق بتاں ' یاد رفتگاں

اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے

گر ہو شراب و خلوت و محبوب خوب رو

زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

---

ڈھایا میں ترے کعبے کو' تیں دل مرا اے شیخ
تعمیر میں کروں اُسے' تو اس کو بنا دے
بیمار کو تیرے ہو شفا' اس سے' نہ مانوں
عیسیٰ کو یہ قدرت ہے کہ مردے کو جلا دے

---

بال و پر توڑ کے سونپے ہے قفس کو صیاد
تجھ سے رخصت ہے مری اے ہوس آزادی

---

کب شمع مجالس کی فانوس میں چھپتی ہے
جو حسن ہو بازاری' مت اس کو بتھا پردے

---

"سودا" چمن دہر سے یہ چشم نہ رکھیو
وہ گل نظر آوے کہ جسے خار نہ ہووے
جز لذت دل اپنے' تو نہ دیکھے گل بے خار
سو بھی کہ جو مژگاں پہ نمودار نہ ہووے

---

پھر نظر تجھ کو نہ دیکھا کبھو ڈرتے ڈرتے
حسرتیں جی کی رہیں جی ہی میں مرتے مرتے

---

دیوانگی ہماری کیا کیا مچاتی دھومیں
زنجیر پاؤں ہوکے' گر اپنے گھر نہ لاتی

اک خلق کي نظروں میں سبک ہو گیا لیکن
کرتا ہوں میں اب تک تري خاطر پہ گرانی
تک دیدۂ تحقیق سے تو دیکھ زلیخا
ہر چاہ میں آتا ہے نظر یوسف ثانی

---

انصاف کچھ بھی یارو! ہے عشق کي نگر میں
دل غم سے آب ہووے اور چشم موتي رو لے

---

آوے گا وہ چمن میں ترکے ہي مےکشی کو
شبنم سے کہہ دے بلبل ! پیالے گلوں کے دھولے
کم بولنا ادا ہے ہر چند ' پر نہ اتنا
مند جاے چشم عاشق تو بھی وہ لب نہ بھولے
چشم پرآب ہوں میں جوں آئینہ خیالی
رک رک کے پڑ گئے ہیں چھاتی میں سب پھپھولے
کون ایسا اب کہے یہ "سودا" گلي میں اس کی
آ تجھ کو لے چلیں ہم دل کھول کرکے رولے

---

کدورت سے زمانے کی بہ رنگ شیشۂ ساعت
ملے ہمدرد اگر کوئي تو کیجئے دل بہم خالي

---

پہونچے سو کیونکہ ? منزل مقصد کو یہ قدم
پیدا ہوئے ہیں گردش ایام کے لئے

" سودا " ہزار حیف کہ آکر جہاں میں ہم

کیا کر چلے اور آئے تھے کس کام کے لئے

---

مطلعات

---

غنچوں کو گو شگفتہ چمن میں صبا کیا

لیکن ہمارے غنچۂ دل کو نہ وا کیا

---

ہے سخت بے مروت، وہ بت وفا کرے کیا

پر اب تو لگ گیا دل دیکھوں خدا کرے کیا

---

سننے پائے نہ دہن اس کے سے، دشنام تمام

جنبش لب ہی میں اپنا تو ہوا کام تمام

---

"سودا" کے لئے برسر بازار ہوئے ہم

ہاتھ اس کے بکے، جس کے خریدار ہوئے ہم

---

آگے یا قسمت جلوے یار یا مارے ہمیں

اب تو آنکھوں سے لگا ہے دیکھنے بارے ہمیں

---

## فردیات

دل کو تو ہر طرح سے دلاسا دیا کروں
آنکھیں تو مانتی نہیں میں اس کو کیا کروں

---

میکشاں ! روح ہماری بھی کبھو شاد کرو
توٹے گر بزم میں شیشہ تو ہمیں یاد کرو

---

وہ سمندر ہے کہ جس کا نہ کہیں پاٹ لگے
کشتی عمر مری دیکھئے کس گھاٹ لگے

---

## رباعیات

کتنوں کا جہان میں زر و مال ہے شکر
کتنوں کا ہے با دولت و اقبال ہے شکر
یوں شکر تو سب کرتے ہیں لیکن "سودا"
شاکر ہے وہی جس کو بہر حال ہے شکر

---

" سودا " پے دنیا تو بہر سو کب تک
آوارہ ازیں کوچہ بہ آں کو، کب تک
حاصل یہی اِس سے ہے کہ دنیا ہوئے
بالفرض ہوا یوں بھی تو، پھر تو کب تک

جہاں کے بحر میں اے دل لباس اتنا چاہ
کہ جوں حباب، وہی پیرہن وہی ہو کلاہ
تو کس تلاش میں سر مارتا پھرے ہے کہ عمر
بہ رنگ رشتۂ سوزن ہے ہر قدم کوتاہ

---

چاہی تھی بتوں کی آشنائی ہم نے
پر عقل کی مانی نہ رہ نمائی ہم نے
اس دل کے کنارے سے ہمارے یارو
کچھ آگ لگی تھی سو بجھائی ہم نے

---

کوتاہ نہ عمر مے پرستی کیجے
زلفوں سے تری دراز دستی کیجے
ساقی جو نہ ہو شراب، ہے آج وہ ابر
پانی پی پی کے فاقہ مستی کیجے

---

سرمایۂ عیش، کامرانی تو ہے
آرام دل و مونس جانی تو ہے
گر تو نہیں آوے جینا کس کام
میری تو مراد زندگانی تو ہے

---

افسوس ہماری عمر روتے گذری
نت دل سے غبار غم ہی دھوتے گذری

دیکھا نہ کبھی خواب میں اپنا یوسف
ہرچند تمام عمر سوتے گذری

---

## رباعیات مستزاد

دنیا کی طلب میں دین کھوکر بیٹھے  ہوکر گم راہ
کرنا ہی نہ تھا جو کام سو' کر بیٹھے  اے عقل بتا '

---

کعبے میں شیخ بت‌کدے میں ہندو  بےرنگ و بہ رنگ
کس بو قلموں صنم کے کافر ہم ہیں  اللہ اللہ

---

## قصائد

### مدح امام حسین علیہ‌السلام

سوائے خاک نہ کھینچوں گا منت دستار
کہ سر نوشت لکھی ہے مری بہ‌خط غبار

چمن زمانے کا شبنم سے بھی رہے محروم
اگر نہ رو وے مرے روزگار پر شب تار

کروں ہوں تیز میں دندان اشتہا ہر صبح
زمانہ سنگ ملامت سے توڑتا ہے نہار

شراب' خون جگر ہے' گزک مجھے دل خوش
صدائے نالۂ دل ہے مجھے' ترانۂ یار

زمانہ دل کو مرے اور عہد یار کو اب
شکست سے نہیں دیتا ہے ایک آن قرار
ز بس کہ دل ہے مکدر مرا زمانے سے
بہ‌جائے اشک، میں آنکھوں سے پوچھتا ہوں غبار
کہاں تلک وہ کرے روزگار کا شکوہ
کہ جس کے بخت کی سو گند کھاوے ہے ادبار
دلا تو اپنے غم دل کو اب غنیمت جان
بدل خوشی سے تو اس دور میں نہ کر زنہار
کسو ہی سے غم دل یوں نہ لے گیا دوراں
کہ شادی مرگ کیا ہو نہ اس کو آخر کار
جو گوش ہوش تو رکھتا ہے تو برابر ہے
صدائے نغمۂ داؤد نالۂ دل زار
شکستگی سے مجھے دل کی یوں ہوا معلوم
فلک نے گوشۂ خاطر کو بھی کیا مسمار
پڑا پھرے ہے اسی فکر میں سدا ظالم
کسو طرح سے کسو دل کو دیجئے آزار
رکھے ہے مجھ سے خصوصاً عداوت قلبی
خیال خام کو یوں دے کے اپنے دل میں قرار
کہ خاک کر کے اسے ہند میں بناؤں گا
چراغ بت‌کدہ‌وخشت خانۂ خمار
کدھر خیال کو اب لے گیا ہے یہ بے مغز
ز بس بھرا ہے سر اس کا ہوائے کج رفتار
دکھاؤں گا اسے، اب مرد، یوں کریں ہیں عزم
مشیت از لی بھی ہوئی جو ہم سے برار

تو روسیاہ کر اس ہند کا ' کوئی دن اور
اسی دیار کی گلیوں کا ہو جئے گا غبار
جہاں کے مرگ کو کہتا ہے خضر عمر ابد
خدا نصیب کرے مجھ کو زندگی اک بار
جو کچھ کہ مجھ سے سنے صدق سے تو باور کر
محمدی سے فرنگی ہو جو کرے انکار
خدا نہ خواستہ گر آسماں کی گردش سے
قضا طبیب ہوئی گر مسیح ہو بیمار
فلک سے اس کو ملائک کے آگے واں ہو ویں
جب اس دیار کے جاروب کش سے منت دار
اگر وہ خاک دے اس کو' شفا کی نیت سے
قضا قضا ہی کرے تک اگر کرے تکرار
ہے اس قدر وہ زمیں نور سے ہے مالا مال
کہ جس کی رات کے آگے نہیں ہے دن کو قرار
ہوا کے وصف میں اُس جا کی گر لکھوں میں غزل
مرا سخن رہے سر سبز تا بہ‌روز شمار

---

ز بس ہوا نے طراوت کو واں کیا ہے نثار
شرار سنگ میں ہیں رشک دانہ ہائے انار
گر اس طرف سے ہو جاوے صبا چمن کی طرف
نہ ہو سوائے زمرد عقیق واں زنہار
جو نخل خشک کی تصویر کھینچے واں نقاش
ہر ایک شاخ وہیں سبز ہوکے' لاوے بار

عجب نہیں ہے کہ ہوں اس ہوا سے دانۂ سبز
اگر زمیں پہ گرے ٹوٹ سمبۂ زوار
غرض میں کیا کہوں یارو چمن میں قدرت کے
عجب ہے لطف کی اس قطعۂ زمیں پہ بہار
انہوں کي نظروں میں ہوگی بہشت کي کیا قدر
جنھیں ہے مسکن و ماوا کے واسطے وہ دیار
غرض کہ دیکھ کے اس جا کے مرتبے کے تئیں
لگا زمین سے کرنے فلک یہ استفار
خبر دے اس کی مجھے اے زمیں کہ تجھ میں سے
ہوا ہے کس لئے اس خاک کو یہ عز و وقار
دیا جواب زمین نے کہ اے فلک هیہات
نہ دیجو مجھ سے تناسب اُسے تو دیگر بار
نہیں ہے خاک وہ ہے آبروئے آب حیات
نہیں وہ خاک ہے کحل الجواهرالابصار
اگر نہ چشم کو اکب کو پہنچے اُس میں سے
نہ کر سکے شب تاریک بیچ تو رفتار
مجھے ہے نسبت اب اس خاک سے کہاں جس میں
ابو تراب کے فرزند نے کیا ہو قرار
امام مشرق و مغرب شہِ زمین و زمن
رموز دان خداوند ' لجۂ اسرار
اگر نہ ہو قلم صنع هاتھ میں اس کے
تو لوح دفتر قدرت میں فرد ہو بے کار
خدا نہ خواستہ دیوے چہار عنصر میں
گر اس کی رائے بدلنا طبیعتوں کا قرار

ابھی فنا کرے مندفہ ہوا کا ذرہ خاک
نہ چھوڑے پانی کا قطرہ جہاں میں ایک شرار
گر اس کا حکم اٹھاوے جہاں سے رشتۂ کفر
مجال کیا جو سلیمانی میں رہے زنار
شکوہ خیمہ کا اُس کے بیاں کروں لیکن
کہاں خیال کو ہے پہونچنے کا واں تک بار
کہ جس کی دیکھ کے رفعت، فلک ہے چکر میں
اسی کے بوجھ سے ہے صفحۂ زمیں کا قرار
نہیں ستارے یہ ہیں بلکہ لوٹتا ہے گا
اسی حسد سے انگاروں پہ چرخ لیل و نہار
کرے ہے عرش اُسے اپنے جبہہ پر صندل
گر اس کے فرش سے جاروب کا اٹھے ہے غبار
کمیت خامے نے اب اس کے وصف گلگوں میں
کیا ہے صفحۂ کاغذ کو تختۂ گلزار
چمن میں صنع کے جس کی سبک روی آگے
کبھو نہ ایک قدم چل سکے نسیم بہار
غرض وہ گرم عناں ہو کے جب چمکتا ہے
نہیں پہونچتی ہے برق اس کی گرد کو زنہار
بیاں جلدی کا اُس کی کہاں تلک میں کروں
ملک کو جس کی سواری کا عزم ہو دشوار
چڑھا براق کے راکب نے دوش پر اپنے
سکھائی جس کو سواری وہی ہو اس پہ سوار

کہے ہے آ شہد ان لا الہ الا اللہ

عدم میں کفر سدا یاد کر تری تلوار

جہاں نہ پہونچے ہے تیرے خیال کا پیکاں

کرے ہے واں سے گزر تیرے تیر کا سوفار

نمط حباب کے ' قالب تہی کریں دریا

گریں جو اُن پہ تری آتش غضب کے شرار

کریں ہمیں نہ ورق آسمان کوتاہی

شہا اگر تیری بخشش کا کیجئے طومار

بھرا ز بس شکم حرص جو دئے تیرے

نہیں اب اس کے تئیں دردِ امتلا سے قرار

گھر نہ ہوں جو ترے ابر فیض کے آگے

کرے نہ گسر عرق انفعال ابر بہار

نگاہ فیض تری کھینیا اثر اتنی

اگر وہ ہو کرۂ خاک کی طرف اک بار

نہ نکلے کان سے فولاد تا ابد ہرگز

عجب نہیں ہے بغیر از طلائے دست افشار

رہیں فلک پہ مہ و مہر جب تلک قائم

ہمیشہ دیکھے اسی طرح چشم لیل و نہار

موالیاں کے قدم سے لگا رہے اقبال

جدا نہ ہو سر اعدا سے چنگل ادبار

---

منقبت حضرت علی علیہ‌السلام

اتھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل

تیغ اُردی نے کیا ملک خزاں مستاصل

سجدۂ شکر میں ہے شاخ ثمردار ہر ایک
دیکھ کر باغ جہاں میں کرم عز و جل
واسطے خلعت نو روز کے ہر باغ کے بیچ
آب جو قطع لگی کرنے روش پر مخمل
بخشتی ہے گل نو رستہ کی رنگ آمیزی
پوشش چھینٹ قلم کار بہر دشت و جبل
عکس گلبن یہ زمیں پر ہے کہ جس کے آگے
کار نقاشی مانی ہے دوم وہ اول
تار بارش میں پروتے ہیں گہر ہائے تگرگ
ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل
بار سے آب رواں عکس ہجوم گل کے
لوٹتے ہے سبزے پہ از بسکہ ہوا ہے بے کل
شاخ میں گل کی نزاکت یہ بہم پہونچی ہے
شمع ساں گرمی نظارہ سے جاتی ہے پگھل
جوش روئید گیٔ خاک سے کچھ دور نہیں
شاخ میں گاو زمیں کے بھی جو پھوٹے کو پل
یا سمن رنگ جو رکھتی ہے خزاں سے مانا
چاہتی ہے بہ سماجت کرے سبزے سے بدل
چشم نرگس کی بصارت کے ز بس ہے در پے
غنچۂ لالہ نے سر مے سے بھری ہے مکحل
اس قدر محو تماشا ہے کہ نرگس کی طرح
چشم سیار گلستاں میں جھپکتی نہیں پل
آبجو گرد چمن لمعۂ خورشید سے ہے
خط گلزار کے صفحے پہ طلائی جدول

سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پر
ساغر لعل میں جوں کیجیے زمرد کو حل
برگ برگ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہے
گل کو دیکھو تو نگہ جاوے ہے سنبل پہ پھسل
لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہے خیاباں میں نسیم
پاؤں رکھتی ہے صبا صحن میں گلشن کے' سنبھل
اتنی ہے کثرت لغزش بہ‌زمین ہر باغ
جو ثمر شاخ سے اترا سو گرا سرکے بھل
فیض تاثیر ہوا یہ ہے کہ اب حنظل سے
شہد ٹپکے جو لگے نشتر زنبور عسل
دانہ جس شور زمیں میں نہ پھلا دہقاں سے
سبز واں دانۂ شبنم سے ہوا ہے جنگل
کشت کرنے میں ہر اک تخم سے از فیض ہوا
گرتے گرتے بہ زمیں برگ و بر آتا ہے نکل
جوہری کو چمنستان جہاں میں اس فصل
آگیا لعل و زمرد کے پرکھنے میں خلل
نسبت اس فصل کو' پر کیا ہے سخن سے میرے
ہے فضا اس کی تو دو چار ہی دن میں فیصل
اور میرا سخن آفاق میں تا یوم قیام
رہےگا سبز بہ‌ہر مجمع و ہر یک دنگل
تا ابد طرز سخن کی ہے مری رنگینی
جلوۂ رنگ چمن جاوے گا اک آن میں ڈھل
نام تلخی نہیں مجھ نطق میں جز شیرینی
یک طرف تار گلستاں میں ہے یکسو حنظل

هیں برومند سخن‌ور، مرے هر مصرع سے

مصرعہ سرو سے پایا هے کسی نے بھی پھل

هو جہاں کے شعرا کا مرے آگے سر سبز

نہ قصیدہ، نہ مخمس، نہ رباعی، نہ غزل

هے مجھے فیض سخن اس کی هے مداحی کا

ذات پر جس کی مبرهن کلم عزو جل

مهر سے جس کی منور رهے دل جوں خورشید

روسیہ کینے سے جس کے رهے مانند زحل

بغض جس کا کرے جوں مور سلیماں کو ضعیف

مور کو حب سے ملے جس کے، پیلوں کا سا بل

شیر یزداں، شہ مردان علی، عالی قدر

وصی ختم رسل اور امام اول

خاک نعلین کی جس کی مدد طالع سے

پہنچے اس شخص کو جو شخص هو اعمائے یزل

وہ نظر آئے اسے دهر کی بینائی سے

رہ گیا اور رهےگا جو ابد تک اوجهل

مطلع دوم

دید تیرا بہ‌دوئی حق سے نگہ کا هے خلل

ایک شے دو نظر آتی هے بہ‌چشم احول

تیری قدرت بہ‌جہاں قدرت حق کی خاطر

خلق کے وهم غلط کار میں تهہری هے مثل

رائے تیری کے موافق جو نہ لکھے نسخہ

کرے تاثیر نہ عیسے کا مداوا بہ کسل

سر کے پیکان نہ قبضے سے کماں کے سر ہو

ہو اشارہ جو ترا تیر قضا کو کہ "نہ چل"

معنئي علامت فنائي جو نہ ہو، تو اُن کا

خانۂ ہر دو جہاں پھر ہوں دو بہت مہمل

جو گدا ہے بہ جہاں تیرے گدائے در کا

اُس کے درکا وہ گدا کہئے جسے اہل دول

وصف تجھ تیغ دوسر کا میں کروں کیا شہ دیں

دل مجنوں کے جو میدان کرے ہے صیقل

کھینچ اُسے گر تو عدو پر کرے میداں میں نہیب

اِستقامت کا زمانے کي قدم جائے نکل

عرض میں سے دو طرف ہوکے لگے بہنے طول

پڑے دریا میں جو وہ تفرقہ انداز اکل

جمع کب وہ سکیں اعدا کے حواس خمسہ

دیکھ کر اس کو علم ہاتھ میں تیرے یک پل

توام اجزا جو موالید کے ہیں یک دیگر

منجمد رہنے میں ان کے وہیں آجائے خلل

اس کو آسیب نہیں صورت شمشیر قضا

نہ جھڑے وہ، نہ مڑے وہ، نہ پڑے اس میں بل

زیر راں ہے جو تیرے رخش فلک سیر شہا

ہے وہ محبوب جسے کہیے نہایت اچپل

شکل کیا اس کي بتاؤں کہ جسے شوخي سے

دائرے بیچ تصور کے نہیں پڑتی کل

جست و خیز اس کي بیاں کیجئے گر پیش کلیم

اعتقادات حکیمانہ میں آجاوے خلل

مہغ سے نعل کی اس کے میں اگر دوں تشبیہ
کرے دورے کو تمام اپنے بیک آن زحل

اس کی جلدی کا تو کیا ذکر ہے سبحان للہ
نسبت اس کی فرس ایسا کہ جیسے کھٹے اچل

تو سن وھم کو دوڑائیے ساتھ اُس کے تو ھو
باز گشت اِس کا تمام اُس کے بہ کام اول

ھیبت عدل یہ تیری ھے کہ ھر دشت ' میں شیر
واسطے درد سر آھو کے گھسے ھے صندل

سامنے بز کے یہ کیا دخل کہ نکلے آواز
گرگ کے پوست کو منڈھوا کے بجائیں جو ڈھل

ذکر واں کار ترے حفظ کا گر آ جاوے
کسی محفل میں بہ تقریب' زباں پر یک پل

شعلۂ شمع کی گرمی سے یقیں ھے' دل کو
شب سے تا صبح قیامت' نہ سکے موم پگھل

امر سے نہی کے تیرے بہ جہاں یا شہ دیں
کام پہنچا ھے مناھی کا بھی یاں تک بہ ذلل

کیونکہ آواز مغنی ھو گلے سے باھر
شرم سے ساز کے پردوں میں سدا ھے اوجھل

امر حق سے جو ملایک نے یہ چاھا سونپیں
علم کا بار ترے کوہ فلک کو بہ ازل

عرض دونوں نے کیا یوں بہ جناب اقدس
بوجھ اس میں ھے بہت ھم ھیں گرفتار کسل

آخرش تجھ کو ھي پايا متصل اس کا
جب یہ دیکھا کہ کسي سے نہیں سکتا ھے سنبھل

مدح اپنی نہ سمجھ یہ جو کہا میں اس سے
رتبہ تجھ مدح کا اعلیٰ ھے سخن ھے اسفل

عرض احوال ھے اپنا ھي مجھے اس سے غرض
تا بہ آخر جو یہ موزوں میں کیا از اول

سو تو وہ کیا ھے رھا ھووے جو تجھ سے مخفي
سادہ لوحی پہ مری کیجئے یہ نظم حمل

سب کا احوال ترے پیش ضمیر روشن
ایک سے دونوں ھیں کیا ماضي و کیا مستقبل

پر کروں کیا میں کہ ھے آٹھ پھر دل میرا
گردش چرخ سے جوں شیشۂ ساعت بے کل

نہ تو روزانہ مجھے اس سے خورش کا آرام
نہ مری چشم میں خواب اس سے شبانہ یک پل

راست کیشوں سے کجي اتنی ھے اس ملعوں کو
کہ دیا سرو کو ان نے نہ کبھو پھول نہ پھل

کرکے دریافت اس سوال کو اب یا مولا
تجھ سے یوں عرض کرے ھے یہ ترا عبد عقل

جلد پھنچا بہ زمین نجف اس عاصي کو
کہ اسے عمر ابد ھو جو واں آے اجل

میری قسمت کے موافق تو معین کردے
اپنی سرکار سے واں ما تحلل کا بدل

ہاتھ پھیلاوے جا زیر فلک کس کے حضور
دست ہست نظر آتا ہے جہاں کا بہ بغل

لیکن اس امر میں ہے حق بہ طرف خلقت کے
کر کے جب دیدۂ قسمت سے سبھوں کے اوجھل

جوہر جود و کرم تھا جو بہ روز تقسیم
لکھ گیا ہو وے ترے نام سے منشی ازل

طاقت طول سخن آگے بھی تک ''سودا'' کو
بخش اے قوت بازوئے نبیٔ مرسل

چاہتا ہے کرے آخر وہ دعائیہ پر
نظم تجھ مدح کی بہتر ز کلام اول

تا ملے خلعت نو روز بہ بستان جہاں
پاوے تا نیر اعظم شرف برج حمل

تا کرے سبزہ بہ رخسار گل اندام نمود
تا پڑے سنبل پیچیدۂ محبوب میں بل

تا رہے داغ دل سوختۂ عاشق کو
پھولتا لالۂ خود رو رہے جب تک بہ جبل

بحر میں قطرۂ نیسا سے ہو جب تک گوہر
کر کے تا وقت ترشح کے، ہوا میں بادل

بوئے گل مست کرے باغ میں تا بلبل کو
تا کرے باد سحر عقدے کو غنچے کے حل

موج ہو آب کی تا سرو کے پائیں زنجیر
جب تلک طوق رہے گردن قمری کا محل

تالب جو یہ کرے خیمہ اِستادہ حباب
تا بچھاوے بہ روش سبزۂ فرش مخمل
قدر ہو عود کی تا مجمر و آتش سے فزوں
لطف ہوتا رہے عالم میں بہ چوب صندل
نخل امید سے اپنے ہوں برومند محب
ہو محبت نہ تری جن کو نہ پاویں وہ پھل

---

نعت

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغاے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی
ہنر پیدا کر اول ترک کیجو تب لباس اپنا
نہ ہو جوں تیغ بے جوہر و گر نہ ننگ عریانی
فراہم زر کا کرنا باعث اندوہ دل ہو وے
نہیں کچھ جمع سے غنچے کو حاصل جز پریشانی
خوشامد کب کریں عالی طبیعت اہل دولت کی
نہ جھاڑے آستین کہکشاں شاہوں کی پیشانی
عروج دست ہمت کو نہیں ہے قدر بیش و کم
سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہے زر افشانی
کرے ہے کلفت ایام ضائع قدر مردوں کی
ہوئی جب تیغ زنگ آلودہ کم جاتی ہے پہچانی
اکیلا ہوکے رہ دنیا میں چاہے گر بہت جیتا
ہوئی ہے فیض تنہائی سے عمر خضر طولانی

اذیت وصل میں دونی جدائي سے ہو عاشق کو
بہت رہتا ہے نالاں فصل گل میں مرغ بستاني

موقر جان! ارباب ہنر کو بے لباسی میں
کہ ہو جو تیغ با جوہر، اُسے عزت ہے عریانی

بہ رنگ کوہ رہ خاموش حرف نا سزا سن کر
کہ تا بد گو صدا ے غیب سے کھینچے پشیماني

یہ روشن ہے بہ رنگ شمع ربط با دو آتش سے
موافق گر نہ ہو وے دوست، ہے وہ دشمن جانی

نہیں غیر از ہوا کوئي ترقي بخش آتش کا
نفس جب تک ہے داغ دل سے فرصت کیونکہ ہے پانی

کرے ہے دہر زینت ظالموں پر تیرہ روزي کو
کہ زیب ترک چشم یار سرمہ ہے صفا ہاني

مطلع دوئم

عجب نادان ہیں جن کو ہے عجب تاج سلطانی
فلک بال ہما کو پل میں سونپے ہے مگس راني

نہیں معلوم اُن نے خاک میں کیا کیا مزا دیکھا
کہ چشم نقش پا سے تا عدم نکلی نہ حیرانی

زمانے میں نہیں کھلتا ہے کار بستہ حیراں ہوں
گرہ غنچہ کي کھولے ہے صبا کیوں کر بہ آساني

جلوں کے ہاتھ سے سر تا قدم کاہیدہ اتنا ہوں
کہ اعضا دیدۂ زنجیر کي کرتے ہیں مژگاني

نہ رکھا جگ میں رسم دوستی اندوہ روزی نے
مگر زانو سے اب باقي رہا ہے ربط پیشانی

سیہ بختی میں اے "سودا" نہیں طول سخن لازم
نمط خامے کے سر کٹوائے گی ایسی زباں دانی

سمجھ اے نا فہاحت فہم اب تک یہ بیاں ہو
ادائے چین پیشانی و لطف زلف طولانی

خدا کے واسطے باز آ تو اب ملنے سے خوباں کے
نہیں ہے ان سے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی

نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی

زہے دین محمد پیروی میں اس کی جو ہووے
رہے خاک قدم سے اُس کی چشم عرش نورانی

ملک سجدہ نہ کرتے آدم خاکی کو گر اس کی
امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

زباں پر اس کی گذرے حرف جس جاگہ شفاعت کا
کرے واں ناز آمرزش پہ ہر اک فاسق و زانی

موافق گر نہ کرتا عدل اُس کا آب و آتش کو
تو کوئی سنگ سے بندھتی تھی شکل لعل رمانی

پلے ہے آشیاں میں باز کے بچہ کبوتر کا
شباں نے گرگ کو گلے کی سونپی ہے نگہبانی

ہزار افسوس اے دل ہم نہ تھے اس وقت دنیا میں
و گر نہ کرتے یہ آنکھیں جمال اس کے سے نورانی

حدیث من رآنی دال ہے اس گفتگو اوپر
کہ دیکھا جس نے اس کو اس نے دیکھی شکل یزدانی

غرض مشکل ہمیں ہوتی کہ پیدا کرکے ایسے کو
خدا گر یہ نہ فرماتا " نہیں کوئی مرا ثانی "
بس آگے مت چل اے "سودا" میں دیکھا فہم کو تیرے
کر استغفار اس منہہ سے اب ایسے کی ثنا خوانی

---

نعت و منقبت

چہرۂ مہروش ہے ایک، سنبل مشک فام دو
حسن بتاں کے دور میں، ہے سحر ایک، شام دو
فکر معاد اب کریں، یا کہ معاش کی تلاش
زندگی اپنی ایک دم، کیجئے کیونکہ کام دو
پھینکے ہے منجنیق چرخ تاک کے سنگ تفرقہ
بیٹھ کے ایک دم کہیں، ہوویں جو ہم کلام دو
خرد و بزرگ دھر میں، نسبت جام و شیشہ جان
بادہ تو اُن میں ایک ہے، گوکہ ہوے بہ‌نام دو
مثل زباں خامہ ہیں، گر نبی و امام دو
معنی تو ان میں ایک ہیں گو کہ ہوے بہ‌نام دو
ہونے نہ دے غروب ایک، بہر نماز مہر کو
ایک کرے اشارے سے، قرص مہ تمام دو
ان کے طواف روضہ کو پہنچے کبھی نہ جبرئیل
رکھ کے زمیں پہ ایک گام، تا نہ کرے سلام دو
موسیٰ و خضر اور مسیح، درپہ اُنھوں کے وقت طوف
ایک بنے جو چوبدار کرتے ہیں اہتمام دو

سجدہ کریں ہیں مہر و مہ، درپہ انہوں کے روز و شب
برہمن اس سے یوں ہوا داغی ہیں یہ غلام دو

ہوتے حکیم کس سبب؟ معتقد قیام دہر
دیتے نہ گر زمانے کو مل کے یہ انتظام دو

وصف براق و دلدل اب، کہئے تو میں بیاں کروں
شرق سے تا بہ غرب تک جن کے تئیں ہیں گام دو

مرضی حق نہیں ہے یہ دو ہوں ہوا اور ایک بام
ورنہ پھریں وہ عرش پر، ایسے ہیں خوش خرام دو

بوش انہوں کی تیغ کی، مجھ سے بیاں نہ ہو سکے
خامے کی اب زباں ہوئی لکھنے سے جس کا نام دو

اس کے خیال میں کوئی دیکھے جو اپنے باپ کو
احولوں کی طرح اسے، آوے نظر تمام دو

"سودا" اب آگے کیا کہوں مجھ سے کہے ہے ان کا ذکر
قطع کلام کرکے تم مدح کو اختتام دو

چاہے تھی طبع یہ مری طول دے اس کلام کو
کہویں علی نبی سے یوں، اس کا صلہ تمام دو

یہ بھی صلہ نہیں ہے کم عرصہ حشر میں اگر
یاد کریں جو مجھ سے کو ایسے بہ احترام دو

## مدح امام حسن عسکري عليه‌السلام

عیب پوشي ھو لباس چرک سے کیا ننگ ھے
مان لے آئینہ بھتر اس صفا سے زنگ ھے

وضع سے کم مایہ اپني' کیا ترقي کر سکے
چاھیے دریا ھو' یہ کب گھر میں ڈھنگ ھے

فیض بھم پھنچا نہ محروم تجلي دل کو رکھ
صیقل اس آئینہ کي' گرد شکست رنگ ھے

اپے بھي مرھوں ھمت ھوں نہ عالی ھمتاں
کوہ کي شمشیر کو کب احتیاج سنگ ھے

تک پرے رکھنا قدم اس آستاں سے گرد باد
خاکساري کو ھماری' سرکشی سے ننگ ھے

محو حیرت کے تئیں ھے' دوست اور دشمن سے کیا
آئینہ تصویر کا دور از غبار و زنگ ھے

صبحدم "سودا" چمن میں مجھ کو آیا تھا نظر
ان دنوں شاید وہ کچھ شور جنوں سے تنگ ھے

پائے گلبن' بے دماغانہ سا کچھ بیٹھا ھوا
اک غزل پڑھتا تھا یہ مطلع کا جس کے ڈھنگ ھے

---

شمع کا سیرے صدائے خندۂ گل تنگ ھے
تک پرے جا بول بلبل گو تو ھم آھنگ ھے

ھوسکیں نازک دلاں کب روکش صرف درشت
عکس بال طوطی اپنے آئینہ پر سنگ ھے

یاں سموم عشق سے کس کو ھے جوشش کا دماغ
شعلۂ آتش مرے کانٹے پہ گل کا رنگ ھے

گرد هوں میں تو نہیں خاطر نشینی کا دماغ
آئینہ هوں تو صفائی میری' مجھ پر زنگ ہے

تک پرے گلشن سے میرے شور کر ابر بہار
یاں صدائے رعد آواز شکست سنگ هے

ناز پروردہ جو استغنا کے هیں ان کے تئیں
یک قدم راہ طلب طے کرنی سو فرسنگ هے

دیکھنا راہ اجل ان کو تماشا رقص کا
درد دل سننا کسی کا ان کو عود و چنگ هے

غم کسی دل سوختہ پر ان کو کھانا هے کباب
نت انھیں خون جگر پینا مے گل‌رنگ هے

خاک در ایک ایسے کے هیں' وہ زری مسند هے کیا
عرش کے دامن پہ گر بیٹھیں تو ان کا ننگ هے

قبلۂ دنیا و دیں یعنے امام عسکری
جس کی میزان عدالت اتنی بے پا سنگ هے

ایک پلے میں هو کاہ اور دوسرے پلے میں کوہ
کاہ کو باور تو کرنا کوہ سے هم‌سنگ هے

پشت خار آهوے صحرا هے پنجہ شیر کا
باز کا' چڑیا کی خاطر' آشیانہ چنگ هے

نہی سے تجھ امر کے اب یا امام‌المتقیں
بس کہ منہیات پر عرصہ جہاں کا تنگ هے

چشم خوباں میں شراب آتی هے لینے کو پناہ
گل رخاں کے خط نہیں آتش کے اوپر بنگ هے

میں گداؤں کی ترے در کے کہوں همت سو کیا
اس‌ی پہ هے گفتگو جو ان میں لنج و لنگ هے

کہہ سلیماں سے' نگیں اپنے پہ تو نازاں نہ ہو
پھر ارباب ہمم یہ دست زیر سنگ ہے

اس زمیں کو جس پہ اس کا دست ہو سایہ فگن
کچھہ سوا گل اشرفی کے سبز کرنا ننگ ہے

منھہ پہ تیغ برق دم' الماس پی کر کے ترے
یک قدم آنا عدو کو راہ سو فرسنگ ہے

گر سر دشمن پہ ہو میداں میں وہ سایہ فگن
خود و قاش زیں دو حصہ تا بہ حد تنگ

پر نہیں یہ وصف اس کے جو بیاں میں نے کہے
بلکہ یہ تعریف تو اس کی برش کا ننگ ہے

آسماں سے تا زمیں اور گاؤ سے ماہی تلک
امتحاں گر کیجئے اس کو تو اک چورنگ ہے

لیتے ہیں تعلیم واں ہر روز آکر گرد باد
جس جگہہ سر گرم کاوے پر ترا شبرنگ ہے

گرد جولاں گاہ کا اس کے کہوں میں کیا دماغ
عارض خوباں کے خط ہونے سے جس کو ننگ ہے

بگڑا ہی جاتا ہے ہاتھوں میں جلو لینے کے وقت
نکلا ہی پڑتا ہے رانوں سے یہ اس کا رنگ ہے

کر قصیدے کے تئیں "سودا" دعائیہ پہ ختم
قافیے کی وسعت اب آگے نہایت تنگ ہے

سر گل امید سے محروم تیرے دوست کا
ہو نہ جب تک گلشن دنیا میں آب و رنگ ہے

لالہ ساں ہو غرق آتش میں عدو سر تا قدم
پر شرر جس وقت تک دامان کوہ وسنگ ہے

## شہر آشوب

کہا یہ آج میں "سودا" سے کیوں تو ڈانواں ڈول
پھرے ہے، جا کہیں نوکر ہو لے کے گھوڑا مول
لگا وہ کہنے یہ اس کے جواب میں دو بول
جو میں کہوں گا تو سمجھے گا تو کہ ہے یہ ٹھٹھول
بتا کے نوکری بکتی ہے ڈھیر یوں یا تول

سپاہی رکھتے تھے نوکر امیر دولت مند
سو آمد ان کی تو جاگیر سے ہوئی ہے بند
کیا ہے ملک کو مدت سے سرکشوں نے پسند
جو ایک شخص ہے بائیس صوبے کا خاوند
رہی نہ اس کے تصرف میں فوجداری کول

بس ان کا ملک میں کار نسق جو یوں ہو تباہ
کہ کوہ زر ہو زراعت میں تو نہ دیں پرکاہ
جگہ وہ کون سی نوکر رکھیں یہ جس پہ سپاہ
کہاں سے آویں پیادے کریں جو پیش نگاہ
کدھر سوار جو پیچھے چلیں وہ باندھ کے غول

رہی فقط عربی باجے پر انہوں کی شان
جو چاہیں اس کو نہ بجواویں یہ تو کیا امکان
پر ان کا فکر ہے تخفیف خرچ پر ہر آن
رہے گا حال یہی ملک کا اگر تو ندان
گلے میں طاشا کہاروں کے پالکی میں ڈھول

پڑے جو کام انہیں تب نکل کے کھائی سے
رکھیں وہ فوج جو موئی پھرے لڑائی سے

پیادے ہیں سو تڑیں سر منڈاتے نائی سے
سوار گر پڑیں سوتے میں چارپائی سے
کرے جو خواب میں گھوڑا کسی کے نیچے الول

نہ صرف خاص میں آمد نہ خالصہ جاری
سپاہی تا متصدی سبھوں کو بے کاری
اب آگے دفتر تن کسی میں کیا کہوں خواری
سوال دستخطی کو پھاڑ کرکے پنساری
کسی کو آنولہ دے باندھ کر کسی کو کتول

یہ جتنے نقدی و جاگیر کے تھے منصب دار
تلاش کرکے ڈیلتے انھوں نے ہو ناچار
ندان قرض میں بنیوں کے دے سپر تلوار
گھروں سے اب جو نکلتے ہیں لے کے وہ ہتھیار
بغل کے بیچ تو سونٹا ہے ہاتھ میں کچکول

سخن جو شہر کی ویرانی سے کروں آغاز
تو اس کو سن کے کریں ہوش چغد کے پرواز
نہیں وہ گھر نہ ہو جس میں شغال کی آواز
کوئی جو شام کو مسجد میں جاے بہر نماز
تو واں چراغ نہیں ہے بجز چراغ غول

کسی کے یہاں نہ رہا آسیا سے تابہ اُ جاغ
ہزار گھر میں کہیں ایک گھر جلے ہے چراغ
سو کیا چراغ وہ گھر ہے گھروں کے غم سے داغ
اور ان مکانوں میں ہر سمت رینگتے ہیں الاغ
جہاں بہار میں سنتے تھے بیٹھ کر ہنڈول

خراب ہیں وہ عمارات کیا کہوں تجھ پاس
کہ جس کے دیکھے سے جاتی رہے تھی بھوک اور پیاس
اور اب جو دیکھو تو دل ہو وے زندگی سے اُداس
بہ جاے گل، چمنوں میں کمر کمر ہے گھاس
کہیں ستون پڑا ہے کہیں پڑے مرغول

یہ باغ کھاگئی کس کی نظر نہیں معلوم
نہ جانے کن نے رکھا یاں قدم وہ کون تھا شوم
جہاں تھے سرو و صنوبر وہاں اُگے ہے زقوم
مچے ہے زاغ و زغن سے اب اس چمن میں دھوم
گلوں کے ساتھ جہاں بلبلیں کریں تھی کلول

جہاں آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا
مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا
کہ یوں اتھا دیا گویا کہ نقش باطل تھا
عجب طرح کا یہ بحر جہاں میں ساحل تھا
کہ جس کی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

دیا بھی واں نہیں روشن، تھے جس جگہہ فانوس
پڑے ہیں کھنڈروں میں آئینہ خانے کے مانوس
کرور دل پُر از امید ہوگیے مایوس
گھروں سے یوں نجبا کے نکل گیے ناموس
ملی نہ ڈولی انہیں جو تھے صاحب چوڈول

نجیب زادیوں کا ان دنوں ہے یہ معمول
وہ برقع سر یہ ہے جس کا قدم تلک ہے طول

ہے ایک گوند میں لڑکا گلاب کا سا پھول
اور اُن کے حسن طلب کا ہر ایک سے یہ اُصول
کہ خاک پاک کی تسبیح ہے جو لیجے مول
غرض میں کیا کہوں یارو کہ دیکھ کر یہ قہر
کرور مرتبہ خاطر میں گزرے ہے یہ لہر
جو تک بھی امن دل اپنے کو دے دے گردش دہر
تو بیٹھ کر کہیں یہ روئیے کہ مردم شہر
گھروں سے پانی کو باہر کریں جھکول جھکول
بس اب خموش ہو "سودا" کہ آگے تاب نہیں
وہ دل نہیں کہ اب اس غم سے جو کباب نہیں
کسی کی چشم نہ ہوگی کہ وہ پرآب نہیں
سوائے اِس کے تری بات کا جواب نہیں
کہ یہ زمانہ ہے اک طرح کا زیادہ نہ بول

---

## ھجویات

### ایک مریل گھوڑا

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار
رکھتا نہیں ہے دست عناں کا بیک قرار
جن کے طویلے بیچ کوئی دن کی بات ہے
ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار
اب دیکھتا ہوں میں کہ زمانے کے ہاتھ سے
موچی سے کفش پا کو گنٹھاتے ہیں وہ ادھار

ہیں گے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہرباں
پاوے سزا جو ان کا کوئی نام لے نہار
نوکر ہیں سو روپے کے' دنائت کی راہ سے
گھوڑا رکھیں ہیں ایک سو اتنا خراب و خوار
نے دانہ و نہ کاہ ' نہ تیمار ' نہ سئیس
رکھتا ہو جیسے اسپ گلي طفل شیر خوار
نا طاقتي کا اس کي کہاں تک کروں بیاں
فاقوں کا اس کے اب میں کہاں تک کروں شمار
ہر رات اختروں کے تئیں دانہ بوجھہ کر
دیکھے ہے آسماں کی طرف ہوکے بے قرار
خط شعاع کو وہ سمجھہ دستۂ گیاہ
ہردم زمیں پہ آپ کو پٹکے ہے بار بار
فاقوں سے ہلہلانے کي طاقت نہیں رہی
گھوڑي کو دیکھتا ہے تو......ہے بار بار
نہ استخواں' نہ گوشت' نہ کچھہ اس کے پیٹ میں
دھونکے ہے دم کو اپنے کہ جوں کھال کو لہار
سمجھا نہ جائے یہ کہ وہ ابلق ہے یا سرنگ ،
خارشت سے ز بس کہ ہے مجروح بے شمار
القصہ ایک دن مجھے کچھہ کام تھا ضرور
آیا یہ دل میں جائیے گھوڑے پہ ہو سوار
رہتے تھے گھر کے پاس قضا را وہ آشنا
مشہور تھا جنہوں کنے وہ اسپ نا بکار
خدمت میں اُن کی میں نے کیا جا یہ التماس
گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار

فرمایا تب انھوں نے کہ اے مہر بان من
ایسے ہزار گھوڑے کروں تم پہ میں نثار
لیکن کسی کے چڑھنے کے لائق نہیں یہ اسپ
یہ واقعی ہے اس کو نہ جانو گے انکسار
مانند میخچوں کے لکد زن ہے تھان پر
لا جنب وہ زمیں سے ہے جوں میخ استوار
ہے پیر اس قدر کہ جو بتلائے اس کا سن
پہلے وہ لے کے ریگ بیاباں کرے شمار
لیکن مجھے زروے تواریخ یاد ہے
شیطاں اسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار
کم رو ہے اس قدر کہ اگر اس کے نعل کا
لوھا منگا کے تیغ بنادے کبھو لوھار
ہے دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ
رستم کے ھاتھ سے نہ چلے وقت کارزار
مانند اسپ خانۂ شطرنج اپنے پانوں
جز دست غیر کے نہیں چلتا ہے زینہار
دهلي تک آن پہنچا تھا جس دن کہ مرھٹا
مجھ سے کہا نقیب نے آ کر' ہے وقت کار
ناچار ہوکے تب تو بندھایا میں اس پہ زیں
ھتھیار باندھ کر میں ھوا جاکے پھر سوار
جس شکل سے سوار تھا اُس دن میں کیا کہوں
دشمن کو بھی خدا نہ کرے یوں ذلیل و خوار
چابک تھے دونوں ھاتھ میں پکڑے تھا منھ سے باگ
تک تک سے پاشنہ کے مرے پانوں تھے فگار

آگے سے تو بسرا اُسے دکھلائے تھا سئیس
پیچھے نقیب ھانکے تھا لاٹھی سے مار مار
اس مضحکہ کو دیکھ ہوئے جمع خاص و عام
اکثر مدبروں میں سے کہتے تھے یوں پکار
پہیے اسے لگاؤ کہ تا ھو وے یہ رواں
یا بادبان باندھ پون کے دو اختیار
نا چار الغرض میں ہوا مستعد بہ جنگ
اتنے میں مرھٹا بھی ہوا مجھ سے آ دو چار
گھوڑا تھا بس کہ لاغر و پست و ضعیف و خشک
کرتا تھا یوں خفیف مجھے وقت کار زار
جاتا تھا جب تریٹ کے میں اس کو حریف پر
دوڑوں تھا اپنے پاؤں سے جوں طفل نے سوار
جب دیکھا میں کہ جنگ کی یاں اب بند ھي ھے شکل
لے جوتیوں کو ھاتھ میں گھوڑا بغل میں مار
دھر دھمکا واں سے لڑتا ھوا شہر کی طرف
القصہ گھر میں آن کے میں نے کیا قرار
گھوڑے مرے کي شکل یہ ھے تم نے جو سنی
اس پر بھی دل میں آئے تو اب ھو جیے سوار

## راجہ نرپت سنگھ کا ہاتھی

بدن پر اب نظر آتی ہے یوں کھال
طناب سست سے خیمے کا جوں حال
نمودار اِس طرح ہر استخواں ہے
گویا ہر پسلی اُس کی نردباں ہے
نہ بیڑی ہے نہ کٹ بندھن نہ لکڑا
رکھے ہے ناتوانی اُس کو جکڑا
ضعیفی نے کی اس کی فربہی گم
گیا ہاتھی نکل اور رہ گئی دم
ہوئی ہے ناتوانی اُس کے درپے
کہ وہ ڈیل اب دھوئیں کی سی گرہ ہے
سمجھنا فیل اُسے دیوانہ پن ہے
کسی مدت کا یہ بام کہن ہے
ستون اس کے تلے یہ پاؤں ہیں چار
رہے دو دانت آگے سو ہیں اوزار
جو بیٹھے یہ تو اٹھنا اِس سے ہے دور
لگیں جب تک نہ اِس کو راج و مزدور
اتم ہے خاک کا یا راکھ کا ڈھیر
کہیں ہیں اِس کو ہاتھی' ہے یہ اندھیر
ہلاتا یوں ہے یہ کانوں کو ہر بار
کہ دھونکیں پنکھوں سے کوئلوں کا انبار
ہے اتنا چلنے میں بتجربہ بد ذات
نہیں ہاتھی صعوبت کی ہے یہ وات
یہ عالم چلنے میں خرطوم کا ہے
کہ وصف کور میں گویا عصا ہے
جو کہیے فیل اُسے بہتان ہے یہ
عجائب تودۂ طوفان ہے یہ

## ایک کنجوس امیر کا باورچی خانہ

پھر ان کا گر آوے وقت طعام
جائے لقمے کے کھائے وہ دشنام
یونہیں اُٹھ جائیں اس کو دے بُتّا
ماریں نہیں جھوٹے ہاتھ سے کُتا
کام بھوکے کا ان کے مطبخ سے
نہیں ممکن کہ اس سوا نکلے
کھانا یاں کھاوے ہاتھ واں دھو وے
گرمیوں بیچ پیٹ بھر سو وے
بس کہ مطبخ میں سردی رہتی ہے
ناک باورچیوں کی بہتی ہے
ان کے مطبخ سے دود اُٹھے ہے اگر
سقے لے دوڑتے ہیں مشکیں بھر
لگے ہے دینے کوئی اُٹھ کے اذاں
کوئی دکھاوے ہے کھول کر قرآں
ڈالے ہے کوئی چھپر اپنے کاٹ
کوئی پھرے سر دھرے کھٹولا کھاٹ
ان کے باورچی خانے کا احوال
چولھے ہر گھر کے جب کریں ہیں خیال
ڈالیں ہیں سر پہ خاک ماتم سے
لکڑی جلتی ہے آتش غم سے
سینے دیگوں کے مارتے ہیں جوش
روتے ہیں ڈھانپ منھ سر پوش

روز باورچي يوں كريں فرياد

كبهي تو كچهه كرو هميں ارشاد

كيا ترے بعد كر كے كهاويں گے

كسب جب اپنا بهول جاويں گے

كي زمانے نے لاكهه هي تدبير

نه ملا ديگچے سے ياں كفگير

كرے سو عيد گنبد گرداں

نه تلے ان كے گهر سے پر رمضاں

الغرض مطبخ اس گهرانے كا

رشك هے آبدار خانے كا

جس سے طوفان نے كيا تها ظهور

ان كي ناني كے گهر كا تها وه تنور

---

ايك نديده پيٹو

هے عجيب و غريب زير سما

اك يہاں صورت آشنا ميرا

كهيئے اس كے تئيں قسم كها كر

امت دانيال پيغمبر

شاه قانع اگر ولي هو فقير

اس كو مانے كبهي نه يه بے پير

دهر نے يه بڑي حماقت كي

اپنے گهر اس كي لا ضيافت كي

لاکر ایسا هي ایک دستر خواں
طول و عرض اس کا کیا کروں میں بیاں
شرق سے تا بہ غرب بچھوایا
اس پہ تنہا اسی کو بٹھلایا
اس پہ نعمات حق جہاں تک تھے
یاں سے آگے وہ اس کے واں تک تھے
اِس میں کچھ، اُس سے ہوگئي آن بن
اس کو اُٹھوا دیا پکڑ گردن
هاتھ بھي یسہ نہ ڈالنے پایا
چاٹتا هونٹ اپنے گھر آیا
ککڑی چلنے پر هے اب گزران
معدہ اس کا هے مرغ کا سنگدان
سنگ ریزے تلک نہ اس سے بچے
معدے میں اس کے تو پہاڑ پچے
آدہ سیر آئے کا خدا هے کفیل
پیٹ اس کا عمر کی هے زنبیل
گھر میں اب جس کے دیگچھ کھڑ کے
دریہ اُس کے یہ بیٹھے یوں اڑ کے
گور سے پھر جو رستم اٹھ کر آے
میت اس کی اٹھاے یا نہ اٹھاے
خوردنی کي هو جس زمیں پر باس
جمع واں کر کے اپنے هوش و حواس
بیٹھے مکھي کي طرح پے در پے
دونوں هاتھوں سے سر کو پیٹتے هے

آگ لگ کر کسی کے گھر سے دود
ایک ذرہ بھی گر نرے ہے نمود
لوگ تو دوڑیں ہیں بجھانے کو
دوڑے یہ لے رکابی کھانے کو
ہر کسی بنیے کی دکان پہ جا
اپنی باتوں میں اس کو لے ہے لگا
کام ہر وجہ اپنا کر لیوے
کلے بندر کی طرح بھر لیوے
تور کھاتا ہے جاکے پا خانے
یہ بواسیر اپنی کے دانے
اس لیے ہجو خلق کرتا ہے
گالیاں کھانے تک بھی مرتا ہے
نان بائی محلہ یوں فریاد
کرے ہے یارو دیکھو یہ بیداد
چاٹے ہے چوری سے رفیدے کو
مار ڈالوں گا اس ندیدے کو
جو اسے میہماں بلاوے ہے
آفت اپنے وہ گھر پہ لاوے ہے
بیٹھتے ہی نکالے ہے یہ ذکر
پیٹ کی میرے کچھ نہیں ہے فکر
بھوک کچھ کم ہے ان دنوں میری
روٹیاں سو پچاس اور سیری
نان با کو کہو یہ بلوا کر
جلد ان کو تنور لگوا کر

جب تلک کھانے پک پکیں سارے
ان ھی کو لاکے مھرے سر مارے
جب تلک کھانا آوے ھی آوے
اسی بک بک میں جان کھا جاوے
کھانا آوے تو اس طرح توٹے
جیسے کوئي کسی کا گھر لوٹے
جاوے بازار کو اگر وہ لعین
خلق سمجھے کہ پہنچي فوج غنیم
نان با ' بنیے ' کنجڑے ' حلوائی
کہیں ' آفت کدھر سے یہ آئی
جو ھے دوکان میں سو اِس کو پچے
جان یارب ھماری اِس سے بچے
بھوک میں جب ادھر یہ آتا ھے
لوگوں کو کاٹ کاٹ کھاتا ھے
چار کے کاندھے جب یہ جاوے گا
توشے کی روٹي کو بھي کھاوے گا

# خواجہ میر درد

خواجہ میر نام، صحیح النسب حسینی سید ہیں ، آبائی سلسلہ حضرت امام عسکری سے ملتا ہے اور مادری سلسلہ غوث اعظم تک پہونچتا ہے ، والد کا نام خواجہ ناصر اور تخلص " عندلیب " تھا پرانی دہلی میں سکونت تھی -

خواجہ ناصر کے والد فارغ التحصیل ہوکر بخارا سے ہندوستان آئے، عالمگیر اورنگ زیب کا عہد تھا خواجہ میر " درد " سنہ ۱۱۳۳ھ میں پیدا ہوئے ، اپنے والد سے درسیات پڑھیں ، ان کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ رسمی طور پر تحصیل علم نہیں کیا تھا بلکہ کمال اور تبحر حاصل تھا - ان کا خاندان ایک مشہور صوفی خاندان تھا - سوز و گداز تصوف کے ساتھ شاعری بھی ان کو ارث میں ملی تھی -

میر " درد " ابتدائے جوانی میں ۲۸ برس کی عمر تک اسباب دنیا کی فراہمی کی طرف متوجہ رہے اور اس راہ کے کانٹوں سے ان کا پائے طلب فگار بھی ہوا ، لیکن ۲۸ سال کی عمر میں وہ ان سے اپنا دامن چھڑا کر گوشۂ توکل میں بیٹھ گئے - خواجہ ناصر کی وفات کے بعد ۳۹ سال کی عمر میں اُن کے سجادہ نشین ہوئے اور آستانۂ توکل و بے نیازی مرکر چھوڑا ، دہلی میں انقلاب سلطنت کا طوفان شرافت کے بڑے بڑے ستونوں کو بہا لے گیا ، وطن پرست ، غریب الدیار ہو گئے ، لیکن خواجہ صاحب کے پائے استقلال کو جنبش نہ ہوئی ، یہاں تک

کہ حملۂ نادری کا بادل امنڈ امنڈ کر برسا اور برس کر کھل گیا لیکن ان کے استقلال کا دامن تر نہ ہوا -

" میر درد " کو موسیقی میں وہ کمال حاصل تھا کہ مشہور اور معروف استاد گویے آپ سے استفادہ کرتے تھے، ان کی غزلیات میں جو ترنم ہے وہ ان کے اِسی کمال کا نتیجہ ہے - ان کے یہاں ہر مہینے کی بارھویں اور چوبیسویں تاریخوں میں مجلس سماع منعقد ہوتی تھی جس میں گانے والے بے بلائے آتے اور اپنی خوشی چلے جاتے تھے، میر ''درد'' کے شاعرانہ کمال کا اعتراف ان کے معاصرین کو بھی تھا - میر تقی '' میر " سا نازک دماغ شاعر اپنے تذکرے میں ان کی شاعری کی بڑی تعریف کرتا ہے میر " حسن " نے اپنے تذکرے میں میر '' درد " کی شاعری کی انتہائی تعریف کی ہے اور ان کی پیروی کا صاف طور پر اعتراف کیا ہے - " سودا " کا سا باکمال شاعر '' درد " کی غزل کے جواب میں غزل کہنا بے ادبی سمجھتا ہے اور کہتا ہے :—

" سودا " بدل کے قافیہ تو اس غزل کو لکھ

اے بے ادب تو درد سے بس دو بدو نہ ہو

اس کمال شاعری کے باوجود کہتے ہیں کہ ''شاعری ایسا کمال نہیں ہے جس کو کوئی اپنا پیشہ بنائے اور اس پر ناز کرے'' نالۂ درد میں اپنی شاعری کے متعلق لکھتے ہیں :—

فقیر کے اشعار با وجود رتبۂ شعری کے پیشۂ شاعری اور نتیجۂ ظاہری کے نتائج نہیں ہیں - فقیر نے شعر کبھی آورد سے موزوں نہیں کیا اور نہ اس میں مستغرق ہوا - کبھی کسی کی مدح نہیں کی، نہ ہجو لکھی، اور فرمایش سے شعر نہیں کہا -

خواجہ صاحب میں استغنا اور دنیا سے بے پروائی جو لازمۂ تصوف ہے بدرجہ اتم موجود تھی' اس کے ساتھ حد درجہ مہذب اور متین تھے -

خواجہ صاحب کے شاگردوں میں قیام الدین "قائم" ہدایت اللہ خاں " ہدایت " ثناءاللہ خاں " فراق " غلام قادر " سامی " کا نام لیا جاتا ہے - اِن میں قائم کا درجہ بہت بلند ہے -

آزاد نے آب حیات میں لکھا ہے :—

"خواجہ میر " درد " کی غزل سات شعر نو شعر کی ہوتی ہے مگر انتخاب ہوتی ہے' خصوصاً چھوٹی چھوٹی بحروں میں جو اکثر غزلیں کہتے ہیں گویا تلواروں کی آبداری نشتر میں بھر دیتے ہیں" اردو تغزل کے جام میں تصوف کے ساتھ ترنم کی مستی بھرنے والے سب سے پہلے خواجہ صاحب ہیں ' وہ پہلے شاعر ہیں جن کے فیض توجہ نے اردو تغزل کو محبوب حقیقی کے حسن و کرشمہ کا جلوہ گاہ بنا دیا ہے ' خواجہ صاحب کی قدرت ' دیکھئے انھوں نے جو لفظ جہاں استعمال کیا ہے اس طرح کہ اس کو اپنی جگہ سے نکال دیجئے تو پورے شعر میں کمی محسوس ہونے لگے -

خواجہ صاحب کے مختصر دیوان کی منتخب غزلوں میں اخلاق ' تصوف ' کیفیات قلبی - واردات حسن و عشق سبھی کچھ موجود ہے -

خواجہ صاحب نے تغزل کی بنیاد " عشق حلال " پر رکھی ہے امرد پرستی ' بوالہوسی سے اس کے دامن کو داغدار نہیں کیا ہے - اُن کی غزل کا عام موضوع عشق حقیقی ہے لیکن جب کبھی عشق مجازی بیان کرتے ہیں تو بھی عشق کا نہایت بلند معیار پیش نظر رکھتے ہیں - خود فرماتے ہیں " بوالہوسی عشق مجازی نہیں اور اس مجاز

کو حقیقت کی راہ نہیں کہہ سکتے ' پیر کی محبت وہ عشق مجازی ہے جو مطلوب حقیقی تک پہونچا دیتی ہے ''

ان کی تصانیف اسرارالصلوٰۃ - واردات درد (اس میں ایک سو گیارہ رسالے ہیں) نالۂ درد ' آہ سرد ' درد دل - سوز دل - شمع محفل - علم الکتاب - دیوان فارسی - دیوان اردو - کے دیکھنے سے ان کے فضل و کمال بلکہ علمی تبحر کا پتا چلتا ہے -

غزلوں کے علاوہ میر '' درد '' کی رباعیاں بھی اردو شاعری میں خاص مرتبہ رکھتی ہیں - انھوں نے اپنی رباعیوں میں بھی صوفیانہ ' عاشقانہ اور اخلاقی مضامین نہایت پر اثر انداز میں بیان کیے ہیں -

شیریں اور فصاحت میر '' درد '' کی زبان کے خاص جوہر ہیں ' اُن کا کلام نامانوس تراکیب - ثقیل الفاظ ' لفظی و معنوی تعقیدات بعیدالفہم استعارات اور دور از قیاس تشبیہات سے تقریباً بالکل پاک ہے - خواجہ صاحب نے ۶۱ سال کی عمر میں ۲۴ صفر سنہ ۱۱۹۹ھ کو جمعہ کے دن وفات پائی - ایک مرید نے تاریخ کہی

حیف دنیا سے سدھارا وہ خدا کا محبوب

مزار ترکمان دروازہ دہلی میں ہے -

## انتخاب

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا
حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا
مانند حباب آنکھ تو اے "درد" کھلی تھی
کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا

---

باہر نہ ہو سکی تو' قید خودی سے اپنی
اے عقل بے حقیقت' دیکھا شعور تیرا
جھکتا نہیں ہمارا دل تو کسی طرف یاں
جی میں بھرا ہوا ہے از بس غرور تیرا
اے "درد" منبسط ہے ہر سو کمال اس کا
نقصان گر تو دیکھے تو ہے قصور تیرا

---

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا' جو سنا' افسانہ تھا
ہوگیا مہمان سرائے کثرت موہوم' آہ
وہ دل خالی کہ تیرا خاص خلوت خانہ تھا

---

میں اپنا درد دل چاہا، کہوں، جس پاس عالم میں
بیاں کرنے لگا قصہ وہ اپنی ہی خرابی کا

---

گرچہ وہ خورشید رو نت ہے مرے سامنے
تو بھی میسر نہیں، بھر کے نظر دیکھنا

---

ہم جانتے نہیں ہیں اے "درد" کیا ہے کعبہ
جیدھر پھرے وہ ابرو، اودھر نماز کرنا

---

ساقی مرے بھی دل کی طرف، ٹک نگاہ کر
لب تشنہ تیری بزم میں، یہ جام رہ گیا
ہم کب کے چل بسے تھے، پر اے مژدۂ وصال
کچھ آج ہوتے ہوتے سر انجام رہ گیا

---

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر، جدھر دیکھا
اُن لبوں نے نہ کی مسیحائی
ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

---

شیخ کعبے ہوکے پہونچا، ہم کنشت دل میں ہو
"درد" منزل ایک تھی، کچھ راہ ہی کا پھیر تھا

---

میں جاتا ہوں دل کو ترے پاس چھوڑے
مری یاد تجھ کو دلاتا رہے گا
گلی سے تری، دل کو لے تو چلا ہوں
میں پہونچوں گا جب تک یہ آتا رہے گا
جفا سے غرض، امتحان وفا ہے
تو کہہ کب تلک آز ماتا رہے گا

---

شدت مہر بتاں، دل سے آہ
" درد " کس طرح سے کم کیجے گا

---

آپ سے ہم گذر گئے کب کے
کیا ہے ظاہر میں گو سفر نہ کیا

---

قتل عاشق، کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد کے آگے تو یہ دستور نہ تھا
باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے
واں یہ پہونچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا
محتسب آج تو میخانوں میں تیرے ہاتھوں
دل نہ تھا کوئی کہ شیشے کی طرح چور نہ تھا
" درد " کے ملنے سے اے یار برا کیوں مانا
اس کو کچھ اور سوا دید کے منظور نہ تھا

---

جگ میں کوئی نہ تک ہنسا ہوگا
کہ نہ ہنسنے میں رو دیا ہوگا
ان نے قصداً بھی میرے نالے کو
نہ سنا ہوگا گر سنا ہوگا
دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہیں
کہیں غنچہ کوئی کھلا ہوگا
دل بھی اے "درد" قطرۂ خوں تھا
آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا

---

تو اپنے دل سے غیر کی الفت نہ کھو سکا
میں چاہوں اور کو، تو یہ مجھ سے نہ ہوسکا
دشت عدم میں جاکے نکالوں گا جی کا غم
کنج جہاں میں کھول کے دل، میں نہ روسکا
جوں شمع روتے روتے ہی گذری تمام عمر
تو بھی تو "درد" داغ جگر کو نہ دھوسکا

---

کچھ ہے خبر تجھے بھی کہ اٹھ اٹھ کے رات کو
عاشق تری گلی میں کئی بار ہوگیا
بیٹھا تھا خضر آکے مرے پاس ایک دم
گھبرا کے اپنی زیست سے بیزار ہوگیا

---

تم نے تو ایک دن بھی نہ ایدھر گذر کیا
ہم نے ہی اس جہان سے آخر سفر کیا

جن کے سبب سے دیر کو تونے کیا خراب
اے شیخ ان بتوں نے مرے دل میں گھر کیا

---

ہرچند کئے ہزار نالے
پر دل سے نہ اضطراب نکلا
میخانۂ عشق میں تو اے "درد"
تجھ سا نہ کوئی خراب نکلا

---

مانند فلک، دل متوطن ہے سفر کا
معلوم نہیں اس کا ارادہ ہے کدھر کا

---

سینۂ و دل حسرتوں سے چھا گیا
بس ہجوم یاس! جي گھبرا گیا
کھل نہیں سکتی ہیں اب آنکھیں مری
جي میں یہ کس کا تصور آ گیا

---

پھرتي ہے میري خاک صبا در بدر لئے
اے چشم اشک بار! یہ کیا تجھ کو ہوگیا

---

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے، دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

یگانہ ہے تو، آہ بیگانگی میں
کوئی دوسرا اور ایسا نہ دیکھا
کیا مجھ کو داغوں نے سرو چراغاں
کبھو تونے آکر تماشا نہ دیکھا
حجاب رخ یار تھے آپ ہم ہی
کھلی آنکھ جب، کوئی پردا نہ دیکھا

---

اب دل کو سنبھالنا ہے مشکل
اگلے دنوں کچھ سنبھل گیا تھا
موہن سامنے سے جو مسکرایا
ہونٹھ اس کا بھی "درد" ہل گیا تھا

---

"درد" ہم اس کو تو سمجھائیں گے پر
اپنے تئیں آپ بھی سمجھائیے گا

---

تمنا مرخص، ہوئی نا امیدی
یہ کیا ہوگیا اور مرے دل میں کیا تھا
تم آکر جو پہلے ہی مجھ سے ملے تھے
نگاہوں میں جادو سا کچھ کردیا تھا

---

تو ہووے جہاں مجھ کو بھی ہونا وہیں لازم
تو گل ہے مری جان، تو میں خار ہوں تیرا

---

یوں وعدے ترے دل کی تسلی نہیں کرتے
تسکین تبھی ہوگی تو جس آن ملے گا

---

مرے دل کو جو تو ہردم، بھلا اتنا ٹٹولے ہے
تصور کے سوا ترے بتا تو اس میں کیا نکلا

---

تیرے کہنے سے میں از بسکہ باہر ہو نہیں سکتا
ارادہ صبر کا کرتا تو ہوں پر ہو نہیں سکتا
دل آوارہ اُلجھے یاں، کسوکی زلف سے یارب
علاج آوارگی کا اس سے بہتر ہو نہیں سکتا

---

تو ہی نہ اگر ملا کرے گا عاشق، پھر جی کے کیا کرے گا
اپنی آنکھوں سے، اسے میں دیکھوں ایسا بھی کبھو خدا کرے گا

---

حال یہ کچھ، تو ہے اب دل کی توانائی کا
کہ یہ طاقت نہیں، لوں نام شکیبائی کا

---

کہاں کا ساقی اور مینا کدھر کا جام و مے خانا
مثال زندگی بھر لے! اب اپنا آپ پیمانا
کسو سے کیا بیاں کیجئے اس اپنے حال ابتر کو
دل اُس کے ہاتھ دے بیٹھے، جسے جانا نہ پہچانا

نظر جب دل پہ کي ديکھا تو مسجود خلائق ہے
کوئی کعبہ سمجھتا ہے، کوئی سمجھے ہے بت خانا

---

کچھ کشش نے تري، اثر نہ کيا تجھ کو اے انتظار! ديکھ ليا

---

مرنا هي لکھا هے مري قسمت ميں عزيزاں
گر زندگی هوتی تو يہ آزار نہ هوتا

---

ناصح ميں دين و دل کے تئيں، اب تو کھو چکا
حاصل نصيحتوں سے جو هونا تھا هو چکا

---

هم نے چاها بھي تو اس کوچے سے آيا نہ گيا
واں سے جوں نقش قدم دل تو اٹھايا نہ گيا

---

موت هے آسائش افتاد گاں
چشم نقش پاکو مت جانا هے خواب

---

جائے کس واسطے اے "درد" مےخانے کے بيچ
اور هي مستی هے اپنے دل کے پيمانے کے بيچ

---

تجھ کو نہيں هے ديدهٔ بينا، وگرنہ ياں
يوسف چھپا هے آن کے، هر پيرهن کے بيچ

---

''درد'' جو آتا نہیں اب تو نظر ظاہر کے بیچ
چھپ رہا ہوگا کسو کے گوشۂ خاطر کے بیچ

---

میں کس طرح بتوں کے سر سامنے جھکا دوں
دل تو دماغ اپنا کھینچے ہے اسماں پر
کب اختیار اپنا جوں گل ہے اس چمن میں
گل‌چیں سے کیا چلے ہے کیا زور باغباں پر

---

جان کو آنے دے لب تک نزع میں کب تک رہوں
دشمنی مجھ سے نہ کر اے ناتوانی اس قدر
کیا کہوں دل کا کسو سے قصۂ آوارگی
کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اس قدر

---

آنکھیں تو آنسوؤں سے کبھی تر ہوئیں نہیں
تک تو ہی اے جبیں! عرق انفعال کر
حیرت ہے یہ کہ تجھ سے ستمگر کے ہاتھ میں
آنکھوں نے دل کو کیونکہ دیا دیکھ بھال کر
اے '' درد '' کر تک آئینہ دل کو صاف تو
پھر ہر طرف نظارۂ حسن و جمال کر

---

اور تو چھوٹ گئے مرکے بھی اے کنج قفس
ایک ہم ہی رہے ہر طرح گرفتار ہنوز

یار جاتا تو رہا نظروں سے کب کا لیکن
دل میں پھرتی ہے مرے "درد" وہ رفتار ہنوز

---

کعبے میں "درد" آپ کو لایا ہوں کھینچ کر
دل سے گیا نہیں ہے خیال بتاں ہنوز

---

جو کہ ہونا تھا دل پہ ہو گذرا
نہ کر اے "درد" بار بار افسوس

---

جوش جنوں کے ہاتھ سے فصل بہار میں
گل سے بھی ہو سکی نہ گریباں کی احتیاط
داغوں کی اپنے کیوں نہ کرے "درد" پرورش
ہر باغباں کرے ہے گلستاں کی احتیاط

---

پیغام پاس بھیج نہ مجھ بے قرار تک
ہوں نیم جان، سو بھی ترے انتظار تک
صیاد اب رہائی سے کیا مجھ اسیر کو
پھر کس کو زندگی کی توقع بہار تک

---

سب خون دل، ٹپک ہی گیا بوند بوند کر
اے "درد" بس! کہ عشق سے میں تھا شکستہ دل

---

پانی پر نقش کب ہے ایسا جیسے نا پائدار ہیں ہم
ساقی! کیدھر ہے کشتی مے؟ اب کے کھیوے میں پار ہیں ہم
اپنے ملنے سے منع مت کر اس میں بے اختیار ہیں ہم

---

جوں نور نظر ترا تصور تھا پیش نظر، جدھر گئے ہم
کس نے یہ ہمیں بھلا دیا ہے معلوم نہیں کدھر گئے ہم
جس طرح ہوا، اسی طرح سے پیمانۂ عمر بھر گئے ہم

---

کچھ لائے نہ تھے کہ کھو گئے ہم
تھے آپ ہی ایک، سو، گئے ہم
ہستی نے تو ٹک جگا دیا تھا
پھر کھلتے ہی آنکھ، سو گئے ہم

---

ہے کس؟ جوں شعلۂ ظالم! آہ تاب انتظار
جب تلک دیکھے ادھر تو، یاں گزر جاتے ہیں ہم

---

گلیم بخت سیہ سایۂ دار رکھتے ہیں
یہی بساط میں ہم خاکسار رکھتے ہیں
ہمارے پاس ہے کیا؟ جو کریں فدا تجھ پر
مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں
بتوں کے جبر اٹھائے ہزار ہا ہم نے
جو اس پہ بھی نہ ملیں اختیار رکھتے ہیں

نہ برق ہیں، نہ شرر ہم، نہ شعلہ، نے سیماب
وہ کچھ ہیں پر کہ سدا اضطرار رکھتے ہیں

---

کھینچے ہے دور آپ کو، میری فروتنی
افتادہ ہوں پہ سایۂ قد کشیدہ ہوں

---

احوال دوعالم ہے مرے دل پہ ہویدا
سمجھا نہیں تاحال کہ اپنے تئیں کیا ہوں
آواز نہیں قید میں زنجیر کی، ہرگز
ہر چند کہ عالم میں ہوں عالم سے جدا ہوں
ہوں قافلہ سالار طریق قدما ''درد''
جوں نقش قدم خلق کو میں راہ نما ہوں

---

نہ ہم غافل ہی رہتے ہیں نہ کچھ آگاہ ہوتے ہیں
انہیں طرحوں میں ہم ہردم، فنافی‌اللہ ہوتے ہیں

---

تو مجھ سے نہ رکھ غبار جی میں
آوے بھی اگر ہزار جی میں
یوں پاس بٹھا جسے تو چاہے
پر جاگہ نہ دیجیو یار جی میں

---

کچھ مرتبہ ھے اور وہ فہمید سے پرے
سمجھے ھیں جس کو یار وہ اللہ ھی نہیں
اے "درد" مثل آئینہ ڈھونڈھ اس کو آپ میں
بیرون در تو اپنے قدم گاہ ھی نہیں

---

نا خانۂ خدا ھے، نہ ھے یہ بتوں کا گھر
رھتا ھے کون اس دل خانہ خراب میں
میں اور "درد" مجھ سے خریداری بتاں
ھے ایک دل بساط میں سو کس حساب میں

---

ھم تجھ سے کس ھوس کی فلک جستجو کریں
دل ھی نہیں رھا ھے جو کچھ آرزو کریں
تر دامنی پہ شیخ ھمارے نہ جا، ابھی
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں
سر تا قدم زبان ھیں جوں شمع، گو کہ ھم
پر یہ کہاں مجال جو کچھ گفتگو کریں
ھرچند آئینہ ھوں پر اتنا ھوں نا قبول
منھ پھیر لے وہ، جس کے مجھے رو برو کریں

---

اُن نے کیا تھا یاد مجھے بھول کر کہیں
پاتا نہیں ھوں تب سے میں اپنی خبر کہیں

اس کو سکھلائي یہ جفا تو نہیں　　کیا کیا اے میری وفا تو نہیں

---

تیرا ھي حسن جگ میں ھر چند موج زن ھے
تس پر بھی تشنہ کام دیدار ھیں تو ھم ھیں

---

جمع میں افراد عالم ایک ھیں
گل کے سب اوراق برھم ایک ھیں
متفق آپس میں ھیں اھل شہود
"درد" آنکھیں، دیکھ باھم ایک ھیں

---

ھمارے اتنی ھی تقصیر ھے کہ اے زاھد
جو کچھ ھے دل میں ترے، ھم وہ فاش کرتے ھیں

---

آہ معلوم نہیں ساتھ سے اپنے شب و روز
لوگ جاتے ھیں چلے سو یہ کدھر جاتے ھیں
تا قیامت نہیں ٹلنے کا دل عالم سے
"درد" ھم اپنے عوض چھوڑے اثر جاتے ھیں

---

دونوں عالم سے کچھ پرے ھے نظر
آہ کس کا دل و دماغ ھوں میں

میں ہوں گل‌چینِ گلستانِ خلیل
آگ میں ہوں پہ باغ باغ ہوں میں

---

دامن دشت ہے پر' لالہ و گل سے یارب
خون عاشق بھی کہیں ہو وے بہار دامن
عالم آب میں جوں آئینہ ڈوبا ہی رہے
تو بھی دامن نہ کیا "درد" نے تر پانی میں

---

مجھے در سے اپنے تو ٹالے ہے' یہ بتا مجھے تو کہاں نہیں
کوئی اور بھی ہے ترے سوا تو اگر رہے ہے یہاں نہیں
مرے دل کے شیشے کو بے وفا تونے ٹکڑے ٹکڑے جو کر دیا
مرے پاس تو وہی ایک تھا' یہ دکان شیشہ گراں نہیں

---

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

---

نزع میں تو ہوں ولے ترا گلہ کرتا نہیں
دل میں ہے وہ ہی وفا' پر جی وفا کرتا نہیں
عشوہ و نازو کرشمہ ہیں سبھی جاں بخش لیک
" درد " مرتا ہے' کوئی اس کی دوا کرتا نہیں

---

پڑے جوں سایہ ہم تجھ بن، ادھر اودھر بھٹکتے ہیں
جہاں جائیں قدم رکھیں تو پہلے سر پٹکتے ہیں

---

آہ پردہ تو کوئی مانع دیدار نہیں
اپنی غفلت کے سوا کچھ درو دیوار نہیں
''درد'' یاں دو ہی پیالوں پہ قناعت کیجے
خانۂ چشم ہے یہ خانۂ خمار نہیں

---

زندگی جس سے عبارت ہے، سو وہ زیست کہاں
یوں تو کہنے کے لئے کہہ دے کہ ہاں جیتے ہیں
بعد مرنے کے بھی وہ بات نہیں آتی نظر
جس توقع پہ کہ اب تئیں یاں جیتے ہیں

---

دل تو سمجھائے سمجھتا بھی نہیں
کہئے سودائی، تو سودا بھی نہیں

---

صورتیں کیا کیا ملی ہیں خاک میں
ہے دفینہ حسن کا زیر زمیں

---

وو نگاہیں جو چار ہوتی ہیں
برچھیاں دل کے پار ہوتی ہیں

---

یہ رات شمع سے کہتا تھا "درد" پروانہ
کہ حال دل کہوں گر جان کی اماں پاؤں

---

سیر کر دنیا کی غافل! زندگانی پھر کہاں
زندگی گر کچھ رھی تو نوجوانی پھر کہاں

---

کب دھن میں ترے، سمائے سخن
نہیں تیرے دھن میں جائے سخن
شعر میں میرے دیکھنا مجھ کو
ھے مرا آئینہ صفائے سخن

---

کرے ھے مست نگاھوں میں ایک عالم کو
لئے پھرے ھے یہ ساقی شراب آنکھوں میں

---

ھردم بتوں کی صورت رکھتا ھے دل نظر میں
ھوتی ھے بت پرستی اب تو خدا کے گھر میں

---

نہیں ھم کو تمنا یہ فلک ھو، تا فلک پہونچیں
یہی ھے آرزو دل کی ترے قدموں تلک پہنچیں

---

نزع میں ھوں پہ وھی نالے کئے جاتا ھوں
مرتے مرتے بھی ترے غم کو لئے جاتا ھوں

---

افسوس اہل دید کو گلشن میں جا نہیں
نرگس کي گو کہ آنکھیں ہیں پر سوجھتا نہیں

---

شیخ میں رشک بے گناہی ہوں مورد رحمت الہی ہوں

---

مانع نہیں ہم، وہ بت خود کام کہیں ہو
پر اس دل بے تاب کو آرام کہیں ہو
خورشید کے مانند پھروں کب تئیں یارب
نت صبح کہیں ہووے مجھے شام کہیں ہو

---

کیا فرق داغ و گل میں، اگر گل میں بو نہ ہو
کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل میں تو نہ ہو

---

عجب عالم ہے ایدھر سے ہمیں ہستی ستاتي ہے
ادھر سے نیستی آتي ہے دوڑتي عذر خواہی کو

---

مجلس میں بار ہووے نہ شمع و چراغ کو
لاویں اگر ہم اپنے دل داغ داغ کو

---

اور افزونی طلب کی بعد مرنے کے ہوئي
خاک ہونے نے کیا ہر ذرہ گرم جستجو

ملاؤں کس کی آنکھوں سے، کہو اس چشم حیراں کو
عیاں جب ہر جگہہ دیکھوں، کسي کے راز پنہاں کو

---

نگینے کے سوا کوئي بھی ایسا کام کرتا ھے
کہ ھو نام اور کا روشن اور اپنی رو سیاھي ھو
نہیں شکوہ مجھے کچھہ بے وفائي کا تري ھرگز
گلہ تب ھو، اگر تونے کسي سے بھي نباھی ھو

---

اپنے بندہ پہ جو کچھہ چاھو سو بیداد کرو
یہ نہ آجائے کہیں جی میں کہ آزاد کرو

---

کہنا تک اشتیاق تو رفتار یار کو
آنکھوں میں کب تلک میں رکھوں اِنتظار کو
ویسا ھي اب تلک ھے وہ دامن تو اے صبا
کیدھر لئے پھرے ھے تو میرے غبار کو

---

سر رشتہ نگاہ تغافل نہ توڑیو
اے ناز اس طرف سے منھہ اس کا نہ موڑیو
جاوے در قفس سے یہ بے بال و پر کہاں
صیاد ذبح کیجیو! پر اس کو نہ چھوڑیو

---

دل نالاں کو یاد کر کے صبا　　اتنا کہنا جہاں وہ قاتل ہو
نیم بسمل کوئی کسو کو چھوڑ　　اُس طرح بیٹھتا ہے غافل ہو

---

ہر طرح زمانہ کے ہاتھوں سے ستم دیدہ
گر دل ہوں تو آزردہ ' خاطر ہوں تو رنجیدہ

---

جب چاہئے کہ عقدۂ دل تجھ پہ کھو لئے
ہوتا ہے آز بسان پسہ ' میرا سخن گرہ

---

کاش تا شمع نہ ہوتا گزر پروانہ
تم نے کیا قہر کیا ! بال و پر پروانہ
کیوں اُسے آتش سوزاں میں لئے جاتی ہے
سوجھتا بھی ہے تجھے کچھ نظر پروانہ
شمع تو جل بجھی اور صبح نمودار ہوئی
پوچھوں اے ''درد'' میں کس سے خبر پروانہ

---

خوش خرامی ادھر بھی کیجے گا
میں بھی جوں نقش پا ہوں چشم بہ راہ

---

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ
بندہ گر آوے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ

---

خلوت دل نے کر دیا، اپنے حواس میں خلل
حسن بلاے چشم ہے، نغمہ و بال گوش ہے
ہو وے تو درمیان سے اپنے تئیں اٹھائیے
بار نہیں ہے اور کچھ سر ہي و بال دوش ہے
نالۂ و آہ کیجئے خون جگر ہے پیجئے
عہد شباب، کہتے ہیں موسم ناؤ نوش ہے
محنت و رنج غم سے یاں "درد" نہ جی چھپائیے
بار سبھی اُٹھائیے جب تئیں سر ہے، دوش ہے

---

دل مرا پھر دکھا دیا کس نے
سو گیا تھا جگا دیا کس نے

---

اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے
لوح مزار بھي مری چھاتي پہ سنگ ہے
عالم سے اختیار کی، ہر چند صلح کل
پر اپنے ساتھ مجھ کو شب و روز جنگ ہے

---

ہوں کشتہ تغافل ہستي پے ثبات
خاطر سے کون کون نہ اس نے بھلادئے
چاہو وفا کرو، نہ کرو اختیار ہے
خطرے جو اپنے جی میں تھے وہ سب اُٹھا دئے
سیلاب اشک گرم نے اعضا میرے تمام
اے "درد" کچھ بہا دئے اور کچھ جلا دئے

---

قاصد سے کہو پھر خبر اودھر ھي کو لے جائے
یاں بے خبری آگئی جب تک خبر آوے
لوٹے ھے تری گلیچ شہیداں کو غریبي
جي دینے کو ظالم کوئی کس بات پر آوے

---

چھاتی پہ گر پہاڑ بھي ھو وے تو ٹل سکے
مشکل ھے جي میں بیٹھے سو جي سے نکل سکے
نشو و نما کي کس کو امید اے بہار یاں
میں خشک شاخ ھوں کہ نہ پھولے نہ پھل سکے

---

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ھی دل ھے وہ کہ جہاں تو سما سکے
وحدت میں تیري حرف دوئي کا نہ آ سکے
آئینہ کیا مجال تجھے منھ دکھا سکے
میں وہ فتادہ ھوں کہ بغیر از فنا مجھے
نقش قدم کي طرح نہ کوئی اٹھا سکے
غافل خدا کی یاد پہ مت بھول زینہار
اپنے تئیں بھلا دے اگر تو بھلا سکے
اخفائے راز عشق نہ ھو آب اشک سے
یہ آگ وہ نہیں جسے پانی بجھا سکے
گو بحث کر کے بات بٹھائي پہ کیا حصول
دل سے اٹھا خلاف اگر تو اٹھا سکے

طریق اپنے پہ اک دور جام چلتا ہے

وگر نہ جو ہے سو گردش میں ہے زمانے کی

جفا و جور اٹھانے پڑے زمانے کے

ہوس تھی جی میں کسو ناز کے اٹھانے کی

---

کوئی بھی دوا اپنے تئیں راس نہیں ہے

جز وصل ، سو ملنے کی ہمیں آس نہیں ہے

زنہار ادھر کہسو لیو مت چشم حقارت

یہ فقر کی دولت ہے کچھ افلاس نہیں ہے

بے فائدہ انفاس کو ضائع نہ کر اے "درد"

ہردم دم عیسیٰ ہے تجھے پاس نہیں ہے

---

آگو جو بلا آئی تھی سو دل پہ تلی تھی

اب کی تو مری جان ہی پر آن بنی ہے

---

آتش عشق جی جلاتی ہے یہ بلا جان ہی پہ آتی ہے

تو ہے اور سیر باغ ہے ہروقت داغ ہیں اور میری چھاتی ہے

---

ہے غلط گر گمان میں کچھ ہے

تجھ سوا بھی جہان میں کچھ ہے

دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھا ہے

آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے

" درد " تو جو کرے ھے جی کا زیاں
فائدہ اس زیان میں کچھ ھے

---

خواب عدم سے چونکے تھے ھم تیرے واسطے
آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے
تیری گلی ھے یا کوئی آرامگاہ ھے
رکھتے قدم کے پاؤں تو ھر بار سو گئے
وے سر چکے جو رونق بزم جہان تھے
اب اٹھیے " درد " یاں سے کہ سب یار سو گئے

---

جوں سخن اب یاد اک عالم رھے
زندگانی تو چلی جا ! ھم رھے
رک نہیں سکتی ھے یاں کی واردات
کب یہ ھو سکتا ھے دریا تھم رھے
رکھ " نفخت فیہ من روحی " کو یاد
جب تلک اے " درد " دم میں دم رھے

---

ھرآن ھے واردات دل پر        آتا ھے یہ قافلہ کہاں سے

---

نہ ھاتھ اٹھائے فلک گو ھمارے کینے سے
کسے دماغ کہ ھو دو بدو کمینے سے

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مرجاوے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے
بسا ہے کون ترے دل میں گل بدن اے ''درد''
کہ بو گلاب کی آتی ترے پسینے سے

---

جي کی جی ھي میں رھي' بات نہ ھونے پائي
ایک بھی اُس سے ملاقات نہ ھونے پائی
اٹھ چلے شیخ جی تم مجلس رنداں سے شتاب
ھم سے کچھ خوب مدارات نہ ھونے پائی

---

مت عبادت پہ پھولیو زاھد
سب طفیل گناہ آدم ھے
نہ ملیں گے اگر کہے گا تو
تري خاطر ھمیں مقدم ھے

---

مجھ سے ھر چند تو مکدر ھے
تجھ سے پر اور ھي صفا ھے مجھے
'' درد '' تیرے بھلے کو کہتا ھوں
یہ نصیحت سے مدعا ھے مجھے

ورنہ ان بے مروتوں کے لئے اور بھی ہو خراب کیا ہے مجھے

---

سو مرتبہ یوں ٹھہر چکی، اب سے نہ ملئے
وہ بھی تو نہیں بنتی ہے، کیا کیجئے اُس سے

---

واقف نہ یاں کسو سے ہم ہیں نہ کوئی ہم سے
یعنی کہ آ گئے ہیں بہکے ہوئے عدم سے
گر چاہئے تو ملئے اور چاہئے نہ ملئے
سب تم سے ہو سکے ہے ممکن نہیں تو ہم سے

---

خدا جانے کیا ہوگا انجام اس کا
میں بے صبر اتنا ہوں وہ تند خو ہے
تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا
تری آرزو ہے اگر آرزو ہے
غنیمت ہے یہ دید وا دید یاراں
جہاں مند گئی آنکھ میں ہوں نہ تو ہے
نظر میرے دل کی پڑی "درد" کس پر
جدھر دیکھتا ہوں وہی رو برو ہے

---

رو ندے ہے نقش پا کی طرح خلق یاں مجھے
اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے

اے گل تو رخت باندھ اٹھاؤں میں آشیاں
گلچیں تجھے نہ دیکھ سکے ' باغباں مجھے

رہتی ہے کوئی بن کہے میرے تئیں تمام
جوں شمع چھوڑ دے کی نہیں یہ زباں مجھے

---

کب ترا دیوانہ آوے قید میں تدبیر سے
جوں صدا نکلا ہی چاہے خانۂ زنجیر سے

دیکھنا تو آکے از خود رفتگاں کا حال تک
جا بجا سب پشت بر دیوار ہیں تصویر سے

"درد" اب ہنستے ہیں رونے پر مرے' سب خاص و عام
کیا ہوے وہ نالے جو لگتے تھے دل میں تیر سے

---

ہم چشمی ہے وحشت کو مری چشم شرر سے
آتے ہی نظر پھر وہیں غائب ہو نظر سے

جاؤں میں کدھر جوں گل بازی مجھے گردوں
جانے نہیں دیتا ہے اِدھر سے نہ اُدھر سے

اس طرح کے رونے سے تو جی اپنا رکے ہے
اے کاش یہ ابر مژہ دل کھول کے برسے

---

پھر موت کسی طرح تو نزدیک نہ پھٹکے
دنیا میں یہ جینے کا جو آزار نہ ہووے

---

کبھو ھی جی میں نہ گذرا خیال سر تابی

بہ‌رنگ سایہ بنایا ھے خاکسار مجھے

اس امر میں بھی یہ بے اختیار ھے بندہ

ملا ھے "درد" اگر یاں یہ اختیار مجھے

---

دیکھئے جس کو یاں آپ، اور ھی کچھ دماغ ھے

کرمک شب چراغ بھی گوھر شب چراغ ھے

غیر سے کیا معاملہ؟ آپ ھیں اپنے دام میں

قید خودی نہ ھو اگر، پھر تو عجب فراغ ھے

حال کبھو تو پوچھئے میں جو کہوں، سو کیا کہوں

دل ھے، سو ریش ریش ھے، سینہ، سو داغ داغ

پائے کس روش بتا! اے بت بے وفا تجھے

عمر گذشتہ کی طرح گم ھی سدا سراغ ھے

"درد" وہ گل بدن مگر تجھ کو نظر پڑا کہیں

آج تو اس قدر بتا کس لئے باغ باغ ھے

---

پہلو میں دل تپاں نہیں ھے

ھرچند کہ یاں ھے، یاں نہیں ھے

عالم ھو قدیم، خواہ حادث

جس دم نہیں ھم، جہاں نہیں ھے

ڈھونڈھے ھے تجھے تمام عالم

ھر چند کہ تو نہیں ھے

عنقا کی طرح میں کیا بتاؤں

جز نام مرا نشاں نہیں ھے

فریاد کہ "درد" جب تلک میں	تیار ہوں ، کارواں نہیں ہے

---

ہم نشیں پوچھ نہ اس شوخ کی خوبی مجھ سے
کیا کہوں تجھ سے غرض جی کو مرے بھاتا ہے

---

یہ تحقیق ہے یا کہ افواہ ہے
کہ دل کے تئیں دل سے یاں راہ ہے
اگر بے حجابانہ وہ بت ملے
غرض پرا تو اللہ ہی اللہ ہے
گئے نالۂ و آہ سب ہم نفس
دم سرد ہی اک ہوا خواہ ہے

---

مجھ کو تجھ سے جو کچھ محبت ہے
یہ محبت نہیں ہے آفت ہے
آ پھنسوں میں بتوں کے دام میں یوں
" درد " یہ بھی خدا کی قدرت ہے

---

تہمت چند اپنے ذمے دھر چلے
جس لئے آئے تھے سو ہم کر چلے

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

دوستو دیکھا تماشا یاں کا بس
تم رہو اب، ہم تو اپنے گھر چلے

ڈھونڈھتے ہیں آپ سے اس کو پرے
شیخ صاحب چھوڑ گھر باہر چلے

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

---

شعر اور "درد" ہے یعنی بات میں اور جان پڑتی

---

جو کچھ کہ دکھاوے گا خدا دیکھیں گے ناچار
صدقے ترے اک بار تو منہ اپنا دکھا دے

---

ہوا جو کچھ کہ ہونا کہیں کیا جی کو رو بیٹھے
بس اب اک ساتھ ہم دونوں جہاں سے ہاتھ دھو بیٹھے

---

کبھو رونا کبھو ہنسنا کبھو حیران ہو رہنا
محبت کیا بھلے چنگے کو دیوانہ بناتی ہے

---

ترچھي نظروں سے دیکھنا ہردم     یہ بھي اک بانکپن کا بانا ھے

---

بت‌پرستي تو یہاں دل کی گرفتاری ھے ''درد''
چاھئے جس کو لگے' اس کو صنم کہنے لگے

---

منظور زندگي سے' تیرا ھي دیکھنا ھے
ملتا نہیں جو تو ھے' پھر کیا ھے زندگانی

---

ایک دم میں تو جي ھی جانا ھے
زیست اب کوئي آن ھے پیارے

---

تري گلی میں ' میں نہ چلوں اور صبا چلے
یوں ھي خدا جو چاھے تو بندے کی کیا چلے
کہہ بیٹھیو نہ '' درد '' کہ اھل وفا ھوں میں
اس بے وفا کے آگے جو ذکر وفا چلے

---

جتنی بڑھتی ھے اتني گھٹتی ھے
زندگی آپ ھی آپ کٹتی ھے
آج ھي آہ کي ھوا کچھہ اور
دیکھئے کس طرف پلٹتي ھے

---

اس خانماں خراب کو لیجاؤں میں کہاں
دل پر تو یہ فضاے بیاباں بی تنگ ہے

---

لا گلابی دے مجھے ساقی کہ یاں مجلس ہے
خالی ہو جاے ہے پیمانے کے بھرتے بھرتے
" درد " جوں نقش قدم تا سر رہ پر اس کے
مٹ گیا اوروں ہي کے پاؤں کے دھرتے دھرتے

---

آیا ہے ابر اور چمن میں بہار ہے
ساقي شتاب آ کہ ترا انتظار ہے

---

یاں کون آشنا ہے ترا کس کو تجھ سے ربط
کہنے کو یہ بھي لوگوں کے اک بات رہ گئی

---

چشم رحمت سے ادھر کو بھي نظر کیجیے گا
اسي اُمید پہ آیا یہ گنہ گار بھي ہے
دل، بھلا ایسے کو اے "درد" نہ دیجے کیوں کر
ایک تو یار ہے اور تِس پہ طرحدار بھی ہے

---

اگلے معانقے کو اگر کیجئے معاف
لگ جاؤں اب گلے سے مکافات کے لئے

غمناکی بیہودہ رونے کو ڈبوتی ہے
گر اشک بجا ٹپکے آنسو نہیں، موتی ہے

دم لینے کی فرصت یاں تک دی نہ زمانے نے
ہم تجھ کو دکھا دیتے کچھ آہ بھی ہوتی ہے

خورشید قیامت کا سر پرتو اب آ پہونچا
غفلت کو جگا دینا کس نیند یہ سوتی ہے

---

جو ملنا ہے مل پھر کہاں زندگانی
کہاں میں، کہاں تو، کہاں نوجوانی

---

" درد " اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے
جو سانس بھی نہ لے سکے سو آہ کیا کرے

---

آہوں کی کش مکش میں دیکھو کہیں نہ ٹوٹے
تار نفس سے اے دل وابستہ میری باں ہے

---

غم سے پہچانتا نہیں ہوں میں
کہ مرا سر ہے یا کہ زانو ہے

---

ہرچند کہ سنگ دل ہے شیریں
لیکن فرہاد کوہ کن ہے

مت جا تر و تازگی پہ اُس کی
عالم تو خیال کا چمن ہے

---

سیماب کشتہ کس کا؟ ماءالحیات کیدھر
گر جی کو مار سکئے، اے "درد" کیمیا ہے

---

کعبے کو بھی نہ جائیے، دیر کو بھی نہ کیجے منھ
دل میں کسو کے "درد" یاں، ہو وے تو واہ کیجئے

---

نے وہ بہار واں ہے، نہ یاں ہم جواں رہے
ملئے پھر اس سے آہ پہ وہ دن کہاں رہے
دل اپنے پاس گو کبھو رہتا نہیں ہے "درد"
پر ہے یہی دعا وہ رہے خوش جہاں رہے

---

اگر آہ بھرئیے، اثر شرط ہے
وگر ضبط کرئیے، جگر شرط ہے
قدم عشق میں "درد" رکھتا ہے تو
وہ جانے کہاں ہیں، خبر شرط ہے

---

لخت جگر سب آنسوؤں کے ساتھ بہہ گئے
کچھ پا رہائے دل ہیں کہ پلکوں میں رہ گئے

علاج درد سر، صندل ہے لیکن
ہمیں گھسنا ہی اس کا، درد سر ہے

---

خبر اپنی لے اے گلستان خوبی
کرے ہے تبسم ترا گل فروشی

---

جگر پہ داغ نے میرے، یہ گل‌فشانی کی
کہ اس نے آپ تماشے کو مہربانی کی
ہم اتنی عمر میں دنیا سے ہو گئے بیزار
عجب ہے خضر نے کیوں کر کہ زندگانی کی

---

نہیں چھوڑتی قید ہستی مجھے
اگر کھینچ لے جائے مستی مجھے
زمانے نے اے "درد" جوں گرد باد
دکھائی بلندی و پستی مجھے

---

بس ہے یہی مزار پہ میرے کہ گاہ گاہ
جاے چراغ کوئی دل مہرباں جلے

---

یہی پیغام "درد" کا کہنا
گر کوئی کوئے یار میں گذرے
کون سی رات آن ملئے گا
دن بہت انتظار میں گذرے

---

ہمارے جامۂ تن میں نہیں کچھ اور بس باقی
گریباں میں ہے مثل صبح' اک تار نفس باقی
یکایک، عشق کی آتش کا شعلہ اس قدر بھڑکا
نہ چھوڑا سر زمیں دل میں کوئی خار و خس باقی

---

وصف خاموشی کے کچھ کہنے میں آ سکتے نہیں
جس نے اس لذت کو پایا ہے سدا خاموش ہے

---

غیر اس کوچہ میں اب دیکھا تو کم آنے لگے
تیری خاطر میں کبھو شاید کہ ہم آنے لگے

---

مرا تو جی وہیں رہتا ہے نت ' جہاں تو ہے
اگرچہ میں یہ نہیں جانتا ' کہاں تو ہے

---

نالہ ہے سو بے اثر اور آہ بے تاثیر ہے
سنگ دل کیا تجھ کو کہیے ? اپنی ہی تقدیر ہے

---

اس طرح جی میں سانس کھٹکے ہے
سانس ہے یا کہ پھانس کھٹکے ہے

---

بت پرستي هے اب نه بت شکني
که همیں تو خدا سے آن بني

---

رباعیات متفرق

مدت تئیں باغ و بوستاں کو دیکھا
یعنی که بہار اور خزاں کو دیکھا
جوں آئینه کب تلک پریشاں نظری
اب موندے' آنکھ بس جہاں کو دیکھا

---

پیدا کرے هر چند تقدس بندا
مشکل هے که هو حرص سے دل بر کندا
جنت میں بھي اکل و شرب سے کب هے نجات
دوزخ کا بہشت میں بھی هوگا دهندا

---

اے " درد " بہت کیا پریکھا هم نے
دیکھا تو عجب جہاں کا لیکھا هم نے
بینائي نه تھي تو دیکھتے تھے سب کو
جب آنکھ کھلي تو کچھ نه دیکھا هم نے

---

پیری چلي اور گئي جواني اپنی
اے " درد " کہاں هے زندگاني اپني

کل اور کوئی بیاں کرے گا اس کو
کہتے ہیں اب آپ ہم کہانی اپنی

---

## مخمس

باطن سے جنھوں کے تئیں خبر ہے　　ظاہر پہ انہیں تو کب نظر ہے
پتھر میں بھی عشق کا اثر ہے　　اس آگ سے سوختہ جگر ہے
هر سنگ میں دیکھ تو شرر ہے

خاموش ہو ترک گفتگو کو　　باطن کی صفا کی جستجو کر
حیرت میں وصال آرزو کر　　آئینہ دل کو رو بہ رو کر
دیدار نصیب ہر نظر ہے

ہستی نے کیا ہے گرم بازار　　لیکن ہے یہاں نگاہ در کار
سختی سے نہ رکھ قدم تو زنہار　　آہستہ گزر میاں کہسار
سنگ دکان شیشہ گر ہے

دیدار نما ہے شاہد گل　　اور زلف کشا عروس سنبل
جب دل نے مرے کیا تامل　　تب پردۂ رنگ و بو گیا کھل
دیکھا تو بہار جلوہ گر ہے

ہر عجز میں کبریا ہے محجوب　　ہر نقص میں ہے کمال مطلوب
کوئی بھی نہیں جہاں میں معیوب　　آتے ہیں مری نظر میں سب خوب
گر عیب ہے، پردۂ ہنر ہے

---

## ترکیب بند

شاهنشہ ملک کفر و دیں تو
ہے تخت نشین دل نشیں تو
ہوں لفظ بہ معنی آشنا میں
ہے معنئی لفظ آفریں تو
اے زیور دشت غیب ! ہرجا
انگشت نما ہے جوں نگیں تو
کافر ہوں نہ ہوں جو کافر عشق
ہے ناز بتان نازنیں تو
دشمن ہے کہاں کدھر کو ہے دوست
ہے گرمئی بزم مہر و کیں تو
ویرانئی وادئی گماں تو
آبادئی خانۂ یقیں تو
ہیہات جہاں یہ کور چشماں
ڈھونڈھیں ہیں تجھے تو ہے وہیں تو
کرتا ہے یہ کون دیدۂ بازی
گر روشنی نظر نہیں تو
توھی تو ہے کوئی بے حجابی
ہے پردۂ چشم شرمگیں تو
معشوق ہے تو ھی تو ہے عاشق
عذرا ہے کدھر کہاں ہے وامق
میں منتظر دم صبا ہوں
جوں غنچہ' گرفتہ دل بنا ہوں

اک عمر گزر گئی سمجھتے
معلوم کیا نہ میں نے کیا ہوں

تنکا بھی تو ہل سکا نہ مجھ سے
شرمندۂ جذب کہربا ہوں

بے گانہ جو مجھ سے واں پھرے ہے
تقصیر یہ ہے کہ آشنا ہوں

موجود نہ بوجھے کچھ، وہ کافر
گر آوے' خدا بھی میں توکیا ہوں

اپنی تو نہ کھوئی تیرہ بختی
ہرچند کہ سایۂ ہما ہوں

پہ دل تو نہ کر مجھے ' سمجھ ٹک
میں ہی تو بساط میں رہا ہوں

مشکل ہے مجھے کہیں رسائی
کوتاہئی طبع نارسا ہوں

پائی نہ گل وفا کی بو بھی
اس باغ میں جا بجا پھرا ہوں

آیندہ نہ کیجئے محبت
دنیا ہے نپٹ یہ جائے عبرت

---

# میر حسن

میر غلام حسن نام ' میر غلام حسین ضاحک کے بیٹے دھلی میں پیدا ھوئے ' بارہ برس کي عمر میں فیض‌آباد گئے کچھ دنوں کے بعد لکھنؤ چلے گئے اور وھیں بود و باش اختیار کرلي -

مذاق شعر و سخن ان کے ضمیر میں تھا - ابتدا میں میر ''ضیا'' سے اصلاح لي مگر بعد کو ان کا طرز چھوڑ کر '' میر '' '' سودا '' اور '' درد '' کی پیروي کرنے لگے - اُن کی غزلوں میں ان استادوں کي تقلید کا اثر نمایاں ھے - میر حسن غزل گوئی میں بھی بلند پایہ رکھتے ھیں مگر جس چیز نے ان کو غیر فاني شہرت عطا کی ھے وہ ان کی مثنوی کي نظیر پیش نہیں کر سکتي - مناظر کی تصویر کشی جذبات کي ترجمانی - زبان کي شیرینی - بیان کا تسلسل یہ تمام اوصاف اس مثنوی میں بدرجۂ اتم موجود ھیں - ان کے علاوہ یہ مثنوي اس زمانے کا تمدن کا صحیح نقشہ پیش کرتي ھے - ان خصوصیات نے اس مثنوی کو آسمان شاعری کا آفتاب بنا دیا ھے - میر حسن نے اور بھي چھوٹی بڑی کئی مثنویاں لکھي ھیں مگر '' سحرالبیان '' سے اُن کو کوئي نسبت نہیں - غزل اور مثنوی کے علاوہ دوسرے اصناف سخن میں بھي میر حسن نے طبع آزمائی کی مگر کوئی امتیاز حاصل نہ ھوا -

میر حسن نے محرم سنہ ۱۲۰۱ھ میں وفات پائی '' مصحفی '' نے '' شاعر شیریں زبان '' - مادہ تاریخ نکالا -

## اِنتخاب

توہی تو مری جان و دل و جسم ہے ورنہ
کیسا یہ دل اور کیسا یہ جی اور میں کہاں کا
بیگانہ ہے یاں کون اور اپنا ہے یہاں کون
ہے سب یہ بکھیڑا مرے ہی وہم و گماں کا
مرضی ہو جہاں اُس کی وہی جا ' ہمیں بہتر
مشتاق دل اپنا نہیں کچھ باغ جناں کا

یارب میں کہاں رکھتا ترا داغ محبت
پہلو میں اگر دل زار نہ تھا
دنیا میں تو دیکھا نہ سوائے غم و اندوہ
میں کاش کے اس بزم میں ہشیار نہ ہوتا

چھوٹا نہ واں تغافل اس اپنے مہرباں کا
اور کام کر چکا یاں یہ اضطراب جاں کا
سامان لے چلا ہے اندوہ کا یہیں سے
کیا جانئے ارادہ دل نے کیا کہاں کا

آنا ہے گر تو آجا جلدی ، وگرنہ یہ دل
یونہیں تڑپ تڑپ کر کوئی دم میں مر رہے گا

---

عشق کب تک آگ سینہ میں میرے بھڑکائے گا
راکھ تو میں ہو چکا ، کیا خاک اب سلگائے گا
نو گرفتاری کے باعث مضطرب صیاد ہوں
لگتے لگتے جی قفس میں بھی مرا لگ جائے گا

---

آثر ہوئے نہ ہوئے پر بلا سے جی تو بہلے گا
نکالا شغل تنہائی میں ، میں ناچار رونے کا

---

وہ ملک دل کہ اپنا آباد تھا کبھو کا
سو ہو گیا ہے تجھ بن اب وہ مقام ہو کا

---

غنچہ ہوں میں نہ گل کا ، نہ گل ہوں میں چمن کا
حسرت کا زخم ہوں میں اور داغ آرزو کا
لایا غرور پر یہ عجز و نیاز تجھ کو
ترا گنہ نہیں کچھ اول سے میں ہی چوکا

---

یہ سب اپنے خیال خام تھے تم تھے پرے سب سے
جو کچھ سمجھے تھے ہم تم کو ، یہ سب اپنا تو ہم تھا

---

اس کو امید نہیں ہے کبھی پھر بسنے کی
اور ویرانوں سے اس دل کا ہے ویرانہ جدا
گوشۂ چشم میں بھی مردم بدبیں ہیں "حسن"
واسطے اس کے بنا دل میں نہاں خانہ جدا

---

معشوق کی الفت سے مت جان "حسن" خالی
لبریز محبت ہے یہ جام مرے دل کا

---

جو کہ ہستی کو نیستی سمجھا اس کو سب طرف سے فراغ رہا
سیر گلشن کریں ہم اس بن کیا اب نہ وہ دل نہ وہ دماغ رہا

---

دل خدا جانے کس کے پاس رہا
ان دنوں جی بہت اداس رہا

---

نہ ہوں غیر گر ساتھ تو آئیے
سر آنکھوں پہ میرے قدم آپ کا
دل و جاں جو ہیں یہ سو اپنے نہیں
سمجھتے ہیں ان کو تو ہم آپ کا

---

نہ میں شمع ساں سر بسر جل گیا
سراپا محبت کا گھر جل گیا

گل شمع کا نخل تھا میں "حسن"
لگا شام یاں اور سحر جل گیا

---

وہ تاب و تواں کہاں ہے یارب
جو اس دل ناتواں میں تب تھا
تھے محو خیال رات اس سے
باتوں کا ہمیں دماغ کب تھا

---

کوئی دم کے ہیں مہمان اس چمن میں ایک دم آخر
مثال نکہت گل شام جانا یا سحر جانا

---

اپنی طرف سے ہم نے تم سے بہت نباھا
پر آہ کیجئے کیا تم نے ہمیں نہ چاھا

---

مت بخت خفتہ پر مرے ھنس اے رقیب تو
ھوگا ترے نصیب بھی یہ خواب دیکھنا

---

زندگی نے وفا نہ کی ورنہ میں تماشا وفا کا دکھلاتا

---

خار سے پھوٹتے پھپھولے پاؤں کے درد ھی آخر مرا درماں ھوا

فرقت کی شب میں آج کی، پھر کیا جلاویں گے
دل کا دیا تھا ایک، سو کل هي جلا دیا

---

یہ نہ گل میں نہ باغ میں دیکھا
جو مزا اپنے داغ میں دیکھا
آتش دل کا تیرے هم نے پتنگ
رات شعلہ چراغ میں دیکھا

---

خالي نہ جائے گا یہ هر شب لہو کا رونا
اک روز دل کے ٹکڑے دامن میں بھر رهوں گا
کوچے سے اپنے مجھ کو مت هر گھڑي تو اُٹھوا
میں خود بہ‌خود یہاں سے اک دن گذر رهوں گا

---

کوچۂ یار هے اور دیر هے اور کعبہ هے
دیکھئے عشق همیں آہ کدھر لاوے گا

---

میں هي نہ غم کو هستی کا سامان دے چکا
دل هی غریب اپني اُسے جان دے چکا
وحشت میں سر پٹکنے کو کیا مانگیں اس سے اور
هم کو تو عشق کوہ و بیابان دے چکا

دل ھي کہیں نکلتا ، ھو ٹکڑے ٹکڑے یارب
آنکھوں سے خون میری کب تک بہا کرے گا

---

یہ سینہ بھی جائے قدم تھا کسی کا
کبھی اس طرف بھي کرم تھا کسي کا
دم مرگ تک روتے ھي گذري
ھمیں بھی قیامت الم تھا کسی کا
نہ تھمتی تھیں آھیں، نہ رکتے تھے آنسو
"حسن" تجھ کو کیا رات غم تھا کسی کا

---

دکھاویں گے چالاکي ھاتھوں کی ناصح
جو ثابت جنوں سے گریباں رھے گا
وہ آشفتہ بلبل میں جاتا ھوں یاں سے
کہ جس بن چمن سب پریشاں رھے گا

---

ایک بھي چراغ دل ، جلتا تھا میرے حال پر
آہ! سحر نے میري آہ اس کو بھی اب بجھا دیا

---

ھر ایک ھدایت کي نہایت ھے و لیکن
اس عشق کے آغاز کا انجام نہ پایا
کیا شکوہ کریں کنج قفس کا دل مضطر
ھم نے تو چمن میں بھی تک آرام نہ پایا

---

یہی آتا ہے اپنے دل میں پھر پھر — کہ کیا ہوتا جو اپنا دل نہ ہوتا

---

آسان تم نہ سمجھو نخوت سے پاک ہونا
اک عمر کھو کے ہم نے سیکھا ہے خاک ہونا

---

مت پوچھ کہ رحم اس کو مرے حال پہ کب تھا
اب کہنے سے کیا فائدہ جب تھا کبھی تب تھا

---

اتنا بھی تو بے چین نہ رکھ دل کو مرے تو
آخر یہ وہی دل ہے جو آرام طلب تھا
کعبے کو گیا چھوڑ کے کیوں دل کو تو اے شیخ
ٹک جی میں سمجھتا تو سہی یاں بھی تو رب تھا

---

رتبہ یہ شہادت کا کہاں اور کہاں میں
واں تک مجھے اس شوخ کی تلوار نے بھیجا
میرا تو نہ تھا جی کہ میں اس رتبہ کو پہونچوں
پر کوچۂ رسوائی میں دلدار نے بھیجا

---

اس شوخ کے جانے سے عجب حال ہے میرا
جیسے کوئی بھولے ہوئے پھرتا ہے کچھ اپنا

---

ضبط نالے سے جو کچھہ مجھہ پہ ہوا میں نے سہا
درد سر اور کو دینا تو گوارا نہ کیا

---

مہر و وفا کا میرے جورو جفا کا اپنے
میری طرف سے اپنے دل میں حساب رکھنا

---

دیکھے سے دور هی کے دهڑکتا هے دل مرا
کیا حال هوگا جب کہ وہ نزدیک آئے گا

---

گھر سے باهر جو نکلتا هے تو جلدی سے نکل
ورنہ دهونے میں لگاتا هوں یہیں' مجھہ کو کیا

---

تا مجھہ سے وہ پوچھے مري خاموشی کا باعث
مجھہ کو یہ تمنا هے کہ میں کچھہ نہیں کہتا
کیا پوچھے هے مجھہ سے مری خاموشي کا باعث
کچھہ تو سبب ایسا هے کہ میں کچھہ نہیں کہتا

---

ایک مجلس کے هیں حسن و عشق اس میں عیب کیا
شمع گر تجھہ کو کیا تو هم کو پروانہ کیا
دیکھتے هي مے کو ساغر کا نہ کھینچا انتظار
مارے جلدی کے میں اپنا هاتھہ پیمانہ کیا

طرفہ تر ہے یہ کہ اپنا بھی نہ جانا اور یونہیں
اپنا اپنا کہہ کے مجھہ کو سب سے بیگانہ کیا

---

جاتا تھا اس کی کھوج میں' میں بے خبر چلا
بارے اُسی نے ٹوک کے پوچھا کدھر چلا
کس میں رکھوں گا اب مئے حسرت کو میں بھلا
شیشہ تو دل کا خون جگر ہی سے بھر چلا
لکھنے کی یاں نہ تاب نہ پڑھنے کا واں دماغ
کہہ دیں گے کچھہ زبانی اگر نامہ بر چلا

---

گر ہیں برے تو تیرے اور ہیں بھلے تو تیرے
نیکی بدی میں اپنی شامل ہے نام تیرا

---

تری آنکھوں کا عاشق ہوں ترے رخ کا ہوں دیوانہ
نہ سودائی ہوں میں گل کا نہ میں بیمار نرگس کا

---

بخدا بتوں کا کس کے کہے سے ہوا یہ دل
حق کی طرف سے کیا اُسے الہام کچھہ ہوا

---

پڑی ہے دل کی بھی کرنی خوشامد ان روزوں
زمانہ اب تو رہا ہے زمانہ سازی کا

---

قاصد یهي کهتا ھے شب وہ نہیں آنے کا
کاھے کو رھوں گا میں جب وہ نہیں آنے کا

---

یہ جو کچھ، قیل و قال ھے اپنا وھم ھے اور خیال ھے اپنا

---

آشنا بے وفا نہیں ھوتا
بے وفا، آشنا نہیں ھوتا
گو بھلے سب ھیں اور میں ھوں برا
کیا بھلوں میں برا نہیں ھوتا
دل جدا گر ھوا "حسن" تو کیا
وہ تو دل سے جدا نہیں ھوتا

---

تیرہ بختی کو اپني کھو نہ سکا
اس سیاھی کا داغ دھو نہ سکا

---

انکھوں میں بھر کے انسو دیکھوں ھوں میں فلک کو
کرتا ھے ذکر کوئی جب اپنی صحبتوں کا

---

صبا کے ھاتھ سے خط گل‌عذار کا پہنچا
خزاں رسیدوں کو مژدہ بہار کا پہنچا
صبا گلي سے تري گرد راہ کو لائي
ھماری انکھوں کو سرمہ غبار کا پہنچا

---

اُٹھا بالوں کو چہرے سے ' دکھادے چاند سا مکھڑا
سر شام آج آتا ہے نظر تنہا مجھے تارا
کوئی دیتا نہیں اس بت کو دل کچھ اپنی خواہش سے
جو یوں مرضی خدا کی ہو تو پھر بندے کا کیا چارا

---

ہوتے ہی اس کے سامنے' جاتا رہے ہے یہ
کچھ اختیار اپنا نہیں اختیار پر

---

اس گنجفہ کا یاں سے ہے کھیل اور ہی کچھ
دیتے ہیں جان ناحق انسان صورتوں پر

---

ہے دھیان جو اپنا کہیں اے ماہ جبیں اور
جاتا ہے کہیں اور تو جاتا ہوں کہیں اور
جب تو ہی کرے دشمنی ہم سے تو غضب ہے
تیرے تو سوا اپنا کوئی دوست نہیں اور

---

پا برہنہ ساتھ ناقے کے چلا آتا ہے قیس
اک طرف کردے صبا خار مغیلاں دیکھ کر
دامن صحرا سے اٹھنے کو ''حسن'' کا جی نہیں
پانوں دیوانے نے پھیلائے بیاباں دیکھ کر

ظاہر میں تو اڑتا ہوں ولے اڑ نہیں سکتا
بے بس ہوں میں چوں طائر تصویر ہوا پر

---

اب جو چھوٹے بھي ہم قفس سے تو کیا
ہو چکي واں بہار ہی آخر
آتش دل پر آب لے دوڑا
دیدۂ اشکبار ہي آخر

---

حد سے در گزرا ہمارا اِس طرف عجز و نیاز
پر ادھر سے بے نیازي بھي رھي سر گرم ناز
درد کي اب بات تھوڑي سی بھی لگتی ہے بہت
ہو رہا ہے بسکہ اک مدت سے دل اپنا گداز

---

غم دل کے مرے حال سے کچھہ تجھہ کو خبر ہے
کس گھر کو لگاتا ہے تو اے بے ادب آتش

---

جیسے لگی ہو ناوک مژگاں سے اس کي آنکھہ
ہر پل میں ہے جگر میں نئي طرح کی خراش
یا دل کو میں ہی بھولوں یا اس کو بھولے دل
اُن دونوں باتوں میں سے کہیں ایک ہوے کاش

---

یہ ثابت پھر نہیں رھتا نظر آتا مجھے ناصح
عبث چاک گریباں کو سیا تونے خدا حافظ

---

دل میں تھري ھے اب یہي کہ "حسن"
ھم نہ ھوں گے جو ھوگا یار وداغ

---

شعلہ اٹھے ھے دل سے شب و روز ھم‌نشیں
جلتي ھے اپني بزم میں شام و پگاہ شمع

---

مشتعل یوں ھوا ھے دل کا داغ جس طرح سے بھڑک اٹھے ھے چراغ

---

ھم بھی تب تک ھیں کہ یاں جلوہ ھے جب تک تیرا
ھستی سایہ بھی سچ پوچھو تو ھے نور تلک

---

ٹک دیکھ لیں چمن کو، چلو لالہ زار تک
کیا جانے پھر جیئں نہ جیئں ھم بہار تک

---

حیراں میں اپنے حال پہ جوں آئنہ نہیں
عالم کے منہ کو دیکھ کے میں رہ گیا ھوں دنگ

---

کچھ جو ٹھہرے تو تجھ کو بتلا دوں
اس دل زار و بے قرار کا رنگ
ہجر کی رات دیکھی ہو جس نے
وہ "حسن" دیکھے زلف یار کا رنگ

---

رشک صد شمع سوز ہر مو ہے
لگ گیا ہے یہ کس چراغ سے دل

---

کیا کہیں اپنا ہم نشیب و فراز
آسماں گاہ گہہ زمیں ہیں ہم
ہم نہ تیر شہاب ہیں نہ سموم
نالہ و آہ آتشیں ہیں ہم

---

شمع ساں شب کے میہماں ہیں ہم
صبح ہوتے تو پھر کہاں ہیں ہم
باغباں تک تو بیٹھنے دے کہیں
آہ گم کردہ آشیاں ہیں ہم
دل سے نالہ نکل نہیں سکتا
یاں تلک غم سے ناتواں ہیں ہم
داغ ہیں کاروان رفتہ کے
نقش پائے گذشتگاں ہیں ہم

---

اور کچھ تحفہ نہ تھا جو لاتے ہم تیرے نیاز
ایک دو آنسو تھے آنکھوں میں سو بھر لائیں ہم

---

دم یہ دم اس شوخ کے آزردہ ہوجانے سے آہ
جب نہیں کچھ اپنا بس چلتا تو گھبراتے ہیں ہم

دل خدا جانے کدھر گم ہو گیا اے دوستاں
ڈھونڈھتے پھرتے ہیں کیا اور نہیں پاتے ہیں ہم

دونوں دیوانے ہیں کیا سمجھیں گے آپس میں عبث
ہم کو سمجھاتا ہے دل اور دل کو سمجھاتے ہیں ہم

---

بس دل کا غبار دھو چکے ہم　　رونا تھا جو کچھ سو رو چکے ہم
ہونے کي رکھیں توقع اب خاک　　ہونا تھا جو کچھ سو ہو چکے ہم

---

دل غم سے ترے لگا گئے ہم　　کس آگ سے گھر جلا گئے ہم
مانند حباب اس جہاں میں　　کیا آئے تھے اور کیا گئے ہم
کھویا گیا اس میں گو دل اپنا　　پر یار تجھے تو پا گئے ہم

---

آرزو دل کی بر آئی نہ "حسن" وصل میں اور
لذت ہجر کو بھي مفت میں کھو بیٹھے ہم

---

نا صحا جا اِس گھڑي مت بول تو
جان سے اپني خفا بیٹھے ہیں ہم

---

دم رکتا ہوا آتا ہے لب تک مرے غم سے
عقدے ترے ہیں بسکہ میرے تار نفس میں

دم بدم قطع ہوتی جاتی ہے عمر لیل و نہار کے ہاتھوں
ایک دم بھی ملا نہ ہم کو قرار اس دل بے قرار کے ہاتھوں
اپنی سر گشتگی کبھی نہ گئی گردش روزگار کے ہاتھوں
اک شگوفہ اٹھے ہے روز نیا اس دل داغ دار کے ہاتھوں

---

عشق کا اب مرتبہ پہونچا مقابل حسن کے
بن گئے بت ہم بھی آخر اس صنم کی یاد میں

---

حسن میں جب تئیں گرمی نہ ہو جی دیوے کون
شمع تصویر کے کب گرد پتنگ آتے ہیں

---

دل اور جگر لہو ہو آنکھوں تلک تو پہونچے
کیا حکم ہے اب آگے نکلیں کہو نہ نکلیں

---

ہم نہ ہنستے ہیں اور نہ روتے ہیں
عمر حیرت میں اپنی کھوتے ہیں
کوس رحلت ہے جنبش ہردم
آہ تس پر بھی یار سوتے ہیں

---

بن کہے بنتی نہیں کہئے تو سنتا نہیں وہ
حال دل اس سے ہم اظہار کریں یا کریں

---

داغ فراق دل میں اور درد عشق جی میں
کیا کیا نہ ہم نے دیکھا دو دن کی زندگی میں

---

کیوں جھٹکتا ہے ہم سے دامن ہائے　　خاک بھی تو نہیں رہے ہم میں

---

"حسن" رکھیو قدم ہرگز نہ صحراے محبت میں
کہ ہے سر سے گذرنا رسم یاں کی راہ منزل میں

---

وصل ہونے سے بھی کچھ دل کے تئیں سود نہیں
اب جو موجود وہ یاں ہے تو یہ موجود نہیں

---

صیاد ہم کو لے تو گیا لالہ زار میں
پردہ قفس کا پر نہ اٹھایا بہار میں
یہ گرد باد خاک پہ میری نہیں "حسن"
میں ڈھونڈھتا ہوں آپ کو اپنے غبار میں

---

آپ تو اپنا عرض کر لے حال
دل ! ہمیں تاب التماس نہیں
یوں خدا چاہے تو ملادے اُسے
وصل کی پر ہمیں تو آس نہیں

---

چل دل اس کی گلي میں رو آویں
کچھ تو دل کا غبار دھو آویں
دل کو کھویا ہے کل جہاں جا کر
جی میں ہے آج جي بھی کھو آویں
کب تلک اُس گلی میں روز "حسن"
صبح کو جاویں شام کو آویں

---

موئے سپید نے نمک اس میں ملادیا
کیفیت اب رہی نہیں جام شراب میں

---

ذرہ ذرہ میں دیکھ، ہیں موجود
وہی جلوے جو آفتاب میں ہیں
ہم تمہارے ہی بندے ہیں صاحب
آپ ہم سے عبث حجاب میں ہیں

---

آنکھوں سے ہم تو آویں تمہارے قدم کے پاس
دیکھو جو اک نظر ہمیں تم دوربین میں

---

ہوں دیر میں، نہ کعبے میں، نہ دل ہی میں اپنے
کیا جانوں تجسس میں تري آہ کدھر ہوں

---

جی نکلتا ہے ادھر اور وہ گذر کرتا نہیں
مرتے ہیں ہم اور اُسے کوئی خبر کرتا نہیں

---

ہم نہ نکہت ہیں، نہ گل ہیں جو مہکتے جاویں
آگ کی طرح جدھر جاویں دہکتے جاویں
جو کوئی آوے ہے نزدیک ہی بیٹھے ہے ترے
ہم کہاں تک ترے پہلو سے سرکتے جاویں

---

اک بار تو نالے کی ہو رخصت ہمیں صیاد
پنہاں رکھیں ہم کب تئیں فریاد جگر میں

---

نہ ہم دعا سے اب نہ وفا سے طلب کریں
عشق بتاں میں صبر خدا سے طلب کریں

---

دل کو اس شوخ کے کوچہ میں دھرے آتے ہیں
شیشہ خالی گئے اور اشک بھرے آتے ہیں

---

مزا بےہوشئی الفت کا ہشیاروں سے مت پوچھو
عزیزاں خواب کی لذت کو بیداروں سے مت پوچھو
یہ اپنے حال ہی میں مست ہیں ان کو کسی سے کیا
خبر دنیا ومافیہا کی مےخواروں سے مت پوچھو

---

دل صد پارہ میرے کي تو پہلے فکر کر ناصح
رفو کیجو پھر اس کے بعد تو چاک گریباں کو

---

نہیں تقصیر کانٹوں کي مرا چھالا هي پاؤں کا
بہ رنگ کہر با کھینچے هے خود خار مغیلاں کو
نہیں معلوم یہ کس کا هے اتنا منتظر یارب
کہ میں مندتے نہیں دیکھا "حسن" کی چشم حیراں کو

---

ناقے سے دور رہ گیا آخر نہ قیس تو
کہتے نہ تھے کے پاؤں سے مت کھینچ خار کو

---

غیر کو تم نہ آنکھ بھر دیکھو کیا غضب کرتے هو ادھر دیکھو
آپ پر اپنا اختیار نہیں جبر هے هم پہ کس قدر دیکھو

---

گئے وے دن جو آنسوں بھی ان آنکھوں سے نکلتے تھے
بہ جائے اشک اب تو رہ گئي هے حسرت گریہ

---

کہیو صبا کہ جس کو تو بتلا گیا تھا سو
چوں نقش پا پڑا تري دیکھے هے راہ وہ

---

مجھ سے اب وہ نہ رهی اس بت عیار کي آنکھ
پھر گئي آہ زمانے کی طرح یار کي آنکھ

---

دید کی سیر راہ ہے یہ مژہ      خار پائے نگاہ ہے یہ مژہ

---

ہوکر ترے جلوہ کے خریدار ہمیشہ
آ بیٹھتے ہیں ہم سر بازار ہمیشہ
نے جام کی خواہش ہے نہ مے کی مجھے ساقی
میں نشۂ ہستی سے ہوں سرشار ہمیشہ
ہرآن میں عالم ہے جدا باغ جہاں کا
اک رنگ پہ رہتے نہیں گلزار ہمیشہ

---

پھر پھر کے پوچھتے ہو عبث آرزوے دل
تم جانتے تو ہو کہ مرا مدعا ہے وہ
رنگ حنا کی طرح نہ کھو اس کو ہاتھ سے
دل ہے مرا کہ ہاتھ ترے لگ گیا ہے وہ

---

جب کام دل نہ ہرگز حاصل ہوا کہیں سے
دل کو اٹھا کے بیٹھے ناچار سب طرف سے

---

اب ہم ہیں اور یار کا روز فراق ہے
جوں توں کی تیری رات تو اے شمع کٹ گئی

---

مجنوں کو اپنے لیلیٰ کا محمل عزیز ہے
تو دل میں ہے ہمارے، ہمیں دل عزیز ہے

---

جب میں چلتا ہوں ترے کوچہ سے کترا کے کبھی
دل مجھے پھیر کے کہتا ہے ادھر کو چلئے

---

تھے ابھی تو پاس ہی اپنے قرار و ہوش و صبر
تیرے آتے ہی نہ جانے وہ کدھر کو اٹھ گئے

---

ہے گرہ کیسی یہ غم کی اپنے دل میں اے "حسن"
ہم نے جوں جوں اس کو کھولا اور یہ محکم ہوئی

---

دل کا ہمدم علاج مت کر اب زخم مرہم پذیر ہیں اُس کے

---

دھاڑکاں یوں اڑا نہ ہم کو فلک
خاک ہیں ہم کسی کے چوکھٹ کے
تک تو اونچی ہو اے صدائے جرس
دشت میں کب تلک کوئی بھٹکے
توہی جب اپنے در سے دیوے اٹھا
پھر کدھر جاکے کوئی سر پٹکے

---

زندگی یہ ، ستم یار وہ ، اور بخت زبوں
کس توقع پہ بھلا دل کو کوئی شاد کرے

---

تیرا خیال ابرو دل میں اگر نہ ہووے
کعبے کا دیکھنا بھی مد نظر نہ ہووے

---

منھ اپنا خشک ہے اور چشم تر ہے
ترے غم میں یہ سیر بحر و بر ہے
وہ اب کیوں کر نہ کھینچے آپ کو دور
ہمارے چاہنے کا یہ اثر ہے
ہمیں دیکھو نہ دیکھو تم، ہمیں تو
تمھارا دیکھنا مد نظر ہے

---

تیرے دیدار کے لئے یہ دیکھ
جان آنکھوں میں آرھی تو ہے

---

دشمن تو تھے ھي پر تري اس دوستي میں اب
بیزار ہم سے ہو گئے ہیں دوست دار بھي
گر تو نہیں تو جاکے کریں کیا چمن میں ہم
تجھ بن ہمیں خزاں سے ہے بدتر بہار بھي
اک جان ناتواں ھی کا شکوہ "حسن" نہیں
ٹھہرا نہ اپنے پاس دل بے قرار بھی

---

نہ رنگ ہے منھ پر ترے، نہ دل ہے ترے پاس
سچ کہیو "حسن" آج تو آتا ہے کہاں سے

کیوں کر بھلا لگے نہ وہ دلدار دور سے
دونی بہار دیوے ہے گلزار دور سے
بے اختیار اٹھتی ہے بنیاد بے خودی
آتی ہے جب نظر تری دیوار دور سے

---

میں اس خرابی سے مارا پڑا ہوں رستے میں
جو تو بھی گذرے ادھر سے تو ہاتھ مل جاوے
نہ تڑپیو تو دم قتل اے "حسن" ہرگز
کہ دست یار مبادا کہیں نہ چل جاوے

---

ہے نقش پائے ناقہ، نقش جبیں سے باہم
محمل کے ساتھ شاید نکلا ہے قیس بن سے
سینے سے آہ دل سے نالے جگر سے افغاں
نکلے یہ سب و لیکن نکلی نہ جان تن سے

---

زمیں سے اب غبار اپنا بھی اٹھ سکتا نہیں یارب
نہیں معلوم ایسے گر گئے ہیں کس کے ہم دل سے
گئے وہ دن جو بالیں سے اٹھا کر سر پٹکتے تھے
جوٴ اب چاہیں کہ کروٹ لیں تو لی جاتی ہے مشکل سے

---

بہار لالہ نہ ہو گلشن گریباں میں
بہ جائے آب، جو خوں، چشم اشکبار نہ دے

"حسن" بساط میں دل ہے یہ تیری اے جاں باز
تو ملنچلا ہے نہایت، کہیں یہ ہار نہ دے

---

شب فراق میں رو رو کے مرگئے آخر
یہ رات جیسی تھی ویسی رہی، سحر نہ ہوئی

---

جو ہے وہ تیری چشم کا بادہ پرست ہے
القصہ اپنے حال میں ہر ایک مست ہے
بیٹھے ہیں جب تلک تبھی تک، دور ہے عدم
چلنے کو جب ہوئے تو پھر اک دم کی جست ہے
اٹھ جائیں گر، یہ بیچ سے اپنے نکات وہم
پھر ایک شکل دیکھنے میں نیست ہست ہے

---

کیا جانئے کہ شمع سے کیا صبح کہہ گئی
اک آہ کھینچ کر جو وہ خاموش رہ گئی

---

رنج و بلا و جور و ستم داغ و درد و غم
کیا کیا نہ دل کے ہاتھ مری جان سہ گئی
ناخن نہ پہونچا، آبلہ، دل تلک "حسن"
ہم مرگئے پہ ہم سے نہ آخر گرہ گئی

---

کل تک تو آس تھی تیرے بیمار عشق کو
پر آج بے طرح کا اُسے اضطراب ہے

---

کوئی نہیں کہ یار کی لادے خبر مجھے
اے سیل رشک توھی بہادے اُدھر مجھے
یا صبح ھو چکے کہیں، یا میں ھی مرچکوں
رو بیٹھوں اُس سحر ھی کو، میں یا سحر مجھے
ملنت تو سر پہ تیشہ کی فرھاد تب میں لوں
جب سر پٹکنے کو نہ ھو دیوار و در مجھے

---

نالوں سے کیا "حسن" کے تو اس قدر رکے ھے
اک آدھ دم کو پیارے جھگڑا ھی یہ چکے ھے

---

صبا کوچے سے تیرے ھو کے آئی ھے ادھر شاید
کہ عقدے غنچۂ دل کے لگے کچھ خود بخود کھلنے

---

آرزو اور تو کچھ ھم کو نہیں دنیا میں
ھاں مگر ایک ترے ملنے کی ارمان تو ھے

---

صبر و قرار ھوش و خرد سب کے سب یہ جائیں
پر داغ عشق سینہ ، اے ھمنشیں نہ جائے

ھے پارۂ عقیق جگر دیکھو کہیں
اے چشم میرے ھاتھ سے ایسا نگیں نہ جائے

---

لوھو کے جائے حسرت آنکھوں سے اس کی ٹپکے
تیغ نگہ سے تیری جو دل فگار ھو وے

---

جان میں میری جان آئی تھی
کل صبا کس کے پاس لائی تھی
پھر دھک اٹھی آگ دل کی ھائے
ھم نے رو رو ابھی بجھائی تھی
شب سے دل آپ میں نہیں ناصح
ایسی کیا بات اُسے سنائی تھی
دل کو روؤں کہ یا جگر کو "حسن"
مجھ کو دونوں سے آشنائی تھی

---

ھم درد کے بھروں کی تو رسم فغاں نہیں
خالی ھے نے اسی لئے اُس میں یہ شور ھے

---

یار گر اپنے پاس ھو جاوے
زندگی کی پھر آس ھو جاوے
قاصد ایسی نہ بات کچھ کہیو
جس سے دل بے حواس ھو جاوے

جس کو سمجھا ہوں میں "حسن" امید
کہیں وہ بھی نہ یاس ہو جاوے

---

کر کے بسمل نہ تونے پھر دیکھا
بس اسی غم میں جان دی ہم نے

---

عرق کو دیکھ منھ پر تیرے پیارے
فلک کو پیٹھ دے بیٹھے ہیں تارے
چمن میں کس نے دل خالی کیا ہے
لہو سے جو بھرے ہیں پھول سارے

---

دل گم گشتہ کی طرف سے ہم کف افسوس اپنے مل بیٹھے

---

شاید کہیں "حسن" نے کھینچی ہے آہ شاید
کانٹا سا اک جگر میں اپنے کھٹک گیا ہے

---

دیکھا نہ کسی وقت میں، ہنستے ہوے اس کو
یہ بھی کوئی دل ہے جو کبھی شاد نہ ہووے

---

سراغ ناقہ لیلیٰ بتائیو اے خضر
کوئی جرس کی طرح پر خروش آتا ہے

دل کی زمیں سے کون سی بہتر زمین ہے
پر جان تو بھی ہو تو عجب سر زمین ہے
سر کو نہ پھینک اپنے فلک پر غرور سے
تو خاک سے بنا ہے ترا گھر زمین ہے

---

اتنے آنسو تو نہ تھے دیدۂ تر کے آگے
اب تو پانی ہی بھرا رہتا ہے گھر کے آگے

---

اپنی سوگند جو دی اُس نے تو کھائی نہ گئی
ایک بھی بات محبت کی چھپائی نہ گئی

---

یاں تک تو تھا ''حسن'' کو کل انتظار تیرا
آنکھوں میں اس کی ہم نے جان نزار دیکھی

---

قیس کا مدت سے برہم ہو گیا تھا سلسلہ
اپنی ہم دیوانگی سے اس کو جاری کر گئے

---

شبنم کی طرح سیر چمن بھی ضرور ہے
رو دھو کے ایک رات یہاں بھی گذاریئے

---

یوں تو ہرگز نہیں آتی کی تمہیں نیند مگر
مجھ سے قصہ مرا کہوائیے اور سو رہیے

---

جس طرف دل گیا گئے ہم بھی جان کی اپنی پاس‌داری کی

---

نغمہ و عشق سے ہیں سبحہ و زنار ملے
ایک آواز پہ دو ساز کے ہیں تار ملے
میں تو آشفتہ دل اور دل آشفتہ زلف
خوب ہم دونوں گرفتار گرفتار ملے

---

کیا ہنسے اب کوئی اور کیا رو سکے
دل ٹھکانے ہو تو سب کچھ ہو سکے

---

گو دل پر اس کی تیغ سے بیداد ہو گئی
تن کے قفس سے جان تو آزاد ہو گئی
اک دو ہی آہیں سن کے خفا ہم سے ہو چلے
دل سوزی ایک عمر کی برباد ہوگئی

---

اتنا معلوم تو ہوتا ہے کہ جاتا ہوں کہیں
کوئی ہے مجھ میں کہ مجھ سے لئے جاتا ہے مجھے
تجھ کو منظور جفا مجھ کو ہے مطلوب وفا
نہ یہ بھاتا ہے تجھے اور نہ وہ بھاتا ہے مجھے

---

کسی کي بے وفائي سے مجھے کیا
میں اپنے کام رکھتا ہوں وفا سے

---

نالۂ دل پر آہ کی ' میں نے بات پر مجھ کو بات یاد آئی

---

کس کس کے غم کو سنئے ''حسن'' اب وہ دل نہیں
اپنی ہي سر گذشت سے جی اپنا سیر ہے

---

ہے دل میں وہ لیکن دکھلائی نہیں دیتا
باہر تو اندھیرا ہے اور گھر میں اجالا ہے

---

یاں سے پیغام جو لیکر گئے معقول گئے
اُس کی باتوں میں لگے ایسے کہ سب بھول گئے

---

دید پھر پھر جہاں کی کرلیں
آخرش تو گذر ھي جاویں گے
جی تو لگتا نہیں جہاں دل ہے
ہم بھي اب تو اُدھر ھی جاویں گے
بے خبر جس طرح سے آے ھیں
اس طرح بے خبر ھي جاویں گے

---

نوجوانی کی دید کر لیجئے
اپنے موسم کی عید کر لیجئے
کون کہتا ہے کون سنتا ہے
اپنی گفت و شنید کر لیجئے

---

مثل آئینہ کیا عدم سے ہم ترا منہہ دیکھنے کو آئے تھے
لے کے رخصت "حسن" کوئی دم کی سیر کرنے کو یاں بھی آئے تھے

---

گل ہزاروں کو آہ جس نے دیے
دل دیا اس نے داغدار مجھے

---

صورت نہ ہم نے دیکھی حرم کی نہ دیر کی
بیٹھے ہی بیٹھے دل میں دوعالم کی سیر کی

---

تیری مدد سے تیرا ادراک ہو سکے ہے
ورنہ اس آدمی سے کیا خاک ہو سکے ہے
وہ جلد دستیوں کے جاتے رہے زمانے
اب ہاتھ سے گریباں کب چاک ہو سکے ہے

---

نہ آنے کے سو عذر ہیں میری جان
اور آنے کو پوچھو تو سو راہ ہے

---

ہیں قفس میں، پر مبحث باندھے ہے تو
اس قفس سے ہم کہاں اُڑ جائیں گے

---

مزے نہ دیکھے کبھی ہم نے زندگانی کے
یونہیں گذر گئے افسوس دن جوانی کے
سنا نہ ایک بھی شب اس نے حال دل میرا
نصیب جاگے نہ افسوس اس کہانی کے

---

دیکھا جب آنکھ کھول کے مثل حباب تب
معلوم کائنات ہوئی کائنات کی

---

جانتا ہے وہی مصیبت عشق
جس پر اے مہربان پڑتی ہے
جس کو دل اپنا چاہتا ہے "حسن"
بات کب اُس کی دھیان پڑتی

---

ہم درد کل جو ایک ملا، ہم کو راہ میں
باتوں میں ہم کہیں کے کہیں بے خبر گئے

---

مومن و کافر پہ کیا سب کو ندائے خیز ہے
ابلق ایام کو یاں رات دن مہمیز ہے

---

یار کا دھیان ، ہم نہ چھوڑیں گے
اپنی یہ آن ہم نہ چھوڑیں گے
جب تلک دم میں ہے ہمارے دم
تجھ کو اے جان ہم نہ چھوڑیں گے
ہے بڑا کفر ، ترک عشق بتاں
اپنا ایمان ہم نہ چھوڑیں گے
دل نہ چھوڑے گا تیرا دامن ، اور
دل کا داماں ہم نہ چھوڑیں گے

---

جان و دل ہیں اُداس سے میرے  اٹھ گیا کون پاس سے میرے

---

آج دل بے قرار ہے ، کیا ہے  درد ہے، انتظار ہے، کیا ہے

---

آ جا کہیں شتاب کہ مانند نقش پا
تکتے ہیں راہ تیری، سر راہ میں پڑے

---

کس روش میں آہ پہونچوں اڑ کے گلشن تک "حسن"
مجھ کو تو صیاد نے چھوڑا ہے پر باندھے ہوے

---

ہو چکا حشر بھی "حسن" لیکن  نہ جئے ہم فراق کے مارے

---

جب قفس میں تھے تو تھي یاد چمن ہم کو "حسن"
اب چمن میں ہیں تو پھر یاد قفس آتي ہے

---

دلبر سے ہم اپنے جب ملیں گے
اس گم شدہ دل سے تب ملیں گے

جان و دل و ہوش صبر و طاقت
اک ملنے سے اس کے سب ملیں گے

---

# انتخاب مثنوي سحرالبیان

( اس مثنوی میں " میر حسن " نے شہزادہ بے نظیر اور
شہزادی بدر منیر کے عشق کي حکایت بیان کي ھے )

شہزادۂ بے نظیر کا باغ

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ
ھوا رشک سے جس کے لالے کو داغ

عمارت کي خوبي دروں کی وہ شان
لگے جس میں زر بفت کے سائبان

چقیں اور پردے بندھے زر نگار
دروں پر کھڑي دست بستہ بہار

وہ مقیش کی ڈوریاں سر بسر
کہ مہ کا بندھا جس میں تار نظر

چقوں کا تماشا تھا آنکھوں کا جال
نگہ کو وہاں سے گزرنا محال

سنہری ' مغرق' چھتیں ساریاں
وہ دیوار اور در کي گل کاریاں

دئے ھر طرف آئینے جو لگا
گیا چوگنا لطف اُس میں سما

وہ مخمل کا فرش اس کا ستھرا کہ بس
بڑھے جس کے آگے نہ پائے ہوس

بہی سنگ مر مر سے چوپڑ کی نہر
گئی چار سو اس کے پانی کی لہر

قرینے سے گرد اُس کے سرو سہی
کچھ اک دور دور اُس سے سیب و بہی

ہوائے بہاری سے گل لہلہے
چمن سارے شاداب اور ڈہڈہے

زمرد کے مانند سبزے کا رنگ
روش پر جواہر لگا جیسے سنگ

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن
کہیں نرگس و گل کہیں یا سمن

چنبیلی کہیں اور کہیں موتیا
کہیں رائے بیل اور کہیں موگرا

کھڑے شاخ شبو کے ہر جا نشاں
مدن بان کی اور ہی آن بان

کہیں ارغواں اور کہیں لالہ زار
جدی اپنے موسم میں سب کی بہار

کہیں جعفری اور گیندا کہیں
سماں شب کو داؤدیوں کا کہیں

عجب چاندنی میں گلوں کی بہار
ہر اک گل سفیدی سے مہتاب وار

کھڑے سرو کی طرح چاڑپا کے جھاڑ
کہے تو کہ خوشبوئیوں کے پہاڑ
کہیں زرد نسریں کہیں نسترن
عجب رنگ پر زعفرانی چمن
پڑا آب جوہر طرف کو بہے
کریں قمریاں سرو پر چہچہے
گلوں کا لب نہر پر جھومنا
اُسی اپنے عالم میں منہ چومنا
وہ جھک جھک کے گرنا خیابان پر
نشے کا سا عالم گلستان پر
کھڑے شاخ در شاخ باہم نہال
رہیں ہاتھ جوں مست گردن میں ڈال
لب جو پہ آئینے میں دیکھ قد
اکڑنا کھڑے سرو کا جد نہ تد
خراماں صبا صحن میں چار سو
دماغوں کی دیتی ہر اک گل کی بو
کھڑے نہر پر قاز اور قر قرے
لئے ساتھ مرغابیوں کے پرے
صدا قر قروں کی بطوں کا وہ شور
درختوں پہ بگلے منڈیروں پہ مور
چمن آتش گل سے دھکا ہوا
ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا
صبا جو گئی ڈھیریاں کر کے بھول
پڑے ہر طرف مولسریوں کے پھول

وہ کیلوں کی اور موسریوں کی چھانوں
لگی جائیں آنکھیں لئے جس کا نانوں

---

( شہزادۂ بے نظیر کا غسل کرنا )

ہوا جب کہ داخل وہ حمام میں
عرق آگیا اُس کے اندام میں

تن نازنیں نم ہوا اُس کا کل
کہ جس طرح ڈوبے ہے شبنم میں گل

پرستار باندھے ہوئے لنگیاں
مہ و مہر سے طاس لے کر وہاں

لگے ملنے اُس گلبدن کا بدن
ہوا دھتھا آب سے وہ چمن

نہانے میں یوں تھی بدن کی چمک
برسنے میں بجلی کی جیسی چمک

بھوں پر جو پانی پڑا سر بسر
نظر آئے جیسے دو گلبرگ تر

ہوا قطرۂ آب یوں چشم بوس
کہے تو پڑی جیسے نرگس پہ اوس

لگا ہونے ظاہر یہ اعجاز حسن
ٹپکنے لگا اُس سے انداز حسن

گیا حوض میں جب شہ بے نظیر
پڑا آب میں عکس ماہ منیر

وہ گورا بدن اور بال اُس کے تر
کہے تو کہ ساون کی شام و سحر
نمی سے تھا بالوں کا عالم عجب
نہ دیکھی کوئی خوب تر اس سے شب
کہوں اس کی خوبی کی کیا تجھ سے بات
کہ جیوں بھیگتی جائے صحبت میں رات

زمرد کے لے هاتھ میں سنگ پا
کیا خادموں نے جو آهنگ پا
هنسا کھل کھلا وہ گل نو بہار
لیا کھینچ پاؤں کو بے اختیار
عجب عالم اس نازنیں پر هوا
اثر گدگدی کا جبیں پر هوا
هنسا اس ادا سے کہ سب هنس پڑے
هوے جی سے قربان چھوٹے بڑے
کیا وصل جب اس لطافت کے ساتھ
اڑھا کھیس لاے اُسے هاتھوں هاتھ
نہا دھو کے نکلا وہ گل اس طرح
کہ بدلی سے نکلے هے مہ جس طرح

---

( شہزادہ بے نظیر کی سواری )

نکل گھر سے جس دم هوا وہ سوار
کئے خوان گوهر کے اس پر نثار

زبس تھا سواری کا باہر ہجوم
ہوا جب کی ڈنکا پڑی سب میں دھوم
برابر برابر کھڑے تھے سوار
ہزاروں ہی تھی ہاتھیوں کی قطار
سنہری روپہلی وہ عماریاں
شب و روز کی سی طرح داریاں
چمکتے ہوئے بادلے کے نشان
سواروں کے غت اور بانوں کی شان
ہزاروں ہی اطراف میں پالکی
جھلا بور کی جگمگی نالکی
کہاروں کی زربفت کی کرتیاں
اور ان کے دبے پاوں کی پھرتیاں
بندھی پگڑیاں طاش کی سر اوپر
چکا چوندھ میں جن سے آوے نظر
وہ ہاتھوں میں سونے کے مرتے کڑے
جھلک جس کی ہر ہر قدم پر پڑے
وہ ماہی مراتب وہ تخت رواں
وہ نوبت کہ دولہا کا جیسے سماں
وہ شہنائیوں کی صدا خوش نما
سہانی وہ نوبت کی دھیمی صدا
وہ آہستہ گھوڑوں پہ نقارچی
قدم با قدم با لباس زری

بجاتے ہوے شادیانے تمام
چلے آگے آگے ملے شاد کام

سوار اور پیادے صغیر و کبیر
جلو میں تمامی امیر و وزیر

وہ نظریں کہ جس جس نے تھیں ٹھانیاں
شہ و شاہ زادے کو گزرانیاں

ہوے حکم سے شاہ کے پھر سوار
چلے سب قرینے سے باندھے قطار

سجے اور سجائے سبھی خاص و عام
لباس زری میں ملبس تمام

طرق کے طرق اور پرے کے پرے
کچھ ایدھر ادھر کچھ ورے کچھ پرے

مرصع کے سازوں سے کوتل سمند
کہ خوبی میں روح القدس سے دو چند

وہ فیلوں کی اور میگھڈنبر کی شان
جھلکتے وہ مقیش کے سائباں

چلی پایۂ تخت کے ہو قریب
بدستور شاہانہ نپٹی جریب

سواری کے آگے پڑے اہتمام
لٹیے سونے روپے کے دامے تمام

نقیب اور جلودار اور چوبدار
یہ آپس میں کہتے تھے ہردم پکار

اسي اپنے معمول و دستور سے
ادب سے تفاوت سے اور دور سے

یلانو! جوانو! بڑھے جائیو
دو جانب سے باگیں لئے آئیو

بڑھے جائے آگے سے چلتا قدم
بڑھے عمر و دولت قدم با قدم

غرض اس طرح سے سواری چلي
کہے تو کہ باد بہاري چلي

تماشائیوں کا جدا تھا هجوم
کہ ہر طرف تھي لاکھہ عالم کی دھوم

لگا قلعے سے شہر کی حد تلک
دکانوں پہ تھي بادلے کی جھلک

ملتھے تھے تمامی سے دیوار و در
تمامي تھا وہ شہر سونے کا گھر

کہا تھا ز بس شہر آئینہ بند
ہوا چوک کا لطف واں چار چاند

رعیت کی کثرت، هجوم سپاہ
گزر تي تھی اک اک کی ہر جا نگاہ

ہوے جمع کوٹھوں پہ جو مرد و زن
ہر اک سطح تھا جوں زمین چمن

یہ خالق کي سن قدرت کاملہ
تماشے کو نکلي زن حاملہ

لگا لذنج سے تا ضعیف و نحیف
تماشے کو نکلے وضیع و شریف
نظر جس کو آیا رہ ماہ تمام
کیا اُس نے جھک جھک کے اُس کو سلام

---

( شہزادي بدر منیر کا باغ )

سنو ایک دن کی یہ تم واردات
اٹھا سیر کو بے نظیر ایک رات
ہوا نا گہاں اس کا اک جا گزر
سہانا سا اک باغ آیا نظر
سفید ایک دیکھي عمارت بلند
کہ تھي نور میں چاندنی سے دوچند
مغرق زمین پر تمامی کا فرش
جھلک جس کی لے فرش سے تابہ عرش
ہر اک سمت واں نور کا اژدحام
لگے آئینے قد آدم تمام
لبالب وہ چوپڑکی پاکیزہ نہر
پڑے چشمۂ ماہ سے جس میں لہر
پڑے اس میں فوارے چھٹتے ہوئے
ہوا بیچ موتي سے لٹتے ہوئے
مقرض پڑا اس میں مقیش جو
گرا ماہ واں اشک سے پرزے ہو

لٹے گوند مقیش چھوٹے بڑے
ہر اک جا ستارے آزاویں کھڑے

ہوا میں وہ جگنو سے چمکیں بہم
مکیں جلوۂ مہ کو زیر قدم

زمانہ زر افشاں ہوا زر فشاں
زمیں سے لگاتا سما زر فشاں

گل و غنچہ زریں و تاج خروس
زمیں چمن سب جبیں عروس

کھڑا ایک نگیرۂ زر نگار
کہ تھے جس کی جھالر پہ موتی نثار

کہوں کیا میں جھالر کي اس کی پھبن
کہ سورج کے ہو گرد جیسے کرن

مفرق بچھي مسند اک جلسگی
کہ تھي چاندنی جس کے قدموں لگي

بلوریں صراحی وہ جام بلور
دل و دیدہ وقف تماشاے نور

زمیں نور کي آسماں نور کا
جدھر دیکھو اودھر سماں نور کا

وہ مسند جو تھی موج دریاے حسن
وہاں دیکھی اک مسند آراے حسن

دئے کھنی نکیے پہ اک ناز سے
سر نہر بیٹھی تھی انداز سے
خواصیں کھڑیں ایدھر اودھر تمام
ستاروں کا جوں ماہ پر ازدحام
ادھر آسماں پر وہ رخشندہ مہ
اودھر یہ زمیں پر مہ چار دہ
پڑا عکس دونوں کا جو نہر میں
لگے لوٹنے چاند ہر لہر میں
نظر آئے اتنے جو اک بار چاند
زمانے کے منھہ کو لگے چار چاند

---

( بدر منیر کا اپنے باغ میں جلوہ افروز ہونا )

زمرد کا مونڈھا چمن میں بچھا
وہ بیٹھی عجب آن سے دل ربا
عجب حسن تھا باغ میں جلوہ گر
کدھر گل کی تھی اس کے منھہ پر نظر
چمن اس گھڑی بر سر جوش تھا
گل و غنچہ جو تھا سو بے ہوش تھا
ز بس عطر میں تھی وہ ڈوبی ہوئی
دوبالا ہر اک گل کی خوبی ہوئی
معطر ہوا اور گل کا دماغ
کہ مہکا تمام اس کی خوشبو سے باغ

پڑا عکس اس کا جو طرف چمن
ہوا لالہ گل اور گل نسترن
درختوں پہ اس کی پڑی جو جھلک
زمرد کو دی اور اس نے چمک
ہوئی اس کے بیٹھے سے گلشن کی زیب
گیا اڑ صبا کا بھی صبر و شکیب
چمن نے جو اس گل کی دیکھی بہار
ہوا دیکھ اپنے گلوں کو فگار
گل و غنچہ و لالہ آپس میں مل
لگے کہنے اس باغ کا ہے یہ دل
گئی جی سے بلبل کے گلشن کی چاہ
ہوئی سرو کی شکل قمری کو آہ
ہوئے واں کے آئینہ دیوار و در
وہ مہ سب دل میں ہوئی جلوہ‌گر

( بدر منیر کا بے نظیر کو اپنے باغ میں پہلے پہل دیکھنا )

درختوں سے وہ دیکھتا تھا نہاں
کسی کی نظر جا پڑی نا گہاں

جو دیکھیں تو ہے اک جوان حسین
درختوں کی ہے اوٹ ماہ مبین

کسی نے کہا، ہے پری یا کہ جن
کسی نے کہا ہے قیامت کا دن

لگی کہنے ماتھا کوئی اپنا کوٹ
ستارہ پڑا ہے فلک پر سے ٹوٹ

ہوئی صبح شب کا گیا اٹھ حجاب
درختوں میں نکلا ہے یہ آفتاب

گئی بات یہ شاہزادی کے گوش
یہ سنتے ہی جاتا رہا اُس کا ہوش

خواصوں کے کاندھے پہ دھر اپنا ہاتھ
عجب اک ادا سے چلی ساتھ ساتھ

کچھ اک ہول سے خوف کھاتی ہوئی
دھڑک اپنے دل کی مٹاتی ہوئی

گئی ھمد میں تھیں جو کچھ کچھ پڑھیں
دعائیں وہ پڑھ پڑھ کے آگے بڑھیں

جو دیکھیں تو ہے اک جوان حسین
کھڑا ہے وہ آئینہ سا مہ‌جبیں

سرکنے کی واں سے نہ جاگہ نہ ٹھاؤں
دئے حیرت عشق نے گاڑ پاؤں

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن
مرادوں کی راتیں جوانی کے دن

عیاں چستی و چابکی گات سے
نمود جوانی ہر اک بات سے

قیافے سے ظاہر سراپا شعور
جبیں پر برستا شجاعت کا نور

گئی اُس جگہ جب کہ بدر منیز
اور اُس نے جو دیکھا شہ بے‌نظیر

گئے دیکھتے ہی سب آپس میں مل
نظر سے نظر جی سے جی - دل سے دل

وہ شہزادۂ دل شدہ تو ٹھٹک
وہیں رہ گیا نقش پا سا بھچک

کہ وہ نازنیں منھ جھجک موڑ کر
وہیں نیم بسمل اُسے چھوڑ کر

ادائیں سب اپنی دکھاتی چلی
چھپا منھ کو اور مسکراتی چلی

غضب منھ پہ ظاہر ولے دل میں چاہ
نہاں آہ آہ اور عیاں واہ واہ

یہ ہے کون کم‌بخت آیا یہاں
میں اب چھوڑ گھر اپنا جاؤں کہاں
یہ کہتی ہوئی آن کی آن میں
چھپی جاکے اپنے وہ دالان میں
دیا ہاتھ سے چھوڑ پردہ شتاب
چھپا ابر تاریک میں آفتاب

---

( بےنظیر سے بدر منیر کی پہلی ملاقات )

بزور اس کو لاکر بٹھایا جو واں
نہ پوچھ اُس گھڑی کی ادا کا بیاں
وہ بیٹھی عجب ایک انداز سے
بدن کو چرائے ہوئے ناز سے
منھ آنچل سے اپنا چھپائے ہوئے
لجائے ہوئے شرم کھائے ہوئے
پسینے پسینے ہوا سب بدن
کہ جوں شبنم آلودہ ہو یاسمن
گھڑی دو تلک وہ مہ و آفتاب
رہے شرم سے پائے بند حجاب

( بے نظیر کے ھجر میں بدر منیر کی حالت )

---

گئے اس پہ دن جب کئی اور بھی
بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی
دوانی سی ہر طرف پھرنے لگی
درختوں میں جا جا کے گرنے لگی
تھرنے لگا جان میں اضطراب
لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب
تپ ھجر گھر دل میں کرنے لگی
در اشک سے چشم بھرنے لگی
خفا زندگانی سے ہونے لگی
بہانے سے جا جا کے سونے لگی
تپ غم کی شدت سے وہ کانپ کانپ
اکیلی لگی رونے منہ ڈھانپ ڈھانپ
نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا
نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا
جہاں بیٹھنا پھر نہ اٹھنا اسے
محبت میں دن رات گھٹنا اسے
کہا گر کسی نے کہ بی بی چلو
تو اٹھنا اسے کہہ کے ہاں جی چلو

جو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہے
تو کہنا یہی ہے جو احوال ہے
کسی نے جو کچھ بات کی بات کی
یہ دن کی جو پوچھی کہی رات کی
کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے
کہا خیر بہتر ہے منگوائیے
جو پانی پلانا تو پینا اُسے
غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے
نہ کھانے کی سدھ اور نہ پینے کا ہوش
بھرا دل میں اس کے محبت کا جوش
غزل یا رباعی و یا کوئی فرد
اُسی ڈھب کی پڑھنا کہ ہو جس میں درد
سو یہ بھی جو مذکور نکلے کہیں
نہیں تو کچھ اس کی بھی خواہش نہیں
سبب کیا کہ دل سے تعلق ہے سب
نہ ہو دل تو پھر بات بھی ہے غضب
گیا ہو جب اپنا ہی جیوڑا نکل
کہاں کی رباعی کہاں کی غزل
زباں پر تو باتیں ولے دل اداس
پراگندہ وحشت سے ہوش و حواس
نہ منہ کی خبر اور نہ تن کی خبر
نہ سر کی خبر نہ بدن کی خبر
نہ منظور سرمہ نہ کاجل سے کام
نظر میں وہی تیرہ بختی کی شام

ولیکن یہ خوباں کا دیکھا سو بھاؤ
کہ بگڑے سے دونا ہو اُن کا بناؤ

---

بدر منیر کا جوگن بن کر جنگل کو نکل جانا اور
چاندنی رات میں کدارا بجانا

قضارا سہانا سا اک دشت تھا
کہ اک شب ہوا اُس کا واں بسترا
وہ تھی اتفاقاً شب چاردہ
اداسی وہ بیٹھی وہاں رشک مہ
بچھی ہر طرف چادر نور تھی
یہی چاندنی اس کو منظور تھی
بچھا مرگ چھالے کو اور لے کے بین
دو زانو سنبھل کر وہ زہرہ جبین
کدارا بجانے لگی شوق میں
لگی دست و پا مارنے ذوق میں
کدارا یہ بجنے لگا اُس کے ہاتھ
کہ مہ نے کیا دائرہ لے کے ساتھ
بندھا اس جگہ اس طرح کا سماں
صبا بھی لگی رقص کرنے وہاں
وہ سنسان جنگل وہ نور قمر
وہ براق سا ہر طرف دشت و در
وہ اجلا سا میداں چمکتی سی ریت
اُگا نور سے چاند تاروں کا کھیت

درختوں کے پتے چمکتے ہوئے
خس و خار سارے جھمکتے ہوئے
درختوں کے سایے سے مہ کا ظہور
گرے جیسے چھلنی سے چھن چھن کے نور
دیا یہ کہ جوگن کا مکھ دیکھکر
ہوا نور و سایہ کا ٹکڑے جگر
گیا ہاتھ سے بین سن کر جو دل
گئے سایہ و نور آپس میں مل
ہوا بدھ گئی اُس گھڑی اس اصول
بسیرا گئے جانور اپنا بھول
درختوں سے لگ لگ کے باد صبا
لگی وجد میں بولنے واہ وا
کدارے کا عالم یہ تھا اُس گھڑی
کہ تھی چاندنی ہر طرف پھس پڑی

---

## سوز

سید محمد میر نام ' دهلی میں پیدا ہوئے اور عمر کا بیشتر حصہ وہیں صرف ہوا - آخر عمر میں لکھنؤ گئے اور وہیں کے ہو رہے -

شعر و سخن کا شوق ان کی فطرت تھا ' ابتدا میں " میر " تخلص کیا جب میر تقی کا شہرہ اس تخلص سے سنا تو اس کو ترک کر کے " سوز " بن گئے -

" میر تقی " میر ان کے زور طبع کا اعتراف کرتے ہیں ' میرحسن ' ان کے طرز ادا اور انداز شعر خوانی کی تعریف کرتے ہیں -

شاعری کے علاوہ وہ شہسواری اور تیراندازی میں بھی کمال تھا طاقتور ایسے تھے کہ ان کی کمان کا چڑھانا ہر شخص کے بس کی بات نہ تھی -

شاہ عالم کے عہد میں دھلی کی تباہی کے ساتھ " میر " بھی خانماں برباد ہوکر گھر سے نکلے ' پہلے فرخ‌آباد گئے مگر قسمت نے یاوری نہ کی پھر لکھنؤ پہونچے ' سیاہ بختی سائے کی طرح ساتھ تھی ' وہاں بھی ان کا رنگ نہ جما - لکھنؤ سے مرشدآباد پہنچے وہاں بھی بہتری کی کوئی صورت نہ نکلی - کچھ دنوں بعد دوبارہ لکھنؤ گئے تو قسمت کا ستارہ چمکا ' نواب آصف‌الدولہ کے سے آفتاب کرم کو مشورۂ سخن دینے اور سکون و اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے میر " سوز "

بزم تغزل میں شمع محفل ہیں ' خود جلتے ہیں اور محفل کو بھی
گرماتے ہیں - سوز ' کے ساتھ کلام میں ساز بھی ہے - جذبات کے بیان
میں بے ساختگی کا جوہر دکھاتے ہیں - زبان صاف اور بندش چست
ہوتی ہے - محاورہ بندی کی طرف خاص توجہ رکھتے ہیں " سوز "
کے انداز میں " میر " کا رنگ جھلکتا ہے -

" میر " " سوز " نے سنہ ۱۲۱۳ھ میں ۷۰ برس کی عمر پاکر
لکھنؤ میں انتقال کیا -

---

## انتخاب

اهل ایماں "سوز" کو کہتے ہیں کافر ہو گیا
آہ یارب! راز دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا

---

دیکھ، دل کو چھیڑ مت ظالم کہیں دکھ جائیگا
ہاں بغیر از قطرۂ خوں اور تو کیا جائے گا

---

مندے گر چشم ظاہر دیدۂ بیدار ہو پیدا
در و دیوار سے شکل جمال یار ہو پیدا

---

جی ناک میں آیا بت گل‌فام نہ آیا
جینا تو الٰہی مرے کچھ کام نہ آیا

---

قتل سے یہ بے گنہ راضی ہے اپنے اس لئے
ہاتھ میں اک روز تو داماں قاتل ہوئیگا
ابر کے قطرے سے ہو جاتے ہیں موتی ناصحا
کیوں ہمیں رونے سے اپنے کچھ نہ حاصل ہوئیگا

---

اپنے رونے سے گر اثر ہوتا قطرۂ اشک بھی گہر ہوتا

''سوز'' کو شوق کعبہ جانے کا ہے بہت پر زیادہ تر ہوتا

---

نہ پہنچے آہ و نالہ گوش تک اس کے کبھو اپنے

بیاں ہم کیا کریں طالع کی اپنے نارسائی کا

خدا یا کس کے ہم بندے کہاویں سخت مشکل ہے

رکھے ہے ہر صنم اس دہر میں دعویٰ خدائی کا

خدا کی بندگی کا ''سوز'' ہے دعویٰ تو خلقت کو

ولے دیکھا جسے ، بندہ ہے اپنی خود نمائی کا

---

کعبہ ہی کا اب قصد یہ گمراہ کرے گا

جو تم سے بتاں ہوگا سو اللہ کرے گا

---

قاضی ہزار طرح کے قصوں میں آ سکا

لیکن نہ حسن و عشق کا جھگڑا چکا سکا

رستم نے گو پہاڑ اٹھایا تو کیا ہوا

اس کو سراہئے جو ترا ناز اٹھا سکا

---

بلبل نے جس کا جلوہ جا کر چمن میں دیکھا

دو آنکھ موند ہم نے وہ من ہی من میں دیکھا

---

اس سوا کھوج نہ پایا ترے دیوانے کا
قطرۂ خوں ہے مگر خار بیاباں میں لگا

---

کسی طرح ترے دل سے حجاب نکلے گا
مرے سوال کا منھ سے جواب نکلے گا

---

تو روز وصل تو اے "سوز" اپنے آنسو پوچھ
ابھی بہت ہے تجھے ہجر یار میں رونا

---

بتوں کے عشق سے واللہ کچھ حاصل نہیں ہوتا
انہوں سے بات کرنے کو بھی اب تو دل نہیں ہوتا

---

ساغر عیش دیا اوروں کو "سوز" کو دیدۂ پرنم بخشا

---

جس نے ہر درد کو درماں بخشا مجھ سے کافر کو بھی ایماں بخشا
چشم معشوق کو دی عیاری "سوز" کو دیدۂ گریاں بخشا

---

یہ سب باتیں ہیں قاصد یار میرے گھر نہیں آتا
نہ دیکھوں جب تلک آنکھوں سے کچھ باور نہیں آتا

---

کیا دید کروں میں اس جہاں کا
وابستہ ہوں چشم خوں چکاں کا

---

الٰہی! محبت کو لگ جائے کسو کا
کہ اٹھتا ہے ہردم جگر سے بھبو کا
فریب محبت نے مجھ کو پھنسایا
میں بھولا، میں بھولا، میں چوکا، میں چوکا

---

مرا قتل کیا دل ربا نے نہ چاہا
وہ کب چوکتا تھا خدا نے نہ چاہا

---

یار اغیار ہو گیا ہیہات کیا زمانے کا انقلاب ہوا

---

عاشق ہوا، اسیر ہوا، مبتلا ہوا
کیا جانئے کہ دیکھتے ہی دل کو کیا ہوا

---

رات کو نیند ہے نہ دن کو چین
ایسے جینے سے اے خدا گذرا

---

دل تھا بساط میں سو کوئی اس کو لے گیا
اب کیا کروں گا اے مرے اللہ کیا ہوا

---

بہم اس سے ہم سے بگڑ گئی تو خفا ہو مجھ کو رلا دیا
ولے میں بھی کیا ہوں کہ رونے میں یہ بنایا منہ کہ ہنسا دیا

---

پوچھے ہے مجھ کو سنیو عاشق تو سچ ہے میرا
کچھ جانتا نہیں ہے بھولا بہت بچارا

---

جن کے نامے پہونچتے ہیں تجھ تک
کاش میں ان کا نامہ بر ہوتا

---

دعویٰ کیا تھا گل نے اس رخ سے رنگ و بو کا
ماریں صبا نے دھولیں شبنم نے منھ پہ تھوکا

---

"سوز" کیوں آیا عدم کو چھوڑکر دنیا میں تو
واں تجھے تھی کیا کسی؟ یاں تجھ کو کیا درکار تھا

---

بہت چاہا کہ تو بھی مجھ کو چاہے
مگر تونے نہ چاہا پر نہ چاہا

---

شہرۂ حسن سے از بس کہ وہ محبوب ہوا
اپنے مکھڑے سے جھگڑتا تھا کہ کیوں خوب ہوا

---

بھلا اور تو اور یہ پوچھتا ہوں
کبھی یاد کرتے تھے سو بھی بھلایا

---

تھرتھراتا ہے اب تلک خورشید
سامنے تیرے آگیا ہوگا

---

کھولی گرہ جو غنچہ کی تونے تو کیا عجب
یہ دل کھلے جو تجھ سے تو ہو اے صبا عجب
اسلام چھوڑ کفر کیا' میں نے اختیار
تو بھی وہ بت نہ رام ہوا اے مرے خدا عجب

---

صاحبو! طوف دل‌مستان کرو تو کچھ ملے
ورنہ کعبے میں دھرا کیا ہے بغیر از سنگ وخشت

---

مجھ کو ترے نہیں ہے کچھ خیال خوب و زشت
ایک ہے اس کو ہوائے دوزخ و باغ بہشت
ناصحا گر یار ہے ہم سے خفا تو تجھ کو کیا
چین پیشانی ہی ہے اس کی ہماری سر نوشت

---

کی فرشتوں کی راہ ابر نے بند
جو گنہ کیجئے ثواب ہے آج

---

قیامت کا بھی دھڑکا "سوز" کے دل سے نکل جائے
خداوند! گذر قاتل کا ہو گور غریباں پر

---

ہجر میں مرتا ہوں میں پیغام سے تو شاد کر
تو جو کہتا تھا نہ بھولوں گا کبھی وہ یاد کر

---

یوں دیکھ لے ہے وہ کہ ادا کو نہ ہو خبر
چھینے دل اس طرح کہ دغا کو نہ ہو خبر
عشاق تیرے تیغ تلے اور ستم پناہ
سر اس طرح سے دیں کہ قضا کو نہ ہو خبر

---

کم نہیں ہوتا غبار خاطر جاناں ہنوز
خاک سے میرے جھٹکتا ہے کھڑا داماں ہنوز

---

مرضی جفائے چرخ کی بے داد کی طرف
مائل کیا دل اس ستم ایجاد کی طرف

---

دیکھیں تو داغ سینہ کس کے ہیں اب زیادہ
اے لالہ داغ دل کے کرلیں شمار ہم تم
تو میرے دل کو دیکھے میں تیرے دل کو دیکھوں
دل چاک چاک کر کر دیکھیں بہار ہم تم

---

دل ہے یا میں ہوں، میں ہوں یا دل ہے
اور اب ہم کنار کس کا ہوں

قاتل پکارتا ہے ' ہاں کون کشتنی ہے
کیوں " سوز " چپ ہے بیٹھا کچھ، بول اٹھ، نہ ہاں ہوں

---

سمجھاؤں اپنے کفر کے گر رمز شیخ کو
بے اختیار کہہ اٹھے اسلام کچھ نہیں

---

آنکھوں کو اب سنبھالو یہ مارتی ہیں راہیں
جیتے مسافروں کو دیتی نہیں نگاہیں

---

بے قراری نہ کر خدا سے ڈر
" سوز " ! عاشق کا یہ شعار نہیں

---

میں وہ درخت خشک ہوں اس باغ میں صبا
جس کو کسو نے سبز نہ دیکھا بہار میں

---

مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے روز
یہ برادر ' یہ پدر ' یہ خویش ' یہ فرزند ہیں
تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار
جانتے اتنا نہیں سب خاک کے پیوند ہیں

---

ہاں اہل بزم آؤں میں بھی پر ایک سن لو
تنہا نہیں ہوں بھائی با نالۂ و فغاں ہوں

---

کیا کروں دل کو کچھہ قرار نہیں
اس میں کچھہ میرا اختیار نہیں

---

اے اهل بزم میں بهي مرقع میں دهر کے
تصویر هوں و لے لب حسرت گزیدہ هوں

---

بس غم یار ایک دن دو دن
اس سے زیادہ نہ هو جیو مہماں

---

جلوں کي بری آہ هوتی هے پیارے
تم اس سوز کي اپنے حق میں دعا لو

---

خدا هی کي قسم ناصح نہ مانوں گا کہا اب تو
نہ چھوتے گا ترے کہنے سے میرا دل لگا اب تو

---

دل سا رفیق میرا تونے جدا کیا هے
لے عشق جی بهي لے چک! تیرا اگر بهلا هو

---

کہیو اے باد صبا بچھڑے هوئے یاروں کو
واہ ملتی هي نہیں دشت کے آواروں کو
بال باندے جنهیں کہتے هیں یہی عاشق هیں
کیا چھڑاوے کوئي زلفوں کے گرفتاروں کو

---

اب یہ دیوانہ کہے ہے کھول دو زنجیر کو
توڑ دو اے عاشقو سر رشتۂ تدبیر کو

---

او جانے والے اُس سے یہ کہیو کہ واہ واہ
کچھ بھی خبر ہے در پہ پکارے ہے داد خواہ

---

ہرچند میں لائق تو نہیں ترے کرم کے
لیکن نگہ لطف سے تک آنکھ اٹھا دیکھ

---

کچھ کہہ تو قاصد آتا ہے وہ ماہ الحمد للہ الحمد للہ
جھوٹے کے منھ میں آگے کہوں کیا استغفراللہ استغفراللہ

---

راہ عدم کی بھی عجب سہل ہے
جس کو نہ کچھ زاد سفر چاہئے

---

جس کو نہ ہو شکیب، نہ تاب فغاں رہے
تیری گلی میں وہ نہ رہے تو کہاں رہے

---

اشک خوں آنکھوں میں آکر جم گئے
دور کے بھی دیکھنے سے ہم گئے

---

سر زانو پہ ہو اُس کے اور جان نکل جائے
مرنا تو مسلم ہے ارمان نکل جائے

---

مت کیجئے خیال کل ملیں گے
ہے پل میں یہ خواب زندگانی

---

مثل نے ' ہر استخواں میں درد کی آواز ہے
کچھ نہیں معلوم یارب سوز ہے یا ساز ہے

---

مکر جانے کا قاتل نے نرالا ڈھب نکالا ہے
سبھوں سے پوچھتا ہے اس کو کس نے مار ڈالا ہے

---

لوگ کہتے ہیں مجھے' یہ شخص عاشق ہے کہیں
عاشقی معلوم لیکن دل تو بے آرام ہے

---

کہوں کس سے شکایت آشنا کی
سنو صاحب ! یہ باتیں ہیں خدا کی

---

دونوں جہان سے تو مجھے کام کچھ نہیں
ہاں یہ غرض ہے یار کہ تو مہرباں رہے

---

# اثر

سید محمد میر نام ' خواجہ عندلیب کے بیٹے ' خواجہ "میر" درد کے بھائی تھے ' دھلی مولد اور مسکن تھا - خواجہ " میر " درد کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی - علوم و فنون کی تحصیل اساتذہ دھلی سے کی ' ریاضی میں خواجہ احمد دھلوی کے شاگرد ھوکر استاد یگانہ ھوگئے - تصوف میں اپنے خاندان کے پیرو تھے موسیقی میں بھی کمال تھا - تذکرہ میر " حسن " میں ھے :-

" درویش است موقر' صاحب سخنے است موثر' عالم و فاضل ' رتبۂ قدرش بغایت بلند " اثر کی شاعری درد کا آئینہ ھے ' وہ جو کچھ کہتے ہیں بے ساختگی سے کہتے ھیں ' لیکن لوازم شاعری سے بے خبر نہیں رھتے - زبان بھی ایسی میٹھی کہ قند گھولتے ھیں محاورات دل نشین سے دلوں پر اپنا سکہ بٹھاتے ھیں غزل میں عشق ' تصوف ' اخلاقیات ' پند و نصائح سب کچھ اس انداز میں کہتے ھیں کہ دل میں اترتا چلا جاتا ھے پند و نصیحت کی تلخی میں طرز ادا کی شیرنی اس طرح ملا دیتے ھیں کہ غذائے روحانی بن جاتی ھے - خواجہ " میر " درد کی طرح مختصر الفاظ میں وسیع معانی پنھاتے ھیں - اور معمولی ترکیبوں میں طلسم بندی کا لطف دکھاتے ھیں ' غزلوں کا

ایک مختصر دیوان ہے جو ناقدری کے ہاتھوں کم یاب تھا ، لیکن اب
مولوی عبدالحق صاحب نے مرتب کر کے مسلم یونیورسٹی پریس سے
شائع کیا ہے - خواب و خیال نام کی ایک مثنوی بھی لکھی ہے جس کو
ایک زمانہ میں بڑی شہرت حاصل تھی -

خواجہ اثر نے سنہ ۱۲۵۰ھ سے پہلے وفات پائی -

---

## اِنتخاب

بس رفع اب خیال مے و جام ہو گیا
ساقي بہ یک نگاہ ، مرا کام ہو گیا

منت رہےگی حشر تلک تیري اے اجل
گو جي گیا ، پہ ہم کو تو آرام ہو گیا

میرے تئیں تو کام نہ تھا ان بتوں سے آہ
پر، دل کے ساتھہ مفت میں بدنام ہو گیا

---

کبھو منھہ بھي مجھے دکھائیے گا
یا یونہیں دل مرا دکھائیے گا

---

دیکھہ لیجو ، یہ انتظار مرا ۔ ایک دن تجھہ کو کھینچ لاوے گا
''اثر'' اب تو ملے ہے تو اس سے پر یہ ملنا مرا دکھاوے گا

---

بے وفائی پہ تیرے جی ہے فدا قہر ہوتا جو با وفا ہوتا

---

ہو جائیں گے جور اس کے معلوم داغوں کو مرے شمار کرنا

---

نالہ کرنا کہ آہ کرنا دل میں ''اثر'' اُس کے راہ کرنا

---

جي اب کے بچا خدا خدا کر	پھر اوو بتوں کي چاہ کرنا

---

یہ خاک نشیں، تیرے سر راہ جو بیٹھا
جوں نقش قدم مرھی مٹا لیک نہ سر کا

---

عشق تیرے کا، دل کو داغ لگا
دیکھ تو بھي، نیا یہ باغ لگا

---

پہلے سو بار اِدھر اُدھر دیکھا	جب تجھے ڈرکے اک نظر دیکھا

---

بے طرح کچھ گھلائے جاتا ھے	شمع کي طرح دل کو چور لگا

---

کتنے بندوں کو جان سے کھویا
کچھ خدا کا بھی تونے ڈر نہ کیا
کون سا دل ھے وہ کہ جس میں آہ
خانہ آباد تونے گھر نہ کیا

---

نہ رھی گو کہ خاک بھی اپنی
تیرے خاطر میں پر غبار رھا
ساری مجلس میں تیري اے ساقی
ایک اپنے تئیں خمار رھا

حق تری تیغ کا ادا نہ ہوا
اپنی گردن پہ سر یہ بار رہا
تو نہ آیا ولے "اثر" کے تئیں
مرتے مرتے بھی انتظار رہا

---

تیرے آنے کا احتمال رہا
مرتے مرتے یہ ہی خیال رہا
شمع ساں جلتے بلتے کاٹی عمر
جب تلک سر رہا وبال رہا
دل نہ سنبھلا اگرچہ، میں تو اسے
اپنے مقدور تک سنبھال رہا

---

دل تو اودھر سے اٹھ نہیں سکتا
ہاتھ اب کس طرح اٹھائے گا

---

اب توقع کسے بھلائی کی　　دل نہ ہوتا تو کچھ بھلا ہوتا
بے وفائی پہ تیری جی ہے فدا　　قہر ہوتا جو با وفا ہوتا

---

کبھو کرتے تھے مہربانی بھی　　آہ وہ بھی کوئی زمانہ تھا
تو نہ آیا ادھر کو ورنہ ہمیں　　حال اپنا تجھے دکھانا تھا
کیا بتاویں کہ اس چمن کے بیچ　　کہیں اپنا بھی آشیانہ تھا

گر کے اٹھا نہ پھر میں قطرۂ اشک
کوئی ایسا بھی کم گرا ہوگا

---

تیرے ہاتھوں سے میں ہلاک ہوا
مفت ہی مفت جل کے خاک ہوا

---

دل سے فرصت کبھو جو پائیے گا
حال اپنا تجھے سنائیے گا

---

زیست ہو تو تعجبات ہے اب مر ہی جانا بس ایک بات ہے اب

---

غم ہی دکھلاتی ہے سدا قسمت
واہ اپنی بنی ہے کیا قسمت
جس کی خاطر سبھی ہوئے دشمن
نہ ہوا دوست وہ بھی یا قسمت

---

شمع فانوس میں نہ چھپ کہ چھپی
کب چھپے ہے یہ منھ نقاب کے بیچ

---

شب زندہ دار یوں " اثر " مردہ دل ہو " درد "
مانوں نہ پیرا تیری کرامات کس طرح ؟

---

جوں گل تو ' ھنسے ھے کھل کھلا کر
شبنم کي طرح مجھے رلاکر
مانوس نہ تھا وہ بت کسو سے
تک رام کیا خدا خدا کر

---

دل سے گزر کے ' نوبت پہونچی ھے ' گو کہ جاں تک
تا حال حرف شکوہ آیا نہیں زباں تک

---

بس ھو یارب یہ امتحان کہیں
یا نکل جائے اب یہ جان کہیں
تھامتا ھوں " اثر " میں آھوں کو
جل نہ جاوے یہ آسمان کہیں

---

مارتي ھے یہ جي کي بے چینی
یارب؟ آرام' دل کو ھو وے کہیں

---

اب ملاقات میري تیری کہاں
تو تو آوے بھي یاں' پہ میں تو نہیں

---

عاشقی اور عشق کي باتیں
سب جہاں سے "اثر" کے ساتھ گئیں

---

جوں عکس مرا کہاں ٹھکانا        تیرے جلوے سے جلوہ گر ہوں

---

ہم اسیروں کی اُسے چاہئے خاطر داری
اور اُلٹي نہ کہ ہم خاطر صیاد کریں

---

نالے بلبل نے گو ہزار کئے        ایک بھی گل نے پر سناھي نہیں

---

واہ رے عقل، تجھ سے دشمن سے        دوستي کا گمان رکھتا ہوں

---

تجھ سوا کوئي جلوہ گر ھي نہیں
پر ھمیں آہ کچھ خبر ھی نہیں
حال میرا نہ پوچھئے مجھ سے
بات میري جو معتبر ھي نہیں
تیری اُمید چھٹ نہیں امید
تیرے در کے سوائے در ھي نہیں

---

بے وفا تیري کچھ نہیں تقصیر
مجھ کو میري وفا ھی راس نہیں
تو ھی بہتر ھے آئینہ ہم سے
ہم تو اتنے بھی روشناس نہیں
یوں خدا کي خدائي برحق ھے
پر '' اثر '' کي ھمیں تو آس نہیں

---

آہ و فغاں یہی ہے کہ سکتا نہیں کوئی
فریاد ہے یہی، کوئی فریاد رس نہیں

تجھ سے نہ تھا جو کچھ کہ گماں، سو یقیں ہوا
جو تجھ سے تھا یقیں سو اب اس کا گماں نہیں

مر تو چلے، کہاں تئیں اب در گزر کریں
یا ہم نہیں اس آہ میں یا آسماں نہیں

---

وابستہ سب یہ اپنے ہی دم سے ہے کائنات
گو ہو جہاں، پہ اب نہیں تو تو جہاں نہیں

---

یہ دولت مند ہیں پابند انواع گرفتاری
چھٹیں ہرگز نہ قیدوں سے کہ لاکھوں دام رکھتے ہیں

---

کوئی کھاتا تھا دغا جھوٹی مدارات سے میں
آ پھنسا دام میں کیا جانئے کس بات سے میں

---

آسودہ جا بجا ترے یاں خاکسار ہیں
نقش قدم نہیں ہیں یہ لوح مزار ہیں

---

کیا کیجئے اختیار نہیں دل کی چاہ میں
ہیں سب وگرنہ تیری یہ باتیں نگاہ میں

یا خدا پاس ، یا بتاں کے پاس　　دل کبھی اپنا، یاں رہا ھی نہیں

---

پوچھ مت حال دل مرا مجھ سے　　مضطرب ہوں مجھے حواس نہیں

---

ایک تیرے ھی بات کے لئے ہم
باتیں سو سو سبھوں کی سہتے ھیں

---

جان سے ہم تو ھاتھ دھو بیٹھے　　اس دل بے قرار کے ھاتھوں
رو برو دیکھنا محال ہوا　　دیدۂ اشک بار کے ھاتھوں
کام اپنا آخر تمام ہوا　　اس دل ناکار کے ہاتھوں

---

کیا کہوں اپنی میں پریشانی
دل کہیں، میں کہیں ھوں، دھیان کہیں

---

بے وفا تجھ سے کچھ گلا ھی نہیں
تو تو گویا کہ آشنا ھی نہیں
یاں تغافل میں اپنا کام ھوا
تیرے نزدیک یہ جفا ھی نہیں

---

بے وفا کچھ تری نہیں تقصیر　　مجھ کو میری وفا ھی راس نہیں

---

بے گناہ ھوں سے دل کو صاف کرو　　نہیں تقصیر، پر معاف کرو

---

نہ لگا ' لے گئے جہاں دل کو آہ لے جائیے ' کہاں دل کو
یوں تو کیا بات ھے تري لیکن وہ نہ نکلا جو تھا گماں دل کو
آزمانا کہیں نہ سختی سے دیکھیو! میرے ناتواں دل کو

---

جو سزا دیجیے ' ھے بجا مجھ کو تجھ سے کرنی نہ تھي وفا مجھ کو

---

مانا " اثر " کہ وعدۂ فردا غلط نہیں
لیکن کٹتي نہ آج یہ شب اِنتظار کی
تک آکے سیر کر جگرداغدار کی
ھوتی ھے یہ بہار کہیں لالہ زار کي

---

دل اپنا پڑا اس بت بے مہر کے پالے
دشمن کو بھي جس سے کہ خدا کام نہ ڈالے

---

راہ تکتے ھي تکتے ھم تو چلے آئیے بھي کہیں جو آنا ھے

---

ایک دم لگی ھے کیا کیا کچھ جان ھے تو جہان اپنا ھے
غیر کا تو کہاں سے دوست ھوا دشمن اپنا گمان اپنا ھے

---

کیجئے نا مہربانی ھي آکر مہربانی اگر نہیں آتي
دن کٹا جس طرح کٹا لیکن رات کٹتي نظر نہیں آتی

---

لوگ کہتے ہیں یار آتا ہے    دل! تجھے اعتبار آتا ہے؟
دوست ہوتا جو وہ تو کیا ہوتا    دشمنی پر تو پیار آتا ہے

---

بیگانہ تو کس حساب میں ہے    رکھے نہ توقع آشنا سے

---

نسبت مجھے آہ تجھ سے کیا ہے    بندہ، بندہ خدا، خدا ہے
اس بحر میں جوں حباب سب کے    سر میں بھری اور ہی ہوا ہے

---

ہیں حیرت ہے اپھی، تجھ کو دیویں کیا جواب اس کا
کہ تجھ بن اب تلک کس طرح ہم نے زندگانی کی

---

یارب قبول ہووے اتنی دعا تو بارے
دونوں جہاں ہارے عاشق، پہ جی نہ ہارے
ہے ایک بار مرنا برحق کسی طرح ہو
جو آپ جی کو مارے پھر کون اس کو مارے
ہم راست گو مسلماں حق ہی بتاں کہیں گے
تم بندے ہو خدا کے، ہم بندے ہیں تمہارے

---

دل جو یوں بے قرار اپنا ہے    اس میں کیا اختیار اپنا ہے
جو کسو کا کبھی نہ یار ہوا    وہی قسمت سے یار اپنا ہے
روز و شب آہ و نالہ و زاری    اب یہی کارو بار اپنا ہے

---

سخت جانی "اثر" کی دیکھئے آہ
اس ستم پر جئے ہی جاتا ہے

---

آتش عشق' قہر آفت ہے  ایک بجلی سی آن پڑتی ہے
میرے احوال پر نہ ہنس اتنا  یوں بھی اے مہربان پڑتی ہے

---

فرض آئینہ داری دل سے  تیرا جلوہ تجھے دکھانا ہے
تیرے درپر بسان نقش قدم  نقش اپنا ہمیں بٹھانا ہے
ہر طرف توڑ جوڑ کرتے ہو  دلبری ایک کارخانہ ہے

---

دیکھتا ہی نہیں وہ مست ناز  اور دکھلاوں حال زار کسے

---

"اثر" اب تک فریب کھاتا ہے  تیرے وعدوں کو مان جاتا ہے
میں بھی ناصح اسے سمجھتا ہوں  گو برا ہے پہ مجھ کو بھاتا ہے

---

کام کیا تجھ کو آزمانے سے  قتل کرنا ہے ہر بہانے سے

---

نہ ملوں جب تلک کہ تو نہ ملے
اب بھی قصد دل میں ٹھانا ہے
وعدے کر انتظار میں رکھنا
نت نئی طرح کا ستانا ہے

---

کبھیں ظاهر یه تیری چاه نه کی
مرتے مرتے بھی هم نے آہ نه کی

---

هم غلط احتمال رکھتے تھے	تجھ سے کیا کیا خیال رکھتے تھے
نه رها انتظار بھی اے یاس	هم امید وصال رکھتے تھے

---

بھولنا یوں بھلا یه یاد رهے	غم رها هم کو تم تو شاد رهے
دل دهي سب کي، میری دل شکنی	بارے اتنا تو اعتماد رهے

---

اسکو سکھلائی یه جفا تونے	کیا کیا اے مري وفا تونے

---

صرف غم هم نے تو جواني کی	واہ کیا خوب زندگانی کي
نہیں طاقت که دم نکال سکوں	اب یه نوبت هے ناتوانی کی

---

دل ربائی و دل بری تجھ کو	گو که آتي هے پر نہیں آتی
کیا کہیں آه میں کسو سے حضور	نیند کس بات پر نہیں آتي
نہیں معلوم دل یه کیا گزري	ان دنوں کچھ خبر نہیں آتي

---

ایک تیرا خیال بیٹھ گیا
دل سے خطرے تو سب اُٹھائے تھے

بہ گیا سب میں آپ ہو کے گداز
شمع ساں اشک کیا بہائے تھے

---

حرف نکلا نہ اس دہن سے کبھو
کام نکلے ہے چشم و ابرو سے

---

تیرے کوچے میں آ کے جو بیٹھے
جان سے اپنی ہاتھ دھو بیٹھے
حال اپنا کسو سے کیا کہئے
ایک دل تھا سو وہ بھی کھو بیٹھے

---

نگہ گرم سے پگھلتا ہے دیکھ یہ اٹلہ نہیں دل ہے

---

نفع یاں تو گماں اپنا ہے سود بے شک زیاں اپنا ہے
شورش اشک و آہ کی دولت سب زمیں آسماں اپنا ہے
تیرے کوچہ میں مثل نقش پا ہر قدم پر مکان اپنا ہے

---

## جرأت

نام قلندر بخش، اصلی وطن دهلی، باپ کا نام حافظ امان تها ان کے آبا و اجداد بادشاهوں کے "دربان" تهے، "جرأت" نے فیض آباد میں نشو و نما پایا - جوانی سے پہلے آنکهوں سے معذور هو گئے تهے، موسیقی اور ستار نوازی کے ساتھ، شعر گوئی کا بهی شوق پیدا هوا، جعفر علی "حسرت" سے اصلاح لینے لگے - کثرت مشق اور پر گوئی نے ان کے کلام میں غیر معمولی روانی اور دل نشیں سلاست پیدا کردی - شیخ جرأت نے لطیفه گوئی اور بذله سنجی میں بهی خوب شهرت حاصل کی اول نواب محبت خاں کی سرکار میں پهر مرزا سلیماں شکوه کے دربار میں ملازم رهے - جرأت نے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی هے مگر ان کی طبیعت کا اصلی رجحان غزل گوئی کی طرف تها اس لئے اسی صنف میں کمال حاصل کیا - پرگوئی کا یه حال تها که ایک ایک زمین میں تین تین چار چار غزلیں کهتے چلے جاتے هیں اس پرگوئی کا نتیجه هے که ان کے کلام میں کهیں کهیں بے مزه تکرار پیدا هوگئی هے - زبان کی صفائی اور روانی اور محاوره بندی کی طرف بهت توجه رکهتے هیں معامله بندی ان کا خاص شیوه هے اور اس خصوص میں ان کا پایه اس دور کے شعرا میں سب سے بلند هے -

جرأت کے تلامذه کی تعداد خاصی تهی اور اکثر ان کے نقش قدم پر چلتے تهے - انهوں نے لکهنؤ میں سنه ۱۲۲۵ھ میں وفات پائی - "انشاء" نے تاریخ کهی (هائے هندوستان کا شاعر موا)

## انتخاب

آے جو مرقد پہ میری، سو مکدر ہو گئے
خاک ہو کر بھی غبار خاطر یاراں ہوا

---

محمد ہے نبی، ممدوح ذات کبریائی کا
کہے بندہ گر اس کی مدح، دعویٰ ہے خدائی کا

---

ہر رنگ میں گر ہم کو وہ جلوہ نہ دکھاتا
تو گلشن گیتی کا کوئی رنگ نہ بھاتا

---

رتبہ گل بازی کا دلا! کاش تو پاتا
ہاتھوں سے جو گرتا تو وہ آنکھوں سے اٹھاتا
تنہائی پہ اپنے ہوں نپٹ ششدرو حیراں
آنے کا جو ہے نام تو رونا نہیں آتا
جلد اپنی گلی سے نہ نکالو مجھے اے جاں
جاتا تو ہوں میں یاں سے، پہ جایا نہیں جاتا

---

کیفیت محفل خوباں کی نہ اس بن پوچھو
اس کو دیکھوں نہ، تو پھر دے مجھے دکھلائی کیا ؟

---

دل کي بے تابی نے مارا هي تها ' مجهہ کو صاحب
هاتهہ سینے پہ جو اس دم نہ تمہارا هوتا
شکر تم آگئے گهر اس کے ' نہیں " جرأت " نے
سر اتها کر ابهي دیوار سے مارا هوتا

---

جس طرف دیکهتا هوں میں اس بن یہ نہیں جانتا کدهر دیکها
درد کي طرح جان " جرأت " کو تو هي آیا نظر جدهر دیکها

---

سب سے پہلے عشق کي دریا میں چلتی هے هوا
وائے قسمت اپني هے کشتی کا لنگر کهل گیا
اشک سرخ آتی هیں شاید دل کا پهوتا آبلہ
بارے یہ عقدہ ترا اے دیدۂ تر کهل گیا

---

گر بیٹهتے هیں محفل خوباں میں هم اس بن
سر زانو سے اتهتا نہیں دو دو پهر اپنا
یا آنکهوں سے اک آن نہ هوتا تها وہ اوجهل
یا جلوہ دکهاتا نہیں اب یک نظر اپنا
رونے سے تیرے کیا کہیں اے دیدۂ خوں بار
یہ خاک میں ملتا هے دل اپنا جگر اپنا

---

وہ گئے دن کہ سدا میکدہ هستي میں
بادۂ عیش سے لبریز تها ساغر اپنا

---

ہم نشیں! اس کو جو لاتا ہے تو لا جلد کہ ہم
تھامے بیٹھے رہیں کب تک دل مضطر اپنا
غم زدہ اٹھ گئے دنیا ہی سے ہم آخر آہ
زانوے غم سے و لیکن نہ اٹھا سر اپنا

---

بہت ایذا اٹھائی ، لے اجل بس آشکارا ہو!
کہ صدمہ اب تو اس درد نہاں کا اٹھ نہیں سکتا
رکھا تھا بار عشق اک دن جو اس نے پشت پر اپنی
سو اب تک سر زمیں سے آسماں کا اٹھ نہیں سکتا
چلا جو اٹھ کے وہ تو کب یہ "جرأت" ہے کہ میں روکوں
ادب سے ہاتھ بھی مجھ بے زباں کا اٹھ نہیں سکتا

---

سارے عالم ہی سے بیزار وہ کچھ بیٹھا ہے
آج "جرأت" کو خدا جانے یہ کیا دھیاں بندھا

---

بہ از گل جانتا ہوں چاک میں اپنے گریباں کا
مجھے گلزار سے کیا؟ ہوں میں دیوانہ بیاباں کا
سیاہی نزع کے دم کی سی چھا جاتی ہے آنکھوں میں
نظر آتا ہے اب جوں جوں اندھیرا شام ہجراں کا

---

ہوئي یہ محو هم تیري کہ گذرے دین و دنیا سے
نہ اندیشہ ہے کچھہ یاں کا همیں نہ فکر ہے واں کا

تڑپ کر بستر اندوہ پر هم مرگئے آخر
کسي پر غم هوا ظاهر نہ اپنے درد پنهاں کا

دل مجروح سینہ میں کرے ہے سخت بے تابي
اب اس گل کا ٹوٹا آہ پھر شاید کوئي ٹانکا

---

جنوں سے دیکھو رتبہ میرے حال پریشاں کا
قدم بوسے کو آیا چاک تا دامن گریباں کا

نہ آیا اس فلک کو اور کچھہ آیا تو یہ آیا
گھٹانا وصل کي شب کا بڑھانا روز هجراں کا

---

گر یہي هردم کا غم کھانا ہے تو اے هم دمو
دیکھہ لیجو اک نہ اک دن غم مجھے کھا جائے گا

مت بلاؤ بزم میں "جرأت" کو ہے آتش زباں
کہہ کے کچھہ آتش دلوں کي سب کے بھڑکا جائے گا

---

وعدہ یہ اس کے توڑے ہے یاں کوئي اپني جاں
اچھا قرار کر کے وہ پیماں شکن گیا

اب هم هیں اور شام غریبي کي دید ہے
مدت سے وہ نظارۂ صبح وطن گیا

---

بس ناصحا یہ تیر ملامت کہاں تلک
باتوں سے تیری آہ کلیجا تو چھن گیا
کس کس طرح سے کی خفگی دل نے مجھ سے آہ
روٹھا کسی کا یار کسی سے جو من گیا

---

ہمدمو! میری سفارش کو تو جاتے ہو ولے
کہیں واں جاکے نہ کچھ اور خلل کر آنا

---

سچ تو یہ ہے بے جگہ ربط ان دنوں پیدا کیا
سوچ ہے ہر دم یہی ہم کو کہ ہم نے کیا کیا
دم بدم حسرت سے دیکھوں کیوں نہ سوے چرخ میں
اس نے اوروں کا کیا اس کو، ہمیں جس کا کیا
وہ گیا اٹھ کر جدھر کو میں ادھر حیران سا
اس کے جانے پر بھی کتنی دیر تک دیکھا کیا

---

دل ملے پر بھی ملاپ ایسی جگہ ہوتی رہی
ہم اِدھر تڑپا کئے اور وہ اُدھر تڑپا کیا

---

حیراں ہوں میں غریب کہ پوچھوں یہ کس سے بات
رستہ کدھر ہے منزل مقصد کی راہ کا

تشبیہ کس مزے سے میں لذت کو اس کے دوں
کچھ دل ہی جانتا ہے مزا دل کی چاہ کا
یہ بخت سوگئے کہ ترستے ہیں اس کو بھی —
وہ دیکھنا جو خواب میں تھا گاہ گاہ کا
تیرے مریض غم کی زباں پر نہیں کچھ اور
اک تار بندہ گیا ہے فقط آہ آہ کا

---

کل جو رونے پر مرے تک دھیان اس کا پڑگیا
ہنس کے یوں کہنے لگا کچھ آنکھ میں کیا پڑ گیا

---

جو دم لب پہ گھبرا کے آنے لگا
تو شاید مرا دل ٹھکانے لگا
میں رو کر جو کہنے لگا درد دل
وہ منہ پھیر کر مسکرانے لگا
یہ کون آکے بیٹھا کہ محفل سے وہ
اشاروں سے مجھ کو اٹھانے لگا

---

ہم اسیران قفس کیا کہیں خاموش ہیں کیوں
راہ لے اپنی چل اے بادصبا تجھ کو کیا
ہاتھ اٹھانے کا نہیں عشق سے میں اے ناصح
تو نصیحت سے مرے ہاتھ اٹھا تجھ کو کیا

---

کچھ الم، کچھ درد ہے، کچھ سہو ہے، کچھ محو ہے
بھول جاتا ہے، ترا بیمار اٹھنا بیٹھنا
ہے قیامت نشہ مے سے ترا نام خدا
تو کھڑا کر، اے بت مے خوار ؟ اٹھنا بیٹھنا

---

کیوں ہو حیران سے، کیا آئنہ دیکھا پیارے
کچھ تو بولو کہ یہ کس نے تمہیں خاموش کیا
جام مے کی نہیں اب ہم کو طلب اے ساقی
بس تری آنکھ دکھانے ہی نے مدھوش کیا

---

خدا جانے کدھر جاتے ہیں ہم؟ ہوکر زخود رفتہ
یہ کہنا جب کسی کا یاد آتا ہے "اِدھر آنا"
ہوا نظروں سے وہ غائب تو ہم آنکھوں کو رو بیٹھے
کسی شکل اب نظر آتا نہیں اس کا نظر آنا
مری یہ چشم پر خوں، بات کہنے میں بھر آتی ہے
مجھے مشکل نظر آتا ہے زخم دل کا بھر آنا
جواب خط کی جا، اب دل میں رہ رہ کر یہ آتا ہے
کہ شاید اس گلی میں جا کے بھولا نامہ بر آنا

---

بلائے جان تھی ہستی، بہ قول "جرأت" آہ
بلا سے جاں گئی میں عذاب سے چھوٹا

---

درد الفت نے یہ کچھ صورت بنادی ہے کہ آہ
جو ملا غم خوار ہم کو، سو تماشائی ملا

---

عالم بتاں! کرے ہے جو وسعت دو عالم
اس سے وسیع اپنے ہے دل کا ایک کرنا

---

بصد آرزو جو وہ آیا تو یہ حجاب عشق سے حال تھا
کہ ہزاروں دل میں تھیں حسرتیں اور اُٹھانا آنکھ محال تھا
جو چمن سے دور قفس ہوا تو میں اور اسیر ہوس ہوا
یہ جو ظلم اب کی برس ہوا یہی قہر اگلے بھی سال تھا

---

نواسنجی سے دل لبریز ہے مجھ محو حیرت کا
بہ رنگ بلبل تصویر پر بولا نہیں جاتا
رہی ہے بے قراری دل کو وصل و ہجر میں یکساں
خدا جانے یہ کیا سمجھا ہے کچھ سمجھا نہیں جاتا

---

نکلے ہے بے خودی ہی کا کلمہ زباں سے
زاہد بھی بزم بادہ کشاں میں بہک گیا

---

اس بن کسی سے ملنے کو جی چاہتا نہیں
گویا کہ جگ سے ہم گئے اور ہم سے جگ گیا

---

پر از گوہر سرشک چشم سے داماں تر پایا
تری دولت سے بس اے عشق ہم نے خوب بھر پایا

---

ترے بیمار کو دیکھا تو کچھ جنبش نہ تھی تن میں
کسی کو پھر وہ آنکھوں کے اشارے سے بلاتا تھا

---

الهي پڑگئي آفت یہ کیا تاثیر الفت پر
وهي یہ جذبۂ دل ہے جو اس کو کھینچ لاتا تھا
خدائی ہے کہ وہ تب اب منائے سے نہیں منتا
وگرنہ روٹھتے تھے اس سے ہم اور وہ مناتا تھا

---

پردہ مت منہ سے اٹھانا زنہار مجھ میں اوسان نہیں رهنے کا

---

کچھ بہت تم هنستے هو مرنے پہ مجھ بیکس کے آہ
یہ تو تھي رونے کي جا پیارے تماشا کچھ نہ تھا

---

درد دل ہے جو دم لگا رکنے سانس لینا مجھے محال هوا

---

صیاد نہ کر منع کہ گلشن کي هوس میں
تڑپیں نہ تو، یہ مرغ گرفتار کریں کیا

---

آتا ہے نہ تو یاں، نہ ترے بن ہے همیں چین
جینا هی هوا ہے همیں دشوار کریں کیا ؟

---

نہیں چھوڑتے تجھ کو جوں سایہ ہم
ترے ساتھ ہیں ، تو جدھر جائے گا

---

سینہ میں آج نالۂ دل کی صدا نہیں
ہے ہے قفس سے مرغ خوش آہنگ اُڑ گیا

---

جہاں کچھ درد کا مذکور ہوگا ہمارا شعر بھی مشہور ہوگا

---

هستي هے جوں حباب ، پہ ہم غافلوں کو آہ
کتنا کچھ اعتبار ھے بے اعتبار کا
لگتی نہیں پلک سے پلک وصل میں بھی آہ
آنکھوں کو پڑ گیا ہے مزا انتظار کا

---

ہم ہیں وہ جنس کہ کہتے ہیں جسے غم "جرأت"
ہے محبت کے سوا کون خریدار اپنا

---

تماشے کو نکل آتا ہے وہ رشک پری گھر سے
مزا دکھلا رہا ہے ان دنوں دیوانہ پن اپنا

---

ڈھونڈھ کر تجھ سے پری زاد کو دل میں نے دیا
ہوں اب اس بات سے میں آپ ہي مفتوں اپنا

---

کیسا پیام؟ آکے یہ تو نے صبا دیا
مثل چراغ صبح جو دل کو بجھا دیا
آتے ھی یار کے جو میں سوتے سے چونک اٹھا
یہ کون جاگتا تھا کہ جس نے جگا دیا
کیا اپنے دل کو روؤں میں "جرات" کہ عشق نے
مانند شمع آہ مجھے سب جلا دیا

---

اے جنوں! ھاتھوں سے تیرے آتے ھی فصل بہار
مثل گل، یہ جیب و دامن ناگہاں ٹکڑے ھوا

---

" جرات " کو قتل کر کے پشیمان کیوں ھے تو
ظالم وہ اپنے جی سے گیا تجھ کو کیا ھوا

---

پوچھتے کیا ھو ھمارا بود و باش اے دوستو
جس جگہہ جی لگ گیا اپنا وھی مسکن ھوا

---

یا وھیں کا ھو رھے گا، یا عدم کو جائے گا
پھر نہیں پھرنے کا اس کوچے میں اب جو جائے گا
کیسے ویرانے میں پھینکا مجھ کو تونے اے فلک
کون یاں جز ابر میری خاک پر رو جائے گا

---

آوارہ گرچہ اور بھي عالم میں ہیں بہت
لیکن نہیں کوئي دل خانہ خراب سا

بحر جہاں کے دید سے غافل نہ رہیو تو
نادان! یہ تجھ میں دم ہے کوئي دم حباب سا

---

قدر پھر اپنی ہو کیا، اس کے خریداروں میں
روز و شب جس کے گلی میں رہے بازار لگا

کھینچئے کیوں کر نہ اُسے بادشہ کشور حسن
کہ جہاں جا کے وہ بیٹھا وہیں دربار لگا

---

میں ہوں خورشید سر کوہ یقیں ہے وہ ماہ
آئے گا بام پہ تب، جب کہ میں ڈھل جاؤں گا

---

اے خیال شمع‌رویاں تو سدا روشن رہے
خانۂ دل کو مرے تونے تو روشن کر دیا

---

وہ اُٹھاتا ہے گلی سے اور میں اُٹھ سکتا نہیں
اب تو جی ہونے لگا اس ناتواني سے نڈھال

---

کچھ نصیحت نے نہ کي تاثیر گو اک عمر تک
مجھ کو ناصح اور میں اس دل کو سمجھاتا رہا

---

جس کو تو ڈھونڈے ہے غم وہ ہم نشیں جاتا رہا
جان تو مجھ پاس ہے ' پر دل کہیں جاتا رہا

---

خوبان جہاں کی ہے ترے حسن کی خوبی
تو خوب نہ ہوتا تو کوئی خوب نہ ہوتا

---

سوچ رہ رہ کر یہی آتا ہے اے "جرأت" مجھے
خلق کرنے سے مرے خالق کو حاصل کیا ہوا

---

یک بار تیرے ہجر میں برباد ہو گیا
جتنا کہ آہ دل میں مرے صبر و تاب تھا

---

بزم میں کل نگہ مست سے اس کی یا رو
کوئی ایسا نظر آیا نہ کہ مدہوش نہ تھا
آج اس کوچے میں کیا جا کے تو سن آیا ہے
"جرأت" ایسا تو کبھی آگے تو خاموش نہ تھا

---

تیرے محبوس نے شاید کہ رہائی پائی
شب کو اک شور عجب وضع کا زنداں میں رہا

---

آہ جب کوچۂ جاناں ہی میں جانا نہ رہا
تو کہاں جائیں کہ جانے کا ٹھکانا نہ رہا

تھی یہ خواہش کہ کرے ہم پہ ترحم کی نظر
سو وہ اب قہر سے بھی آنکھ دکھانا نہ رہا

---

"جرأت" اب کیوں کہ بچے جان کہ آہ
زہر غم دل میں اثر کر ہی گیا

---

دل تجھ سے جو بے درد سے میں یار لگایا
اک جان کو سو طرح کا آزار لگایا
چل سیر کو ٹک تو بھی کہ سودائی نے تیرے
بازار نیا اک سر بازار لگایا

---

یاں جی ہی ٹھہرتا نہیں مجھ خستہ جگر کا
واں تم جو ارادہ کئے بیٹھے ہو سفر کا

---

شمع ساں کس نے مجھے پھولتے پھلتے دیکھا
ہوں میں وہ نخل کہ دیکھا بھی تو جلتے دیکھا

---

اس کا بیمار نہ نکلا کبھو باہر "جرأت"
گھر سے تابوت ہی آخر میں نکلتے دیکھا

---

یہ خاک بہ سر تو اے پیارے کوچہ ھی میں تیرے گھر کرے گا
یا ہم ھی نہیں ھیں، یا نہیں غیر اودھر کو جو تو نظر کرے گا

---

آج کی رات کٹے دیکھئے کس مشکل سے
دوستی وعدۂ دیدار سحر پر رکھا
ھاتھ "جرأت" کے جو سنگ رہ دل دار لگا
کبھی چھاتی سے لگایا کبھی سر پر رکھا

---

دل لے کے پھر دوبارا وہ اس طرف نہ آیا
کیوں آشنا ہوا تھا میں ایسے بے وفا کا

---

کاش یوسف کی میں اس کو نہ دکھاتا تصویر
اب ہوا اور بھی دعویٰ اسے یکتائی کا

---

مرگیا درد اٹھا کر جو وہ تنہائی کا
کوئی اٹھاتا نہیں لاشا ترے شیدائی کا
ایڑیاں کیونکہ نہ رگڑیں کہ دیا دل اس کو
جس کے در پر نہیں مقدور جبیں سائی کا
کوئے جاناں ھے یہ ٹک دیکھیو اے ھمدم ہاتھ
کہ ٹھہرتا نہیں یاں پاؤں شکیبائی کا

---

دے گیا چلتے وقت دل پر داغ    میں تو بندہ ہوں اس نشانی کا

---

کہیو صبا جو ہووے گذر کوئے یار میں
دل سب طرف سے، آپ کے جانے سے اُٹھ گیا
ہمدم نہ مجھ کو قصہ عیش و طرب سنا
مدت سے دل کچھ ایسے فسانے سے اٹھ گیا

---

میں باغ جہاں شجر سوختہ ہوں گا
کیسی ہی بہار آئے نہ پھولوں نہ پھلوں گا
اوسان نہیں رہتے جو دیکھ اُس کو کہوں کچھ
یوں کہنے کو کہتا ہوں کہ کیا کیا نہ کہوں گا

---

آن پہونچا نہ وہ اور جان لبوں پر پہونچی
دیکھ اب دیر نہ اے عشق کی تاثیر لگا
نگاہ قہر سے وہ دیکھ، روتے ہم کو دیکھے ہے
اثر اتنا تو دیکھا ہم نے اپنے اشک باری کا

---

گر آزمانی ہے مری الفت تو جلد یاں دم نزع
تم آن پہونچو کہ ہے وقت امتحاں پہونچا

---

دم کا ہے کیا بھروسا کب تک رکا کرے گا
اے دل ترا تڑپنا کیا جانیں کیا کرے گا

اب اٹھ کے بیٹھنا بھی دشوار ہو گیا ہے
کب تک یہ درد پہارے دل میں اٹھا کرے گا

---

تجھے کیا دیکھوں اے خورشید عالم
کہ عالم یاں تو جوں شبنم ہے میرا
اُلجھ پڑنے کو جي هر ایک سے ہے
مزاج اس بن یہ کچھہ برہم ہے میرا
ہوا بڑھنے سے درد دل کے ظاہر
کہ جینا کچھہ بہت اب کم ہے میرا

---

همدم نہ پوچھو حال سنایا نہ جاے گا
یہ ضعف ہے کہ لب بھي هلایا نہ جاے گا
تو ہی اب اِس مریض محبت کي لے خبر
"جرأت" سے تیرے در تک اب آیا نہ جاے گا

---

لو مبارک ہو کہیں آنکھیں تمہاري بھی لگیں
تم بھی اب رونے لگے دو دو پہر اچھا ہوا

---

خیال اپنا همیں جس نے لگایا
نہ آیا خواب میں بھي وہ نہ آیا

---

ہوئی قسمت میں اخر تلخئ مرگ
مزا یہ زیست نے اچھا چکھایا

---

دیکھنا دشوار ہے اب اس بت دل خواہ کا
ہم کو یہ در پردہ گویا عشق ہے اللہ کا

---

ایک عالم جس پہ غش ہے وہ خدا جانے ہے کیا
ہم نے تو عالم نہ دیکھا یہ کسی انسان کا

---

سارے عالم سے دلا تو کس لئے بیزار ہے
ان دنوں میں پھر کوئی تجھ سے خفا کیا ہو گیا

---

کسی نسخہ میں پڑھے تھا وہ مقام دل نوازی
مجھے آتے جوں ہی دیکھا ورق کتاب الٹا

---

دے سکیں جس کا نہ ہم تم کو جواب — منھ سے وہ بات نہ فرمائیے گا
ہو در یار پہ سجدہ جو نصیب — سر کو پھر واں سے نہ سرکائیے گا
ناصحو آپ میں "جرأت" نہ رہا — اب سمجھ کر اسے سمجھائیے گا

---

اڑادی خاک مری تونے ہائے صرصر آہ
فنا ہوے پہ بھی میرا نہ واں غبار رہا

---

نہ دیکھا مرکے بھی یاران رفتگاں نے مجھے
میں ناتواں انہیں کس کس طرح پکار رہا
لگاؤں چھاتی سے "جرأت" نہ کیوں کہ اس کو کہ یہہ
وہ ہاتھہ ہے کہ کس کے گلے کا ہار رہا

کر بند نہ اشک چشم تر کر بہتر ناسور کا ہے بہنا
اللہ رے سادگی کا عالم درکار نہیں کچھہ ان کو گہنا

مجھے اس شمع رو کے غم میں جیتا دیکھہ کر یارو
تصدق آن کر ہوتا ہے لاکھوں بار پروانا
قیامت کے بھی دن سے ہجر کا دن سخت ہوتا ہے
خداوندا! یہ مجھہ کو دن نہ دکھلانا نہ دکھلانا

دل کی خبر نہ پوچھو کچھہ آج کل عزیزو
کیا جانیں دل کہاں ہے دو چار دن سے اپنا

جوش وحشت سے عجب صبح تھی یہ ایام بہار
یعنی کس وقت گریباں مرے داماں میں نہ تھا

حباب وار ہے آنکھوں میں جان مرغ اسیر
چمن تک اب تو قفس اس کا باغباں پھونچا

آغاز محبت میں نہ دے پند کہ ناصح
تھیس اس کو لگاتے نہیں جو زخم ہو آلا

''جرأت'' سے بھی عاشق نہیں ہوتے کہ شب و روز
ہے محو بتاں سلمہ اللہ تعالیٰ

---

دل کے لگ جانے سے جی تن سے ہمارے نکلا
دل لگانے کا تھا ارمان سو بارے نکلا

---

عاشق کے بعد مرگ یہ بے درد نے کہا
یہ جان سے گیا تو گیا اپنا کیا گیا

---

یا رائے گفتگو نہ رہا ضعف سے تو آہ
کس کس کا منھ تکے ہے ترا ناتواں پڑا

---

اپنی بے خوبی کی باتیں جمع ہوتے ہوتے آہ
نیند اُڑا دینے کا اک اچھا فسانہ بن گیا

---

دل دم کا ہے مہماں بخدا اے بت بے رحم
کر رحم کہ یہ قابل آفات نہیں اب

اللہ ہی پہ روشن ہے دلوں کی تو حقیقت
ظاہر میں تر کچھ حرف و حکایات نہیں اب

---

نہیں اٹھنے کی "جرأت" ہم کو اُمید
یہاں بیٹھے ہیں جوں نقش نگیں اب

---

درد عشق آیا جو دل میں صبر رخصت ہو چلا
گھر کو چھوڑا صاحب خانہ نے مہماں کے سبب

---

سر کو ٹکرا کے بھی کہتے ہیں ہم ہائے نصیب
ربط دو شخصوں میں سنتے ہیں جو اے "جرأت" ہائے

---

رات اس کے گھر میں ہنستے بولتے تھے سب بہم
اک ہمیں بیٹھے تھے در پر صورت دیوار چپ

---

چلی آتی ہے ناداں صبح پیری
جوانی کی گنوا مت بے خبر رات
گذرتی ہے بہ ایام جدائی
تڑپتے شام سے لے تا سحر رات

---

پلک ذرا نہ جھپکتی تھی دل دھڑکتا تھا
کسی کے وعدہ پہ حالت تھی یہ ہماری رات

---

اُدھر دست جنوں کو ربط ہے تجھ بن گریباں سے
اِدھر ہے آستیں کی دیدۂ خوں بار سے صحبت

---

گرداب بحر غم میں یکایک ہماری آہ
کشتی جب آ پڑی تو گیا بادبان ٹوٹ

---

دل تو لبریز شکایت تھا، ابھی اُس کو دیکھ
بند میرا لب گفتار ہوا کس باعث
مرض عشق مجھے آپ وہ دیے کے "جرات"
پوچھتا ہے کہ تو بیمار ہوا کس باعث

---

کام دل واں کسی صورت سے نہیں بر آتا
بےقراری ہمیں لے جائے ہے دن رات عبث

---

ہم کو کل تک نہیں جینے کی اُمید
جی پہ ایسا تعب عشق ہے آج

---

کوئی دم میں اس کے جانے کی یاں سے خبر ہے آج
چل آ شتاب بے خبری تو کدھر ہے آج
کل رات وصل یار سے عشرت کدہ تھا ہائے
مانند قید خانہ وہی اپنا گھر ہے آج
پیغام یار آیا تو ہے پر سنیں سو کیا
بےخود کچھ اپنی طرح سے پیغام بر ہے آج
کل تم نہ تھے تو رات تھی پیارے بلا طویل
اب ہو تو تم دیکھ کے دم میں سحر ہے آج

''جرأت''! میں پوچھتا ہوں کہ یہ اضطراب دل
جائے نہ وصل میں بھی تو پھر اس کا کیا علاج

---

دل کی طپش کا ' کاهش جاں کا ' نہیں علاج
کیا کیجے تیرے غمزدگاں کا نہیں علاج

---

کوچۂ یار میں پہونچے ہیں تو بس رہنے دے
جیتے جی یاں سے کہیں گردش ایام نہ بھیج

---

تھی مری شکل گل اس بن ' یہ گلستاں کے بیچ
جیسے بیٹھے خفقانی کوئی زنداں کے بیچ

---

کہتا ہے مجھ کو منھ سے جو ہر ایک آن تلخ
اے لب شکر نہ ہو کہیں تیرا دہاں تلخ

---

حیراں نہ ہو سر دیکھ مرا ' اپنی زمیں پر
دیکھو تو لکھا کیا ہے میری لوح جبیں پر
یہ دل کی طپش سے ہے قلق جان حزیں پر
گویا کہ کوئی دیے دیے پٹکتا ہے زمیں پر
آزردگی یار کہوں یا غم اغیار
کیا کیا نہیں اندوہ مری جان حزیں پر

---

میں روز و شب ہوں اس آرزو میں کہ دیکھوں دن رات تجھ کو بیٹھا
بلائیں لے لے کے زلف و رخ کی فدا ہوں لیل و نہار تجھ پر

---

چلا صبح گھر کو وہ، اے کاش کوئی
لگا دے مرا بخت روئے سحر پر

---

کچھ نہ دیکھا آنکھ اُٹھا کر سر نگوں بیٹھے رہے
محفل خوباں میں ہم اس بد گماں کو دیکھ کر

---

اس بزم میں تو شمع کا رونے پہ کٹا سر
تو روئیو اے دیدۂ خوں بار سمجھ کر

---

گیا وہ دل بھی پہلو سے کہ جس کو
کبھی روتے تھے چھاتی سے لگا کر
چلی جاتی ہے تو اے عمر رفتہ
یہ ہم کو کس مصیبت میں پھنسا کر

---

یہ بھی کوئی ستم ہے، یہ بھی کوئی کرم ہے
غیروں پہ لطف کرنا، ہم کو دکھا دکھا کر

---

طوبی کی، ہم کو شیخ نہ ترغیب تو دلا
جاویں گے ہم نہ سایۂ دیوار چھوڑ کر

اے ہم صفیرو! آہ تم آزاد ہو چلے
کنج قفس میں مجھ کو گرفتار چھوڑ کر

---

تری فرقت میں یوں "جرأت" نے اپنی جان دی ظالم
مجھے آتا ہے رونا اس کی جی دینے پہ رہ رہ کر

---

جلوہ تجھے کس آئینہ رو کا نظر پڑا
"جرأت" جو دیکھتا ہے تو حیراں اِدھر اُدھر

---

نہ جی کو دل کی خبر ہے نہ دل کو جی کی خبر
ترے بغیر کسی کو نہیں کسی کی خبر

---

بہ رنگ بلبل تصویر کیا کہوں تجھ سے
نہ اپنی مجھ کو خبر ہے نہ گلستاں کی خبر
ترے خیال میں دونوں جہاں سے ہم گذرے
نہ اس جہاں کی خبر ہے نہ اس جہاں کی خبر

---

اے دل نہ کھینچ آہ جہاں سوز دم بہ دم
کوئی گھڑی تو جبر بھی تو اختیار کر

---

جاتا ہوں میں گلی سے تری، پر یہی ہے سوچ
پلکوں سے اس کو کون رکھے گا بہار کر

---

قفس میں هم اسیروں کے تئیں جینے دے کوئی دم
نسیم صبح تو مت بوئے گل همراه لایا کر

---

غسم کھانے سے دنیا کا اسے کام نہیں هے
جو کوئی کہ عاشق هے وہ غم کھائے هے کچھ اور
میں اور توقع یہ اسے بھیجوں هوں نامہ
اور واں سے مرے خط کا جواب آئے هے کچھ اور

---

اب عشق تماشا مجھے دکھلائے هے کچھ اور
کہتا هوں میں کچھ منھ سے نکل جائے هے کچھ اور

---

چمن دکھایا نہ صیاد نے کبھی هم کو
رکھا قفس کو بھی دیوار گلستاں سے دور

---

اس کے ملنے سے کرے هے منع ناصح مجھ کو واہ
ایک پایا هے جسے سارے جہاں کو چھان کر

---

قاتل خدا کے واسطے شمشیر جلد کھینچ
بار گراں یہ سر هے تن ناتواں پر
کیا جانیں اس کے کوچہ میں "جرأت" پہ کیا هوا
کل واں هجوم خلق تها اک نوجوان پر

شب خواب میں جو یار کا در آئے ہے نظر
کھلتی ہے آنکھ موت کا گھر آئے ہے نظر

---

مت اٹھا یار! تیرے کوچہ میں
آن بیٹھا ہوں دو جہان کو چھوڑ

---

کہتے تھے کش مکش دام سے، مرغان اسیر
کھینچ لاتی ہے ہمیں جانب گلزار ہوس

---

لگ اٹھی یوں دل سوزاں سے جگر کو آتش
جیسے اک گھر سے لگی دوسرے گھر کو آتش

---

ہم گریہ ناک مرگئے اک آہ کھینچ کر
راس آئی تجھ بغیر یہ آب و ہوائے باغ

---

وہ گیا کس طرف، اٹھ جانے سے جس کے یارب
دل کسی اور طرف جائے ہے جاں اور طرف

---

لاکھ گالی کہی ہے! کم مت دے
میں گنوں گا نہ ہو حساب میں فرق
آنکھ جب سے کھلی نہ دیکھا کچھ
زندگانی میں اور حباب میں فرق

---

تن سے میرے سر اُتر جاوے تو ھو جاؤں سبک
اب اتھا سکتا نہیں میں اپنے سر پر بار عشق

---

کبریائی میں مرا وہ بت دل خواہ ھے ایک
لوگ سچ کہتے ہیں یہ بات کہ اللہ ھے ایک

---

درد فراق سے ھے یہ بہتر کہ آئے مرگ
کردے چراغ عمر کو گل اے ھوائے مرگ

---

اشک جو تھم رہے ھیں آنکھوں میں
ھے مگر انتظار لخت دل

---

عمل حسن پرستی میں ھے کیا مصروف
ابھی واقف جو نہیں اس کے مکافات سے دل
کس خرابی سے ھوئی صبح نہ پوچھو یارو
کیا کھوں ھائے کہ کہنے میں نہیں رات سے دل

---

آہ اس میکدۂ دھر سے آخر اپنا
جام معمور ھوا پر نہ ملا جام وصال

---

افسوس ھے کہ ھم تو تڑپتے ھیں دام میں
اور کھل رہا ھے کیا گل و گلزار آج کل

---

آنکھوں میں اشک، جان بہ لب سینہ چاک ہے
" جرأت " کہیں ہوا ہے گرفتار آج کل

---

اس مژہ کی مرے دل سے کوئي جاتي ہے کھٹک
وہ نہیں تیر کہ یوں کھینچ کے سو فار نکال

---

چھوڑ اس ضبط کو گھٹ گھٹ کے نہ دے جان اپني
نکل اس قید سے زنجیر کی جھنکار نکال

---

میں تو سب کچھ چھوڑ بیٹھا ہوں تمہارے واسطے
چھوڑ کر تنہا کہیں پھر مجھ کو کیا جاتے ہو تم
میں تو حیراں ہوں کروں کیوں کر کنارہ تم سے جان
سامنے ہوتے ہي بس دل میں سما جاتے ہو تم

---

نہ ہو اک دم کے خاطر سر گراں تم کہاں یہ بزم پیارے اور کہاں تم

---

بہ دریائے محبت زورق آسا غم کے مارے ہم
کبھي ہیں اس کنارے اور کبھي ہیں اس کنارے ہم
فراق یار میں کیا، آنا جانا سانس کا کہئے
کلیجے پر سدا کھینچا کیا کرتے ہیں آرے ہم
مرے وحشت سے رک کر دل ہی دل میں یوں وہ کہتا ہے
الهي، لگ گئے کیوں ایسی دیوانے کو پیارے ہم

جوراہ ملاقات تھی سو جان گئے ہم    اے خضر تصور ترے قربان گئے ہم

---

کہے ہے یوں دل مضطر سے اُس بن جان غم دیدہ
چلو تم رفتہ رفتہ آتے ہیں پیچھے تمہارے ہم
نہ مانی دل نے اپني اور نہ ہم نے بات ناصح کی
ہمیں کھو کھو کے ہارا وہ اسے کھو کھو کے ہارے ہم

---

آنکھوں سے جدا کب ہے حقیقت میں وہ لیکن
اس کو تو تصور کي حقیقت نہیں معلوم

---

خدا کے واسطے سینے کو کوئی چاک کرو
کہ جاں بہ‌لب ہیں اب اس دل کے اضطراب سے ہم
جو دیکھنے کو ہمارے وہ دیکھے ہے "جرأت"
تو آنکھ اپني چرا لیتے ہیں شتاب سے ہم

---

یا تو اس کے گھر سے آتے تھے نہ اپنے گھر کو ہم
یا اب اپنے گھر میں بیٹھے دیکھتے ہیں در کو ہم

---

دکھ جدائي کے ہمیں تونے دکھائے اے زیست
کاش کے وصل ہي میں جي سے گذر جاتے ہم

---

مرض عشق کو تھوڑا نہ سمجھنا اے دل
ایک دن کام کرے گا یہی آزار تمام
تیرے ہی نام کو جیتے ہیں سب اے بت اب تو
ایک مذہب پہ ہوئے کافر و دیں دار تمام

---

ہوگئے سنتے ہی ہم وصل کا پیغام تمام
کام دل کچھ نہ بر آیا کہ ہوا کام تمام

---

سارے عالم سے کچھ جدا ہے آہ دل خانہ خراب کا عالم
کچھ بھروسا نہیں ہے جینے کا زندگی ہے حباب کا عالم

---

سینۂ دل سوزاں کے گئے پھر بھی رہا گرم
دھکے ہے جہاں آگ تو رہتی ہے وہ جا گرم
کھینچے ہے دم گریہ جو دل آہ جہاں سوز
حیرت ہے کہ برسات میں چلتی ہے ہوا گرم

---

جوں اٹھے پاس سے اس شوخ دلا رام کے ہم
اٹھتے ہی بیٹھ گئے اپنا جگر تھام کے ہم
گھر میں جانا تو کہاں اس کے میسر ہے مگر
صدقے جاتے ہیں تصور سے در و بام کے ہم

---

نہیں لگتا دل آبادی میں اب جی پر یہ گذرے ہے
گریباں چاک کرکے دامن کہسار دیکھیں ہم

---

مثل آئینہ باصفا ہیں ہم — دیکھنے ہی کے آشنا ہیں ہم
ٹک تو کر رحم اے بت بے رحم — آخرش بندۂ خدا ہیں ہم
دل کے ہاتھوں سے اے میاں ''جرأت'' — زندگانی سے بھی خفا ہیں ہم

---

کہتا ہوں کہ مت ہو مری فریاد سے غافل
قائل ہے مری آہ کی تاثیر کا عالم
باتیں تو سبھی کرتے ہیں اے جان! جہاں میں
ہے سب سے نرالا تری تقریر کا عالم

---

لائے تشریف ہم پے خبری تم افسوس
پوچھنے پائے تمہاری نہ خبر تم سے ہم
جیتے جی ہو نہ جدا تم یہی بہتر ہے کہ بس
ہم سے رخصت ہو اِدھر تم اور اُدھر تم سے ہم

---

روز کہتے ہیں وہ آوے تو کہیں ہم ''جرأت''
جب وہ آتا ہے تو اس وقت نہیں ہوتے ہم

---

چھاتی سے لگائے تھے سو ہے نزع میں ''جرأت''
اب کس کے حوالے تری تصویر کریں ہم

---

ہستی کی کھلی بات، پس ازمرگ کہ تھا خواب
جب بند ہوئي آنکھ، تو بیدار ہوئے ہم
جو جنس گراں مایہ ہے نایاب زمانہ
افسوس اسی کے ھي طلبگار ہوئے ہم

---

اب تو کچھ، ہمدرد سے میرے آتے ہو تم مجھ کو نظر
ہم سا کوئی شاید پیارے تم کو ملا ہے اور کہیں

---

یہ دعا ہے کہ ترے کوچہ سے اتھیں مر کے
جیتے جي یاں سے نہ لے جائے خدا اور کہیں
خاک ہولے پہ بھي اس کوچے میں ''جرأت'' ہے یہ خوف
یاں سے لے جائے اڑا کرنہ صبا اور کہیں

---

قید ہستي سے ہوا شاید رہا تیرا اسیر
آج شور و غل نہیں ہے خانۂ زنجیر میں

---

لاؤ اس آئینہ رو کو، مت دکھاؤ آئینہ
اور کچھ، حالت ہے ''جرآت'' کي اسے سکتا نہیں

---

میري بے تابی سے محفل میں یہ دھڑکا ہے اُسے
اٹھ کے ہونے نہ لگے یہ مرے قربان کہیں

---

روئے ہے بات بات پہ "جرأت" ہے گرفتار یہ کہیں نہ کہیں

---

اب وہ آواز ہی کانوں میں نہیں آتی ہے
کون ایسا نہیں اس در پہ جو پہونچائے ہمیں

---

دل کی طپش سے صدمے جوں برق جان پر ہیں
گاہے زمین پہ ہیں ہم گہ آسمان پر ہیں

---

ہم دونوں کو کچھ اس بن سدھ بدھ نہیں ہے "جرأت"
دل ہم سے بے خبر ہے ہم دل سے بے خبر ہیں

---

جلوہ گر ہے وہی ہر جنس میں اللہ اللہ
طرفہ وہ شے ہے کہ جس شے کا خریدار ہوں ہیں

---

دل بے تاب کی کرتا نہیں جب کوئی غم خواری
تو پھر نا چار میں ہی اپنے چھاتی سے لگاتا ہوں

---

قدم میں ناتواں جب اس کے کوچے سے اٹھاتا ہوں
تو شکل نقش پا ہر ہر قدم پر بیٹھ جاتا ہوں

---

خانۂ پرورد قفس، ہم ہیں اسیر اے صیاد
تو بتادے ہمیں پرواز کسے کہتے ہیں

بعد مرنے کے مری لاش پہ لانا اس کو
ابھی مت پوچھو کہ اعجاز کسے کہتے ہیں

---

اس بن جہان کچھہ نظر آتا ہے اور ھي
گویا وہ آسمان نہیں وہ زمیں نہیں

---

تفرقہ ایسا بھي کم دیکھا ھے اے ھمدم کہیں
دل کہیں ھے، جي کہیں ھے، وہ کہیں ھے، ھم کہیں
آمد و رفت نفس کب بسے سبب ھے جلد جلد
ھوں تو بیٹھا، پر چلا جاتا ھوں میں ھردم کہیں

---

تا جہاں سے نہ اٹھیں ھم نہ اٹھیں گے یاں سے
کوئے جاناں میں یہی کر کے یقیں بیٹھے ھیں
کیا بھلا حاصل ھے دیوانے کے سمجھانے سے آہ
کوئی اتنی بات بھی ناصح کو سمجھاتا نہیں

---

اے ھم نوا قفس میں اسیروں کو جینے دے
کیوں دے ھے فصل گل کی خبر آہ تو ھمیں
اک آرزو بھي دل کی نکالي نہ تونے آہ
مرنے تلک رھیگی یہی آرزو ھمیں

---

دل ہے پہلو میں مرے روز ازل کا دشمن
جان ہی لے کے یہ چھوڑے گا بغل کا دشمن

---

کہاں اے اشک خونیں دل کو ڈھونڈھوں
ترے باعث گیا یہ مل لہو میں

---

سحر کو بلبلیں کرتی ہیں غل، غنچے چٹکتے ہیں
قفس کے ہم درد دیوار سے سر کو پٹکتے ہیں

---

آ جاوے تو حال دل سناؤں     وہ جاوے نہ جی کی بات جی میں

---

قفس کو اس کے نہ لے جائیو چمن کی طرف
کہ یہ ہے مرغ گرفتار اس میں حال نہیں

---

خوں چھپاتا ہے تو میں تجھ کو جتا رکھتا ہوں
تیرے دامن پہ نشاں ہی تجھے معلوم نہیں

---

ذکر سن تو جو ہنسے ہے دل گم گشتہ کا
کچھ نہ کچھ میں بھی تو اس بات سے پا جاتا ہوں
میرے رونے کا سبب پوچھتے کیا ہو مجھ سے
دو گھڑی آن کے میں تم کو ہنسا جاتا ہوں

---

گرمی مرے کیوں نہ ہو سخن میں اک آگ سی لگ رہی ہے تن میں
خواری کا مرے وہ لطف سمجھے کامل ہو جو عاشقی کے فن میں
بے تابی دل کرے ہے رسوا کیا جائیے اس کی انجمن میں

---

بے اجل مجھ کو کیا درد محبت نے ہلاک
مبتلا ہو وے نہ یارب کوئی اس آزار میں

---

نیستی بہتر تھی اس ہستی سے کیوں اے زندگی
کس خرابی میں پھنسایا تونے یاں لاکر ہمیں

---

بات مجھ سے اس کی محفل میں نکلنے دے درست
آہ اے بے تابئی دل یاں نہ رسوا کر ہمیں

---

ہمنشیں! پوچھو مت کہیں ہوں میں
ان دنوں آپ میں نہیں ہوں میں

---

وقت وداع یار، نہ نکلا زباں سے کچھ
بس وہ اُدھر اُٹھا کہ غش آیا اِدھر ہمیں

---

تدبیر سے کب وصل ہو اس شوخ کا ہمدم
موقوف ہر اک بات ہے تقدیر کے ہاتھوں

---

کہاں تک تار تار اس کا بھلا جوڑے گا تو ناصح
گریباں چاک کر اپنا رفو میرا نہ کر دامن

---

اب تو کوچے میں ترے بیٹھ گئے آ کر ہم
یاں سے جاویں گے نہ جوں نقش قدم اور کہیں

---

رکھیو یارب تو پھنسا دل کے گرفتاری میں
موت بھی آوے تو آوے اسی بیماری میں

---

ہمنشیں ! باتوں پہ تیری کیا کروں ہربار ہوں
تجھ کو اک قصہ لگا میں جان سے بیزار ہوں

---

اپنے بیمار کی مت پوچھ خدا کچھ سوا غم کے وہ کھاتا ہی نہیں

---

دعا سے اور دوا سے فائدہ کب ہم کو ہوتا ہے
ہمیں ہے عشق کا آزار کرتے ہیں ضرر دونوں

---

جانے سے تیرے اے صنم ! ٹھہرے نہ ٹھہرے تن میں دم
زیست کا کیا ہے اعتبار دیکھئے کیا ہو کیا نہ ہو
باغ جہاں میں بے گناہ بلبل خستہ دل کا آہ
دشمن جاں ہے خار خار دیکھئے کیا ہو کیا نہ ہو

ہم نے قمار عشق میں دل کا لگا دیا ہے داؤں
جیت ہو اپنی یا کہ ہار دیکھئے کیا ہو کیا نہ ہو

---

کاش رہتا وہ یاں کوئي دم تو      دم کے جینے سے بھي گئے ہم تو
رگ ابر سہہ ہے ہر مژگاں      کوئی طوفاں ہے چشم پر نم تو

---

دل نے اک نالہ کیا درد جدائي کے سبب
ہم نے جب پہلو سے کھینچا اپنے تیرے تیر کو
دل کي جی دینے کا ''جرأت'' تم کو بھي افسوس ہے
کي بہت تدبیر لیکن کیا کریں تقدیر کو

---

مرگ سو بھي ہے آج کل مجھ کو      بے کلی سے نہیں ہے کل مجھ کو
غم ہجراں سے دل گیا شاید      خالی لگتي ہے کچھ بغل مجھ کو

---

رہی پیغام کہیو اے قاصد      جو مرے یار کی زباني ہو

---

ذرا تو اپنے اسیروں کی لے خبر صیاد
قفس میں کیسے ترستے ہیں آب و دانے کو

---

وصل میں جس کے نہ تھا چین سو ''جرأت'' افسوس
وہ گیا پاس سے اور موت نہ آئي مجھ کو

کیا کہوں بیمار کی تیرے کہ ہیں جتنے طبیب
سب یہ کہتے ہیں کہ اب اس کو خدا پر چھوڑ دو

---

رکھا مجھ کو قفس میں آہ میری نغمہ سنجی نے
ہزار اب سر کو پٹکوں میں، ولے کیوں کر رہائی ہو

---

اب تو قلق سے اس کے ٹھہرتا نہیں ہے دم
روکوں کہاں تلک دل پر اضطراب کو

---

کرم اس کا ہو وے تو خوش سب جہاں ہو
خدا مہرباں ہو تو کل مہرباں ہو
کرو یاں مری کچھ نہ تدبیر یارو
وہیں لے چلو تم مجھے وہ جہاں ہو

---

شمع ساں بھڑکا دیا ہو غم سے سرتا پا جسے
خاک پھر اس دل جلے کو زندگانی راس ہو

---

آنے کی خبر ہے اس کے لیکن آتا نہیں اعتبار دل کو

---

عزیزو ہوسکے اس دل کی جو تدبیر کر دیکھو
خدا کے واسطے سینہ شتابی چیر کر دیکھو

کوئی کہتاہے مرناھي اب اس کے حق میں بہتر ہے
کوئي کہتا ھے دیوانہ ھے یہ' زنجیر کر دیکھو

---

نہ کر صیاد اُنھیں آزاد جو پابند اُلفت ھیں
گرفتاری سے بدتر جانتے ھیں وہ رھائی کو

---

گر چرایا نہیں ھے تم نے دل مسکراتے ھو کیوں ادھر دیکھو

---

اس کے آنے میں اب جو دیر ھے کچھ
یہ بھی قسمت کا ھیر پھیر ھے کچھ

---

جی دیا ھم نے تو پہلے ھي ترے ناز کے ساتھ
اپنا انجام ھوا عشق کے آغاز کے ساتھ
ناتواں ھوں میں یہاں تک کہ قفس سے چھوٹوں
جی نکل جائے مرا پہلے ھي پرواز کے ساتھ

---

ناصح کی نصیحت کا اثر ھم کو نہیں کچھ
ھیں بے خبر ایسے کہ خبر ھم کو نہیں کچھ

---

چھوڑا گلزار سے دور اور پر بلبل کترے
ھائے صیاد جفا پیشہ نے کیا گل کترے

---

ٹونے اس باغ میں دم بھرنے کی مہلت پائی
اے صبا هم نے تو اتنی بھي نہ فرصت پائي

یاں تلک اس دل کی بے تابي نے هے رسوا کیا
جو کوئی دیکھے هے سو کہتا هے دیوانا مجھے
بے وفائی مجھ سے تو مت کیجیو اس وقت میں
اس کے کوچہ تک ذرا اے عمر پہونچانا مجھے
بس کہ روتا هوں میں اس کے هجر میں بے اختیار
دیکھ کر هنستا هے یارو اپنا بیگانا مجھے

جب بند کیں آنکھیں تو هوئے یار سے هم بزم
کیا راہ ملاقات کی هموار نکالی

مریض عشق هیں هم جس کے کیا تماشا هے
کہ اپنی درد کی پوچھے هے وہ دوا هم سے

کہتے هیں، عزم سفر یار کا هے وقت سحر
مجھ کو فردا نظر آتا هے قیامت هوگي

کیوں نہ روؤں کیا کروں مجبور هوں لاچار هوں
اختیار اب لے کے تم بے اختیاری دے گئے

در تلک تو اس کے آپہونچے ہیں پرائے سیل اشک
کچھ مدد ہو اور بھی تیری تو بیڑا پار ہے
ہائے وہ لڑنا ہی تھا اس کا غنیمت وصل میں
صلح کو روتے تھے کیا اب جنگ بھی دشوار ہے

---

ہاتھ اُٹھاتا ہے مری نبض کو یوں دیکھ طبیب
جیسے جینے سے کوئی ہاتھ اُٹھا لیتا ہے
جاں بہ لب جان کے عاشق کو نہ در سے اُٹھواو
اپنا جی دیتا ہے وہ آپ کا کیا لیتا ہے

---

سو طرح کا سوچ اپنے دل میں اس دم آئے ہے
کان میں اس کے کوئی جب آ کے کچھ، کہہ جائے ہے
کیا مزے سے خون دل پیتے ہیں ، اور کھاتے ہیں غم
جو کسی کو خوش نہیں آتا وہ ہم کو بھائے ہے
کیا طبیعت ہے اُداس اب سچ ہے اے "جرأت" یہ بات
جی کہیں لگتا نہیں جب دل کہیں لگ جائے ہے

---

سب خواب میں اس شوخ کے آنکھوں پہ قدم تھے
پھر آنکھ گئی کھل تو عجب سوچ میں ہم تھے
تھا بزم جہاں بیچ عجب لطف یہ لیکن
ٹک چونک پڑے ہم تو وہ محفل تھی نہ ہم تھے

کیا غضب ہے دل کے لگ جاتے ہی جاتے ہیں حواس
اور جو ہے عاشقی سو کام ہشیاروں کا ہے

---

دل وحشی کو خواہش ہے تمہارے در پہ آنے کی
دوانہ ہے و لیکن بات کہتا ہے ٹھکانے کی

---

جان آ پہونچی ہے گھبرا کر مرے ہونٹوں پہ جان !
اب بھی آ پہونچو جو میری زندگی منظور ہے

---

خود بہ خود دل سے جو نکلے یہ تمنائے وصال
یا الٰہی یہ مری آہ اثر تک پہونچے

---

دیکھ دریائے محبت میں اب احوال مرا
کف افسوس کھڑے ملتے ہیں ساحل والے

---

بیمار محبت ہوں نہ غم خوار ہو میرا
صحبت سے مرے تو کہیں بیمار نہ ہو جائے

---

کہا لاچار ہم نے ضعف سے یوں پاؤں پھیلا کر
قدم اٹھتا نہیں تم جاؤ ! ہم اے ہمرہاں بیٹھے

---

رنج تھوڑا سا اُٹھانا تجھ کو ہمدم اور ہے
تن میں مجھ بیمار غم کے دم کوئی دم اور ہے
کل ہی بستر پر ہمیں تھا ضعف سے اُٹھنا محال
اور دیکھا آج طاقت کو تو کچھ کم اور ہے

---

یوں وہ آنکھوں میں کھپے ہے جب کہ روتا ہے کوئی
پھوٹ پھوٹ اتنا نہ رو بدنام ہوتا ہے کوئی

---

فقط میں اس کی کہوں سادگی کا کیا عالم
لگے نہ لاکھ طرح سے جسے بناو کوئی

---

ناصح میں اور ہم میں یہ صحبت ہے طرفہ آہ
ہم کچھ نہیں سمجھتے وہ سمجھائے جائے ہے

---

گر پختہ مزاج ہو تو سمجھو ہے رشتۂ خام زندگانی

---

جس جگہہ جائے نظر آجا شتابی تو مجھے
کل نہیں پڑتی کسی کروٹ کسی پہلو مجھے

---

دے کے جی عشق میں ہم چھوڑ چلے اے "جرأت"
ایک افسانۂ پر درد زمانے کے لئے

---

چھٹے اب شعر کہنا ہم سے کیوں کر آہ اے "جرأت"
مثل ہے دل میں عاشق کی سدا ناسور رہتا ہے

---

شب کو اس بن تن سے میری جان جو جانے لگی
آہ سوزاں آگے شمع دکھلانے لگی
اب تو ہر ہر بات پر آزردگی آنے لگی
میری بےتابی جو اس بے درد کو بھانے لگی

---

وہ جس طرف سے آن نکلتا تھا گاہ گاہ
رہتی ہے اپنی آنکھ ادھر بیشتر لگی

---

ناصحا اس کو چھوڑ دیں کیوں کر
جس کو پایا ہو جاں کھو کھو کے

---

وہ اور ہیں جو رکھتے ہیں منھ دیکھے کی اُلفت
سر مٹتے ہیں اک بات پہ ہم چاہنے والے

---

گھر میں کیا بیٹھا ہے ظالم آ تماشا تو بھی دیکھ
کھینچ لائی ہے سر بازار رسوائی مجھے
لوگ آتے ہیں تماشا کو مرے بےاختیار
عشق نے جب سے کیا تیرا تماشائی مجھے

---

کرتے هیں جوں گل، گریبان چاک هم بےاختیار
جب کہ وحشت میں همیں باد بہاري لائے هے

---

سچ هے کب خاطر میں تو اُلفت هماری لائے هے
پر همیں مجبور یاں بےاختیاری لائے هے

---

پوچھتے کیا هو کہ سینہ پہ هے کیوں هاتھ ترا
کیا کہوں تم سے کہ اک درد سایاں رهتا هے

---

دل تھہرتا هي تھا نہ اس بن رات
بےقراری سی بےقراری تھي
مر گئے هجر یار میں صد شکر
جیتے رهتے تو سخت خواري تھي

---

نہ جی تن سے نکلتا هے نہ تن میں دم سماتا هے
بھلا اے اِنتظار یار یہہ کیا زندگانی هے

---

وائے قسمت اس کا وعدہ شب کے آنے کا هے اور
ڈھل چلا یاں زیست کا دن آتے آتے شام کے

---

جو آتا هے تو آ جینے کا اس کے کیا بھروسا هے
کوئی دم اور بھي ڈھارس ترا بیمار باندھے هے

---

نہیں ہے لذت دردِ محبت تم کو اے ناصح
یہ اپنی خاطر غمگیں دل خرم سے بہتر ہے

---

جوشِ گل چاک قفس سے دم بہ دم دیکھا کئے
سب نے یاں لوٹیں بہاریں اور ہم دیکھا کئے

---

ہم کچھ اسیر ہوتے ہی خاموش ہو گئے
سب چہچہے چمن کے فراموش ہو گئے

---

کارواں جاتا رہا اب اور ہم گم کردہ راہ
گرد کے مانند صحرا میں بھٹکتے رہ گئے

---

یہ جی میں تھا کہ کوچے میں اس کے نہ جائیں گے
اِس دل کی بےقراری کے ہاتھوں میں پڑ گئے

---

تو چلا اور ہم رہے جیتے      خاک یہ زندگی ہماری ہے

---

دل گیر جوں کھینچے کوئی تصویر اس طرح
سر لگ گیا ہے زانوئے غم پر دھرے دھرے

---

پہلو میں تو "جرأت" کا جگر چاک ہے یارو
ظاہر میں گریبان اگر چاک نہیں ہے

---

نہ صبر جی کو، نہ تاب دل کو، نہ خواب چشم پر آب میں ہے
غم جدائی سے جاں میری عجب طرح کے عذاب میں ہے
خموش رہنے دے مجھ کو ہمدم کہ بات منھ سے میں کیا نکالوں
کیا ہے ایسا سوال اس نے کہ سو خرابی جواب میں ہے

---

نا توانی سے تو نکل نہ گئی    ہائے اے جان زار کیا کیجے

---

دم کی آمد شد نے جب تا خیر کی
ہمدموں نے اور ہی تدبیر کی

---

نہ ہمدم ہے کوئی نہ اب ہم نشیں ہے
برے وقت کا کوئی ساتھی نہیں ہے
بھلا اے جنوں! اشک پوچھوں میں کس سے
نہ ہے تن پہ دامن نہ اب آستیں ہے

---

گاہ جیتا ہوں گاہ مرتا ہوں    مسکرانا ترا قیامت ہے
شور محشر کرے ہے دل برپا    یہ دوانا ترا قیامت ہے
حشر برپا ہوا ہے اے بدمست    لڑ کھڑانا ترا قیامت ہے

---

ہم نشیں ہو گئے رقیب اپنے — کیا گلہ کیجئے ' نصیب اپنے

وہ جو رووے ہے تو یہ تڑپے ہے — دیدۂ و دل بھی ہیں عجیب اپنے

نہ ملے اب تو کیا کریں " جرأت " — گرچہ ہے وہ بہت قریب اپنے

---

نہیں ہے قید ہستی سے کوئی وا رستہ اے یارو
وہی ناداں ہے جو اپنے تئیں آزاد جانے ہے

---

پوچھتے کیا ہو کہ اب الفت کسی کے ساتھ ہے
آہ یہ دل کا مزا تو اپنے جی کے ساتھ ہے

---

اختیار اب تو کسی بات پر اپنا نہ رہا
دل کے لگ جاتے ہی اے وائے یہ مجبور ہوے

---

ہوتے ہیں آسمان و زمیں پل میں غرق خوں
سوجھی ہے اب یہ دیدۂ خوں بار سے مجھے

---

تا صبح بے کلی ہی رہی شام سے مجھے
تجھ بن کٹی نہ ایک شب آرام سے مجھے
ناصح نہیں ہوں میں دل وحشی کو دوں جو پند
کیا کام ہے کسی کے بھلا کام سے مجھے

---

نہ دیکھو چشم کم سے دیدۂ پرخوں کا بھر آنا
کہ یہ حسرت بھرے دل کا مرے ارمان نکلے ہے

---

دل مرا مثل برق و باراں ہے گاہ خنداں ہے گاہ گریاں ہے
اپنی اس چشم خوں فشاں سے آہ کوچۂ یار بھی گلستاں ہے

---

ازل سے گرفتار پیدا ہوا ہے یہ دل کیا مزے دار پیدا ہوا ہے

---

اب نہیں دم لینے کا یارا مجھے درد غم عشق نے مارا مجھے
عشق میں پہلے وہی کرنا پڑا جو کہ نہ ہوتا تھا گوارا مجھے

---

لذت درد و غم عشق ہے ایسا کہ اگر
روئیے اس میں تو رونا بھی مزا دیتا ہے

---

اللہ رے تجلی کہ لب بام پر آکر
دی گھر میں دکھا روشنی طور کسی نے

---

مالک نہیں جینے کے نہ مرنے کے ہیں مختار
افسوس کیا ہے ہمیں مجبور کسی نے

---

جس طرف کو جائے وہ تو یہ دل بے تاب بھی
پیچھے پیچھے اس کے بے تابی سے دوڑا جائے ہے

---

سبھوں کی ھے زباں پر داستاں میری خموشی کی
مرے کم بولنے نے بات یہ کتنی بڑھائی ھے
کوئی پہچانتا مجھ کو نہیں ھے اب تو اے "جرأت"
یہ بگڑی کس سے ھے جو تونے یہ صورت بنائی ھے

---

داستانیں تو ھزاروں ھی بھریں ھیں دل میں
پرکہوں کیا کہ نہیں ھے لب اظہار مجھے

---

اک دم کے بھی مہماں نظر آتے نہیں ھم تو
تشبیہ نہ دو ھم کو چراغ سحری سے
"جرأت" تو زمانے کی خبر پوچھ نہ ھم سے
اپنی بھی خبر ھم کو نہیں بے خبری سے

---

لے خبر جلد کہ تک ٹھہر گیا ھے اب تو
کام آخر ترے بیمار کا ھوتے ھوتے

---

قلق یہ اس بت کافر کی ھے جدائی سے
کہ آہ بیٹھے ھیں بیزار ھم خدائی سے
فرض نہ اپنی سی قسمت کسی کی میں دیکھی
پناہ مانگئے طالع کی نارسائی سے

---

مجھ سے پوچھے ہے بگڑ کر وہ حقیقت میری
کچھ تو اے بے خردی بات بنانے دے مجھے

---

بیٹھتے اُٹھتے گر اُس بزم میں پہونچے تو وہاں
بیٹھنے نالۂ جاں‌کاہ نہیں دیتا ہے

---

مصور نے جو کھینچا اُس کا نقشہ تو یہ نکلے ہے
کہ گویا منھ سے یہ تصویر ابھی واللہ بول اُٹھے

---

غم سے گھٹنا یہ مرا، سب میں بڑھاتا ہے اُسے
جو مجھے دیکھے ہے سو دیکھنے جاتا ہے اُسے
لگ، چلے ساتھ نہ کیوں کر دل بےتاب اُس کے
کیا کرے وہ کوئی کھینچے لئے جاتا ہے اُسے
اُس کا ہاتھ آنا ہے دشوار کہ جوں بحر و حباب
جب کوئی آپ کو کھوتا ہے تو پاتا ہے اُسے

---

پوچھ نہ ماجرائے خوں، اب نہیں تن میں ہائے خوں
ٹپکے ہے یاس جائے خوں، دل کی ہر اک خراش سے
کاش ملیں بھی یار سے سخت ہیں بے قرار سے
نالۂ دل فگار سے آہ جگر فراش سے

گئے صبر و دل و تاب و تواں جب خانۂ تن سے
اکیلے گھر میں تو پھر جان بھي کب رهنے والي هے

سالہا گزرے کہ یہ حالت بنی جس کے لئے
دل گیا ، طاقت گئی ، دولت گئی ، دنیا گئی

اے اجل اب تو یہ رسوائی نہ دیکھی جائے گي
طبع غم خواروں کی اپنی اب بہت اُکتا گئی

آہ کس پردہ نشیں سے دیدۂ دل لڑ گئے
شدت گریہ سے جو آنکھوں پہ پردے پڑ گئے

یہ نقش اپنے دل کے نگینے پہ حرف هے
گر تو یہاں نہ هووے تو جینے پہ حرف هے

وہ چاهنا همارا اب جانتے نہیں هیں
لو چاہ نے هماری تاثیر کي تو یہ کی
تم جو خفا هو مجھ سے هے اور تو خطا کیا
هاں دل دیا هے تم کو تقصیر کی تو یہ کی
تدبیر سے نہ حاصل هو کچھ بہ جز ندامت
معلوم هم نے اپنی تقدیر کي تو یہ کی

جو غور کیجیے تو وہ گئے دن، کہاں کا آنا کہاں کا جانا
اک آمد و رفت سانس کی ہے بس اور اب ہم میں کیا رہا ہے
ہجوم یاس اب یہی ہے دل پر نہیں کوئی پاس غیر حرماں
وبال جاں زندگی ہوئی ہے کہ لطف جینے کا کیا رہا ہے

---

پاتے نہیں کچھ ہم میں ہیں اور ہی عالم میں
مرجائیں گے اک دم میں ہنگام گرفتاری

---

نقاب اپنا اُلٹ کر منہ دکھا تصویر سا اپنا
کوئی دم میں ترے بیمار کی پتلی اُلٹتی ہے

---

بزم سے اٹھتے ہی اس کے یہ ہوا بے خود میں
کہ خبر اپنی رہی مجھ کو نہ کچھ مجلس کی

---

کھاؤں یارب نہ غم عشق تو غم کھائے مجھے
گر نہ بیمار محبت ہوں تو موت آئے مجھے

---

کریں گے فکر طبیعت کی ہم اٹھانے کی
کہ ہم میں تاب نہیں اب الم اٹھانے کی

---

یارب کبھی تو دیکھوں میں یہ انقلاب عشق
میری طرح سے وہ بھی کرے جستجو مری

---

نہیں کٹتی یہ ہجر کی شب تار
کچھ عجب رنگ آسماں کا ہے

---

اک آرزو بھی دل کی نکالی نہ تونے آہ
مرتے تلک رہیگی یہی آرزو مجھے

---

( رباعیات )

چوں برق ھي تو جگر جلانے والا      روتوں کو ھے اور بھی رلانے والا
رہ جارہ جا برس نہ اے ابر سیاہ      رہ جائیے گا ورنہ کوئي آنے والا

---

آتش سے جو غم کے دل جلا خاک ہوا
اور جل کے جگر بھی اب مرا خاک ہوا
چوں شمع ملا نہ کچھہ بہ جز سوز فراق
حاصل ہمیں عاشقي میں کیا خاک ہوا

---

دل آنکھوں سے خون ہوئے بہا ھے میرا
احوال میں کیا کہوں کہ کیا ھے میرا
جي تن میں کسی طرح ٹھہرتا ھي نہیں
آ جلد کہ دم اکھڑ چلا ھے میرا

---

آرام نہیں ھے بے قراري سے ھمیں
اب کام پڑا ھے آہ و زاری سے ھمیں

دل پر ہے ہاتھ اور آنکھوں میں اشک
حاصل یہ ہوا ہے تیری یاری سے ہمیں

---

ہم رکنے لگا ہے نالے کرتے کرتے
فرسال ہوا دل آہیں بھرتے بھرتے
غم دل پہ رہا یونہیں تو "جرأت" اک روز
مر جائیں گے ہم کسی پہ مرتے مرتے

---

دل لے کے تو مجھ سے اور کیا چاہتا ہے
ملتا نہیں کیوں جی ہی لیا چاہتا ہے
یوں ہی جو تری مرضی ہے تو یاقسمت
ہوتا ہے وہی جو کچھ کہ خدا چاہتا ہے

---

( مخمسات )

بس اتنی بھی نہ بے پروائیاں تم مجھ کو دکھلاؤ
وہ پرواز اور میرے چھپے تک دھیاں میں لاؤ
اسیری پر مری اور بے کسی پر رحم تک کھاؤ
قفس میں ہم صفیرو ! کچھ بات کر جاؤ
بھلا میں بھی کبھی تو رہنے والا تھا گلستاں کا

---

طبیعت میں تھی کیا کیا لنترانی
کوئی اپنا سمجھتے تھے نہ ثانی

سو اب صورت بدلا کے تو ترانی
چلی منھہ موڑ کر کیوں ہے جوانی
ہمیں یہ و لولے اپنے دکھا کے

---

نہ کھونکہ روئے زانوئے غم پہ سر کو دھرے
بغل میں کیوں نہ دل اپنا تڑپ تڑپ کے مرے
خبر جو ہوے اسے تو وہ کچھہ خدا سے ڈرے
سو اپنے حال سے آگاہ کون اس کو کرے
نہ قاصدے نہ صبائے نہ مرغ نامہ برے
کسے ز بیکسي ما نمی برد خبرے
غم فراق سے ہے دکھہ پہ دکھہ ' الم پہ الم
جگر پہ داغ ' مژہ اشک بار لب پہ ہے دم
سنائیں کس کو کہے کون اس سے اپنا غم
نہ کوئی یار نہ کوئي رفیق نہ ہمدم
نہ قاصدے نہ صبائے نہ مرغ نامہ برے
کسے ز بیکسی مانمي برد خبرے

---

واسوخت

یارب اندوہ جدائی سے تو مرنا بہتر
گذرے غم جی پہ تو بس جي سے گزرنا بہتر
بحر الفت میں قدم کا نہیں دھرنا بہتر
ہے کنارا بھی اب اس چاہ سے کرنا بہتر
رفتہ رفتہ وہ ہوے لجۂ آفت میں غریق
موج زن جن کے ہوا دل میں یہ دریائے عمیق

قیس و فرہاد سے اس بحر میں لاکھوں تیراک
آہ کیا جانیں کدھر بہ گئے مثل خا شاک
آشنا مثل صدف اس سے کوئی ہو کیا خاک
حاصل ربط یہی ہے کہ جگر ہووے چاک
اس سے جوں موج رواں جس کو پڑا الجھیڑا
نہ ملا پھر نہ ملا اس کا کہیں تھل بیڑا

دل کو ہرچند میں سمجھایا کہ اے خانہ خراب
جان اس ہستی موہوم کو تو نقش بر آب
جی لگا کر کسی بے رحم سے مت ہو بےتاب
اب جو دیکھو تو دم آنکھوں میں ہے مانند حباب
کوئی دم کا جو یہ مہمان نظر آتا ہے
ایک دریا مری آنکھوں سے بہا جاتا ہے

جس ستم گر نے کیا آہ یہ حال دل زار
جی میں آتا ہے کہ روکش ہوں میں اس سے اک بار
یہ کہوں صاف کہ تک سن تو اب اے ظلم شعار
واقف اس بات کے ہیں ایک سے لے تا بہ ہزار
محو نظارہ ترا تاکہ یہ دل تھا نہ مرا
سادگی پر گل رخسار کب ایسا تھا ترا

آئینہ دیدہ گریاں نے دکھایا تجھ کو
جس سے آگاہ نہ تھا تو وہ جتایا تجھ کو
اپنی وحشت نے پری زاد بنایا تجھ کو
دل کی بے تابی نے کیا کیا نہ سکھایا تجھ کو
آنکھ ورنہ تری ہرایک سے شرماتی تھی
کل کی ہے بات تجھے بات نہ کر آتی تھی

تجھ میں یہ خوبی گفتار کہاں تھی توبہ
ایسی اٹکھیلی کی رفتار کہاں تھی توبہ
طبع عالم کي گرفتار کہاں تھی توبہ
اس قدر گرمی بازار کہاں تھی توبہ
اپنے ھی چاھنے سے تو یہ نمودار ھوا
کہ ترے حسن کا ھر ایک خریدار ھوا

---

مثنوي بحرالفت

دریکتا ھے بحر محبوبی
رونق افزائے گلشن خوبي
بعد صد آرزوئے شوق وصال
ھے نوشتن تمام جس کا محال
سمجھیو حرف مطلب دل زار
کہ تڑپتے کٹتے ھے لیل و نہار
کہا کے کچھ مرر ھیں یہ جی میں ھے
خیریت ھے تو بس اسی میں ھے
گرچہ مرتے ھیں پر ھمیں ھے یار
حق سے تیري سلامتی درکار
اور یہ جب سے فلک نے کام کیا
کہ جدائی کا دل پہ داغ دیا
ھے مجھے لطف زندگی کیا خاک
شکل گل ھے مرا گریباں چاک

خم غم سے ہوں بادہ نوش سدا
صورت غنچہ ہوں خموش صدا

تم کو جب دل میں یاد کرتا ہوں
جوں صبا ٹھنڈے سانس بھرتا ہوں

متصل اشک دیدہ گریاں
آہ جاری ہیں مثل آب رواں

جب جدا تجھ سا یار جانی ہو
کس روش اپنی زندگانی ہو

دیکھوں میں گل کو جب چمن میں یار
یاد آتے ہیں وہ گل رخسار

بے قراری سے جان دیتا ہوں
منھ کو میں پیٹ پیٹ لیتا ہوں

غنچہ و گل کو دیکھتا ہوں میں جب
یاد آتے ہیں پیارے پیارے لب

کھینچوں ہوں دل سے آہ یوں اک بار
ٹکڑے ہوتا ہے غنچہ ساں دل زار

سوئے نرگس جو آنکھ جاتی ہے
چشم کیفی وہ یاد آتی ہے

دل یہ ہوتا ہے مضطر و بے تاب
خفقانی کو جوں پلائیں شراب

گل چنپا بہ جب کروں ہوں نگاہ
چنپئی رنگ یاد آتا ہے آہ

بس وہیں دل میں درد ہوتا ہے
رنگ چہرے کا زرد ہوتا ہے

دیکھوں ہوں جب کہ میں گل اورنگ
یاد اُن فندقوں کا آے ہے رنگ

ہاتھ مل مل کے تلملاتا ہوں
اس خرابی سے گھر کو جاتا ہوں

# انشا

میر انشاء اللہ نام، ان کے والد میر ماشاء اللہ ایک عالم فاضل شخص اور حاذق طبیب تھے، شعر بھی کہتے تھے، دھلی وطن تھا - ایسے باپ کے دامن تربیت میں پرورش پاکر انشا بھی عالم فاضل طبیب اور شاعر ہوئے -

شاعری کی طرف مائل ہوئے تو علوم نے اس میں جلا دیدی - ذھانت نے چمکا دیا - اور شعرا میں انشا یہ خصوصیت اور امتیاز رکھتے تھے کہ عربی، فارسی، اُردو اور ھندی زبانوں میں نظم کی یکساں قدرت رکھتے تھے - مگر زمانے کے مذاق اور ماحول کے اثر سے اُردو کی شاعری ان کی توجہ کا مرکز بن گئی -

انشا کچھ دنوں مرشدآباد میں رہے - وھاں سے واپس آکر دھلی میں شاہ عالم بادشاہ کے زینت محفل بنے، دھلی سے طبیعت گھبرائی تو لکھنؤ پہونچے - وھاں شاہ عالم کے بیٹے مرزا سلیماں شکوہ نے ان کو باپ کا نمک خوار سمجھ کر ھاتھوں ھاتھ لیا اور ان سے مشورہ سخن کرنے لگے، کچھ دنوں کے بعد نواب سعادت علی خاں کے دربار میں ان کی رسائی ہوگئی - انشا علم و فضل کے ساتھ حد درجہ کے ظریف - بذلہ سنج اور شوخ مزاج تھے - نواب ان سے اسقدر مانوس ہوئے کہ ایک دم ان کے بغیر چین نہ آتا تھا - انشا کی فطری ظرافت اور درباری زندگی نے ان کو ھزل اور تمسخر کی طرف مائل کردیا تھا - ھر لمحہ ھنسنے ھنسانے سے

کام تھا - ان کی شاعری کا مقصد بھی تفریح طبع کے سوا اور کچھ نہیں
معلوم ہوتا - کبھی مضمون میں ظرافت ہوتی ہے کبھی سیدھی سی
بات میں انداز بیان سے ظرافت کا ایک پہلو پیدا کردیتے ہیں - کبھی
مشکل اور کڈھب قافیے اور ردیفیں اختیار کرکے نظم کی قدرت دکھاتے
اور لوگوں پر حیرت کا اثر ڈالتے ہیں - طبیعت کی شگفتگی کا یہ عالم ہے
کہ غم انگیزی مضامین سے بھی دلوں کو شگفتہ کر دیتے ہیں -
غم و حسرت کا اثر پیدا کرنے والے اشعار ان کے یہاں بہت کم ہیں ان کی
شاعری زیادہ تر مضامین خارجی پر مشتمل اور آورد کا نتیجہ ہے -
مگر یہ اپنی قدرت نظم سے اورد میں آمد کی بے ساختگی پیدا
کر دیتے ہیں -

سید انشا نے تمام اصناف سخن میں اسی رنگ میں طبع آزمائی
کی ہے - ریختی میں بھی ان کو بڑی مہارت تھی - وہ عورتوں کے
مخصوص جذبات وخیالات عورتوں ہی کی زبان میں بڑی خوبی سے ادا کرتے
ہیں - انشانے سنہ ۱۲۳۳ ھ میں لکھنؤ میں وفات پائی -

# انتخاب

صنما ! بہ رب کریم یہاں ترے ہیں ہرایک یہ مبتلا
کہ اگر الست بہ ربکم تو ابھی کہے تو کہیں بلٰے
بہ محمد عربی تو دے دوسہ جام بادۂ نور کے
کہ نہ سوجھے سکر میں ساقیا مجھے کچھ جہاں کا برا بھلا

---

کیوں شہر چھوڑ عابد غار جبل میں بیٹھا
تو ڈھونڈھتا ہے جس کو ہے وہ بغل میں بیٹھا

---

تنہا نہ اس کو دیکھ کے محفل نے غش کیا
اپنی بھی جاں لوٹ ہوئی دل نے غش کیا

---

جس دم کہ ترے محو تجلی کو غش آیا
لوگوں نے کہا حضرت موسیٰ کو غش آیا
گرنے نہ دیا اس کو ملایک نے زمیں پر
جس ادم ترے بیمار تمنا کو غش آیا

رها ہے هوش کچھ باقی اسے بھی اب نبیڑے جا
یہي آهنگ اے مطرب پسر تک اور چھیڑے جا

---

خداهي جانے کدھر سدھارے شکیب و صبرو قرار و طاقت
هرایک اُن میں سے دے گئے هیں همارے سینے کو داغ اپنا

---

خیال کیجے کیا آج کام میں نے کیا
جب ان نے دي مجھے گالی سلام میں نے کیا
کہا یہ صبرنے دل سے کہ لو خدا حافظ
حقوق بندگي اپنا تمام میں نے کیا
هوس یہ رہ گئی صاحب نے پھر کبھي نہ کہا
کہ آج سے تجھے ''انشا'' غلام میں نے کیا

---

اس بندے کی چاہ دیکھئے گا
اور اس کا نباہ دیکھئے گا
میں کیسے نباهتا هوں تم سے
انشاء اللہ دیکھئے گا
عاشق مجھے جان کرتے هیں قتل
تقصیر و گناہ دیکھئے گا

---

جھوٹا نکلا قرار تیرا اب کس ہے اعتبار تیرا
کر جبر جہاں تلک تو چا ہے میرا کیا ? اختیار؛ تیرا

---

فقیرانہ ہے دل مقیم اس کی رہ کا
غرض کیا کہ محتاج ہو بادشہ کا
یہی لطف ہے ساقیا مے کشی کا
کہ تو بھی بہک اور مجھ کو بھی بہکا

---

ہیہات اس کو یار کیا ہم نے کیا کیا
کیا جبر اختیار کیا ہم نے کیا کیا
باہم دگر جو تھی خفگی سب گئی' اسے
بے اختیار پیار کیا ہم نے کیا کیا
رہ رہ کے دل میں آوے ہے ''انشا'' یہی کہ کیوں
اس دل کو بے قرار کیا ہم نے کیا کیا

---

رکھتے ہیں کہیں پاؤں تو پڑتا کہیں اور
ساقی تو ذرا ہاتھ تو لے تھام ہمارا
اے باد سحر! محفل احباب میں کہیو
دیکھا ہے جو کچھ حال تہ دام ہمارا

---

نہ کہہ تو شیخ مجھے' زہد سیکھ' مستی چھوڑ
تری پسند جدا ہے مری پسند جدا
خجل ہے آپ کی دیوار کی بلندی سے
ہماری آہ جدا ریشمیں کمند جدا

---

یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

---

مجھے چھیڑ نے کو ساقی نے دیا جو جام الٹا
تو کیا بہک کے میں نے اسے اک سلام الٹا

---

کیا خدا سے عشق کی میں رہنمائی مانگتا
مانگتا بھی اس سے تو ساری خدائی مانگتا

---

گو وعدہ کیا تم نے اور کھائی قسم لیکن
تسکین، دل اپنا کچھ اے یار نہیں پاتا

---

کسی طرح سے نہیں نیند آتی "انشا" کو
اسی خیال میں بے خوابیوں نے لوٹ لیا

---

جس شخص نے کہ اپنی نخوت کے بل کو توڑا
راہ خدا میں اس نے گویا جبل کو توڑا
اپنا دل شگفتہ تالاب کا کنول تھا
افسوس تونے ظالم ایسے کنول کو توڑا

---

زلزلہ لایا ہے جسم مضمحل کا اضطراب
مرمٹے پر بھی گیا اپنے نہ دل کا اضطراب

---

ہمیں اس صنم کی ہے اُلفت بہت
جھکے جس کے سجدہ کو پتھر کے بت

---

گرچہ مے پینے سے کی توبہ ہے میں نے ساقی
بھول جاتا ہوں ولے تیری مدارات کے وقت

---

گر نکہت بہار سے مل جائے پوچھیو
میری طرف سے باد سحر خیروعافیت

---

بزم رندانہ میں کیا زہدو ورع کا چرچا
شیخ صاحب ہے بہت یہ تو قیامت کی بحث

---

صیاد نے خبر کہ دیا چاہتے ہیں جان
کنج قفس میں تازہ گرفتار چار پانچ

---

فضل خدا سے خیر بہر حال شکر ہے
کیا پوچھتے ہو مجھ سے دل افگار کا مزاج

---

ہے شب وصل : کھلے کاش نہ دروازۂ صبح
کم نہیں شور قیامت سے کچھ آوازۂ صبح

---

کریم جلد کرم کر کہ ہو مزاج صحیح
بہ رنگ نرگس بیمار ناتواں ہوں صریح

نسیم فضل و کرم میں تری وہ ہے بو باس
نہ پہونچے گرد کو، جس کے کبھی شمیم مسیح

نفس کو تنگ کیا ہے حرارت دل نے
ہلادے مروحۂ لطف تک پہنچے ترویح

---

گھر سے باہر تو نہ نکلا تھا ہنوز
تیرے در پر سر نہ پھوڑوں کس طرح

آبرو‌ئے ابر یاں منظور ہے
آہ میں دامن نچوڑوں کس طرح

صاف دل کیونکر کروں تجھ سے بھلا
ٹوٹتی اُلفت پھر کے جوڑوں کس طرح

---

افسون نگہ سے تری اے ساقی بدمست
شیشہ میں ہوئی مثل پری اپنی نظربند

گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں ہم کوچے میں اُس کے
کیا کیجئے دروازہ ادھر بند ادھر بند

---

ابتدا سے دوستی میں دل کو ہے یہ بے کلی
کچھ نظر آتا ہے اِس آغاز کا انجام بد

---

نظر کر علی کو قرین محمد    ہوا نور حق ہم نشین محمد
یہ اللہ کے نام سے ہے جہاں میں    درخشندہ نقش نگین محمد

---

اجی سر اٹھا کر ادھر دیکھنا    اسی چشم و ابرو پہ اتنا گھمنڈ
بس اے شمع کر فکر اپنی ذرا    انہیں چار آنسو پہ اتنا گھمنڈ

---

چٹخارے کیوں بھرے نہ زباں تیرے ذکر میں
کوئی مزہ نہیں ہے ترے نام سے لذیذ

---

راتوں کو نہ نکلا کرو دروازے سے باہر
شوخی میں دھرو پاؤں نہ اندازے سے باہر

---

جو چاہو تم سو کہہ لو چپ چاپ ہیں ہم ایسے
گویا زباں نہیں ہے اپنے دہن کے اندر

---

آئے نہ آپ رات جو اپنے قرار پر
گزری قیامت اس دل امید وار پر

---

اپنے داغ جگر میں سوجھے ہے    مجھ کو اس نازنین کی تصویر
نظر آتی ہے اشک "انشا" میں    جبرئیل امین کی تصویر

---

کہا ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرت انسان پر
فعل بد تو ان سے ہو لعنت کریں شیطان پر

---

نگہ جو پڑی تجھ سے رشک قمر پر
گئی پھیل بس چاندنی سارے گھر پر
مجھے رونا آتا ہے شمع سحر پر
کہ بے چاری اب مستعد ہے سفر پر

---

گیا یار آفت پڑے اس سحر پر
اُداسی برسنے لگی بام و در پر
نہ آنسو بہا دور ہو یاں سے شبنم
نمک کیوں چھڑکتی ہے زخم جگر پر
کوئی دیوتا تھا کہ جن تھا یہ کافر
مجھے غصہ آتا ہے پچھلے پہر پر

---

پھنس گئی عندلیب ہو بے کس ہائے تنہائی اور کنج قفس

---

بس نہ دنیا کی رکھ اے صاحب ادراک ہوس
خاک ہی خاک ہے سب، خاک کی کیا خاک ہوس

---

بال و پر تو تک ہلاؤ پنجہ و منقار سے
ہم صفیرو توڑ ڈالو دام کو چیر و قفس

---

ہو جائے اگر جہاں فراموش
کب دل سے ہو دل ستاں فراموش
تو بھولے یہ دخل کیا ہے ہم تو
کر بیٹھے ہیں خود کو یاں فراموش

---

آوارہ دشت شوق میں مانند گرد باد
بھٹکا پھروں ہوں کرکے رہ کارواں غلط

---

ناداں کہاں طرب کا سرانجام اور عشق
کچھ بھی تجھے شعور ہے آرام اور عشق
پوچھا کسی نے قیس سے تو ہے محمدی
بولا وہ بھر کے آہ کہ اسلام اور عشق

---

دیکھ تو عشق کے دھڑکے کو شب وصل میں آہ
گرچہ ہے پاس ترے تو بھی ہے ششدر عاشق

---

تالب بام قفس اڑ نہ سکے ہم صیاد
اب تو پہونچا ہے یہ بے بال و پری کا عالم

---

کہتا ہے کہ نامے کو ترے آگ پہ رکھا
قاصد نے تو لو اور سنائی خبر گرم

---

ترک کر اپنے ننگ و نام کو ہم    جاتے ہیں واں فقط سلام کو ہم
خم کے خم تو لنڈھائے یوں ساقی    اور یوں ترسیں ایک جام کو ہم

---

بندہ درگاہ کی بھی اک نرالی ہے نماز
عرش سے بھی کچھ پرے ہے اس نمازی کا مقام
ہے خدا ہی سے توقع اب ترے بیمار کی
ورنہ کیا باقی رہا ہے چارہ سازی کا مقام
سید "انشا" کو نہایت ان دنوں تشویش ہے
بندہ پرور ہے یہاں بندہ نوازی کا مقام

---

دھوم اتنی ترے دیوانے مچا سکتے ہیں
کہ ابھی عرش کو چاہیں تو ہلا سکتے ہیں
مجھ سے اغیار کوئی آنکھ ملا سکتے ہیں
منہ تو دیکھو وہ مرے سامنے آسکتے ہیں
چار ساز اپنے تو مصروف بہ دل ہیں لیکن
کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہیں
ہے محبت جو ترے دل میں وہ اک طور پہ ہے
ہم گھٹا سکتے ہیں اس کو نہ بڑھا سکتے ہیں

---

کہہ تو اے چرخ بھلا تجھ سے کسی طرح کبھی
دل کے ارمان ہمارے بھی نکل سکتے ہیں

اجی کیوں رو بیٹھے ہو ہم پاس نہیں گو زر و زور
عذر خواہی میں بھی پانوں تو پڑ سکتے ہیں

---

یا وصل میں رکھ مجھے یا اپنی ہوس میں
جو چاہئے سو کیجئے ہوں آپ کے بس میں
یہ جائے ترحم ہے اگر سمجھے تو صیاد
میں اورپھنسوں اس طرح اس کنج قفس میں
کیا پوچھتے ہو عمر کٹی کس طرح اپنی
جز درد نہ دیکھا کبھی اس تیس برس میں

---

کیا ملا ہم کو تیری یاری میں　　رہے اب تک اُمید واری میں
ہاتھ، گہرا کسوئی لگا قاتل　　زور لذت ہے زخم کاری میں
بندۂ بو تراب ہے "انشا"　　شک نہیں اس کی خاکساری میں

---

کسی کے ہجر میں ایسے ہزاروں داغ ہیں دل پر
عوض مے کے بھریں گے ہم پر طاؤس شیشے میں

---

خلوت میں فائدہ کیا اغیار سب بہم ہوں
سب کو ہوا بتادو بس تم ہو اور ہم ہوں

---

کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یہاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی ہیں جو طیار بیٹھے ہیں

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں
یہ اپنی چال ہے افتادگی سے ان دنوں پہروں
نظر آیا جہاں پر سایۂ دیوار' بیٹھے ہیں

---

پھبن' اکڑ چھپ' نگاہ' سج' دھج' جمال' طرز خرام اٹھوں
نہ ہو ویں اس بت کے گر پجاری تو کیوں ہو مہلے کا نام اٹھوں
شکیب و صبر و قرار و طاقت' نشاط و آرام و عیش و راحت
تمہاری الفت میں کھو کے بیٹھا ہوں میں تو اب لاکلام اٹھوں

---

حیف ایام جوانی کے چلے جاتے ہیں
ہر گھڑی دن کی طرح ہم تو ڈھلے جاتے ہیں

---

جی نہ لگ جائے کہیں تجھ سے' اسی واسطے بس
رفتہ رفتہ ترے ہم ملنے کو کم کرتے ہیں
عشق میں شرم کہاں ناصح مشفق' یہ بہ جا
آپ کو کیا ہے جو اس بات کا غم کرتے ہیں

---

نالے پہ میرے نالے کرنے لگی ہے اب تو
بلبل نے یہ نکالا نخرا نیا چمن میں

---

کوئی اس ترک جفا پیشہ سے پوچھے تو سہی
کہا مگر رسم وفا آپ کے کشور میں نہیں
آج کچھ کام میں ہوں کوئی جو پوچھے مجھ کو
تو یہ باہر ہی سے کہدیجو کہ رہ گھر میں نہیں
میری اُمید بر آتی ہے اب "انشاء" اللہ
کون سی چیز ہے اللہ کے جو گھر میں نہیں

لیلیٰ و مجنوں کی لاکھوں گرچہ تصویریں کھنچیں
مل گئیں سب خاک میں جس وقت زنجیریں کھنچیں

---

تفصلات نہیں، لطف کی نگاہ نہیں
معاملہ ابھی مطلق وہ روبہ راہ نہیں

---

یوں چاہئے آپس میں نہ اک آن جدا ہوں
اے رلولہ شور جنوں دست و گریباں

---

جس پر کہ ترا سایۂ دامان قبا ہو
کیوں اس کے تصدق نہ بھلا باد صبا ہو
اس گل کی اگر پاس ترے بوئے قبا ہو
دینا ہو فرض اور تو اے باد صبا ہو

---

لہرا دیا صبا نے جو کل سبزہ زار کو
و وہیں گھٹانے گھیر لیا چشمہ سار کو

---

چھیڑنے کا تو مزہ تب ہے کہو اور سنو
بات میں تم تو خفا ہوگئے لو اور سنو

---

کام فرمائیے کس طرح سے دانائي کو
لگ گئی آگ یہاں صبر و شکیبائي کو
دعوے کرتا ہے غزالاں حرم کے آگے
کس نے یہ بات سکھائی ترے سودائی کو
جی میں کیا آگیا "انشا" کے یہ بیٹھے بیٹھے
کہ پسند اس نے کیا عالم تنہائي کو

---

کہہ اٹھا قیس جھٹ آنا لیلیٰ      جذبہ عشق کي مدد دیکھو

---

ضعف آتا ہے دل کو تھام تو لو      بولیو مت بھلا سلام تو لو

---

کوئي اس دام محبت میں گرفتار نہ ہو
اے خدا یہ تو کسی بندہ کو آزار نہ ہو
آج ہے دھوم اسیراں قفس میں کچھ ازر
جا کے دیکھو تو کوئی تازہ گرفتار نہ ہو

---

کیوں بھلا محو جمال صاحب محمل نہ ہو
کیاکرے مجنوں جو اس کے بس میں اپنا دل نہ ہو
ایک اداسی کارواں پر چھا گئی اے ساربان
ٹک خبر لیجو کہیں لیلیٰ کی یہ منزل نہ ہو

---

کیا کام ہم کو سجدہ دیروحرم کے ساتھ
مستوں کا سر جھکے ہے صراحی کے خم کے ساتھ
او جانے والے مڑکے ذرا دیکھیو ادھر
مانند سایہ ہم بھی ہیں تیرے قدم کے ساتھ

---

کیوں نہ پھر شاہ پہ غالب ہو گدا کا سایہ
یاں قدم بوسی کو جھکتا ہے ھما کا سایہ

---

جوں موج ہوا اپنا تھا ہوش بھی اڑنے پر
اے نکہت گل تونے کیوں اتنی شتابی کی

---

سرگرم اختلاط رقیبوں سے ہو چکی
ناموس و ننگ و نام فرض آپ کھوچکے

---

واللہ میں بھی تنگ ہوں اب کاش اے صنم
جو کچھ نصیب میں ہو کہیں جلد ہوچکے

غیروں سے بات چیت ہے میرے ہی سامنے
یہ حال ہے تو خیر مجھے آپ کھوچکے

---

چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہے
چلئے پھرکعبہ بھی ہو آویں ذرا سیر تو ہو

---

آپ کے اس حباب کو مہر و وفا سے ربط کیا
بندہ نواز ہے بعید اپنے تو یہ قیاس سے
اُٹھتے ہی خفتگان خاک خواب عدم سے چونک چونک
موج نسیم کوئے یار آج تو تیرے پاس سے

---

سچ یہ آفت تری، یہ دھج، یہ خوش اندامی ہے
کہ نظر بھر کے تجھے دیکھیں تو بدنامی ہے

---

سیر گلشن کی نہ تکلیف ہمیں دے اتنا
کنج عزلت ہی میں ہم اپنے بھلے بیٹھے ہیں

---

جوں شعلہ برق آہ نکلتی ہے جگر سے
اے ابر مژہ دیکھیں تو برسات کی ٹھہرے

---

گرہ حسرت کی ہر تار نفس میں پڑ گئی جس سے
یہ کیسی ہوک ہردم اے دل پردرد اُٹھتی ہے

---

آئے اٹک اٹک کے اکی سانس رات سے
اب ہے امید صرف خدا ہی کی ذات سے
کل سے تو اختلاط میں تازہ ہے اختراع
رکنے لگے ہیں آپ مری بات بات سے
مطلق ملا کے آنکھ ادھر دیکھتے نہیں
آتے نظر ہو آج بھی کم التفات سے
"انشا" نے آ لگا ہی لیا تم کو بات میں
ظالم وہ چوکتا ہے کوئی اپنی گھات سے

---

فنافی اللہ کے رتبے سے پائی ہو جو آگاہی
تو کچھ جینے سے خوش ہو جی نہ کچھ مرنے کا غم کیجے

---

"انشا" کی گفتگو وہ دھواں گرم ہے کہ آج
آکر بہار اس کے گلے سے لپٹ گئی

---

ابھی کہتا ہوں دروازے کی کنڈی کھول دو چھکے
نہیں تو میرا سر ہے آج اور صاحب کی چوکھٹ ہے

---

افشاں کا وہ عالم ہے اس چاند سے مکھڑے پر
جس وقت سحر "انشا" سورج کی کرن نکلے

نکلے ہے خوں ٹھہر ٹھہر دل کی ہر اک خراش سے
چھیڑ دو اس کو دوستو تیز قلم تراش سے
موسم گل سے دوستو جائے وہ سیر باغ کو
اٹھنے کی تاب جس کو ہو تکیہ گہ فراش سے

---

شہر سے دل اچاٹ ہے آنسو نہیں اجاڑ سے
سر کو پٹکئے اے جنوں کون سے اب پہاڑ سے

---

" انشا اللہ " شاید آیا اس کوچے میں بھیڑ بھاڑ سی ہے

---

کچھ تہی دستی ہی تنہا دشمن " انشا " کی نہیں
عشق و ہجر و نوجوانی گردش ایام بھی

---

محیط عشق کے امواج طوفاں خیز ہیں تس پر
کہے ہے نا خدا یاں سے ہزاروں کوس ساحل ہے

---

خیال ہستی موہوم دل سے دور کر " انشا "
سفر درپیش ہے تجھ کو تو اس پر آہ غافل ہے

---

کھپ گئی آنکھوں میں کل جلوہ نمائی تیری
مجھ کو کیا جانے کے کیا بات خوش آئی تیری

---

قصہ میں ترے ہم نے بڑا لطف اٹھایا
اب تو عمداً اور بھی تقصیر کریں گے

---

اس دل جلے کو ہجر میں اے آتش فراق
ایسا ہی پھونکیو کہ نہ باقی نشاں رہے

---

ہم صفیراں چمن دیکھئے کیا ہوتا ہے
آج صیاد پھر آیا قفس و دام لئے

---

کل وہ نگہ اچٹتی ہوئی یوں جو پڑ گئی
بے اختیار اس سے مری آنکھ لڑ گئی

---

کیسا کیا آہ ناتواں تو نے      آگ سی پھونک دی یہاں تو نے

---

گالی سہی ، ادا سہی ، چین جبیں سہی
یہ سب سہی پر ، ایک نہیں کی نہیں سہی
گر نازنیں کے کہنے سے مانا برا ہو کچھ
میری طرف کو دیکھئے میں نازنیں سہی

---

بندگی ہم نے تو جی سے اپنی ٹھانی آپ کی
بندہ پرور خیر آگے قدر دانی آپ کی

---

لب پر آئي ہوئي یہ جان پھرے
یار، گر اس طرف کو آن پھرے

---

دل کي بھڑک نے مجھ کو گھبرا دیا عزیزو !
اس کو نکال ڈالو اک تیز سی چھري سے
پھولوں کی سیج پر تو واں چاندني میں سویا
اور رات ہم نے کاٹی یاں سخت بےکلي سے

---

پھبتی ترے مکھڑے پہ مجھے حور کی سوجھی
لا ہاتھ ادھر دے کہ بہت دور کي سوجھی

---

پھونچے ہے پر کوئي اس گل تلک "انشا" کیا دخل ؟
بلبل اس رشک تمنا میں مري جاتی ہے

---

زمیں سے اُٹھی ہے یا چرخ پر سے اُتری ہے
یہ آگ عشق کی یا رب کدھر سے اُتري ہے

---

لپٹ نسیم گئي بوئے گل کی چھاتي سے
الهي اپنا بھي روٹھا ہوا کہیں من جائے

---

پھر کچھ گئے ہوؤں کي مطلق خبر نہ پائی
کیا جانئے کدھر کو جاتا یہ قافلہ ہے

بار گراں اُٹھاتا کس واسطے عزیزو
ہستي سے کچھہ عدم تک تھوڑا ھي فاصلہ ھے

---

یہ دو روزہ نشو و نما کو تو نہ سمجھہ کہ نقش بر آب ہے
یہ سراب ھے ' یہ حباب ھے ' فقط ایک قصۂ خواب ھے

---

ھے جي میں قفل خانۂ خمار توڑئے
یعني در بہشت کو یک بار توڑئے

---

زنہار ھمت اپني سے ھر گز نہ ھارئے
شیشے میں اس پري کو نہ جب تک اُتارئے

---

مجنوں تو سوکھہ ساکھہ کے اک خار بن گیا
لیلےٰ کا چہرہ مثل گل ورد ھے سو ھے

---

کسی نے اس کی شکایت جو کی تو میں بولا
وہ کیوں نہ جبر کرے کس کے اختیار میں ھے

---

معلوم نہیں روتے ھیں کس آئینہ رو سے
پانی جو اترتا نہیں فلچوں کے گلو سے

---

کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے    وہ تو بیچاری آپ ننگی ہے

---

اور بھڑکی ہے اشتیاق کی آگ    اب کسے صبر و تاب باقی ہے

---

یہاں زخمی نگاہ کے جھلے پر حرف ہے
ہے دل پر اپنے زخم کہ سہلے پہ حرف

## قصائد

### حمد

اے خداوند مہہ و مہر و ثریا و شفق
لمعۂ نور سے ہے تیرے جہاں کو رونق
بیٹھ کر مکتب ابداع میں تونے کھولے
دفعتاً نسخۂ افلاک کے جوں سات ورق
تذکرہ پھر تو ہوا مسئلۂ وحدت کا
عقل اول نے پڑھا تجھ سے بادب ہو کے سبق
کیجئے گر نظر غور بہ انواع صفات
خیرہ ہو ذہن کہے ہے یہ مسائل میں ادق
خلق انساں کو کیا نام یہ اس کو بخشی
ہیئت جسم کو کر کے متشکل زعلق
جلد دے لحم کی تصویر بن غازیہ سے
ایک پردے میں قوا اخذ کریں اپنا حق
ہیں سب اعصاب و شرائین و رباط اس لئے تا
روح کی آمد و شد کو نہ رہی رنج فرق

ذوق و بصر و لمس و سمع و شم و وہم و خیال
بن کہے تو نے دئے ہم کو کریم مطلق
صدقہ اس بندہ نوازي کی تری ہم جاویں
باپ ماں ہوتے ہیں کب ایسے شفیق و اشفق
بحر سواح حقائق سے گزر کون سکے
ہاں مگر فضل ہے تیرا ہي بہ جاے زورق
روز و شب حضرت خلاق ترے حکم میں ہیں
عرش و لوح و قلم و شش جہت و ہفت طبق
حمد کے بعد یہ شکریہ ادا کرتا ہوں
شکر صد شکر ہے اے حمد و ثنا کے الیق
کہ مجھے دین محمد میں کیا تونے خلق
ورنہ تھی اور بھي انواع کے ادیان و طرق

مدح بادشاہ

جشن و نشاط و خوش دلي و عشرت نعم
عیش و خوشي میں چین سے خوش وقت ہو بہم
فرخندگي بخت پہ نازاں تھے اپنے سب
ہر ایک نغمہ سنج تھا با طوطي ارم
فیض سحاب فرح سے تھي مزرع اُمید
گل گل کبھی شگفتہ نہیں ہوتے صبح دم
بلبل کو یہ طرب نہ ہو ہرگز بہ فصل گل
غنچوں کو یہ شگفت نہیں ہوتي صبح دم
قمري کو وصل سرو کي اتنی نہیں خوشي
آہو کو یہ سرور نہ ہوے بہ وقت رم

جو کچھ کہ جوشش میں تھی فرض ان سبھوں کے ساتھ
ممکن نہیں کہ کیجے بیاں ان سے بیش و کم

خدمت میں ان سبھوں کی کیا میں نے التماس
شادی کی وجہ کیا ہے خبر پاویں کچھ تو ہم

بارے یہ کیا نشاط ہے ہم بھی تو کچھ سنیں
خوش ہوئے فرح سے ہو ہمارا بھی تازہ دم

شامل مجھے بھی کیجئے اس عیش میں کہ میں
حضار بزم خاص سے ہوں مورد کرم

دیکھے چلے ہیں اس کو مبارک کہ آج وہ
شاہنشہ زمانہ ہے بر مسند حشم

وہ واجب الاطاعت و مسجود خلق ہے
دوراں کے بیچ میں وہ جو ہے شاہ محترم

معنی آیۂ واولی الامر منکم آ
تفسیر بیچ دیکھ لو قرآن کی قسم

یعنی وہ شاہ عالم و فخر جہانیاں
عالی گہر، خجستہ سیر، معدن ہمم

شاہ نجف نے قبضہ میں دی جس کے ذوالفقار
دو ٹکڑے جس سے ہو وے عدو بیش ہو نہ کم

جو حسن خلق اس میں ہے، ہے خلق میں کہاں
ذات ستودہ الغرض اس کی ہے مغتنم

جس کے رکاب میں ہیں سلاطین روزگار
گردن کشاں دہر ہیں جس کے کہ سب قدم

"مدح شہزادہ سلیمان شکوہ"

صبح دم میں نے جو لی بستر گل پر کروٹ
جنبش باد بہاری سے گئی آنکھ اُچٹ
دیکھتا کیا ہوں سرہانے ہے کھڑی ایک پری
جس کے جوبن سے ٹپکتی ہے نری گدراہٹ
عطر میں ڈوبی ہوئی زور سے بوباس اُس کی
بل بے سج دھج تری بل بے یہ تری نرماہٹ
آفتاب اس کی جبیں کے جو مقابل ہو وے
صدقے ہو ہو کے کہے اُف رے تری چمکاہٹ
موتیوں سے جو بھری مانگ وہ دیکھے اُس کی
سحر سے تاروں بھری رات کی جی جائے ہٹ
حرکت اس کی تھی یوں غمزۂ چالاک کے ساتھ
رند جوں ایدھر کے میخانے میں لیویں کروٹ
چتون آنکھیں بلا نرگس و جادو آنکھیں
آنکھ ایسی ہے کہ دے برق کی چشمک کو اُلٹ
شوخی اس روپ سے اس تار نظر میں کھیلے
آتا جاتا ہو رسن پر کوئی جس طرح سے نٹ
الغرض تھی جو اس اوصاف سے موصوف، اُس نے
اپنے مکھڑے سے دوپٹے کے مسلسل کو اُلٹ
مجھ سے سر مکھ ہو کہا، دولت بیدار ہوں میں
خواب غفلت سے بس اب چونک گلے میرے لپٹ
مجلس آراستہ ہے سالگرہ کی اس کی
جس کے ہر لحظہ دعا دینے میں ہے سب کو رٹ

پھلے وہ شاہ سلیمان کہ شکوہ اس کے سے
نیر حشمت و اقبال کو ہے چمکاھٹ
جشن شاھانہ ہے، ھیں امرا حاضر وقت
اس کے مجرے کو کھڑے فوجوں کی ھیں ٹھٹ ٹھٹ
ہے یہ دھڑکا دھل و کوس کی آوازوں سے
سینگ گاو زمیں آج کہیں جائے نہ پھٹ
سنتے ھی میں نے یہ دولت سے خوشی کا مژدہ
شرف اندوز ھوا خدمت اقدس میں جھٹ

---

## سالگرہ بادشاہ انگلستان

بکھیاں نور کی طیار کر اے بوئے سمن
کہ ھوا کھانے کو نکلیں گے جوانان چمن
عالم اطفال نباتات یہ ھوگا کچھ اور
گورے کالے سبھی بیٹھیں گے نئے کپڑے پہن
کوئی شبنم سے چھڑک بالوں پہ اپنے پوڈر
بیٹھ کر جلوۂ کرسی پہ دکھاوے گا پھبن
شاخ نازک سی کوئی ھاتھ میں لے کر ایک کیمتا
ھو الگ سب سے نکالے گا نرالا جوبن
اپنے گیلاس شگوفے بھی کریں گے حاضر
غنچے گل سب ھی وھاں کھولیں گے بوتل کے دھن
اھل نظارہ کے آنکھوں میں نظر آویں گے
باغ میں نرگس شہلا کے ھو آئے چتون

اور ہي جلوے نگاہوں کو لگیں گے دینے
اودي بانات کي کرتي ہے شکوہ سو سن
کھینچ کر تار رگ ابر بہاري سے کئی
خسود نسیم سحر آوے گی بجانے ارگن
نےنوازی کے لئے کھول کر اپني منقسار
آ کے دکھلا وے گي بلبل بھی جو ہے اس کا فن
آئنہ کا نذر کو شیشہ کی گھڑي لے کے حباب
یا سمن پتوں کي شیشہ میں چلے گي بن ٹھن
نکہت آوے گي نکل کھول کلي کا کمرا
ساتھ ہو لے گي نزاکت بھی جو ہے اس کي بہن
حوض صندوق فرنگی سے مشابہ ہونگے
اس میں ہو وینگے پریزاد بھی سب عکس فگن
کیا تعجب ہے جو فواروں کي ہو سارنگی
رعد کے طبل بجیں ایسے کہ ہوں مست ہرن
ناچنے کو ہو کھڑي آن کے چھلا بسائي
چو کڑي بھولیں جسے دیکھ غزالان ختن
کوٹ کوٹ اس میں بھرا ہے یہ قدرت نے جمال
روشني مانگ لیں اس مکھڑے سے نسرین و پرن
یعني وہ رشک پري کہتے ہیں بجلي جس کو
تیرہ ہے جس کي جدائی سے جہاں روشن
ہے وہ نک سک سے درست ایسی کہ سبحان اللہ
بل بے دھج، بل بے اکڑ، بل بے ترا مٹکا پن

( مثنوي ہجو پشہ )

مچھروں کو ہوا ہے اب کي یہ اوج
دب گئي جن سے مرہٹوں کی فوج

سوکھے سہمے ہیں کالے کالے ہیں
یہ بھی پر کوئی گھوڑے والے ہیں
ہیں تو پتہ میں صاف گھس آتے
اور لحافوں میں ہیں سما جاتے
ان کے بھنانے کی ہے یہ آواز
تار جس سے کبھو نہ ہو دم ساز
نیش گو ان کی ریزے ریزے ہیں
چڑتے بھنکار کر یہ نیزے ہیں
ناک میں ہر طرف سے ہو کے دخیل
پھونکتے ہیں یہ صور اسر فیل
ہے سیہ پھول کی کلی ان سے
سب کو ہے ایک بےکلی ان سے
کس کو یہ چین لینے دیتے ہیں
نیند آنکھوں کی لوٹ لیتے ہیں

---

# مصحفی

شیخ غلام ہمدانی نام، امروہہ کے رہنے والے - ابتدائے جوانی میں دہلی گئے - مشہور عالم مولوی مستقیم سے درسیات پڑھے - دہلی قیام کے زمانہ میں ان کے گھر پر اکثر مشاعرے ہوتے تھے دہلی کی بربادی پر گھر سے نکلے - پہلے کشمیر پہونچے، شیخ قیام الدین قائم کے ذریعہ سے نواب محمد یار خاں کے دربار میں رسائی ہوگئی، انہوں نے ایک قصیدے کے صلہ میں کچھ ماہانہ تنخواہ مقرر کردی - کچھ دنوں تک ٹانڈے میں خوش حالی سے زندگی بسر کرتے رہے - جب نواب محمد یار خاں کا زمانہ بدل گیا تو لکھنؤ گئے - وہاں سے دہلی اور دہلی سے پھر لکھنؤ پہونچے - لکھنؤ میں مرزا سلیمان شکوہ کے مصاحب خاص ہو گئے - مشق سخن ہر حالت میں جاری رہی اور ترقی کی طرف قدم بڑھتا گیا یہاں تک کہ ان کی استادی مسلم ہو گئی - اور شاعروں کے خلاف شیخ مصحفی کی طبیعت میں مسکینی اور حلم بہت تھا، اس لئے تمام شعرا ان کا ادب کرتے تھے -

"مصحفی" کی طبیعت میں ایسی جولانی اور روانی تھی کہ وہ کسی خاص رنگ یا مخصوص صنف کی پابند نہ تھی درد، سادگی، کثرت مضامین ان کے کلام کے خاص جوہر ہیں - قواعد زبان - اصول عروض اور صحت محاورات کا بہت خیال رکھتے تھے -

"میر" اور "سودا" کے بعد "مصحفی" کے مقابلے کا کوئی استاد نہیں گذرا

ان کے شاگردوں کی کثرت کا یہ حال ہے کہ صرف لکھنؤ میں ان کی تعداد سیکڑوں تک پہنچ گئی تھی - جن میں سے بیشتر نام‌آور اور مشہور زمانہ ہوئے - ان میں " آتش "، " خلیق " ضمیر " اسیر " اپنی اپنی جگہہ خود استادان فن تسلیم کئے گئے اُردو کے اٹھ دیوان اُن کے تصنیف ہیں - لیکن وہ اب کمیاب ہیں ان کے چار دیوانوں کا انتخاب رام پور میں شائع ہوا تھا -

اس انتخاب کا انتخاب ذیل میں پیش کیا جاتا ہے - شیخ "مصحفی" نے ۷۶ برس کی عمر میں سنہ ۱۲۴۰ ھ میں انتقال کیا اور لکھنؤ میں سپرد خاک ہوئے -

# انتخاب

نظارہ کروں دہر کی، کیا جلوہ گری کا
یاں عمر کو وقفہ ہے چراغ سحری کا
کیا لطف مقام اُن کو جو مشتاق عدم ہیں
دل تجھ میں رہتا ہے ہمیشہ سفری کا
بندہ ہے ترا، "مصحفی" خستہ کو یارب
محتاج طبیبوں کی نہ کر چارہ گری کا

---

اگر اب کی بہار آئی تو ہم ان جامہ زیبوں کو
دکھائیں گے تماشہ دھجیاں کرکے گریباں کا
نہ ہم مرہم سے کچھ واقف نہ پھائے کو سمجھتے ہیں
ہمارے زخم پر احسان ہے تیرے نمک داں کا

---

بے رونقی سینہ میں ہے، اب کس کو دکھاؤں
داغوں سے بتوں کے کبھی گل زار یہی تھا
دامن کو کیا رشک چمن خوب ہی، شاباش
رونے کا حق اے دیدۂ خوں بار یہی تھا
کیوں قتل کیا "مصحفی" خستہ کو تونے
کیا چاہنے والوں میں گنہ گار یہی تھا

---

اور سب کچھ جہاں میں ملتا ہے
لیکن اک آشنا نہیں ملتا
شیخ کعبے سے اٹھہ نکل باہر
گھر میں بیٹھے خدا نہیں ملتا
دل دیوانہ رات سے گم ہے
کہیں اس کا پتا نہیں ملتا

---

ہستي کا حساب کچھہ نہ نکلا
جز عالم خواب کچھہ نہ نکلا

---

صدقے اس مرغ گرفتار کے جوارکے رہیں
پھر گیا دام کے جانب جو قفس سے چھوٹا

---

اس کی انکھوں کو نہ دیکھا مرے غم خواروں نے
جرم نظارہ عبث میری نظر پر رکھا
کیا کروں شکر ادا آپ کے آنے کا' کہ رات
جو قدم آپ نے رکھا مرے سر پر رکھا

---

سو سو طرح کا حادثہ مجھہ پر گذر چکا
تو اب تلک نہ اے دل بے تاب مرچکا

---

میں ہوں اور خلوت ہے اور پیش نظر معشوق ہے
ہے تو بیداري مگر کچھہ دیکھتا ہوں خواب سا

---

جس آہ وہاں کوئی کرے کیا
کچھ بس نہ چلے جہاں کسی کا

---

سوتے ہی ہم رہ گئے افسوس ہائے
قافلۂ یاروں کا سفر کر گیا
جادۂ شمشیر تھا ہیسا کوئے یار
پاؤں کے رکھتے ہی وہاں سر گیا

---

سو جہانہ ہمیں خاک بھی کچھ بے بصری سے
یاں ورنہ ہراک ذرے میں خورشید عیاں تھا
رکھیو مجھے معذور تم اے قافلے والو
مانند جرس دل مرا لبریز فغاں تھا

---

نہ پوچھ عشق کے صدمے اُٹھائے ہیں کیا کیا
شب فراق میں ہم تلملائے ہیں کیا کیا
میں اس کے حسن کے عالم کی کیا کروں تعریف
نہ پوچھ مجھ سے کہ عالم دکھائے ہیں کیا کیا

---

خیال یار جو شب مجھ سے ہم کنار رہا
تمام شب میں اُسی کے گلے کا ہار رہا
تہ مزار ہماری ہوئیں نہ انکھیں بند
کہ مرکے بھی ترے آنے کا انتظار رہا

ملے نہ آکے کبھی ''مصحفی'' سے تم افسوس
امیدوار تمہارا امیدوار رہا

---

جو ہم سے وعدۂ دیدار یار ٹھہرے گا
تو کچھ نہ کچھ یہ دل بے قرار ٹھہرے گا
کرے گی تن کو بھی بے تاب، بے قراری روح
ہوا میں خاک یہ مشت غبار ٹھہرے گا
خدنگ خوردہ دل آگے سے اس کے جاتا ہے
بہ جز عدم نہ کہیں یہ شکار ٹھہرے گا
شتاب اٹھو ٹھہرا رکھیں گے ہم اس کو
جو دم لبوں پہ شب انتظار ٹھہرے گا

---

فسانہ اک طرف، شب ہائے ہجراں کی درازی کا
قیامت، ماجرا نالوں کی ہے ہنگامہ سازی کا

---

ہجوم گریہ زبس رات چشم تر میں رہا
نہ ایک قطرۂ خوں صبح تک جگر میں

---

سمجھے نہ وہ مومن اور کافر
دل چاہئے اس کو ہر کسی کا

---

اب نہ فرہاد ہے نہ مجنوں ہے
رہ گیا عاشقوں کا افسانا -

---

عالم ہمیں خوش آیا از بس کہ اس جہاں کا
آکر عدم سے بھولے نقشہ بھی ہم وہاں کا
اک جام مے کے خاطر پلکوں سے اپنی زاہد
جاروب کش رہا ہے ہر سوں دو مغاں کا

---

آئینہ وہ دیکھتا ہے عکس آئینہ اسے
حال کچھ کھلتا نہیں ہے ناظر و منظور کا
معنئ الحق یعلوا سب جہاں پر کھل گئے
دار پر جس وقت سر اونچا ہوا منصور کا

---

عمر آخر مٹ گیا داغ اس دل رنجور کا
صبح پیری میں اثر تھا مرہم کافور کا
کب کوئی سمجھ سکے عاشق اس رخ پر نور کا
چاہئے موسے سا پروانہ چراغ طور کا

---

جلد آکہ ہوا وقت مری جاں شکنی کا
یہ وقت تو ظالم نہیں پیماں شکنی کا

اس مرگ کو کب نہیں میں سمجھا
ہر دم ' دم واپسیں میں سمجھا
سب خلق کی سر نوشت پڑھ لی
اپنا نہ خط جبیں میں سمجھا

مشکل ہے کتاب حسن تیری
سمجھا نہ کہیں ' کہیں میں سمجھا

---

صدمے سو دل پہ ہوئے ہم نے نہ جانا' کیا تھا
واہ رے ذوق وہ الفت کا زمانا کیا تھا
عمر گھٹتی جو مری اس کا نہ تھا مجھ کو گلہ
اے فلک وصل کی شب تجھ کو گھٹانا کیا تھا
میں نے مانا کہ مصمم تھا تجھے قصد سفر
منھ پہ یہ بات' مرے سامنے لانا کیا تھا

---

خلل انداز ہوئی حسرت عاشق ' ورنہ
پھر سے عہد محبت تو کئی بار بندھا

---

جنوں عشق جو مجھ سے نہ دشمنی کرتا
کبھی تو ہاتھ گریباں سے آشتی کرتا

---

کیا کہوں میں جو مزہ برش شمشیر میں تھا
لیکن بے زخم ہی مرنا مری تقدیر میں تھا
کسی کوشش کسی تدبیر سے کیا ہونا تھا
پیش آیا وہی جو کچھ مری تقدیر میں تھا

---

سمجھے وہ مرغ خستہ' مرے اضطراب کو
سینے میں جس کی نوک کے پیکان رہ گیا

---

وائے وہ زخمی کہ سنبھلا اور سنبھل کر رہ گیا
مرغ بسمل کی طرح دو گام چل کر رہ گیا

---

اللہ رے تیرے سلسلۂ زلف کی کشش
جاتا ہے جی اُدھر کو کھنچا کائنات کا

---

اے "مصحفی" بتوں میں ہوتی ہے یہ کرامت
دل پھر گیا نہ تیرا آخر خدا سے دیکھا

---

کیا غرض تھی طرف دیر و حرم کیوں جاتے
اس کے کوچے میں ہمیں عمر بسر کرنا تھا
تیغ قاتل کو عبث ہاتھ پہ روکا افسوس
"مصحفی" تجھ کو یہاں سینہ سپر کرنا تھا

---

طرفہ رونا ہے میں اس دیدۂ تر سے گذرا
چار ہی اشکوں میں پانی مرے سر سے گذرا
لذت زخم میں بے خود ہیں ہمیں کیا معلوم
آہ سینے سے کہ وہ تیر سپر سے گذرا

---

غم خوار مرا دل بھی تو اصلا نہیں ہوتا
ہنگام مصیبت کوئی اپنا نہیں ہوتا
کیا تیر گئی بخت مری اس میں ہے شامل
جو آج کی شب صبح کا تڑکا نہیں ہوتا

---

جذبۂ عشق دکھاتا جو اثر اے لیلیٰ
جانب وادی مجنوں رخ محمل ہوتا

---

نو بہار آتے ہی ہم نے قفس آباد کیا
نالے کرنا ہمیں منظور گلستاں میں نہ تھا

جی رات لبوں پر آرہا تھا
مرنے میں ہمارے کیا رہا تھا

---

ساقی شراب لایا ، مطرب رباب لایا
مجھ پر تو اک قیامت عہد شباب لایا
اے "مصحفی" تو اب کیا منھ دیکھتا ہے بہی بھی
لبریز کر کے ساقی جام شراب لایا

---

تمھیں اے "مصحفی" کیا ہو گیا ہے ہم سے سچ کہہ دو
یہ قصہ تم کہا کرتے ہو اب دو دو پہر کسی کا

---

ہاتھ خالی مرا دنیا میں جو بالکل ہوتا
تو یہی زاد سفر راہ تو کل ہوتا

---

سینہ جلتا ہے تب غم سے نہیں ضبط کی تاب
ہاتھ رکھتا ہے اسی واسطے دل پر اپنا

---

کبھی بہار میں کی طالع نے نارسائی
پر تک قفس سے اڑ کر گلزار تک نہ پہنچا

---

آدم کو سجدہ گاہ ملایک بنا دیا
یہ رفتہ رفتہ مرتبۂ مشت گل ہوا
بیٹھا جو جم کے یار کے پہلو میں کل رقیب
دم رک گیا مرا کہ وہ چھاتی کی سل ہوا

---

کچھ یار کے دامن کی خبر پوچھ نہ مجھ سے
یاں ہاتھ سے اپنا ہی گریباں گیا تھا

---

منظور کب تھا کعبہ و بتخانہ دیکھنا
دونوں جگہ تھا جلوہ جانا نہ دیکھنا

---

انکھ اپنی سوئے در ہی رہی رات دن لگی
نظروں میں جس سے وعدہ دیدار ہو گیا
ایسا ذرا غبار اگر میرے یار کے
وا بھی تو درمیان میں دیوار ہو گیا

---

ہم نام ہی سنتے ہیں فقط مہر و وفا کا
انکھوں سے کہیں مہرو وفا کو نہیں دیکھا

یاروں کی فقط جنبش دامن پہ نظر ہے
افسوس کہ اس جنبش پا کو نہیں دیکھا

---

ملنے سے میرے یار کو انکار ہی رہا
جب تک جیا میں وعدۂ دیدار ہی رہا
فرصت کبھی نہ مجھ کو گریباں دری نے دی
دست جنوں گلے کا مرے ہار ہی رہا

---

محشر کو تھا جو وعدۂ دیدار آپ کا
حاضر ہوا یہاں بھی گنہ گار آپ کا
جس روز ہم کو سایۂ طوبیٰ میں جا ملے
آئے گا یاد سایۂ دیوار آپ کا

---

یوں آئینۂ دل کو جو ہم گھور رہے ہیں
اس میں تری صورت نظر آتی ہے ہمیں کیا

---

کچھ دیر ہے رہائی مرغ اسیر میں
جائے ابھی چمن سے نہ موسم بہار کا
دیکھو شبیہ عاشق و معشوق کا ورق
گویا مقابلہ ہے خزاں و بہار کا

---

کیوں پھڑکتا ہے قفس میں اسے آزار ہے کیا
یہ تو پوچھو ہوس مرغ گرفتار ہے کیا

پاؤں پر آبلے پھوڑے یہ سمجھتے ہی نہیں
نوک نیزے کی کسے کہتے ہیں اور خار ہے کیا

---

گلی سے یار کے قاصد مرا شتاب آیا
جواب صاف ملا خط کا یہ جواب آیا

---

عالم ہے بت پرستی عاشق سے مطلع
جب سامنے خیال رخ آیا صنم ہوا

---

دیکھا ! ضد تب رہا صیاد نے مجھ کو کیا
باغ سب تاراج جب باد خزاں سے ہو گیا

---

جو خوب رو ہے اس کو خریدار ہے ضرور
یوسف کو حسن بر سر بازار لے گیا
کنج قفس سے چھوٹ کے پہنچا نہ باغ تک
حسرت ہی دل میں مرغ گرفتار لے گیا

---

جس کی صورت آنکھ سے اوجھل کبھی ہوئی نہ تھی
اب اسی کا تشنۂ دیدار میں رہنے لگا

---

اے وائے آگیا مرے آرام میں خلل
خواب عدم سے کس نے یہ مجھ کو جگا دیا

---

تجھ سے نا چار ھیں اے مرگ! وگرنہ ھم تو
قصد کرتے نہ کبھي زیر زمیں جانے کا

---

گرم سفر رھے، پر منزل کو ھم نہ پہنچے
آوارگی نے ھم کو ریگ رواں بنا یا

---

کنج قفس میں لطف ملا جس کو، وہ اسیر
چھوٹا بھی تو کبھي نہ سوئے آشیاں گیا
یاراں رفتہ ھم سے ملے ایسا چھپا گئے
معلوم بھی ھوا نہ کدھر کارواں گیا

---

ھوا ھے دشمن جاں اب تو باغباں میرا
چمن میں رھنے نہ دے گا یہ آشیاں میرا

---

گردش تک آکے پھر گئي وہ تیغ آبدار
پیمانہ ھوکے عمر کا معمور رہ گیا

---

پیري سے ھوگیا ھے یوں دل کا داغ ٹھنڈا
جس طرح صبح ھوتے کر دیں چراغ ٹھنڈا

---

انگڑائي لیکے اپنا مجھ پر خمار ڈالا
کافر کی اس ادانے بس مجھ کو مار ڈالا

جب چل سکا نہ ہم سے بار گران ہستی
یہ بوجھ سر سے ہم نے آخر اوتار ڈالا

---

افتادگان وادی غربت کی سر گذشت
کرتا ہے خود بیاں لب خاموش نقش پا

---

عاشق کے نہ ملنے کا سبب کچھ بھی تو ہوگا
منظور اسے لطف و غضب کچھ بھی تو ہوگا

---

مہندی ہے کہ قہر ہے خدا کا
ہوتا ہے یہ رنگ کب حنا کا

---

ترے خیال کو بھی ہم نے شب نہ پہچانا
اگرچہ دیر تلک وہ دو چار ہم سے رہا

---

ہم اسیران قفس کو تب خبردی تو نے آہ
لٹ گئے جب باغ میں پھولوں کے خرمن اے صبا

---

دل تڑپ میں نہیں واقف ہے شکیبائی کیا
جان ہی لے گی ہماری شب تنہائی کیا
''مصحفی'' گوشے میں بیٹھا ہے جو خاموش سا آج
تیری تصویر کسی نے اسے دکھلائی کیا

رونے سے کام بس کہ شب اے ہمنشیں ! رہا
آنکھوں پہ تابہ صبح ، سر آستیں رہا

یاران گرم رو تو سب آگے نکل گئے
اللہ رے ضعف ! ان سے میں پیچھے کہیں رہا

ہرگز ہوا نہ کام مرا ایک دن تمام
میں نیم کشتہ نگہ شرمگیں رہا

کیا میرے رنگ زرد کا چرچا ہے شہر میں
رنگ ایک سا کسی کا ہمیشہ نہیں رہا

کیوں جاؤں بار بار نہ اس در پہ "مصحفی"
کہنے میں میرے اب تو مرا دل نہیں رہا

---

سوز غم پنہاں سے دل اپنا جو بر آیا
پر کالہ آتش تھا جو لخت جگر آیا

---

"مصحفی" یہ مرض غم ہے ، تو مر جاؤ گے
کچھ علاج دل بیمار کرو تم اپنا

---

جو اٹھ گیا فلک کے ستانے سے اُٹھ گیا
آسودگی کا حرف زمانے سے اُٹھ گیا

گو اب ہزار شکل سے جلوہ گری ہوئی
اپنا تو دل اس آئینہ خانے سے اُٹھ گیا

باقی نہ "مصحفی" کا رہا خاک بھی نشاں
نقش قدم کی طرح زمانے سے اُٹھ گیا

---

میں نے تو ترے عشق میں کیا کیا نہیں کیا
سب کچھ کیا ہے پر تجھے رسوا نہیں کیا

---

مجھے آتا ہے رحم اس طائر بے پر کی حسرت پر
کہ اڑ سکتا نہیں اور ہے قریب آشیاں بیٹھا

---

بے نصیبی کا گلہ ہے کہ ہم اس دم پہنچے
گر کے جب ہاتھ سے ساقی کے سبو ٹوٹ گیا

---

نظر آتا ہے کہ اک روز میں اس گلشن سے
خاک اڑاتا ہوا مانند صبا جاؤں گا

---

پردہ نہ اٹھایا کبھی رخسار سے اس نے
تا زیست مجھے حسرت دیدار میں رکھا

---

تھی فکر اہل جرم میں کس کو کروں میں قتل
اتنے میں یاد اس کو مرا نام آگیا
افسوس ہے کہ ہم تو رہے مست خواب صبح
اور آفتاب حشر لب بام آگیا

---

دل میں کہتے تھے ملے یار تو کچھ اس سے کہیں
مل گیا وہ تو نہ اک حرف زباں سے نکلا

---

خوبان خوش خرام سے شکوہ یہ ہے کہ ہائے
کچھ دھیان بھي کیا نہ کسي پائمال کا

---

ہاتھ سے جب کہ ترا گوشۂ داماں چھوٹا
ایک ساعت نہ کشاکش سے گریباں چھوٹا

---

سب کو نامے میں لکھا اس بت کافر نے سلام
آئی نوبت جو مری، میں قلم انداز ہوا

---

کشش عشق نے لیلیٰ کو دکھائي تاثیر
آج مجنوں کی طرف ناقہ بہت تھر آیا

---

جدھر دیکھو ادھر چرچا ہے ان ہنگامہ سازوں کا
چلے فتنے کي کیا ، یاں دور ہے دامن درازوں کا

---

جب آنکھ اس سے لڑ گئي مر مر کے ہم بچے
بہلي ہمیں نہیں ہے سزاوار دیکھنا

---

تو کرے ناز اگر حسن پر اپنے ، ہے بجا
کہ بناکر تجھے خالق نے بہت ناز کیا

---

ہے یہاں کس کو دماغ؟ انجمن آرائی کا
اپنے رہنے کو مکاں چاہئے تنہائی کا
بھیج دیتا ہے خیال اپنا عوض اپنے مدام
کس قدر یار کو غم ہے مری تنہائی کا

---

میں فقط بے صبر و طاقت ہجر میں اس کے نہیں
دل بھی اب بے طاقتی کو کام فرمانے لگا

---

ہم بھی بیٹھے ہیں سرراہ بنا کر تکیہ
جی میں آئے تو فقیروں سے ذرا مل لینا

---

ملنے میں کتنے گرم ہیں یہ ہائے دیکھنا
کشتہ ہوں میں تو شعلہ رخوں کے تپاک کا
اے باغباں نہ مجھ سے خفا ہو کہ اب چلا
اک دم خوش آگیا ہے مجھے سایہ تاک کا

---

کب سے کھلی ہیں آنکھیں مری ' انتظار میں
اے صبح منہ دکھا کہیں اے آفتاب آ

---

ہے تماشا کدۂ خلق ' مری خاک مزار
جی میں آئے تو ذرا تو بھی یہاں ہو جانا

کوچۂ عشق میں پرسش کی نہیں بات کوئی
سہل سی بات ہے یاں جی کا زیاں ہو جانا

---

یہی رہتا ہے ترے کوچے میں اندیشہ مجھے
کہ میں اس در سے اٹھوں گا تو کدھر جاؤں گا
جسطرح پیش نظر سارا زمانہ گزرا
میں بھی اک روز اسی طرح گزر جاؤں گا

---

اک جیب تھا سو نذر کیا تیرے اے جنوں
لاؤں کہاں سے اب میں گریبان دوسرا

---

غرض ہر وقت روتے ہی رہے، ہم دل کے ماتم میں
نہ سوکھا ایک دن رومال اپنے دیدۂ تر کا

---

یا تو آگے دیکھ کر آئینہ شرماتے تھے تم
یا وہ اب تصویر سا پیش نظر رہنے لگا

---

انداز محبت کے کوئی سیکھ لے ہم سے
کہتے ہیں جسے عشق وہی فن ہے ہمارا

---

مرے جنوں پہ بہت تنگ ہے فضائے جہاں
مکان چاہئے اس کو بڑی فراغت کا

---

اس اشک و آہ سے گر ، دل نہیں کھلتا تو گلشن میں
شمیم برگ گل اور قطرۂ شبنم سے کیا ہوگا

---

کسی مست کی لگی ہے مگر اس کے سر کو ٹھوکر
جو پڑا ہے میکدے میں قدح شراب اُلٹا

---

بیٹھنا پاس تمہیں غیر کے کیا لازم تھا
تم نے اتنا بھی کبھی پاس ہمارا نہ کیا

---

اگر درد دل میں یہ لذت ہے یارو
تو میں ان طبیبوں کے درماں سے گزرا

---

اک دم نہ رکا ہاتھ مرا جامہ دری سے
اک چاک نیا روز گریبان میں دیکھا

---

دیرو حرم میں آ تو کہ معلوم ہو تجھے
الفت نے تیری گبرو مسلماں سے کیا کیا

---

شمع پردے میں جلی تو کیا ہوا
ہم پہ سب احوال روشن ہوگیا
کس کے پلکیں شب خدنگ انداز تھیں
دل میں ہر تارے کے روزن ہوگیا

---

وہ عشق و ولولہ وہ شور ہائے و ہو نہ رہا
ہوئے ضعیف ادھر ہم، ادھر وہ تو نہ رہا

---

ہم آپ ہی کشتے ہیں، نہیں قتل کی حاجت
یوں جی میں جو آئے تو کوئی زخم لگانا

---

ان آہوں سے حجاب اس آسماں کا اٹھ نہیں سکتا
غضب یہ ہے کہ پردہ درمیاں کا اٹھ نہیں سکتا
ہم اس گلشن سے اک دن آشیاں اپنا اٹھائیں گے
دماغ اپنا تو ہم سے باغباں کا اٹھ نہیں سکتا

---

کعبہ و دیر میں ڈھونڈھے جو کوئی لے کے چراغ
تجھ سا کافر نہ ملے اور نہ مسلماں مجھ سا

---

اے "مصحفی" آیا نہ نظر صبح کے ہوتے
کیا تو بھی شب ہجر، چراغ سحری تھا

---

چین سا جاتا رہا ہے دل سے میں حیران ہوں
اس نے کل آنکھیں لڑائیں مجھ سے، یا جادو کیا

---

لے لے کے نام اس کی جفاؤں کا ' مصحفی''
ہم آپ جل رہے ہیں جلاتے ہو ہم کو کیا

---

آتش عشق سے شاید وہ ہوا تھا پیدا
شعلۂ برق جو باراں سے بجھایا نہ گیا

---

شب فراق میں' میں آہ و نالہ کیا کرتا
زباں کو درد دل اپنا ' حوالہ کیا کرتا
گر اس کے قدموں پہ اپنی نثار کرتا جان
تو وقت نزع اجل کو حوالہ کیا کرتا

---

کوئی یہ ساقی مجلس سے کہہ دو آئے ادھر
کبھی ہمارے بھی حصے میں دور ساغر کا

---

شب ہجراں کی سیاہی نہ ہوئی رو: سفید
یہ ورق تونے نہ اے گردش ایام اُلٹا

---

گو ہم رہے سفر میں بھی تو کم فرصتی کے ساتھ
جیسے سرا میں رہتا ہے انسان شب کی شب

---

میں خستہ تمام ہو چکا اب جا درد کہ کام ہو چکا اب
دربار ہو یا نہ ہو فرض کیا اپنا تو سلام ہو چکا اب

---

ابر رحمت ! میں توقع پہ تری آیا ہوں
دھو سیاہی کو مرے نامۂ اعمال سے خوب

---

ہونٹھوں پہ آرہی ہے یہ جاں انتظار میں
آنا ہے آپ کو تو کہیں آئیے شتاب

---

جس میں اک آدھ گھڑی تیرا تصور بندھ جائے
شب مہتاب سے ہم کو وہ شب تار ہے خوب

---

نالۂ صبح ! یہ کیا بے ادبی کرتا ہے
پایۂ عرش معلیٰ کا ہلانا نہیں خوب

---

آنے کی تیرے کہہ کے سوا دل تو خوش کیا
قاصد نے گو کہ اپنی طرف سے بنائی بات

---

یہ میکدہ وہ ہے کہ نہ پھر ہوش میں آیا
جس نے کہ یہاں آکے پیا جام محبت

---

روح کو اس تن خاکی میں ہو راحت کیوں کر
ہے قفط قید قفس مرغ گرفتار کے سوت

افسوس آشیاں پہ میرے برق گر پڑی
جب فصل گل میں، میں نے کئے بال و پر درست
وا حسرتا کہ قافلہ یاروں کا چل چکا
ہم سے نہیں ہوا ابھی ساز سفر درست

---

خوشی کو کیا کوئی ڈھونڈھے، کہ نام کو بھی نہیں
وہ ہوگئی ہے ہماری دیار سے رخصت

---

نالہ کھینچ اس باغ کی وہ بھی سہی
کون ہر ساعت کرے بلبل سے بحث

---

دیدار ہی ہے حسرت دیدار کا علاج
محشر پہ اُٹھ رہا ترے بیمار کا علاج

---

آئینہ ہو جو الگ یار سے اتنا میں کہوں
سامنے رہنے دے تو بیچ میں دیوار نہ کھینچ

---

جنبش میں ہے وہ ابروئے خم دار بے طرح
چلتی ہے آپی آپ یہ تلوار بے طرح

---

بہار آئی خبر لے اُن کی صیاد
قفس میں ہیں جو کچھ بے بال پر بند

بٹھو ا کاڑھ سے پلکوں کي تمھاري

ھے یہاں رگ رگ میں میري نیشتر بند

تري بالیں پہ بیٹھا ھے مسیحا

ابھي اے "مصحفي" آنکھیں نہ کر بند

---

کیا غم مجھے صیاد ! قفس کا ھے جو در بند

اڑ جاؤں قفس لے کے اگر میں نہ ھوں پر بند

---

پھر گئیں ھم سے یار کي آنکھیں گردش روز گار کے مانند

---

شاید کہ جل کے سینہ میں دل خاک ھوگیا

چھوٹتي ھے جو مري نفس واپسیں سے گرد

---

شتاب ذبح کر اب کیا درنگ ھے صیاد

کہ جان میري اسیري سے تنگ ھے صیاد

---

نہ ھوئي شاد تري خاطر غمگیں فرھاد

دل پہ کیوں نقش نہ کي صورت شیریں فرھاد

---

صانع نے ھاتھ سے قلم صنع رکھ دیا

اس حسن لا زوال کي تصویر کھینچ کر

---

خواہ دیوانہ کہے خواہ وہ وحشی مجھ کو
''مصحفی'' میں تو اسے حال چلا' دکھلا کر

ـــــــ

منھ اٹھ گیا جدھر کو ادھر ہی چلے گئے
آوارگان عشق کو منزل کی کیا خبر
شمع شب فراق بنے ہم تو ''مصحفی''
ہم دل جلوں کو عیش کی محفل کی کیا خبر

ـــــــ

ڈرتا ہوں میں سینہ کہیں پھٹ جائے نہ تیرا
اے ''مصحفی'' اس طرح نہ فریاد کیا کر

ـــــــ

بوہ کے اک دم سے نہیں گلشن ہستی کی بہار
اس سے تو سیر گلستاں عدم ہے بہتر

ـــــــ

عجب ڈھنگ ظالم کی آنکھوں کا دیکھا
نظارا فلک پر اشارا زمیں پر

ـــــــ

کیا گردش فلک کا گلہ ہے' کہ لے گئی
ہم کو تو تیری چشم کی گردش وطن سے دور

ـــــــ

کافر مجھے نہ کہیو اے مومناں صادق
کرتا ہوں بت کو سجدے میں تو خدا سمجھ کر

ـــــــ

شوخی میں تیری چشم کی بجلی کے ہیں یہ ڈھنگ
گا ہے نظر زمیں پہ گہے آسماں پر

---

چین سے کیا زمیں پہ بیٹھیں ہم    سر پہ یہ آسمان ہے کافر

---

ساتھ پیکاں کے نکل آیا جو دل لپٹا ہوا
یار پچھتایا مرے سینے سے پیکاں کھینچ کر

---

خاتمہ حسن حسیناں کا ہوا ہے تجھ پر
اب تو صانع نے بنائی تری تصویر آخر
''مصحفی'' یار کے ملنے سے نہ ہو ناامید
ابھی نالے ہیں تو دکھلائیں گے تاثیر آخر

---

جی تو بھر آتا ہے میرا ضبط سے اے ''مصحفی''
اور حیا رونے نہیں دیتی مجھے دل کھول کر

---

شمع کے پاس جو آنے نہیں دیتی فانوس
گرد پروانے پھرا کرتے ہیں باہر باہر

---

کاش کے وہ بھی ہمارے سامنے ہی ہو چکیں
گردشیں باقی ہیں جتنی چرخ زنگاری میں اور

اس طرف ہم ہوں گے رخصت، اس طرف تو جائیو
کاٹ لے اے شمع اک شب گریہ‌وزاری میں اور

---

آسودگان خاک کی عالم کی سیر کر
کیا چپ پڑے ہیں مجلس ماتم کی سیر کر

---

یاد آتا ہے جس وقت وہ پیارا ترا نقشہ
روتا ہوں گلے سے تری تصویر لگا کر

---

قاتل سے یہ کہو کہ تماشے کا وقت ہے
جاتا ہے کوئی چھوڑ کے بسمل کو بے قرار
ملنے کو اس کے کیا کہوں کل اس نے ''مصحفی''
دو باتیں کر کے اور کیا دل کو بے قرار

---

عجب کیا کام بے قدروں سے نکلے، گر امیروں کا
رفوے شال ہے موقوف اک ادھی کی سوزن پر

---

ہے مری خاک بگولے کی طرح چکر میں
دست‌بردار نہیں گردش افلاک ہنوز
یار مل جائے گا اتنی بھی نہ بے صبری کر
ابتدا عشق کی ہے اے دل صد چاک ہنوز

نعش پر نعش چلی آتي ہے اس کوچے میں
پر سر رحم نہیں غمزہ سفاک ہنوز

---

اس کے ہاتھوں سے کہاں جاؤں کہ یہ جوش جنوں
دست بردار نہیں میرے گریباں سے ہنوز

---

بیگانگي ہے اس کي ملاقات میں ہنوز
وا حسرتا کہ فرق ہے دن رات میں ہنوز

---

شاید نہیں ہوئی مري حاجت روا، ہنوز
سوے فلک دراز ہیں دست دعا ہنوز

---

بادل سے برستے ہیں مرے دیدہ تر روز
ساون کا مہینہ ہے ترے ہجر میں ہر روز

---

قصہ عشق ہے وہ طول و طویل جس کا انجام ہے نہ کچھ آغاز

---

پیار کرتا نہیں نگاہ افسوس چشم پوشي سے اس کي آہ افسوس
"مصحفی" تیغ ناز خوباں سے ہو گیا قتل بے گناہ افسوس

---

ہم اسیران قفس لطف چمن کیا جانیں
کون لے جاتا ہے ہم کو گل و گلزار کے پاس

---

یہی یہ روگ لگ گیا ہم کو
ساتھ لائے نہ تھے عدم سے غرض

---

وہ دن گئے کہ پیتے تھے جام شراب سرخ
اپنی معاش خون جگر پر ہے اب فقط

---

تو ادھر جاتا ہے اور ہے روح کی رخصت ادھر
کچھ تو کہہ لے مجھ سے اے آرام جاں وقت وداع

---

قصۂ عاشق رہا موقوف شب ہائے دگر
کر گئی اپنا بیاں اک رات میں افسانہ شمع

---

دل میں روشن ہے جو یارب داغ فرقت کا چراغ
صبح محشر تک نہ ہو گل یہ محبت کا چراغ
بے نشاں اب ہوگیا ہوں ، میں رگر نہ پیش ازیں
یار کا نقش قدم تھا میری تربت کا چراغ

---

شعلہ اس کا منحصر خون لاکھ پروانوں کا تھا
دیکھتا گر ڈال کر منھ کو گریباں میں چراغ

---

تیر افگن ہیں ستارے ہجر میں دل پر مرے
بخت نے اس کو بنایا ہے نشانے کا چراغ

---

جب کر چکا تمام تو حیران رہ گیا
نقاش دیکھ کر تری تصویر کي طرف
کھنچتا ہے ہر کشش میں کمان‌دار؛ دل مرا
دیکھوں کمان کو کہ ترے تیر کي طرف

---

گردش تمہارے چشم کي دیکھیں کدھر کدھر
تکتي ہے ساري خلق اِسی جام کي طرف

---

کام بے گانے سے کچھ اس کو نہیں
آشنا سے آشنا ہوتا ہے عشق
ماجرائے عشق تو مجھ سے نہ پوچھ
سخت کافر ماجرا ہوتا ہے عشق

---

یہ اس کے حسن کی نیرنگیاں ہیں
تکلف برطرف کیا حسن کیا عشق

---

" مصحفی " جاکے میں گلزار میں ناشاد آیا
نہ ہوئي نکہت گل سے بھي ہوا داری دل

---

ہے گرفتاری دل باعث بیماری دل
ہوں نہ بیمار اگر ہو نہ گرفتارئي دل

---

" مصحفي " اس کو میں سر گرم وفا پاتا ہوں
ان دنوں کچھ تو ہوا ہے اثر زاري دل

---

کیا کریں جائے گلستاں میں ہم
آگ رکھ آئے آشیاں میں ہم
جان و جاناں میں کوئي فرق نہیں
ایک پردہ ہیں درمیاں میں ہم

---

کبھي کام اپنا کسي سے نہ نکلا      بہت خلق کی التجا کرچکے ہم

---

بے نام و نشاں بہت رہے ہم      پردے میں نہاں بہت رہے ہم
شب گھر سے وہ ماہ رو نہ نکلا      در پر نگراں بہت رہے ہم

---

پیدا کیا ہر ایک کو اک کام کے لئے
اس کو جفا سے کام ہے مجھ کو وفا سے کام

---

چھوٹتا ہے کیا ؟ نہ دکھلا آئینہ      اپني صورت سے خفا بیٹھے ہیں ہم

---

جتنا کہ ہمیں خوار یہ رکھتا ہے شب و روز
اتنے تو گنہ گار زمانہ کے نہیں ہم
ہوجائیں گے پامال گذر جائیں گے جی سے
پر' سر ترے قدموں سے اٹھانے کے نہیں ہم

مرجائیں گے اے باد صبا دور چمن سے
پر تیری طرح خاک اڑانے کے نہیں ہم

---

ہر طرح تیرے ہی ہیں جو کچھ بھی ہیں
آشنا ہیں خواہ بے گانے ہیں ہم

---

مرجاؤں کہ جیتا رہوں میں ہجر میں تیرے
کس جرم کا خواہاں ہے مرا دل، نہیں معلوم
وہ بحر ہے دریائے سرشک اپنا کہ جس کا
ملاح تو کیا نوح کو ساحل نہیں معلوم

---

شمع آسا قصہ سوز دل اپنا ہے دراز
صبح کردیں گر کبھی چھیڑیں اس افسانے کو ہم

---

یاں خبر لیلے کو آیا ہے مسیحا میری
اور اب تک ہے وہاں بے خبری کا عالم

---

قصد لے کر بیٹھے ہیں بس اس گلستاں میں ہم
ہے دل میں ایک دن نہ رہیں آشیاں میں ہم

---

کیوں جائے نہ بے پوچھے ہوئے "مصحفی" اس پاس
ناداں کو رہ و رسم ادب کچھ نہیں معلوم

---

ہر دم کو سمجھتے ہیں دم باز پسیں ہم
دنیا میں مسافر ہیں، نہیں کوئی مکیں ہم
پہلا سا مزا اب نہ رہا عشق کہن میں
پھر دل کو لگا لیں گے نئے سر سے کہیں ہم
گر دیدۂ تحقیق سے اے "مصحفی" دیکھیں
ہیں ہر طرف اس آئنہ خانے میں ہمیں ہم

---

ہے بر خلاف سارا زمانہ تو کیا ہوا
کی بخت نے مدد تو وہ دل بر ہے اور ہم
دل نذر ایک یار پری‌وش کو کر چکے
اے "مصحفی" اب آگے مقدر ہے اور ہم

---

اس کے بدن سے حسن ٹپکتا نہیں تو کیوں
لبریز آب و رنگ ہے یہ پیرہن تمام

---

مرغان باغ میں مرے نالے کا شور ہے
ہر چند میں ابھی نفس نا کشیدہ ہوں

---

کیا گرم اختلاط کسی سے ہوں ” مصحفی “
فرصت ہے زندگی کی ' بہ قدر شرر ہمیں

---

حیراں ہوں اپنے کام کی تدبیر کیا کروں
جاتی رہی ہے آہ سے تاثیر کیا کروں
دل مانگتا ہے مجھ سے، مجھے بھی نہیں ہے عذر
اتنی سی چیز ہے اسے دلگیر کیا کروں
بے دیکھے اس کے مجھ کو تسلی نہیں ذرا
نقاش اس کی لے کے میں تصویر کیا کروں

---

ہمارے طرف آپ کم دیکھتے ہیں
وہ آنکھیں نہیں، اب جو ہم دیکھتے ہیں

---

تارے گن گن کے ” مصحفی “ کاٹی
سب شب انتظار آنکھوں میں

---

فلک جب کسی کو ہنساتا ہے مجھ پر
میں ہنس کر فلک کی طرف دیکھتا ہوں

---

نہ بیٹھو ابھی ہاتھ پر ہاتھ دھر کر
کماں ہاتھ میں لو نشانے بہت ہیں

اُٹھ اے ''مصحفی'' کیا یہی در ہے تجھ کو
پٹکنے کو سر آستانے بہت ہیں

---

ہستی کو مری ہستیٔ عالم نہ سمجھنا
ہوں مست مگر ہستیٔ عالم سے جدا ہوں

---

دشمن جاں ہوئے ہیں عالم کی
وہ جو اک مہرباں ہمارے ہیں
'' مصحفی '' آنسوؤں پر اتنا ناز
ایسے کیا عرش کے یہ تارے ہیں

---

خوش رہو بے سبب خفا ہو اگر
اے بتو تم مرے خدا تو نہیں

---

کچھ دور نہیں منزل پہ پہنچ جائیں گے ہم بھی
گو راہ ابھی دور ہے جی کاہے کو ہاریں
قصد اپنا تو ہے '' مصحفی '' بت خانے کی جانب
جاتے ہوں جو کعبے کو وہ کعبے کو سدھاریں

---

دو چار قدم جاکے پھر آتے ہیں ہمیشہ
رہتا ہے نیا روز سفر اس کی گلی میں

---

کبھی بہار کبھی ہے خزاں زمانے میں
ہمیشہ کون رہا ہے جواں زمانے میں

---

مرگئے کیا سبھی زنداں میں ترے دیوانے
آج کل نالۂ زنجیر کی وہ دھوم نہیں

---

ہم اپنے ساتھ لے کے چلے ہیں یہ کارواں
سو آرزوئے کشتہ ہمارے کفن میں ہیں

---

جان دینے میں اضطراب ہے کیا — لیجئے مہربان دیتے ہیں
لاکھ چاہا زمیں پہ بیٹھ رہیں — چین کب آسمان دیتے ہیں

---

چھٹ گیا اپنا گریباں جب سے — ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں

---

"مصحفی" آج تو ساقی کی خوشامد ہے ضرور
بھر کے لایا ہے مئے بے خبری شیشے میں

---

آ کے کوچے میں ترے، دل کی تسلی کے لئے
روزن در ہی سے ہم آنکھ ملا جاتے ہیں

---

کبھی پردے سے جو وہ آنکھ لڑا جاتے ہیں
نہیں دیکھا ہے جو جلوہ، وہ دکھا جاتے ہیں

"مصحفی" درد محبت ہو نہاں کیا دل میں
یار تو بات کے انداز سے پا جاتے ہیں

---

جیتا رہوں کہ ہجر میں مر جاؤں کیا کروں
تو ہی بتا مجھے میں کدھر جاؤں کیا کروں

---

جس طرح سب جہان میں کچھ ہیں
ہم بھی اپنے گمان میں کچھ ہیں
ہم بھی اس انقلاب عالم سے
آن میں کچھ ہیں آن میں کچھ ہیں

---

خوف آتا ہے مجھے ' ہے یہ زمانہ الٹا
ہو کے بجلی نہ پڑے مجھ پہ مری آہ کہیں

---

نزدیک اپنے شوق کی منزل ہے دو قدم
تیزی جو پاؤں میں ہو تو راہ اس قدر نہیں

---

دست و پا کیا کوئی جاں باختہ مارے اس میں
بحر الفت کو جو دیکھا تو کنارا ہی نہیں

---

ہے مئے گلگوں کی تیری ایک گلابی ' ہاتھ میں
پیادل پر خوں ہے میرا اے شرابی ہاتھ میں

دل کی بے تابی سے حالت ہے یہ میری اس سال
کہ قفس کو بھی لئے ساتھ اڑا جاتا ہوں
فائدہ اور تو اس کوچہ میں آنے کا نہیں
نقش پا سے فقط آنکھیں تو ملا جاتا ہوں

---

اشک جس وقت کہ مژگاں پہ رواں ہوتے ہیں
دل کے جوہر مری آنکھوں سے عیاں ہوتے ہیں

---

ہرشب، شب فراق میں، کہتا ہوں میں یہی
اس شب بچوں تو صبح مداوائے دل کروں

---

رہروان سفر بادیۂ عشق اے وائے
قافلہ راہ میں لٹوا کے چلے آتے ہیں

---

سیر جہاں سے ہم کو خبر ہے بھی اور نہیں
اک واہمہ سا پیش نظر ہے بھی اور نہیں
انجام کیا ہو اس شب ہجراں کا دیکھئے
طالع سے تو امید سحر ہے بھی اور نہیں
گم گشتگاں بادیۂ عشق کے لئے
ریگ رواں کی طرح سفر ہے بھی اور نہیں

---

انس کہتے ہیں جسے پیرو جواں میں وہ نہیں
وہ جو اک چیز محبت ہے جہاں میں وہ نہیں

---

دیکھتا تھا خواب میں اس کا میں داماں ہاتھ میں
کھل گئی جو آنکھ تو پایا گریباں ہاتھ میں

کہا "مصحفی" میں روؤں یاروں کی صحبتوں کو
بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں

نے محرم چمن، نہ شناسائے باغ ہیں
ہم اپنے اس نصیب کے ہاتھوں سے داغ ہیں

عالم مکاں کا اور سے کچھ اور ہو گیا
تم آئے قسمتیں درو دیوار کی پھریں

مرنا پڑا ہے مجھ کو زمانے کے رشک سے
لاکھوں ہیں اس کے طالب دیدار کیا کروں
اِنکار کفر عشق حمیت سے دور ہے
اب تو گلے پڑا مرے زنار کیا کروں

زباں بریدہ سے اے ہم صفیر ہم بھی ہیں
جہاں ہیں اور قفس میں اسیر، ہم بھی ہیں

ہم صفیران چمن کی انہیں حاجت کیا ہے
زمزمے کرتے ہیں جو پردۂ خاموشی میں

اس کے چتون کی شرارت سے عیاں ہوتا ہے
تیری تصویر مجھے پاس بلانے کی نہیں

---

ہم گرفتار بلا جی سے گذر جائیں کہیں
اس سے بہتر ہے ترے غم میں کہ مر جائیں کہیں
زیر دیوار چمن ذبح مجھے کر صیاد
شاید اڑتے ہوئے یاں سے مرے پر جائیں کہیں

---

مجھ کو کیا کام کہ اس کوچے میں جاؤں اے دل
تو گرفتار ہے کچھ میں تو گرفتار نہیں

---

خوبرو گر دل بیمار کا چارہ نہ کریں
منع کا بھی تو طبیبوں کو اشارا نہ کریں
مصلحت ہے کہ ترے در کی سنگھائیں مٹی
غش میں آئیں تو ہمیں لوگ پکارا نہ کریں

---

کچھ تو ملتا ہے مزا سا شب تنہائی میں
پر یہ معلوم نہیں کس سے ہم آغوش ہوں میں

---

یا خدا یہ چین ہیں سب عالم ایجاد میں
کون تھا اتنا اثر بھرنا نہ تھا فریاد میں

---

دل ایک قطرۂ خوں ' کوہ عشق بار گراں
تحمل اس کا کرے آدمی کا کام نہیں

---

کھاتا ہوا زمین پہ چکر پھرا ہوں میں
گردش میں آسماں کے برابر پھرا ہوں میں

---

از بسکہ اشک سرخ سے رنگیں ہیں پتلیاں
اپنا قفس بھی ہم کو کم از گلستاں نہیں

---

مذہب عشق کا عالم ہی جدا ہے ' ہم کو
کافروں میں کوئی گنتا ہے نہ دیں‌دار ہمیں

---

غیبت میں بھی تصور ٹلتا نہیں ہے اس کا
شب ہائے ہجر میں بھی ہم اس کے رو بہ رو ہیں

---

شغل یہ ہاتھ اسیروں کے نیا آیا ہے
ذکر بے رحمی صیاد کیا کرتے ہیں
تیری تصویر سے بہلاتے ہیں ہم دل اپنا
دل نا شاد کو یوں شاد کیا کرتے ہیں

---

ہم جن بتوں کے خاطر زنار باندھتے ہیں
وہ قتل پر ہمارے ' تلوار باندھتے ہیں

---

بیدار ہیں طالع انہیں لوگوں کے جو ہر گز
پاؤں پہ ترے رکھ کے سر اپنا نہ اٹھائیں

---

رنگ رونے کا ' ہم اس شوخ کو دکھلادیں گے
آکے چمکا جو کرٹي لخت جگر آنکھوں میں

---

"مصحفي" شہر سے دل سخت بہ تنگ آیا ہے
قصد ہوتا ہے کہ اب چل کے بیاباں دیکھوں

---

نہ ہر دم ہر گھڑی اس ذلت وخواري پہ روتا ہوں
میں ہوں آزردہ دل اپنے گرفتاري پہ روتا ہوں

---

اس کا پیچھا چھوڑتا ہے یہ دل بسمل کہاں
ہاتھ سے جاتا ہے اپنے دامن قاتل کہاں
میرے رہنے کي جگہ یہ ہستي فانی نہیں
چھوڑ کر مجھ کو گئي یہ ہستي باطل کہاں

---

نہ طاقت ہے کہ اُس کي بزم سے اٹھ کر میں گھر جاؤں
نہ مقدور اس قدر مجھ کو کہ قرباں ہو کے مر جاؤں
ترحم ہے ضرور اے باغباں احوال پر میرے
بھلا اڑ کر کہاں گلشن سے میں بے بال و پر جاؤں

---

دیکھا جو اس کو غش کیا، اب کیا مرے دل کو خبر؟
ساقی کہاں! مے کس طرف؟ مجلس کدھر؟ جاناں کہاں؟

---

کیا جانیئے چمن میں کیا تازہ گل کھلا ہو
آئے تھے آگ رکھ کر ہم اپنے آشیاں میں

---

تھوڑی سے قید بھي هے نازک تنوں کو زنداں
فریاد کر رها هے حسن اس کا پیرهن میں

---

یاس سے دیکھ رها هے جو رخ قاتل کو
کچھ تو ملتا هے مزا تیغ تلے بسمل کو

---

اے "مصحفی" اک طرفہ خطا مجھ سے هوئي هے
روٹھا هوں میں جس سے وہ مناتا نہیں مجھ کو

---

گل پوش وہ آئے هیں جلانے مرے دل کو
لو اور لگے آگ لگا نے مرے دل کو
پیری میں بھي باقي هے حسینوں کی محبت
اک روگ لگایا هے خدا نے مرے دل کو

---

اس نور تجلی میں هیں، سب برق کے انداز
سو بار کرے جلوہ تو سو بار نہاں هو

---

لا اے صبا اڑا کے کوئی برگ گل ادھر
تسکین طایران گرفتار کچھ تو ھو

---

آئي بہار حسرت دل اب نکال دو
بلبل پھڑک پھڑک کے قفس توڑ ڈال تو
فتنے سے کہہ رھي ھے تري شوخئے خرام
میں سیر کو چلوں مرا دامن سنبھال تو

---

نہیں افلاس میں اب کوئي شناسا میرا
رنج غربت نظر آتا ھے وطن میں مجھ کو

---

آپ آئے ھیں ھمیں رخصت اگر کرنے کو
ھم بھي آمادہ ھیں دنیا سے سفر کرنے کو

---

ھم کہاں اور تماشائے رخ یار کہاں
حوصلہ چاھئے کچھ اس پہ نظر کرنے کو
زھر کا جام پلانے سے ھمیں کیا حاصل
اک نگہ کافي ھے سو ٹکڑے جگر کرنے کو
"مصحفي" یوں تو سبھي شعر و سخن کہتے ھیں
چاھئے لطف سخن دل میں اثر کرنے کو

---

اے شوق سفر اس کي خبر ھم کو بھی کرنا
گر یاں سے کوئی قافلہ جاتا ھو کہیں کو

---

سرگشتہ میری طرح جو رہتا ہے آسماں
ڈر ہے مجھے کہ اس کو تری جستجو نہ ہو
تیرے ہی ذات سے تو ہے وابستہ یہ طلسم
ہستی کہاں ہماری اگر ہم میں تو نہ ہو
مارے حیا کے خاک ہی میں تو تو مل گیا
اتنا بھی "مصحفی" کوئی بے آرزو نہ ہو

---

اے دل کہاں تلک یہ گراں جانیاں تری
چل دور ہو کہیں مری چھاتی کی سل نہ ہو

---

یہ کس نے مرے حق میں دعا کی تھی الٰہی
عاشق ہو تو اس کی نہ شب ہجر سحر ہو

---

ساتھ لے جائے کہاں عشق کی رسوائی کو
گور بھی تنگ ملی ہے ترے سو دائی کو
اپنے کوچے سے قدم پھر نہیں بڑھنے دیتی
حیرت حسن تری ' پائے تماشائی کو

---

تختہ ہو چمن کا ' مرا ہر تختۂ دامن
دامن میں اگر جمع کروں لخت جگر کو

---

حلقۂ بزم کی زینت تو رہی ہے تم سے
تم جہاں بیٹھے ہو مانند نگیں بیٹھے ہو

---

اے ناصحو کچھ فکر کرو چاک جگر کی
بیہودہ مرے چاک گریباں کو نہ چھیڑو
رہنے دو پڑا "مصحفی" خاک پہ سر کو
اس غمزدۂ بے سر و ساماں کو نہ چھیڑو

---

کہتا ہے یہی تجھ سے ترا حسن ہمیشہ
اے برق جہاں سوز کہیں پردہ نشیں ہو
گہہ دیر میں جاتا ہوں، گہہ آتا ہوں حرم میں
پر دل کی تسلی نہ یہیں ہو نہ وہیں ہو

---

میں تو سمجھوں گا جو سمجھاتے ہو مجھ کو ناصحو
لیکن ان دزدیدہ نظروں کو بھی سمجھایا کرو

---

ہم سے کیا منھ کو چھپائے ہوئے تم جاتے ہو
ہم نے پہچان لیا منھ نہ چھپاؤ جاؤ

---

دل تو بہت قریب ہے کر لیں گے سجدہ ہم
کعبہ جو ہم سے سیکڑوں فرسنگ ہے تو ہو

---

پردہ اٹھے یا نہ اٹھے اس کے چہرے سے' مگر
یہ حجاب چشم' یارب! درمیاں سے دور ہو

---

یاد آئي جو تری زلف پریشاں' مجھ کو
صبح تک نیند نہ آئي شب ہجراں مجھ کو
میں جو کچھ ہوں سو ہوں' کیا کام ہے اُن باتوں سے
کوئی کافر کہے یا کوئي مسلماں مجھ کو

---

روٹھ کر بیٹھ رہوں میں وہ منانے آئیں
کاش اتنا مجھے مقدور شکیبائي ہو

---

علاج دل کا مرے ہے اگرچہ صبر و شکیب
میں کیا کروں جو مرا' دل پر اختیار نہ ہو
چلا ہے شوق مجھے لے کے آج اس کي طرف
بڑا مزا ہو اگر دریچہ پردہ دار نہ ہو
گلي گلي ہے مرا اب تو ''مصحفي'' چرچا
کسي کا راز نہاں یارب آشکار نہ ہو

---

کیا ''مصحفی'' میں سعی کروں روز گار میں
تقدیر گھونٹتي ہو جو تدبیر کا گلو

دل نہ سمجھو کہ فرشتوں نے جلانے کے لئے
رکھ دیا ہے مرے پہلو میں اک انگارے کو

---

کب تک شب فراق میں دل دردمند ہو
یارب شتاب صبح کا تارا بلند ہو

ایسا نہ ہو کہ اس میں پڑ جائے پیچ کوئی
انگڑائی لے کے نا حق بل دیتے ہو کمر کو

خون ناحق ہوں، وہ کس طرح سے کھوئے مجھ کو
رہوں گردن پہ میں، دامن سے جو دھوئے مجھ کو

---

رہا ہے گل سے افزوں بیم تاراج خزاں مجھ کو
بنانا ہی نہ تھا ایسے چمن میں آشیاں مجھ کو
میں تھا ہمدرد اس کا پاس مجنوں ہی کے لے جاتا
اگر لیلیٰ کے ناقے کا بناتے سارباں مجھ کو
نگاہوں میں بہار گل کو میں تو، لوٹ لیتا ہوں
بھلا کیا رخصت سیر چمن دے باغباں مجھ کو
پڑا ہوں شاخ سے گر کر میں برگ زرد کی صورت
خدا جانے کہاں لے جائے اب باد خزاں مجھ کو

رہا کچھ آسرا رستہ میں منزل پر پہنچنے کا
نظر آتی رہی جب تک کہ گرد کارواں مجھ کو

---

باغباں ہم سے تو آزردہ عبث ہوتا ہے
کرنے آئے ہیں فقط سیر گلستاں ہم تو
اب کی گر فصل گل آئے تو یہ نذر جنوں
گل سے مانگیں گے نیا چاک گریباں ہم تو

---

شاید اس کے حسن میں باقی ہے آرایش ہنوز
روز محشر پر جو رکھا وعدۂ دیدار کو
یہ جوانی کھو کے، یوں پیری میں غفلت بڑھ گئی
صبح کو آتی ہے جیسے نیند شب بیدار کو

---

زلف کا بوجھ یوں کمر پہ نہ ڈال
زلف کو دیکھ اور کمر کو دیکھ
اس قدر بھی بلند پروازی
اے پتنگ اپنے بال و پر کو دیکھ
"مصحفی" یہ ستم نہ کر ناداں
خط نہ دے اپنے نامہ بر کو دیکھ

---

جاتا ہے لئے اشک مرے لخت جگر کو
اور مجھ سے یہ کہتا ہے مرے نامہ بری دیکھ

---

آنکھ ان کو نہیں ' شناخت کہاں
لوگ کچھ سمجھے ہیں' خدا ہے کچھ

---

محبت ہے ترے خیال کے ساتھ
ہے ہجر مگر وصال کے ساتھ

---

شیخ تو کعبہ کو جا! جاؤں میں بت خانے کو
کہ تری راہ ہے وہ اور مری راہ ہے یہ
"مصحفی" سے جو یہ کہتے ہو کہ اٹھ جا در سے
اٹھ کے جائے گا کہاں بندۂ در گاہ ہے یہ

---

جو آشنا ہے اس سے ہے نا آشنا وہ شوخ
اور آشنا اگر ہے تو نا آشنا کے ساتھ

---

ساقی! گلے میں اس کے' مرے ہاتھ ڈال دے
اور نام اس شبیہ کا رکھ پیار کی شبیہ

---

نہ یار ہے ، نہ کوئی آشنا ہے ، میرے ساتھ
خدا کے ساتھ ہوں میں اور خدا ہے میرے ساتھ

---

زمانے کا چلن یکساں نہیں کچھ
کہیں کچھ ہے، کہیں کچھ ہے، کہیں کچھ
مرا جی تو بھلا بہلے کوئی دم
اسی کا ذکر کر اے ہم نشیں کچھ
غرض دونوں جہاں سے ہم ہیں آزاد
غم دنیا نہ ہم کو فکر دیں کچھ
اگر اے "مصحفی" ہو قصد تیرا
تو دور اتنا نہیں عرش بریں کچھ

---

نہ شریعت، نہ طریقت، نہ حقیقت، نہ مجاز
کون کافر مجھے کہتا ہے مسلمان ہے یہ

---

آنکھیں نہ چرا مجھ سے مري جان ادھر دیکھ
اے میں تري ان آنکھوں کے قربان ، ادھر دیکھ

---

مرگئے پھر بھی ہیں کھلی آنکھیں
اپني عاشق کا انتظار تو دیکھ
مجھ کو کیا دیکھتا ہے قتل کے بعد
اپني شمشیر آبدار تو دیکھ

---

روز کي خارا تراشي سخت مجبوري هے يه
عاشقي کاهے کو هے فرهاد ! مزدوري هے يه

---

رات آگيا کدھر سے يه کم‌بخت محتسب
سيشے ميں ميرے دل کو بھي توڑا سبو کے ساتھ
قربانياں عيد کے همت کا هوں غلام
کرتے هيں سر کٹا کے مروت عدو کے ساتھ

---

داغ جگر سوختہ ميرے جو يه هيں
چمکيں گے شب گور ميں انجم سے زيادہ

---

نامه بھيجا جو اُسے اس نے اڑائے پرزے
ديکھئے هے ابھی قسمت ميں لکھا کيا کيا کچھ
کان رکھ کر تو ذرا "مصحفی" اک بار تو سن
آتی هے دل کی دھڑکنے کي صدا کيا کيا کچھ

---

کل سوئے غير اس نے کئي بار کي نگاہ
لاکھوں ميں سچ هے چھپتي نہيں پيار کی نگاہ

---

مل گئے خاک ميں ايسے کہ نشاں تک نہ رہا
پھر کوئي خاک کرے گور غريباں په نگاہ

---

آرزو ہے ترے دیدار کی ایسی کہ مدام
آنکھیں رہتی ہیں لگی روزن دیوار کے ساتھ
قصۂ کوتہیٔ عمر جو چھیڑا اس نے
شمع بھی روئی سحر تک ترے بیمار کے ساتھ

---

جتنی الفت زیادہ ہوتی ہے
دل کی حسرت زیادہ ہوتی ہے
دیکھتا ہوں جو تیری صورت کو
مجھ کو حسرت زیادہ ہوتی ہے

---

گرچہ بیزار ہے وہ مجھ سے مگر دھوکے میں
کچھ ہنسی اس کو مرے نام پر آجاتی ہے

---

کیا حور کا مذکور تو کرتا ہے ہمیشہ
خاموش ہو زاہد ہوس حور کسے ہے

---

اتنا بھی حقارت سے بتو ہم کو نہ دیکھو
اک دل تو ہے موجود اگر کچھ نہیں رکھتے

---

ہر ایک نے کھینچا ہمیں اپنی ہی طرف کو
ہم کش مکش گبرو مسلماں سے نہ چھوٹے

---

ترا شوق دیدار پیدا ہوا ہے
پھر اس دل کو آزار پیدا ہوا ہے

---

یہاں تک میں پھڑکا کہ کنج قفس میں
پروں کا مرے آشیانا ہوا ہے
ترے در پہ بیٹھا ہے گھٹنوں کو پکڑے
یہی "مصحفی" کو بہانا ہوا ہے

---

ہر حلقۂ زلف میں مرا دل
ہوتا ہے شکن شکن پہ صدقے

---

چمکا ہوا ہے فصل بہاري سے داغ دل
وہ بھي ہماري آگ پہ دامن جھٹک گئے

---

آئینہ خانے میں وہ جس دم گیا
آئینے خورشید نما ہوگئے

---

جاتا ہے مثل برق یہ سرپٹ اُڑا ہوا
کتني ! سمند عمر کي رفتار گرم ہے

---

وقت پیري، ہوس عشق بتاں کیا کیجئے
شرم آتي ہے کہ اب منھ سے فغاں کیا کیجئے

---

ہے نو بہار گلشن آفاق دیدنی

آنکھیں کبھي تو اے دل بے هوش کھول دے

---

اشک نے راہ چشم تر لی ہے

مصلحت کچھ تو دل سے کر لي ہے

جو بلا آسماں سے آئي ہے

هم نے وہ اپني جان پر لي ہے

دید رخ سے ہے باغ باغ نگاہ

کیسے پھولوں سے گود بھر لی ہے

تب ڈبویا ہے قہر خالق نے

جب گناهوں سے ناؤ بھر لي ہے

میں نے بازار حسن خوباں سے

مول اک حسرت نظر لی ہے

---

بے امتیازی چمن دهر کیا کہوں

اس بوستاں میں قدر گل و خار ایک ہے

ہے رنج و راحت ایک اسے جس کے کان میں

صوت قفس ترانۂ گلزار ایک ہے

---

مجھ کو وہ بدنصیب کہتے هیں

یہ بھی خوبی مرے نصیبوں کي

راہ عدم میں خاک ہوئے یا فنا ہوئے
یاران رفتہ آہ خدا جانے کیا ہوئے
اب آئینہ ہے اور بنانا ہے زلف کا
اچھا ہوا کہ تم بھی اسیر بلا ہوئے
کل تم کو آپ یاد کیا اس نے "مصحفی"
نالے شب فراق میں بارے رسا ہوئے

---

بات کہنا بڑہ کے کچھہ اچھا نہیں
اس میں عاشق کا گھٹتا جاتا ہے جی

---

پردے میں جو پنہاں ہے وہ پیدا نظر آئے
کھل جائے اگر آنکھہ ' تماشا نظر آئے
اے دل بگڑ اک روز تو اس دشمن جاں سے
تا دوستی مردم دنیا نظر آئے

---

یہ گم ہوے ہیں خیال وصال جاناں میں
کہ گھر میں پھرتے ہیں ہم اپنی جستجو کرتے
ملا نہ "مصحفی" اس فتنہ زماں کا سراغ
تمام عمر ہوئی ہم کو جستجو کرتے

---

چمن ہے سبزہ ہے ساقی ہے اور ہوا بھی ہے
جو یار ایسے میں آئے تو کچھہ مزا بھی ہے

میں اعتماد کروں کس کی آشنائی پر
کوئی کسی کا زمانے میں آشنا بھی ہے
دعا لکھی ہے اسی خط میں، میں نے کوئی بضرور
اگر پڑھے تو دعا بھی ہے مدعا بھی ہے

---

کیوں نہ دیکھوں کہ بنائی ہے صنم
صورت ایسی ہی خدا نے تیری
"مصحفی" عشق کا اب نام نہ لے
جان رکھی ہے خدا نے تیری

---

مجھ کو پامال کر گیا ہے یہی      یہ جو دامن اٹھائے جاتا ہے

---

آیا تھا میں سجدے کو ترے، ملک عدم سے
سر سائے کے مانند اٹھایا نہ قدم سے

---

دیں اس نے گالیاں مجھے جس وقت اس گھڑی
کچھ ہو سکا نہ غیر دعا میرے ہاتھ سے

---

نہ تو یہ آہ ہی ہم دوش اثر ہوتی ہے
نہ شب ہجر ہی کم بخت سحر ہوتی ہے

---

واں بار یاب جلوہ اسی کی نگاہ ہو
آنکھوں سے اپنی جو کوئی پردہ اٹھا سکے

---

جی سے تجھے چاہ ہے کسی کی
کیا جانے کوئی کسی کے جی کی
رونے پہ میرے ہنس رہے ہو
یہ کون سی بات ہے ہنسی کی

---

شاہد رہیو تو اے شب ہجر
جھپکی نہیں آنکھ "مصحفی" کی

---

محشر کے دن وہ آنکھ نہ کھولیں گے خواب سے
جو پاؤں تیرے کوچے میں پھیلا کے سو رہے

---

تن میں میرے، فقط اک دم کی ہوا باقی ہے
استخواں رہ گئے ہیں اور تو کیا باقی ہے

---

ہرگز در اس کا وا نہ ہوا ہم سے سیکڑوں
سر پھوڑ پھوڑ کر پس دیوار مرگئے

---

پھنس کے ہیں زیر دام ہم ایسے کہ اب ہمیں
خنجر تلے تڑپنے کی طاقت نہیں رہی

---

رکھتا ہے مجھے قید بلا میں یہ ہمیشہ
دل مجھ کو نہیں ، جان کا جنجال دیا ہے
اے "مصحفی" اس شوخ کی باتوں پہ نہ جانا
اس نے تو ہزاروں کو یونہیں ٹال دیا ہے

---

تنہائی زلف رسا ساتھ ہے — جہاں جاؤں میں یہ بلا ساتھ ہے
اسیر بلا پھر یہ ہوتا ہے کیوں — جو بندے کے ہر دم خدا ساتھ ہے
اگر اڑ کے جائے تو اے مشت خاک — چمن تک تو باد صبا ساتھ ہے
امید اس سے خلوت کی کیا ہو مجھے — ہر اک آدمی کی قضا ساتھ ہے

---

پھروں تری تصویر کو دیکھا شب فرقت
مجبوری میں یوں حسرت دیدار نکالی
جب خاک میں ہم مل گئے تب دیکھنے آئے
رفتار نکالی تو یہ رفتار نکالی

---

دل جا چکا مرا ابھی ہوش و حواس ہیں
پر دیر کیا ہے آج گئے خواہ کل گئے

---

کیا جانیے ؟ اکسیر کہ عنقا ہے ، یہ کیا ہے
ملتی نہیں ، جو چیز زمانے میں وفا ہے

بے طرح نظر ہے، طرف آئینہ تیری
ڈرتا ہوں تری آنکھ کہیں تجھ سے نہ لڑ جائے

---

دل دھڑکنے کا یہ عالم ہے کے بے منت دست
پرزے ہو ہو کے گریبان اُڑا جاتا ہے

---

ہر لحظہ زلف اس کی دل مانگتی ہے مجھ سے
کافر نے کس بلا کو پیچھے لگا دیا ہے

---

نہ وہ راتیں، نہ وہ باتیں، نہ وہ قصہ کہانی ہے
سر بستر فقط ہم، یا ہماری ناتوانی ہے
بھلا میں ہاتھ دھو بیٹھوں نہ، کیوں کر جان سے اپنی
کہ چلنے میں تمہارے، موج دریا کی روانی ہے

---

ہر چند کے ہے ہوش ربا صورت شیریں
دیکھے تری صورت کو اگر، جان نکل جائے

---

وعدہ قتل پہ رکھتا ہوں میں دل شاد اپنا
کہ اسی وعدے میں اک وعدۂ دیدار بھی ہے
مجھ سے کہتا ہے کہ گلیوں میں لئے پھر ہردم
دل بد بخت ترا کوئی خریدار بھی ہے

---

شرم آتي هے اب اٹھ کر یاں سے کیا گھر جائیے
بیٹھے بیٹھے آستاں یار پر مر جائیے

---

سنا هے آگ لگی هے چمن میں هم نفسو !
خبر تو لے کوئي بلبل کے آشیانے کي
گلہ نہ کیجئے یاروں کی بے وفائي کا
کہ ان دنوں یہی تاثیر هے زمانے کی

---

اے ساکنان کنج قفس آئي هے بہار
ایسے میں تم بھی دھوم مچاؤ تو خوب هے

---

هزاروں مومن و کافر سجود میں هیں یہاں
بتوں کے گھر میں جو دیکھا تو اک خدائی هے

---

حسرت پر اس مسافر بے کس کے روئیے
جو رہ گیا هو بیٹھ کے منزل کے سامنے

---

کبھی در کو تک کے کھڑے رهے ' کبھي آہ بھر کے چلے گئے
ترے کوچے میں جو هم آئے بھي تو ٹھہر ٹھہر کے چلے گئے

---

بے لاگ هیں هم ' هم کو لگاوٹ نہیں آتی
کیا بات بنائیں کہ بناوٹ نہیں آتي

---

مثل آئینہ فقط وہ ہے اور اک حسرت ہے
عاشق بے سروپا کی بھی عجب صورت ہے
مجھ کو اے دوست جو چاہے تو ملادے تجھ سے
میں تو عاجز ہوں پر اللہ میں سب طاقت ہے

---

ہزاروں حوادث ہیں تا زندگی ہے
یہی زندگی ہے تو کیا زندگی ہے
چھپا منھ نہ ہم سے کہ مر جائیں گے ہم
مسیحا ترا دیکھنا زندگی ہے
تری بے وفائی کا شکوہ کریں کیا
خود اپنی یہاں بے وفا زندگی ہے

---

سفر اس دل سے کر گئے غم و درد
یار سونا مکان چھوڑ گئے

---

بلبل نے اشیانہ جب اپنا اٹھا لیا
پھر اس چمن میں بوم بسے یا ھما بسے

---

میری اس کی جو سر راہ ملاقات ہوئی
منھ کیا اس نے ادھر، آہ ادھر میں نے کی

---

بام پر آکر جو شب' وہ کچھہ اشارا کر گئے
کیا کہیں بس کام ہی آخر ہمارا کر گئے

---

سوزن کا ہے نہ کام نہ ناخن کی ہے جگہہ
کیوں کر مژہ کی پھانس جگر سے نکا لئے

---

ہے درد عشق اس کا مداوا کروں میں کیا
اس کا علاج ہي نہیں جو دل کي چوٹ ہے

---

بے قراری اور بھی دل کو اگر ہو جائے گي
مجھہ کو یہ ڈر ہے کہ پھر اس تک خبر ہو جائے گي
تجھہ سے اے آہ سحر مجھہ کو توقع تھي بڑي
یہ نہ جانا تھا کہ تو بھي بے اثر ہو جائے گي
بیکسي پر رحم آتا ہے کہ گر میں اٹھہ گیا
پھر کہاں اس کا ٹھکانا در بہ در ہو جائے گي
وصل کی شب کو میں اپنے دل میں سمجھا تھا دراز
یہ نہ جانا تھا کہ باتوں میں سحر ہو جائے گی

---

سیلاب اشک' میري آنکھوں سے پھوٹ نکلا
کوئی کدھر سے رو کے کوئی کدھر سے باندھے

---

نسیم صبح ' چمن سے ادھر نہیں آتي
ہزار حیف کہ گل کی خبر نہیں آتی

---

اٹھتے ہوئے بالیں سے مري' رات مسیحا
بولا کہ خدا کے ہے یہ بیمار حوالے

---

دل دو دو ہاتھ سینے میں اچھلا کیا مرا
کیا کیا شب فراق میں صدمے گذر گئے

---

تنہا نہ آسمان کي متي خراب ہے
عالم میں اک جہان کی متی خراب ہے
لیلی کي جستجو میں ہے کتنا تباہ قیس
صحرا میں اس جوان کی متی خراب ہے

---

خدا یا صبر دے دل کو کہاں تک راہ میں اس کي
دھرے زانو پہ سر بیٹھا رہے دو دو پہر کوئی

---

از بس کہ ترے حسن میں تھا مہر کا عالم
دم بھر نگہہ طالب دیدار نہ ٹھہری

---

دیکھا اسے آہ ہم نے کرلي حسرت کی نگاہ ہم نے کرلي
نخوت سے جو کوئي پھر آیا کج اپنے کلاہ ہم نے کرلی

---

کھاتا ہوں میں غم، پر مری نیت نہیں بھرتی
کیا غم ہے مزے کا کہ طبیعت نہیں بھرتی

---

کارواں دور ہوا، پاؤں تھکے، جی ہارا
کون اب منزل مقصود کو پہنچائے مجھے

---

خار صحرائے جنوں! دست درازی سے تری
چاک جاتے ہیں گریباں کو مرے داماں کے

---

غم میں تیرے، راحت و آرام سے جاتے رہے
گھل گئے ایسے کہ ہم ہر کام سے جاتے رہے

---

دریا میں کل نہا کر، اس نے جو بال باندھے
ہم نے بھی دل میں اپنے کیا کیا خیال باندھے

---

نہ پہنچو گے منزل پہ تم "مصحفی"
گیا دور اب کارواں، بیٹھئے!

---

شب اٹھ کے محفل جاناں سے اپنے گھر کو چلے
مگر یہ کچھ نہیں معلوم ہم کدھر کو چلے

---

اے دیدہ ! شرط گریہ ہے ابر بہار سے
اتنا تو کیجیو کہ مری آبرو رہے

---

فغاں، میں جاں گسل کرتا ہوں لیکن
نہیں سنتا مرا صیاد، میری

---

خفتگان خاک کی مجھ کو فراغت پر ہے رشک
سوتے ہیں کیا چین سے یہ، پاؤں پھیلائے ہوئے

---

کس ناز کا آنا ہے کس قہر کا جانا ہے
صدقے ترے آنے کے قرباں ترے جانے کے

---

بس کہ سر رگڑا کیا میں استان یار پر
ماہ نو کی طرح صرف سجدہ پیشانی ہوئی

---

مقتل میں تم جو آئے ہو کشتوں کو دیکھنے
اپنے شہید ناز کو پہچان لیجئے
مشکل نہیں ہے یار کا پھر وصل "مصحفی" !
مرنے کی اپنے جی میں اگر ٹھان لیجئے

---

اے "مصحفی" دل جس نے اُٹھایا ہے جہاں سے
اُٹھتے ہوئے وہ یہاں سے سبکبار اٹھا ہے

---

تیري محفل میں انھیں دخل نہیں ھے ورنہ
مہر و مہ آ کے یہاں آئینہ داري کرتے

دل کو دھڑکا ھے ' کہاں چین سے خواب آتا ھے ؟
رات کیا آتی ھے اک مجھ پہ عذاب آتا ھے

کوئی اے "مصحفي" اس سے یہ کہدے
دعا دیتا تجھے سائل گیا ھے

اھل بصر کی جلوۂ خالق پہ ھے نظر
صورت پرست ' محو تماشائے خلق ھے

مدت ھوئي کہ بیٹھے ھیں ھم انتظار میں
کیا جانے آتے آتے قیامت کہاں رھي
وہ تیر غمزہ ' دل سے مرے پار ھوگیا
جان ستم رسیدہ سلامت کہاں رھی

اچھي وھی رھے جو گلستاں میں مرگئے
حسرت نصیب ھم تھے کہ زنداں میں مرگئے
پہنچا نہ کام چشم کي گردش تلک دریغ
ھم اس کے ایک جنبش مژگاں میں مرگئے
نسبت درست کیجئے اب کس سے "مصحفي"
جو منتخب تھے گبرو مسلماں میں ' مرگئے

یہي حسرت رهی دل میں کہ کبھي ساقي نے
اپنے ہونٹوں سے لگا کر نہ دیا جام مجھے

---

اے ''مصحفی'' سمجھیں هیں هم اس شوخ کو غافل
آگاہ هے وہ خوب وفاداري دل سے

---

او دامن اٹھا کے جانے والے | هم تو بھي تو خاک سے اٹھالے
حلقے زلفوں کے تیرے رخ پر | اک ماہ هے اور هزار هالے
دل نے تو مجھے بہت ستایا | دشمن کے پڑے نہ کوئي پالے

---

اس تامل کا هوں کشتہ کہ ترا وقت خرام
پاؤں پڑتا هے کہیں، آنکھ کہیں پڑتي هے

---

هر اک رگ میں جو زخم نیشتر معلوم هوتا هے
مژہ کا تیرے رخ کچھ تو ادھر معلوم هوتا هے

---

افسانۂ عشق کس سے کہئے | اس بات میں درد سر بہت هے

---

اول تو قفس کا مرے در باز کہاں هے
اور هو بھی تو یاں طاقت پرواز کہاں هے

---

روک لو ہاتھ، آپ یہ بسمل کام اپنا تمام کرتا ہے

---

قصۂ غم کیا لکھوں دم بھر میں میں
اس کے لکھنے کو زمانہ چاہئے

---

اے عشق اب کی وہ تری تاثیر کیا ہوئی
شور جنوں کدھر گیا زنجیر کیا ہوئی
دیوانہ پن کا میرے جو کرتے نہیں علاج
تدبیر کرنے والوں کی تدبیر کیا ہوئی

---

نہ جھپکی، نہ جھپکی، ذرا آنکھ میری
یہ شب مجھ کو اختر شماری میں گذری

---

آتے ہوئے گلی سے تری، مثل گرد باد
ہم اپنی خاک آپ ہی برباد کرگئے

---

میں مرگیا پر اس نے میری طرف نہ دیکھا
ہاں جرم عاشقی کی تعزیر ہے تو یہ ہے
فرقت میں تیری اب تک جیتا رہا یہ مصحفی
ہاں سچ ہے ''مصحفی'' کی تقصیر ہے، تو یہ ہے

خاک بھی میری نہ پھونچی اس کے کوچے میں صبا
یوں گیا برباد میں مشت غبار افسوس ہے
ہم صفیران چمن نے باغ کی لوٹی بہار
ہم قفس ہی میں رہے فصل بہار، افسوس ہے

---

عاشق سے اپنے، قطع مروت نہ کیجئے
یہ بھی نہ کیجئے جو محبت نہ کیجئے

---

سلوک عاشق و معشوق کوئی کیا جانے
کسی کے ہاتھ سے آفت کسی کی جی پر ہے

---

آئے جو تیرے کوچے میں سوداگران عشق
تیرا تو کیا گیا وہی کچھ اپنا کھوگئے

---

گرم سخن تھے جن کی زباں ساری ساری رات
سو وہ چراغ صبح سے خاموش ہوگئے

---

کچھ خوب نہیں یہ خود نمائی
ہاں اے بت شوخ! ڈر خدا سے

---

ہمیشہ "مصحفی" ہم راہ راہ جاتے تھے
کل اس گلی میں جو پھونچے تو راہ بھول گئے

---

اس زلف کا اینٹھنا تو دیکھو
بے چہرے بھي پیچ و تاب میں ھے
اوٹھ "مصحفی" آفتاب نکلا
تو وقت سحر بھي خواب میں ھے

---

جب کہ پہلو سے یار اٹھتا ھے    درد بے اختیار اٹھتا ھے
"مصحفی" کو یہ ھے خیال ترا    سوتے سوتے پکار اٹھتا ھے

---

کاھے کو تیرے دام سے آزاد ھو کوئی
کیوں یاں سے اُڑئے ؟ کس لئے برباد ھو کوئي ؟
قاصد کوئي تم، کاھے کو بھیجوگے مرے پاس
نامہ تو وہ لکھے کہ جسے یاد ھو کوئي

---

اے صید فگن ! تیر نہ سینے سے مرے کھینچ
پیکان کے ھمراہ کہیں دل نہ نکل جائے

---

قد قیامت، خرام آفت ھے    وہ چھلا وہ تمام آفت ھے

---

کس نے دکھلائی انھیں چشم غضب کیا جانیئے
وہ جو جی اٹھے تھے پھر روز قیامت مر گئے

---

بیٹھ کر وہ جہاں سے اٹھتا ہے　　ایک فتنہ وہاں سے اٹھتا ہے
کشتۂ عشق یوں نہیں ہلتا　　مر کے کوئے بتاں سے اٹھتا ہے

---

خدا کے واسطے ہمدم ہمیں نہ چھیڑ اس وقت
کہ بیٹھے ہیں دل اندوہ گیں پہ ہاتھ دھرے

---

اے دل نہ خنجر، نہ تڑپ اتنا بھی دم لے
کیا کرتا ہے؟ قاتل کا کہیں ہاتھ تو تھم لے

---

لوگ کہتے ہیں محبت میں اثر ہوتا ہے
کون سے شہر میں ہوتا ہے، کدھر ہوتا ہے؟
نہیں معلوم کہ ماتم ہے فلک پر کس کا؟
روز کیوں چاک گریبان سحر ہوتا ہے

---

مانگی ہزار بار دعا پر نہ کچھ ہوا
ناچار اب دعا ہی سے ہم ہاتھ اٹھائیں گے

---

جوش گل سے ساکنان باغ کا عرصہ ہے تنگ
دیکھئے بلبل کا اس میں آشیاں کیوں کر رہے

---

سراغ قافلۂ رشک کیجئے کیوں کر
نکل گیا ہے یہ کوسوں دیار حرماں سے

---

ہے ماہ کہ آفتاب، کیا ہے؟
دیکھو تو تہ نقاب کیا ہے؟
سینے میں جو دل نہیں ٹھہرتا
یارب اسے اضطراب کیا ہے؟

---

جب جدا ہم سے یار ہوتا ہے  دل بہت بے قرار ہوتا ہے

---

فراغت میں بتوں کی صورت دل خواہ یاد آئے
پڑے جب کچھ مصیبت تب ہمیں اللہ یاد آئے

---

صاف بگڑا ہوا آتا ہے مرا آئینہ رو
آج کچھ اور ہی صورت ہے خدا خیر کرے

---

مگر بہار کے دن ہیں کہ خود بہ خود صیاد
قفس چمن کو اڑے جاتے ہیں اسیروں کے

---

طاقت گئی فغاں کی، دل اب آہ کیا کرے
کیا جانے رفتہ رفتہ تری چاہ کیا کرے

---

نگہ ناز پسیں کی بھی ہوس مت جائے
دل کم بخت میں ارمان نہ ہو اتنا بھی

---

کب بھلا کوچۂ قاتل میں گذر ہے سب کا
وهی جاتا ہے وہاں، جس کی قضا آتی ہے

---

آیا ہوں پھرتے پھرتے غنیمت مجھے سمجھو
کیا جانے پھر کدھر مجھے تقدیر پھینک دے

---

زندانئی الفت نے دھرے تیغ گلے پر
زنداں سے نکلنے کی یہ تدبیر نکالی

---

مقابل ہو یہ خورشید اس کے، کب اس کا یہ زہرا ہے
مگر دل سخت کرکے اک ذرا آئینہ ٹھہرا ہے

---

اک ذرا جنبش مژگاں کی روا دار نہیں
کس کی تصویر مرے دیدۂ دیدار میں ہے

---

تھی گرفتاری میں بھی اک لذت آسودگی
کیا کہیں ہم، کیسے پچھتائے نکل کر دام سے

---

ڈرتا ہوں، خوشامد سے وہ مغرور نہ ہوجائے
قتل اس کو کہیں غیر کا منظور نہ ہوجائے
مجنوں کو بہت ضعف ہے صحرائے جنوں میں
یہ جامہ دری سے کہیں معذور نہ ہوجائے
اس سے بھی محبت ہے مجھے دل سے زیادہ
رونے سے کہیں داغ جگر دور نہ ہو جائے

---

جہاں مجنوں پکارا بس وہیں در تک نکل آئی
صدا پہچانتی ہے آپ لیلیٰ اپنے سائل کی
ذرا خوابیدہ گان خاک کی بے ہوشیاں دیکھے
نہ کی ہو گر کسی نے سیر، بدمستوں کی محفل کی

---

ہستی کو مٹا اپنی جو ہے وصل کا طالب
پایا ہے پیمبر نے خدا بت شکنی سے
اسباب طرب جتنے تھے موجود تھے لیکن
ہمت مری سایل نہ ہوئی چرخ دنی سے

---

جان آنکھوں سے شب ہجر، بہ دقت نکلی
بعد اک عمر کے نکلی تو یہ حسرت نکلی
شکر کی جا ہے کہ منھ سے مرے مرتے مرتے
نزع کے دم بھی نہ اس بت کی شکایت نکلی
ایک نے حشر کے دن بھی نہ جگایا ہم کو
ہم نہ سمجھے کہ کدھر صبح قیامت نکلی

اس کي تصوير کو چھاتي سے لگايا هم نے
آہ کچھ طرز نگہہ سے وہ محبت نکلی

---

گرچہ سوبار مسيحا نے بلايا ہے ہمیں
آپ هم درد کا اپنے نہیں درماں کرتے

---

بندۂ خاکی جھکائے رکھ سر تسليم کو
طوق بار زندگي جب تک تري گردن پہ ھے
جاؤ اپنے اپنے گھر جو هو چکا وہ ہو چکا
حشر کا هنگامہ يارو کيوں ميرے مدفن پہ ھے

---

جو يہاں ھے وہ پھيلائے ہوئے پاؤں پڑا ھے
کيا گور غريباں بھي اک آرام کي جا ھے
کيوں آج هلا جاتا ھے دل بانگ جرس سے
کيا قافلے کے پيچھے کوئی آبلہ پا ھے

---

اس وقت تو چونک اُٹھتے جو تو قبر پہ آتا
رخصت همیں اتنی بھي نہ دي خواب عدم نے

---

دست جنوں سرک کہ جب آئی ھے فصل گل
خود چاک ہوگئے ہیں گريباں سئے ہوئے

---

اک روز تیرے کوچے سے هم مرکے اٹھیں گے
بیٹھے هیں مصیبت کے یہ دن بھر کے اُٹھیں گے
چل چل کے جو رہ جاتا هے هر بار گلے پر
یہ ناز نہ هم سے ترے خنجر کے اُٹھیں گے
جس وقت وہ دیکھے گا تري چشم کا فتنہ
آگے نہ قدم فتنۂ محشر کے اُٹھیں گے

---

آبادي فضاے عدم هم سے خاک هو
کچھ ساتھ لے گئے نہ جہان خراب سے
ٹھوکر نے تیرے پاؤں کی اے فتنۂ زماں
چونکا دیا هے فتنۂ محشر کو خواب سے

---

نظر بد کا گماں مجھ کو سوئے کو کب هے
شب کو مُنھ کھول نہ اپنا کہ یہ آخر شب هے

---

اشک رنگیں کے سوا اور نہ کچھ هاتھ آیا
پھول هم چن کے یہ لائے چمن حرماں سے

---

پتھر میں بن گیا ستم روز گار سے
ٹوٹے گا آبلہ نہ مرا نوک خار سے
اس شعلہ رو سے گرم هے شاید کنار غیر
آتی هے بوئے یاس دل داغ دار سے

---

نہ غنچہ لائي، نہ گل، ارمغاں ھزار افسوس
ھمیں قفس میں نسیم بہار بھول گئي

---

واں باد صبا جائے، نہ قاصد کا گذارا
یاران عدم رفتہ کي کیوں کر خبر آئے

---

اے ''مصحفی'' کچھ یاں سے نہ لے جائے گا کوئي
حسرت ھي فقط سوئے عدم ساتھ چلے گی

---

ھوائے کوچۂ قاتل پہ جان جاتي ھے
بہار خلد بریں ھم کو کب خوش آتی ھے
دکھایا ھم کو جو پیری نے نیک و بد دیکھا
اب آ کے دیکھیئے تقدیر کیا دکھاتی ھے

---

جو کچھ شکستہ قفس کي بھی تیلیاں ملتیں
تو ھم انھیں کو خس و خار آشیاں کرتے
نہ دی فلک نے ھمیں فرصت اس قدر ورنہ
کسی طرح تو ترے دل کو مہرباں کرتے

---

مرے تو دل میں نہیں کچھ، پر اس میں ھوں مجبور
اگر زبان قلم سے گلا ٹپکتا ھے

---

لیلیٰ نے کہا دیکھ کے مجنوں کی نگاہیں
عاقل ہے یہ دیوانہ تو مجذوب نہیں ہے

---

ہے کچھ توسبب اس کا کہ مجھ تک نہیں آتی
وابستۂ زنجیر ہیں کیا پاؤں اجل کے

---

خواص دور بیں آئینہ دل میں ہے عاشق کے
نظر نزدیک ہی آتا ہے جو ہے دور آنکھوں سے
کہا تونے "نہ دیکھا کر مجھے" کیا عذر ہے مجھ کو
بجالاؤں گا تیرا حکم تا مقدور آنکھوں سے

---

شانہ اک لحظہ نہ ہوتا تھا جدا گیسو سے
چند دن ' ربط تھا واں آئینہ و زانو سے
ساتھ پیکاں کے مری جاں نکل آئی وہیں
تیر بے درد نے کھینچا جو مرے پہلو سے

---

"مصحفی" ہجر کبھی وصل کبھی ہوگا نصیب
یار باقی ہے تو تازیست ہے صحبت باقی

---

"مصحفی" کو بھیک اگر دیتے نہیں تو دو جواب
دیر سے کوچے میں وہ خانہ خراب اِستادہ ہے

---

"مصحفی" ھوں جوانی تو ھے مشکل لیکن
آپ کو وصل کی شب ھم نے جواں دیکھا ھے

---

وا حسرتا نصیب نے چونکا دیا وھیں
آئی نظر جو خواب میں صورت وصال کی
محتاج سے نہ پوچھو کہ کیا تجھ کو چاھئے
مرد فقیر آپ ھے صورت سوال کی

---

کچھ ایسا آنکھ لگتے ھی آرام آگیا
جو صبح حشر کو بھی نہ بیدار ھم ھوئے

---

شکل امید تو کب ھم کو نظر آتی ھے
صورت یاس بھي بن بن کے بگڑ جاتی ھے

---

شب، طبق میں آسماں کے بگڑے تھے میرے جو اشک
کچھ ثوابت بن گئے کچھ ان میں سیارے ھوئے
زخم سینہ پر نمک چھڑ کا کئے تا صبح دم
ھجر کی شب دشمن اپني نیند کے، تارے ھوئے

---

ھم کب سے چمن زار میں بے ھوش پڑے ھیں
معلوم نہیں گل ھے کدھر ؟ خار کدھر ھے ؟

پیچھے پھر کر دیکھتا ہوں بھاگتا ہوں آپ سے
اپنے سائے سے بھی مجھ کو اب تو وحشت ہوگئی
ہاے کعبے سے پھرا اب تک نہ ہرگز "مصحفی"
اس کو کیا جانیے وہاں کس بت سے صحبت ہوگئی

---

تو آکے بیٹھے دم نزع جس کی بالیں پر
وہ مر بھی جائے تو آنکھیں کبھی نہ بند کرے

---

کر سلوک اب تو گریبان سے اے دست جنوں
چاک اک جھٹکے میں تا دامن محشر پہنچے

---

اے "مصحفی" ہجراں میں کیا دل کو اذیت ہے
نے یار ہی ملتا ہے نہ جاں نکلتی ہے

---

مانی اُن ابروؤں کی تصویر کھینچتا ہے
خورشید پر دو دستی شمشیر کھینچتا ہے
رہنے دے، تا ہو، دل کو میرے ذرا تسلی
پہلو سے میرے ظالم کیوں تیر کھینچتا ہے

---

میں وہ نہیں ہوں کہ اس بت سے دل مرا پھر جائے
پھروں میں اس سے تو مجھ سے مرا خدا پھر جائے

شب فراق میں بچنا بشر کا ہے مشکل
یہ بات اور ہے آدمی ہوئی قضا پھر جائے

---

جگو یہ صدمہ ہے غم کے مارے، تو دل میں جوش ملال بھی ہے
تپ جدائی ترا برا ہو نہ چھیڑ! کچھ مجھ میں حال بھی ہے

---

شمع و شراب و شاہد و ساقی ہے رو بہ رو
کیا چاہے اور طالع بیدار سے کوئی
میں تم سے پوچھتا ہوں بھلا اس کا کیا علاج
پھر جائے وعدہ کر کے جو اقرار سے کوئی

---

مخمس بر غزل '' آصفی ''

جب سے ہوا ہے مجھ سے وہ پیماں شکن جدا
آتش میں تن جلے ہے جدا اور من جدا
ہو وے کسی طرح سے یہ رنج و محن جدا
صورت گراں! ہلاکم ازاں سیم تن جدا
سازید صورتے کہ نہ باشد ز من جدا
ہے بس کہ میری جان کو، تجھ سے جو اتحاد
تیرے سوا کسی کی نہیں میرے دل میں یاد
جب تک کہ میں ہوں اور ہے تو ہے یہی مراد
دور از رخت مباد مرا دیدہ بلکہ باد
مردم ز دیدہ، دیدہ ز سر، سر ز تن جدا

کی زندگی میں تجھ سے وفا میں نے گل بدن

ایسی کہ گل سے کر نہ سکے بلبل چمن

مرنے کے بعد بھی جو مرا خاک ہوگا تن

پیوند بگسلند سگت ز استخوان من

روزے کہ بند بند شود از کفن جدا

---

قصیدہ در معذرت اتہام انشا بہ جناب مرشد زادہ شہزادہ

مرزا سلیماں شکوہ بہادر

قسم بذات خدائے کہ ہے سمیع و بصیر

کہ مجھ سے حضرت شہ میں ہوئی نہیں تقصیر

سوائے اس کے کہ حال اپنا کچھ کیا تھا میں عرض

سو وہ بہ طور شکایت تھی آند کے تقریر

گر اس سے خاطر اقدس پہ کچھ ملال آیا

اور اس گنہ سے ہوا بندہ واجب التعزیر

عوض رپوں کے ملیں مجھ کو گالیاں لاکھوں

عوض دو شالہ کے خلعت بہ شکل نقش حصیر

سلف میں تھا کوئی شاعر نواز ایسا کب

جو ہے تو شاہ سلیماں شکوہ عرش سریر

مزاج میں یہ صفائی کہ کر لیا باور

کسی کے حق میں کسی نے جو کچھ کہ کی تقریر

مصاحب ایسے اگر کچھ کسی سے لغزش ہو

تو اس کے رفع کی ہرگز نہ کرسکیں تدبیر

اگر کریں تو پھر ایسی کہ نار طیش و غضب
مزاج شاہ میں ہو مشتعل بصد تشویر
سو تاب ذرہ کہاں نور آفتاب کہاں
کہاں وہ سطوت شاہی کہاں غرور فقیر
مقابلہ جو برابر کا ہو تو کچھ کہئے
کہاں دمیقی و دیبا' کہاں پلاس و حصیر
میں اک فقیر غریب‌الوطن مسافر نام
رہے ہے آٹھ پہر جس کو قوت کی تدبیر
مرا دھن ہے کہ مدح حضور اقدس کو
الست کے پھر میں یہ حرف ضمیمہ دوں تغیئر
یہ افترا ہے بتایا جو منصرف مجھ کو
یہ چاہے ہے کہ کروں شکوہ اس کا پیش وزیر
اگر وزیر بھی بولے نہ کچھ خدا لگتی
تو جاؤں پیش محمد کہ ہے بشیر و نذیر
شفیع روز جزا بادشاہ او ادنی
نہ کر وہ جرم پہ جس نے لکھی نہیں تعزیر
کہوں یہ اس سے کہ اے جرم بخش ہر عاصی
تیری غلامی میں آیا ہے داد خواہ فقیر
خطا ہو میری جوپہلے' تو کر اسیر مجھے
و گر عدو کی' پہنا اس کو طوق اور زنجیر
اگر چہ بازی "انشا" کے بے حمیت کو
رہا خموش سمجھ کر میں بازئی تقدیر
و لے غضب ہے بڑا یہ کہ اب وہ چاہے ہے
خیال میں بھی نہ کھینچوں میں ھجو کی تصویر

کیا میں فرض کہ میں آپ اس سے در گذرا
پھرے گا مجھ سے کوئی گرم و منتظر کا ضمیر
اور ان پہ بھی جو کیا میں نے تازیانہ منع
تو ہو سکے ہے کوئی ان کی وضع کی تدبیر
ہزار شہروں میں بیٹھیں ہزار جا پہ ملیں
پھریں ہمیشہ لئے جمع ساتھ اپنے کثیر
نہ مانیں تیغ سیاست ' نہ قہر سلطانی
نہ سمجھیں قتل کا وعدہ نہ ضربت شمشیر
مزاج ان کا تتھول اس قدر پڑا ہے کہ وہ
ہنسی سمجھتے ہیں اس بات کو نہ جرم کبیر
پھر اس پہ یہ بھی ہے یعنی کہ اس مقام کے بیچ
جو ہووے منشی تو کچھ نثر میں کرے تسطیر
فکیف جن کو خدا نے کیا ہو موزوں طبع
اور اپنے فضل سے بخشی ہو شعر میں توقیر
یہ کوئی بات ہے سو سن کے وہ خموش رہیں
ہوا ہے مصلحتاً گو کہ تصفیہ بہ اخیر
مگر یہ بات میں مانی کہ سوانگ کا بانی
اگر میں ہوں تو مجھے دیجے بدترین تعزیر
میں آپ فاقہ کش' اتنا مجھے کہاں مقدور
کہ فکر اور کروں کچھ بغیر آش شعیر
مرے حواس پریشاں بہ ایں پریشانی
ہو جیسے لشکر بہ شکستہ کی خراب بھیر

گر اس پہ صلح کی ٹھہری رہے تو صلح سہی
اگر ہو پھیر شرارت بشر ہوں میں بھی شریر
جو اب ایک کے یاں دس ہیں اور دس کے سو
نگاہ کرنی تھی اول بہ این قلیل و کثیر
حصول یہ ہے کہ جب کوتوال تک قضیا
گیا ہو از پے تہدید شاعراں شریر
تو کوتوال ہی بس ان سے اب سمجھ لے گا
یہ دم بہ دم کی شکایت کی ہے عبث تحریر
یہ وہ مثل ہے کہ جس طرح سارے شہر کے بیچ
بلند قامتی اپنی سے متہم ہو بعیر
سو مہتمم مجھے ناداں نے ہجو شہ سے کیا
قباحت اس کی جو سمجھے شہ اس کو دے تعزیر
ولے مزاج مقدس جو لاابالی ہے
نہیں خیال میں آتا خیال حرف حقیر
جو کچھ ہوا سو ہوا "مصحفی" بس اب چپ رہ
زیادہ کر نہ صداقت کا ماجرا تحریر
خدا پہ چھوڑ دے اس بات کو وہ مالک ہے
کرے جو چاہے جو چاہا کیا بہ حکم قدیر

# افسوس

شیر علی نام ' دھلی میں پیدا ہوئے - گیارہ برس کے سن میں اپنے والد کے ساتھ لکھنؤ گئے اور وھیں رہ پڑے '' میر حسن '' یا '' میر حیدر علی '' حیران یا دونوں کے شاگرد تھے ' عالم ' فاضل خلیق ' اھل دل اور منکسر مزاج آدمی تھے -

ڈاکٹر گلکرسٹ کی نظر انتخاب نے صاف اور سلیس اردو نثر کی کتابیں لکھوانے کے لئے زبان دانان ریختہ ' کی جو جماعت مقرر کی تھی اس میں '' افسوس '' ایک ممتاز درجہ رکھتے ھیں افسوس صاحب دیوان شاعر ھیں ان کے کلام میں عاشقانہ رنگ نمایاں ھے ان کی زبان صاف اور شستہ ھے اور بیان میں درد و اثر بھی ھے -

'' افسوس '' نے سنہ ۱۸۰۹ ھ میں انتقال کیا -

— —

# انتخاب

ملے ہے پانوں سے اپنے ' وہ لالہ رو ہردم
یہ مرتبہ تو دل داغ دار کا پہونچا
قفس سے چھٹنے کی امید ہی نہیں "افسوس"
حصول کیا ہے جو مژدہ بہار کا پہونچا

---

رات محفل میں ہر اک مہ پارہ گرم لاف تھا
صبح وہ خورشید رو نکلا تو مطلع صاف تھا

---

وہ بیوفا مجھے تو تک ایک آج مل گیا
پر اپنے اختیار سے "افسوس" دل گیا

---

جس کو تیر نگہہ لگا ہوگا ایک دم میں وہ مرگیا ہوگا

---

اس شعلہ وش کو دیکھ کے بیتاب ہوگیا
یارو بہہ دل تو تھا ہی پہ سیماب ہوگیا

دل ترے بھی آشنائی کا نہیں کچھہ اعتبار
بے وفاؤں سے رهي هے تجهہ کو یاری بیشتر

---

هنس کر کسي سے میں نے نه کي بات تجهہ بغیر
روتے هي آہ کٹ گئي یه رات تجهہ بغیر

---

پاؤں یه گڑے کے جوں نقش قدم پھر نه اٹھے
خاک میں مل گئے بیٹھے جو ترے در پر هم

---

کوچۂ یار میں رهتے تو نہیں اب، لیکن
بھولے بھٹکے کبھی اس راہ سے هو جاتے هیں

---

سچ هیں یه خود نمائیاں، حق هیں یه لن ترانیاں
شعلۂ طور بجھہ گیا، دیکھہ کے اس کے نور کو

---

هنستے هیں شب وصل میں هم اب تو، پر اک دن
اس شب کو بہت روئیں گے اور یاد کریں گے

---

صلاح جانے جو کچھہ اس سے کہیو اے قاصد
پیام کیا میں تجھے دوں نہیں حواس مجھے

خط کا جواب ایک طرف یہ نہیں اُمید
جوتا پھر آ کے مجھ سے مرا نامہ بر ملے
کچھ بات تم سے کہہ نہیں سکتے ہزار حیف
مدت میں تم ملے بھی تو غیروں کے گھر ملے

---

سینہ و دل کو ابھی رکھ دوں نشانے کے عوض
گر لگائے وہ ستم گر تیر اپنے ہاتھ سے
شکل اس میں کس کی ہے سچ سچ بتا "افسوس" تو
کیوں نہیں رکھتا ہے تو تصویر اپنے ہاتھ سے

---

عبث ہے سوچ تجھ کو نامہ بر' دے شوق سے مجھ کو
کوئی جھڑکی کوئی گالی' اگر اس کی زبانی ہے

---

نہیں جائیں گے اس مجلس سے ہم بے اس کے لے جائے
قسم اب کب اٹھاتے ہیں کہ ہم نے پانؤں پھیلائے

---

اس کے اٹھتے ہی جی پہ آن بنی
دیکھئے آگے کیا ہو وے

---

## نصیر

نام شاہ نصیرالدین ' دھلي کے رھنے والے ' ان کا خاندان فقر و تصوف میں مشہور تھا ' لیکن ان کی شہرت محض شاعری کی بنا پر ھے -

شاہ " نصیر " شاہ محمدي مائل کے شاگرد تھے ' طبیعت میں زور تھا ' چند دنوں کي مشق نے استاد بنا دیا ' شاہ عالم بادشاہ کے دربار میں رسائي تھی دربار شاھي سے کچھ علاقے جاگیر میں ملے تھے - اس لئے فراغت بھي حاصل تھی ' طلب مزید ان کو دوبار لکھنؤ لے گئی پہلي بار " مصحفی " اور " انشا " کا دور دورہ تھا ' دوسری بار " ناسخ " اور " اتش " کے نام کا ڈنکا بج رھا تھا اس لئے اِن کو وھاں فروغ نہ ھوا - لکھنؤ سے سیدھے حیدرآباد گئے ' یہ دیوان چندولال کي شہرت کمال پرستی کي کشش تھي ' وھاں اُن کی خوب قدر ھوئي -

چار مرتبہ حیدرآباد کا سفر کیا - آخر سنہ ۱۲۵۴ھ میں وھیں کي خاک کے سپرد ھو گئے -

شاہ نصیر کے یہاں الفاظ میں جس قدر شان و شوکت ھے معاني میں اتنی بلندی نہیں - ان کي طبیعت اس درجہ مشکل پسند تھي کہ سخت سے سخت زمین اور مشکل سے مشکل قافیہ اور ردیف اختیار

کرتے تھے اور اپنی قادرالکلامي سے هر خار زار کو گلزار بنا دیتے تھے - ان کے کلام میں دل‌نشیں استعارے اور نادر تشبیہیں کثرت سے ملتی ہیں -

شاہ نصیر فن شعر کے مسلم‌الثبوت استاد تھے - ان کے تلامذہ میں " حیا " " معروف " - اور " ذوق " مشہور هیں - ایک " ذوق " ہی اُن کي اُستادي کی ایسي یادگار تھے جو دنیاے شاعري میں همیشه باقي رهیگی -

---

# اِنتخاب

بے کلی کیوں کر نہ ہو وے اُس کی فرقت میں "نصیر"
عشق میں اس گل‌بدن کے دل ٹھکانے لگ گیا

---

دیر کیوں کرتا ہے پھر کیا جانئے کس کا ہو دور
ساقیا لب سے ہمارے تو لب ساغر لگا
آپ سے آئے نہیں ہم سیر کرنے باغ میں
لائی ہے باد صبا گلشن میں لپٹا کر لگا

---

نہیں اس دور میں ڈر ساقیا سنگ حوادث کا
بغل میں ہے بہ‌رنگ شیشہ تصویر' دل میرا

---

ہر جا متجلی ہے وہی پردۂ غفلت
اے معتکف دیر و حرم اٹھ نہیں سکتا

---

وائے اے شیشۂ دل سینے میں مانند حباب
ٹھیس سے اس نفس سرد کے تو ٹوٹ گیا

---

کعبہ سے غرض اُس کو' نہ بت‌خانے سے مطلب
عاشق جو ترا' ہے نہ ادھر کا نہ اودھر کا

---

صبا کیا آبرو ہو اُس کی جو ہووے تنک مایہ
چمن میں قطرۂ شبنم در مکنون نہ ٹھہرے گا

---

کیا ہوا' گر چشم تر سے خوں ٹپک کر رہ گیا
بادۂ گلگوں کا ساغر تھا چھلک کر رہ گیا

---

ساقیا دیکھ تو کیا عالم کیفیت ہے
جام گرداب ہے ' میخانے مئے ناب' حباب

---

موج صبا کہاں ہے یہ فصل بہار میں
مجنوں کے واسطے ہے سلاسل کا اضطراب

---

رات اس بت کا ہوا بوسۂ رخسار نصیب
جھوٹ بولوں تو خدا کا نہ ہو دیدار نصیب

---

دیکھا نہ تجھے ' رہ گئی دیدار کی حسرت
تا مرگ نہ نکلی ترے بیمار کی حسرت

صیاد قفس کو نہ اٹھا صحن چمن سے
باقی ہے ابھی مرغ گرفتار کی حسرت

---

مہر ہائے داغ سے معمور ہے سینہ تمام
رو برو اللہ کے جائیں گے ہم مصحف سمیت

---

دیوانہ میں وہ ہوں کہ سدا پاؤں سے میرے
سر اپنا اٹھاتی نہیں زنجیر لگا کر

---

سو مردے جلا دے ہے وہ اک جنبش لب سے
منکر کوئی اعجاز مسیحا سے ہو کیوں کر
حسن رخ دل دار ہے ہر جا متجلی
پنہاں یہ مرے دیدۂ بینا سے ہو کیوں کر
فردا تری فردائے قیامت سے نہیں کم
تسکین مجھے وعدۂ فردا سے ہو کیوں کر

---

خیال زلف میں ہر دم "نصیر" پیٹا کر
گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

---

دل صید ہوا تیری پریشان نظری سے
کرتا ہے خطا ہووے اگر تیر کو جنبش

---

کیوں نہ رکھے دانہ انگور کی تسبیح شیخ
لے گیا دامن کشاں مسجد سے میخانے کا شوق
حلقۂ چشم غزالاں خانہ زنجیر ہے
کھینچ کر لے جائے ہے صحرا کو دیوانے کا شوق

---

نہ تنہا اشک کے قطروں سے کچھ زیب گریباں ہے
یہ موتی ٹانکتا ہے دیدۂ نم ناک دامن تک
مکدر ہو کے وہ آئینہ رو جھٹکے ہے دامن کو
ہماری خاک پہونچی اڑ کے بھی کیا خاک دامن تک

---

کیا عدم کو سفر موسم بہار نے حیف
خزاں کے دوش پہ ہے آج گاهوارۂ گل

---

جو بات پیش آئی تھی سو پیش آ گئی
کیا دیکھیں تیرے کشتوں کے پیشانیوں میں ہم

---

کیوں نہ آنکھوں سے لگا کر میں پیوں اے ساقی
ہے رقم ساقی کوثر کا لب جام پہ نام
والہ و شیفتہ و زار و حزین و مجنوں
ہم کو کیا کیا تری الفت میں ملے نام پہ نام

---

اے باد صبا هم تو هوا خواه هیں تیرے
مشتاق هیں گل کے نه طلب گار گلستاں

---

تجھ سے کہا دیدهٔ و دانسته محبت کیجئے
آنکھ لڑتی هے کہیں، نامه و پیغام کہیں

---

آپ کا کون طلب گار نہیں عالم میں
ایک بنده هی گنهہ گار نہیں عالم میں

---

برقعهٔ آب‌رواں میں یه ترے، جالی نہیں
پڑ گئے هیں ناوک مژگاں سے روزن آب میں

---

پوچھے هے وه که کس طرح شیشه و جام کا هے ساتھ
کہه دے ملا کے چشم سے چشم کو ساقیا که یوں

---

چھلنی کانٹوں سے هوئے گو، مرے تلوے لیکن
دشت وحشت کی ابھی خاک چھنی خوب نہیں

---

"نصیر" دیکھ تو کیا جلوهٔ خدائی هے
همارے اس بت خانه خراب کے گھر میں

---

کیا کہوں تیرے بغیر اے ساقئی پیماں شکن
حلقۂ ماتم یہاں تھا دور ساغر رات کو

---

رکھتا ہے اور کیا دل ناشاد آرزو
ملنے کي ہے ترے ستم ایجاد آرزو

---

دم غنیمت ہے کوئي دم کي یہ صحبت ہم نشیں
تجھہ سے پھر ملنا خدا جانے ہمارا ہو نہ ہو

کر ذبح اسیران قفس کو کہیں صیاد
پرواز کی طاقت نہیں تا بام کسی کو
انصاف تو کر دل میں تک اے ساقی کم ظرف
خالی کوئي دیتا ہے بھلا جام کسی کو

---

وہ حسن بے حجاب اُس کا ہے ہر جا جلوہ گر لیکن
تري آنکھوں پہ غفلت کا پڑا ہے بے خبر پردہ

---

رفتہ رفتہ یار کے زانو تلک پہونچا دیا
آفریں ہے تجھہ کو اے تدبیر پشت آئینہ

---

جب رشتۂ محبت ساقی سے جوڑ بیٹھے
شیشے کو پھوڑ ڈالا ساغر کو توڑ بیٹھے

---

چشم سے پردۂ غفلت جو اٹھا دیکھیں گے
سب سے باہم تجھے اور سب سے جدا دیکھیں گے

---

اس قدر ہم نے کیا ہے تجھ کو یاد
ایک عالم کو ہماری یاد ہے

---

دیکھ لیتی جو اٹھاکر ترے کیا ٹوٹتے ہاتھ
لیلی ایسا تو نہ تھا پردۂ محمل بھاری

---

" نصیر " زیب مکان رونق مکیں سے ہے
فروغ خانۂ انگشتری نگیں سے ہے

# راسخ

شیخ غلام علی نام، آبا و اجداد دھلی کے رھنے والے تھے، عظیم‌آباد ( پٹنہ ) ان کا مولد ھے، اسی نسبت سے راسخ عظیم‌آبادی مشہور تھے - سنہ ۱۱۶۲ ھ میں پیدا ھوئے، سنہ ۱۲۲۱ ھ تک مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کرتے رھے - سنہ ۱۲۲۲ ھ میں اپنے وطن عظیم‌آباد میں واپس آئے، عظیم‌آباد اس وقت مرجع اھل کمال تھا، راسخ کی کافی عزت ھوئی، راسخ نے پہلے میر "گھسیٹا" عشق، فدوی، شرر سے اصلاح لی لیکن کچھ دنوں کے بعد جب خمخانۂ میر سے جرعہ نوشی کی تو آخر تک اسی رنگ میں مست رھے، "میر" کی شاگردی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے، جا بجا مقطع میں اس کا ذکر کیا ھے، مشہور ھے کہ "میر" نے "راسخ" کے اس شعر پر اصلاح دی تھی -

راسخ—مرتے دم ان کا ذکر جب آیا زبان پر
نیند آ گئی ھمیں تب اسی داستان پر

---

میر—تا خواب مرگ ذکر تھا ان کا زبان پر
نیند آ گئی ھمیں تو اسی داستان پر

راسخ کے کلام میں تصوف کا عنصر غالب ہے ' وہ خود سراپا کیف اور ان کا دیوان خم خانۂ کیفیات ہے "راسخ" صوفی منش ' بزرگ صفت سوز و گداز رکھنے والے شخص تھے ' موسیقی میں بھی دخل تھا ' کہا جاتا ہے کہ موسیقی سے متاثر ہو کر بیشتر غزلیں کہی ہیں ' تمام اصناف سخن پر قادر تھے - "راسخ" نے ۷۶ برس کی عمر پاکر وفات پائی -

# انتخاب

تمہارے آشنا کب خلق سے رکھتے ہیں آمیزش
انہیں تو آپ سے بھی ہم نے بیگانہ سدا پایا

دل بلبل نہ تنہا چاک ہے اس عشق کے ہاتھوں
یہ وہ ہے جس سے گل کے بھی گریباں کو قبا پایا

---

جب تجھے خود آپ سے بیگانگی ہو جائے گی
آشنا تب تجھ سے وہ دیر آشنا ہو جائے گا

---

لاگ اس پلک کی اتنی ہے معلوم ہے کہ آہ
کانٹا سا کچھ جگر میں ہے اپنے چبھا ہوا

---

شہادت گاہ خوں ریز محبت طرفہ جا دیکھی
کہ جو مقتول تھا یاں خنجر قاتل کا ممنوں تھا

---

جوانی ہنس کے کاٹی اب پلک پر اشک چمکے ہے
جو رات آخر ہوئی نکلا ستارہ صبح پیری کا

---

تھا جی میں کہ دشواری ہجر اس سے کہیں گے
پر جب ملے کچھ رنج و محن یاد نہ آیا

بےمدعا ہوں یہ بھی ہے اک مدعائے دل
اس قید مدعا سے نہ کوئی رہا ہوا

---

انتہائے عاشقی ہے شان معشوقی کہ ہم
صید جس صیاد کے تھے وہ شکار اپنا ہوا

---

دور میں اس کی مست آنکھوں کے
محتسب بھی شراب خوار ہوا

---

بگڑی جب سب سے، تب کچھ اُن سے
اسلوب بندھا موافقت کا

---

رخ زیبا دیا گل کو، دل بےصبر بلبل کو
اسے خنداں کیا پیدا، اُسے نالاں کیا پیدا

---

مدعا عالم سے اپنا ہی فقط دیدار تھا
دید کو اپنے یہ آئینہ اسے درکار تھا
دل سے آگے کیوں بڑھا تو اے طلب گار وصال
پھر ادھر ہی جا وہی گھر جلوہ گاہ یار تھا

شوق کي باتوں کا کس نامہ میں اظہار نہ تھا
ہم نے کب خط انہیں لکھا کہ وہ طومار نہ تھا

---

برسوں رہا ہے صدمہ کش اشک و آہ دل
یہ نسخہ ہے کچھہ آب زدہ کچھہ جلا ہوا

---

ہوا دیوانہ ہر فرزانہ تیرا    بہت فرزانہ ہے دیوانہ تیرا

---

مت پوچھئے مجھہ سے حال میرا    حیرت زدہ کیا بیاں کرے گا
جاں جسم پہ اب گراں ہے اے غم    کتنا مجھے ناتواں کرے گا

---

معمور طرب رکھے دل، دوست نے دشمن کے
آنکھوں کو محبوں کی آنسو سے بھرا رکھا

---

عقل والوں کے نہ آیا پیچ میں "راسخ" کبھو
یہ بھي اس کي ذي شعوري تھی کہ سودائی رہا

---

پیشتر تم تھے جہاں اب سبب تسکیں ہے
اس مکاں کے درودیوار کو دیکھا کرنا

---

ے تھے خواہاں مرے خرابي کے    میں اسي واسطے خراب رہا

---

دشمنی در پردہ کی، اے واے تم نے کیا کیا
آپ تو پردے میں بیٹھے اور همیں رسوا کیا

---

کب میرا خریدار ہو موجد وہ جفا کا
بندہ تو ہوں، ہے عیب ولے مجھ میں وفا کا

---

سونپا ہوا داغ ان کا تازہ ہی سدا رکھا
ہم نے اس امانت کو چھاتی سے لگا رکھا

---

گذرے جو وہ خیال میں تو ناز کی سی ہائے
یہ رنگ ہو کہ پھول ہو جیسے ملا ہوا

---

ہو ضبط آب، ٹوٹے ہوئے ظرف میں کہاں
دل چاک ہو گیا ہے جو آنسو رواں ہے اب

---

صورت ہمارے حال کی بگڑی سے دیکھ کر
قاصد نے ان کے آنے کی دل سے بنائی بات

---

زندہ ہے نام "میر" "راسخ" سے کوئی ہے شاعروں میں ایسا آج

---

کہاں کا دام فقط ہے تری نظر صیاد
جو چاہے صید ہوں ہم دیکھ تک ادھر صیاد

---

فلک تجھ سے خواہاں شاہی نہیں ہم
ہمیں کوچۂ یار کا تو گدا کر

---

اپنا بھی ماجرائے دل اک مرثیہ سا ہے
بےاختیار روتے ہیں لوگ اس بیان پر

---

ضبط گریہ تو ہے پر دل پہ جو اک چوٹ سی ہے
قطرے آنسو کے ٹپک پڑتے ہیں دو چار ہنوز
شیخ اس بت شکنی پر نہ ہو اتنا مغرور
تو نے توڑا نہیں اپنا بت پندار ہنوز

---

بازار جہاں میں کوئی خواہاں نہیں ہے تیرا
لے جائیں کہاں اب تجھے اے جنس وفا ہم

---

عموماً کاش مصحو جلوہ فرمائی نہ ہوتے تم
جگہہ دل میں مرے کرتے جو ہرجائی نہ ہوتے تم
تمہاری التفات خاص ہی وجہہ جنوں تھی یاں
تماشا ہم نہ بنتے گر تماشائی نہ ہوتے تم

---

جز داغ ہے کیا ؟ دل حزیں میں لالہ ہی اُگے ہے اس زمیں میں

---

اب اور لگا ہونے ایجاد گلستاں میں
راتوں کو لگا رہنے صیاد گلستاں میں

---

گھر سے کبھو کر در پہ اپنے بیٹھنے دیتے نہیں
تم جو کہتے ہو کہ جاؤ یاں سے میں اب جاؤں کہاں

---

اس کا ہر برگ آئینہ روے چمن آرا کا ہے
دیدنی ہے یہ چمن گر ہم نظر پیدا کریں
باوجود دل نظر آؤ نہ تم حیرت ہے یہ
آئینہ پاس اور ہم دیدار کو ترسا کریں
کچھ بھی کیفیت گراں میں ہو تو یہ سب خرقہ پوش
سبحہ و سجادہ رہن ساغر و صہبا کریں

---

"راسخ" علاقہ دل کا نہ ہو دل‌بروں کے ساتھ
تم اہل دل ہو حق میں مرے یہ دعا کرو

---

گردوں نے طرفہ قلب درد آشنا دیا ہے
یعنی ہمیں یہ شیشہ ٹوٹا ہوا دیا ہے
کتنی گراں بہا ہے پاؤں کی ان کے ٹھوکر
قیمت میں اس کی سر کو ہم نے جھکا دیا ہے

---

آہ عالم کي هم اس وضع سے حیران هوئے
دشت یاں شہر هوئے شہر بیابان هوئے
دم میں آزاد کیا قید سے هستی کی همیں
تیغ قاتل کے تو هم بندہ احسان هوئے

---

هوئے هیں هم ضعیف اب دیدني رونا همارا هے
پلک پر اپنی آنسو صبح پیري کا ستارا هے

---

غم شریف حرم کو یہ هے کہ حیف نہ گدائے شر اب خانہ هوئے

---

خواهشیں جمع تهیں دل میں سو کیا ان کو وداع
کوچ سے آگے هی سامان لٹایا هم نے

---

هوئے مغلوب شوق کار فرما آخر آخر هم
همیں تها اختیار آگے پر اب بےاختیاري هے
اٹها سکتے نہیں بے طاقتي کا بار بهی اب هم
هوئے هیں ناتواں ایسے کہ جینا تک بهی بهاري هے

---

اگر باب اجابت تک رسا اپنی دعا هوتي
تو جي میں تها کہ خواهان دل بے مدعا هوتے

---

## مثنوی "عشق"

اے عشق امام ہے تو میرا　　دین و اسلام ہے تو میرا

تو جان ہے جسم ناتواں میں　　ہووے جو نہ تو تو پھر کہاں میں

کپڑوں کے نہ بند میں رہا میں　　اس قید سے ہو گیا رہا میں

پوشش سے تو میں نے ہاتھ اٹھایا　　عریانی کو پیرہن بنایا

ہے طرفہ مزا تری جفا کا　　جی جانتا ہے مری وفا کا

شاہوں کی تباہی تونے چاہی　　کشکول بنائے تاج شاہی

تو عقل کے ہوش کھو سکے ہے　　جو چاہے سو تجھ سے ہو سکے ہے

# بیدار

نام میر محمدی، دہلی کے رہنے والے مولانا فخرالدین کے مرید اور مرتضی قلی خاں کے شاگرد تھے - اپنے استاد سے زیادہ مشہور ہوئے -

دہلی سے اکبرآباد چلے گئے تھے وہیں وفات پائی - صاف شعر کہتے ہیں، اور مضمون آفرینی کی کوشش کرتے ہیں ان کی غزلوں میں جا بجا تصوف کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے - فارسی کی دل آویز ترکیبیں استعمال کرتے ہیں -

---

## انتخاب

اشک سے سوز غم عشق مٹایا نہ گیا
شعلہ اس آگ کا پانی سے بجھایا نہ گیا

---

ایک بھی تار نہیں تا سر دامن ثابت
اس طرح چاک گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا
نظر آتی ہی نہیں صورت جاناں دل میں
عکس آئینے میں پنہاں نہ ہوا تھا سو ہوا

---

جو کچھ کہ تھا وظائف و اوراد ، رہ گیا
تیرا ہی ایک نام فقط یاد رہ گیا
کس کس کا دل نہ شاد کیا تونے اے فلک
اک میں ہی غمزدہ ہوں کہ ناشاد رہ گیا
" بیدار " راہ عشق کسی سے نہ طے ہوئی
صحرا میں قیس، کوہ میں فرہاد رہ گیا

---

طلب میں تیری اک تنہا نہ پائے جستجو ٹوٹا
کہ نایابی سے تیری تار تار آرزو ٹوٹا

کیا ہنگامۂ گل نے مرا جوش جنوں تازہ
اودھر آئی بہار، ایدھر گریبان کا رفو ٹوٹا

---

ہم خاک بھی ہوگئے پر اب تک جی سے نہ ترے غبار نکلا

---

کروں ہوں شاد دل اپنا ترے تصور سے
اگر یہ شغل نہ ہوتا تو کیا کیا کرتا

---

اس نے یاں تک کبھی گذر نہ کیا تونے اے آہ کچھ اثر نہ کیا

---

ہو گیا گرتے ہی تیری چشم سے دامن کے پار
اشک تھا "بیدار" یہ یا آگ کا پرکالہ تھا

---

نہیں رہا ہے کسی کے اب اختیار میں دل
کیا ہے قصد مگر تونے دل ربائی کا
جہاں ہو نقش قدم اُس کا دیکھ لو "بیدار"
کہ واں نشان ہے میری بھی جبہہ سائی کا

---

تھی جو رسوائی ہو چکی "بیدار"
پاس نا موس و ننگ کیا ہے اب

پھر سرنو سے بیاں کر ! اس کو تو اے قصہ خواں
بوئے درد آتی ہے مجھ کو تیرے افسانے میں آج
پھونک دی یہ آگ کس کے حسن بزم افروز نے
بحث چھڑے کی ہے باہم شمع و پروانے میں آج

---

ہوں میں پا بند الفت صیاد کب مجھے باغ و بوستاں ہے یاد

---

نہ تاب ہجر کی رکھتا ہوں نا امید وصال
خدا ہی جانے کہ کیا ہوگا اس کا آخر کار

---

آخر اے دل تونے دیکھا کیا ستم تجھ پر ہوا
ہم نہ کہتے تھے کہ ظالم اس سے مت کر اختلاط
آتش حسرت میں ہو جاتے ہیں لخت دل کباب
اُس لب مے گوں سے جب کرتا ہے ساغر اختلاط
دل سے اپنے وہ خبر دار اُس کی باتوں پر نہ بھول
بے سبب کرتا نہیں ہے وہ ستم گر اختلاط

---

اے شیخ تو اُس بت کے کوچے میں تو جاتا ہے
ہو جائے نہ یہ سبحہ' زنار خدا حافظ

---

دے تو اس ابر سیہ میں جام جلدی سے مجھے
دل بھرا آتا ہے میرا دیکھ کر صہبا کا رنگ

---

اس آئینہ رو کے ہو مقابل معلوم نہیں کدھر گئے ہم
گو بزم میں ہم سے وہ نہ بولا باتیں آنکھوں میں کر گئے ہم
پاتے نہیں آپ کو کہیں یاں حیران ہیں کس کے گھر گئے ہم

---

فتراک سے باندھ خواہ مت باندھ
اب تیرے شکار ہو گئے ہم

---

تیرے حیرت زدگاں اور کہاں جاتے ہیں
کھوئے گر آپ سے جاتے ہیں تو واں جاتے ہیں

---

ایک دم بھی نہیں قرار مجھے
اے ستمگار کیا کروں تجھ بن

---

انجمن ساز عیش تو ہے یہاں
اور پھر کس کی آرزو ہے یہاں

---

کون ہے کس سے کروں درد دل اظہار اپنا
چاہتا ہوں کہ سنو تم سو کہاں سنتے ہو

---

منھ نہ پھیرا کبھی جفا سے تری
آفریں دل کو، مرحبا دل کو

---

ھے زمانے سے جدا روز و شب سوختگاں
شام کہتے ہو جسے ھے سحر پروانہ

---

اپنے اوپر تو رحم کر ظالم    دیکھ مت بار بار آئینہ

---

" بیدار " چھپانے سے چھپتے ہیں کوئی تیرے
چہرے سے نمایاں ہیں آثار محبت کے

---

دریہ اے یار تیرے آ پہنچے    طپش دل نے رہ نمائی کی

---

اب تک مرے احوال سے واں بے خبری ھے
اے نالۂ جاں سوز ! یہ کیا بے اثری ھے
تیرا ھي طلب‌گار ھے دل، دونوں جہاں میں
نے حور کا جویا ھے نہ مشتاق پری ھے

---

ساقی نہیں ھے ساغر مے کي ھمیں طلب
آنکھیں ھی تیري دیکھ کے بے ھوش ھوگئے

---

تو نہ ہو وے تو اے مہ تاباں
چاندني رات خوش نہیں آتی

---

ربط جو چاهے هے "بیدار" سو اُس سے معلوم
مگر اتنا کہ ملاقات چلی جاتی هے

---

رخ تاباں سے تمہارے کہ هے خورشید مثال
در و دیوار سبھی مطلع انوار هوئے

---

نذر میں اُس شہہ خوباں کے کروں کیا "بیدار"
دل هے سو داغ هے' جاں هے سو غم اندوختہ هے

---

## سجاد

نام میر محمد "سجاد" اکبرآباد کے رهنے والے تھے - علم طب فن انشا ور طلسمات کے ماهر تھے "میر" نے ان کا شمار استادان فن میں کیا ھے اور لکھا ھے کہ ان کے کلام میں الفاظ کی بندش کا اهتمام زیادہ ھے تاهم معنی کی دل‌نشینی بھی موجود ھے - ایک شعر کی نسبت کہتے هیں کہ جی چاهتا ھے اس کو سو مرتبہ لکھوں وہ شعر یہ ھے :—

عشق کی ناؤ پار کیا هو وے
جو یہ کشتی تری تو بس ڈوبی

ان کے اشعار میں آمد کا رنگ نمایاں ھے - جہاں آورد ھے وهاں بھی بے ساختگی پیدا کرنے کی کوشش کی ھے - محاورہ بندی ان کی خاص شان معلوم ہوتی ھے - بعض جگہ پوری مثل مصرعہ کی صورت میں باندھی ھے -

# انتخاب

ساقی! بغیر جام کے جیو کا نہیں بچاؤ
جوں فیل مست آوے ہے ابر سیہ بلا
کیوں مشت گل بھی دل کی نہ رونے میں بہ گئی
"سجاد" مجھ کو باقی ہے چشموں سے یہ گلا

---

تجھ کو اے "سجاد" غیر از خنجر بیداد کے
اور بھی کچھ ظالموں کی دوستی نے پھل دیا

---

جو دل ہے گلوں سے اٹکتا ہوا    وہ کانٹا ہے جی میں کھٹکتا ہوا

---

بتاں تو چاہتے "سجاد" تجھ کو
کریں پر کیا؟ خدانے جو نہ چاہا

---

آتش غم نے ہم کو سرد کیا
دل پھپھولا ہوا وہ درد کیا

---

بتوں کی بھی یہ یاد دو روز ہے        ہمیشہ رہے نام اللہ کا

---

اب جلائے تک آن کر ساقی        عمر کا بھر چکا ہے پیمانا

---

عشق میں جائے گا کہیں مارا        بے طرح دل ہوا ہے آوارا

---

" سجاد " کوئی دیکھے بے تابیاں تو دل کی
ہے زندگی ہماری یہ موت کا نمونا

---

یار سے دل ملا وہ غیر ستی        نہ دل اپنا ہوا نہ یار اپنا

---

لائے ہو تم میرے آگے کیا دوا        خون دل اپنا پیوں میں یا دوا

---

میں نے جانا تھا قلم بند کرے گا دو حرف
شوق کے لکھنے کا " سجاد " نے دفتر کھولا

---

مرے دیکھ کر حال داماں کا        پھٹے کیوں نہ سینہ گریباں کا

---

سب کی نظر سے گر کر اک دم میں پست ہو جا
گر مے کشوں میں آیا زاہد تو مست ہو جا

---

کوئی جا کے قاتل کو سمجھائے گا
کہ عاشق کا جی کھو کے کیا پائے گا

---

مہتابی پلا لے کہ جاتا ہے ابر    جو کچھ باقی ساقی رہی ہو شراب

---

دل آبادی میں تنہا کھینچ مت رنج
کہ ویرانے میں دیوانوں کا ہے گنج

---

جلنے سے صدق دل کے سبب بچ گیا خلیل
وہ بات ہے کہ سانچ کو ہرگز نہیں ہے آنچ

---

بند میں مت رہ دوانے عقل کے
کر گریباں چاک چھاتی کھول کر

---

اس فصل گل میں جوش جنوں کا ہوا وہ قہر
جنگل میں آ بسا ہے نکل کر تمام شہر

---

سب ہی جلتے تھے شمع و پروانہ
رات یہ دن تھے اہل مجلس پر

---

دوانے کا نہیں مطلب دوانا    تو کیوں نامے پہ ہے سطروں کی زنجیر

---

شوق جلوں میں تیرے موض، خاک جیب کی
نرگس چمن میں دیکھے ہے آنکھوں کو پھاڑ پھاڑ

---

میرے تمام حال کی تقریر ہے یہ زلف
روز سیاہ و نالۂ شبگیر ہے یہ زلف

---

خاموش اس سبب سے وہ رہتا ہے بیشتر
تنگ اس قدر ہے منھ کو نکلتا نہیں ہے حرف

---

جس خوب رو کے دل میں نہ عاشق سے ہو نفاق
کہتے ہیں سارے اس کے تئیں حسن اتفاق

---

گلی میں تری، بیٹھتے ہی سجن
ان آنکھوں سے آتے ہیں آنسو نکل

---

"سجاد" فکر ہم نہ کریں کیونکہ شعر کی
لگتے ہیں جاکے یار کے منھ سے سخن میں ہم

---

ایک دل رکھتا ہوں جو چاہے سو لے جائے اسے
خواہ زلفیں، خواہ ابرو، خواہ مژگاں، خواہ چشم

---

جب ہم آغوش یار ہوتے ہیں سب مزے در کنار ہوتے ہیں

---

نا خدائي تک ایک کر ساقي ایک کشتی میں پار ہوتے ہیں

---

اب تو ہم نے کیا گریباں چاک تیرے دامن کو کس طرح چھوڑیں

---

کس طرح کوہ کن پہ گذرے گی ہجر کي یہ پہاڑ سی راتیں

---

ہیں شیشیاں شراب کی پیاری بھری ہوئي
آنکھیں نشہ کے بیچ تمہاری گلابیاں

---

میں جو اس کی گلي میں جاتا ہوں
دل کو کچھ گم ہوا سا پاتا ہوں

---

دیکھوں طبیب درپئےدارو ہے کب تئیں
مرتا ہوں میں تو عشق میں جیتا ہوں جب تئیں

---

جب کرے ہے ترے دہن کا بیاں
منھ سے غنچے کے پھول جھڑتے ہیں

---

تیغ تیری کے تلے دھر جاے سر
جان! اتنا کوئی جی رکھتا نہیں

صیت شعر اب مرا ہوا ہے بلند
شاعروں سے کہو کہ فکر کریں

---

لب شیریں پہ اس کے مرتا ہوں
زندگی اپنی تلخ کرتا ہوں

---

یہ "سجاد" کے دل کی جلنے کی قدر
نہیں بوجھتی شمع اس کو بجھاؤ

---

میرا جلا ہوا دل مژگاں کے کب ہے لائق
اس آبلے کو کیوں تم کانٹوں میں کھینچتے ہو

---

یار کا جامہ ہمیں ہے گا عزیز     یوسف اپنا پیرہن تہہ کر رکھے

---

رات اس زلف کا وہ افسانہ     قصہ کوتہ بڑی کہانی ہے

---

آبلے ہے خدا سے پیری ' میں     بت پرستی ہے اور جوانی ہے

---

عشق کی ناؤ پار کیا ہو وے     جو یہ کشتی تری تو بس ڈوبی

---

بتوں کے نئیں کس قدر جانتا ہے
یہ کافر مرا دل ' خدا جانتا ہے

---

جب تک نہیں پہونچتے ترے آستاں تلک
تب تک ہماری خاک کی مٹی خراب ہے

---

کچھ یہ ''سجاد'' کے جی پر ہی عجیب حالت ہے
ورنہ دیکھے ہیں میں اس درد کے بیمار کئی

---

اے صنم زنار پہنی تجھ وفا کے واسطے
ورنہ کافر کون ہوتا ہے خدا کے واسطے

---

ماہ رو بن، یہ شمع، محفل میں جیسی روشن ہے سب پہ روشن ہے

---

پاؤں جنگل میں دھرنے دیتے نہیں
کیا پھپھولوں نے سر اٹھایا ہے

---

دیسے جنگل اجاڑ کو دیکھیں یہی ''سجاد'' دل میں بستی ہے

---

اس زمانے کی دوستی کا رنگ آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے

---

# محسن

محمد محسن نام ' " حسن " خان آرزو کے بھانجے اور " میر "
تقي میر کے شاگرد تھے ' بہ قول " قائم " نوجواني هي سے شعر و شاعري
کی طرف مائل تھے ' کلام کا نمونہ یہ ھے :—

## انتخاب

" محسن " مروں نہ میں تو بھلا ' جی کے کیا کروں
اک دل بساط میں تھا سو میں وہ بھي کھو چکا

---

جس دن تري گلی سے میں عزم سفر کیا
هر یک قدم پہ راہ میں پتھر جگر کیا

---

طبع نازک کو مري هاتھ میں رکھیو تو کہ میں
قیس و فرهاد سا دهقانی و مزدور نہیں

---

کیا جانے وہ شوخ کدھر ھے کدھر نہیں
مجھ کو تو تن بدن کي بھی اپنی خبر نہیں

---

کب تلگ نزع کي حالت میں رهوں میں اس بن
هو بهي اے مردن دشوار تک آسان کہیں

---

دورے گئے وہ کوہ کن و قیس کے جو تھے
میرے جنوں کا اب تو زمانے میں شور هے

---

اگر شیخ دوزخ میں گرمي هے زور
مرے پاس بهي اک دم سرد هے

---

دل مرا وابستۂ هر تار زلف یار هے
هے تو دیوانہ پر اپنے کام میں هشیار هے
اور یہ عاجز تمہارا کچھ نہیں رکھتا مگر
جان بر لب آمدہ' حاضر هے گر درکار هے

---

# قائم

نام شیخ قیام‌الدین ' چاند پور ضلع بجنور کے رہنے والے تھے ' ملازمت کی وجہ سے دہلی میں قیام رہا - اس وقت دہلی کی فضا پر شاعری چھائی ہوئی تھی' " قائم " کو بھی دہلی میں آکر مشق سخن کا شوق ہوا - ابتداء " میر درد " کو اپنا کلام دکھاتے رہے ' اس کے بعد مرزا " سودا " کے شاگرد ہو گئے - دہلی کی تباہی کے بعد "قائم" اپنے وطن میں چلے آئے ' کچھ دنوں رہکر رام پور گئے - وہاں نواب احمد یار خاں نے ان کی تنخواہ مقرر کردی جو ان کے لئے ناکافی تھی لیکن کچھ دنوں اسی پر قناعت کی ' آخرکار لکھنؤ پہونچے ' اور ان کی جو جائدادیں ضبط ہوگئی تھیں ان کی بحالی کے لئے مہاراجہ تکیت‌رائے کی تحریر لے کر وطن واپس ہوئے - وطن سے پھر عازم رام پور ہوے اور سنہ ۱۲۱۰ھ میں وہیں سپرد خاک ہوے -

" قائم " با کمال اور نازک خیال سخن‌ور تھے - ان کی فکر رسا فطرت بلند اور طبیعت معنی یاب تھی - مضمون آفرینی اور قادرالکلامی میں " میر " اور " سودا " کے قریب پہنچ جاتے ہیں - اِن کا شمار اُن لوگوں میں ہے جنھوں نے اردو شاعری کا پایہ بلند کر دیا اور ثابت

کر دیا کہ اردو زبان بھی باریک خیالات اور نازک جذبات کے اظہار کی قدرت رکھتی ہے - ان کا یہ دعویٰ ہے اور صحیح ہے :—

قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ
اک بات لچر سی بہ زبان دکنی تھی

زبان کی اصلاح میں " قائم " اپنے استاد " سودا " سے زیادہ کوشاں نظر آتے ہیں ، حتی الوسع الفاظ ثقیل سے پرہیز کرتے ہیں ، اور ترکیب کی خوبی اور بندش کی چستی سے مضمون کو دل نشین بنانے کی کوشش کرتے ہیں -

## انتخاب

پھر کے جو وہ شوخ نظر کر گیا
تیر سا اک دل سے گذر کر گیا
چھپ کے تیرے کوچے سے گذرا میں لیک
نالہ اک عالم کو خبر کر گیا

---

اے ابر! اپنے گریئے میں جس وقت جوش تھا
جو قطرہ اشک کا تھا سو طوفاں خروش تھا
" قائم " تو اپنی ہستی نہ سمجھا کہاں تلک
اے خانماں خراب کوئی یہ بھی ہوش تھا

---

عار ھے ننگ کو مجھ نام سے، سبحان اللہ
کام پہونچا ھے کہاں تک مری رسوائی کا

---

عہدے سے تیرے، یارا بر آیا نہ جاے گا
یہ ناز ھے تو ھم سے اٹھایا نہ جائے گا
دل کو نہ صرف گریہ کر اے چشم اشک بار
ایسا رفیق ڈھونڈھے بھی پایا نہ جائے گا

ٹوٹا جو کعبہ ' کون سی یہہ جائے غم ہے شیخ
کچھہ قصر دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا
"قائم" خدا بھی ہونے کو جو جانتے ہیں ننگ
بندا تو اُن کے پاس کہایا نہ جائے گا

---

سنے کو دیکھے پہ ہم دیویں کس طرح ترجیح
خدا کو ہم نے سنا ہے تمہیں بتاں دیکھا

---

غرور مجھہ کو نہیں شیخ بےگناہی کا
امیدوار ہوں میں رحمت الٰہی کا
ہمیشہ خوف میں رہ دل تو گو ہے بے تقصیر
مباد جرم کہیں تجھہ پہ بے گناہی کا
فلک جو دے تو خدائی تو اب نہ لے " قائم "
وہ دن گئے کہ ارادہ تھا بادشاہی کا

---

بے دماغی سے نہ اُس تک دل رنجور گیا
مرتبہ عشق کا یاں حسن سے بھی دور گیا
آہ پہلو میں سے میرے دل رنجور گیا
تا کجا ضبط نفس کیجئے کہ مقدور گیا

---

مرے نزدیک دل سے درد پہلو اور بہتر تھا
عوض اُس چشم کے ہوتا اگر ناسور ' بہتر تھا

ہریک سے راز دل کہہ کے تو یاں رسوا ہوا "قائم"

بھلا اے بے خبر یہ بھی کوئی مذکور بہتر تھا

---

کب میں کہتا ہوں کہ تیرا میں گنہ گار نہ تھا

لیکن اتنی تو عقوبت کا سزاوار نہ تھا

لے گیا خاک میں ہمراہ دل اپنا "قائم"

شاید اس جنس کا یاں کوئی خریدار نہ تھا

---

عوض طرب کے گذشتوں کا ہم نے غم کھینچا

شراب اوروں نے پی اور خمار ہم کھینچا

طریق عشق میں کہہ بوالہوس سے جائیں ہیں سر

بھلا ہوا کہ تو اس راہ سے قدم کھینچا

خلش تھی مد نظر ہم سے حرف‌گیروں کو

سو ہم نے ہاتھ ہی لکھنے سے یک قلم کھینچا

---

درد دل کچھ کہا نہیں جاتا    ہائے چپ بھی رہا نہیں جاتا

ہر دم آنے سے میں بھی ہوں نادم    کیا کروں پر رہا نہیں جاتا

---

ہم بھی ہر طرح تری دوری میں دل شاد کیا

ہچکی گر آئی تو سمجھے ہیں کہ تم یاد کیا

کوہ اور دشت میں بھی ہم نہ رہے آسودہ

ماتم قیس کیا یا غم فرہاد کیا

وہ حال سے مرے اتنا نہ بے خبر ہوتا
اگر مرا اثر آہ، نامہ بر ہوتا

---

ظالم تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر
روٹھا تھا تجھ سے آپ ہی اور آپ من گیا

---

اے نزع پھر قریب ہے شام شب فراق
یہ مرحلہ تو اب تئیں یک سو نہیں کیا

---

جب تک ہی مثل آئینہ امکان دیکھنا
دکھلائے جو فلک سو مری جان دیکھنا
سر سے کفن کو باندہ کے آیا ہے تجھ تلک
عاشق کا اپنے تک سر و سامان دیکھنا

---

قدم تو کس کا ترے کو میں پھر گیا ہوگا
گیا بھی ہوگا کسی کا، تو سر گیا ہوگا
گلے سے اس کے جو "قائم" کو لائیے ہم تو کہا
یہ دل پہ نقش ہے اب تک کہ پھر گیا ہوگا

---

گو تغافل سے میرا کام ہوا پر بھلا تو تو نیک نام ہوا

مرے دماغ سے مانوس ہے شمیم صبا
کسی کے کوچے سے آئی مگر نسیم صبا
گل شگفتہ دیروزہ ہوں میں گلشن میں
زیادہ باد خزاں سے ہے مجھ کو بیم صبا

---

جب سنگ آستانہ ترا تکیہ گاہ تھا
ہم کو بھی کوئے عشق میں اک عز و جاہ تھا

---

قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہے جا کر کہاں کمند
کچھ دور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا
نے تجھ پہ وہ بہار رہی اور نہ یاں وہ دل
کہنے کو نیک و بد کے اک الزام رہ گیا

---

موج گرداب کی طرح ہم نے گھر سے باہر کبھو سفر نہ کیا

---

ہم سے بےچاروں کا کچھ چرخ نے چارا نہ کیا
سب کیا ان نے پہ کچھ فکر ہمارا نہ کیا

---

رات کو چین ہے نہ دن کو تاب
دل ہے یا رب کہ پارۂ سیماب
دل گنوانا تھا اس طرح "قائم"
کیا کیا تونے ہائے خانہ خراب

نکلی اُدھر زباں سے ادھر جی نکل گیا
کیا جانے کیا بلا تھی کچھ آواز عندلیب

---

دیکھئے اب کی آپ عشق سے کیوں‌کر بچئے
غالب آیا ہے طبیعت پہ یہ آزار بہت
"قائم" آتا ہے مجھے رحم جوانی پہ تری
مر چکے ہیں اسی آزار کے بیمار بہت

---

رہا میں اس سے گرفتہ اک عمر تک لیکن
کیا جو خوب تامل تو کچھ نہ تھا باعث

---

اے وہ کہ تو کرے ہے ہر آزار کا علاج
جز مرگ کچھ بھی ہے ترے بیمار کا علاج
اے ضبط گریہ روئیے کیوں‌کر نہ اب لہو
کچھ ہو سکا نہ دیدۂ خوں‌بار کا علاج

---

بیکسی اپنی کس کو سونپ مروں
میں تو رکھتا تھا اس کو جاں کی طرح

گردش میں ہوں میں رات دن ایام کی طرح
یہ چال ہے تو کون ہے آرام کی طرح

کچھ آج دل پہ یہ وحشت کا رنگ ہے صیاد
ترے قفس سے چمن مجھ پہ تنگ ہے صیاد
گئی بہار خزاں آئی ' گل ہوئے پامال
مری رہائی میں اب کیا درنگ ہے صیاد

---

نے ہم اُس کے لے لیا دل کو نہ کی جان پسند
اور کیا چیز ہے گھر میں جو ہو مہمان پسند

---

ہم نشیں ! کہہ لے قصہ مجنوں ہم کو بھی دل کی داستاں ہے یاد

---

بے شغل نہ زندگی بسر کر
گر اشک نہیں تو آہ سر کر
دے طول امل نہ وقت پیری
شب تھوڑی ہے قصہ مختصر کر
کچھ طرفہ مرض ہے زندگی بھی
اس سے جو کوئی جیا تو مرکر

---

تھی وفا اس مرتبہ یا بے وفائی اس قدر
آشنائی اس قدر نا آشنائی اس قدر

---

میں بعد مرگ بھی " قائم " چھٹا نہ گردش سے
ہے میری خاک سے اس بزم میں ایاغ ہنوز

---

گویاں نہ کسی کو آئے افسوس      حالت تو ہے اپنی جائے افسوس

---

صحت کا جی میں چاؤ نہ آزار کی ہوس
نا گفتنی ہے کچھ ترے بیمار کی ہوس
طوبیٰ کی چھاؤں تجھ کو مبارک ہو زاہدا
ہے اپنی دل میں سایۂ دیوار کی ہوس

---

گستاخ نہ ہو خاک نشینوں سے کہ "قائم"
دیکھی ہے چھپی راکھ میں ہم بیشتر آتش

---

وعدہ جھوٹا بھی وہ نہیں کرتا
بس ہمیں انتظار سے کیا حظ
پونچھے آنسو نہ آستیں جو تری
دیدۂ اشک بار سے کیا حظ

---

شب میں چاہا کروں کچھ اُس سے سوال
بن سنے ہی کیا جواب شروع
نام سنتے ہی اس کا کہوں "قائم"
پھر کیا تو نے اضطراب شروع

---

جان بہ لب ہے دل، نہ کہاؤں کس طرح سینے میں داغ
نزع میں رنجور کی بالیں پہ لازم ہے چراغ

کس بات پر تري مين کروں اعتبار هاے

اقرار اک طرف هے تو انکار اک طرف

---

سو دیکھي جفا په منه نه موڑا

رحمت هے تجھے وفائے عاشق

هجراں میں بھی مر گیا نه ''قائم''

بس بس تو اور کھائے عاشق

---

دل دے کے دیا میں تجھ کو جاں تک

اب اور جگر کروں کہاں تک

---

'' قائم '' جہاں کے بیچ تو آسودگي نه ڈھونڈه

هر خار گلستاں میں همیشه هے پائے گل

---

اب کي جو یہاں سے جائیں گے هم

پھر تجھ کو نه منھ دکھائیں گے هم

---

جب موج په اپني آگئیں چشم

دریا دریا بہاگئیں چشم

---

لے پہنچیو تو صحن چمن تک ہمیں نسیم
آمادہ سفر ہیں بہ رنگ غبار ہم

---

جوں شمع جلتے مرتے ہی گذری تمام عمر
رکھتا ہے کوئی ایسے بھی شام و سحر کہ ہم
"قائم" یہ کہتے تھے کہ نہ مل ان بتوں سے گرم
اب سنگ آستاں سے تو مارے ہے سر کہ ہم

---

شب اس سے لگ چلا تھا میں سو ہنس کر یہ لگا کہنے
کہ ہیں باتیں یہی اس جبہ و دستار کو لازم

---

اچھا تو ہے "قائم" کو دبا دیں جو اسی طرح
یہ آگ کا شعلہ نہیں رکنے کا کفن میں

---

اب تک بھی جلوں ہاتھ اُٹھاتا نہیں مجھ سے
ہر چند گریباں کے کئی تار رہے ہیں
دیکھا ہے جنھوں نے تجھے اے یوسف خوبی
سو جان سے تا زیست خریدار رہے ہیں
پوچھ ہم سے تو احوال خرابات کہ "قائم"
یک عمر ہم اس گھر میں بھی مختار رہے ہیں

---

سمجھ کے شیشہ دل کو پٹکیو اے بت مست
بہ جائے بادہ لہو ہے اس آبگینے میں
یہ جانتا میں نہیں ہوں کہ دل ہے کیا "قائم"
پر اک خلش سے رہے ہے مدام سینے میں

---

"قائم" اس باغ میں بلبل تو بہت ہیں لیکن
دل کھلے نالے سے جس کے ہے وہ آواز کہاں

---

کوئی مختار کہو یا کوئی مجبور ہمیں
ہم سمجھتے ہیں جہاں تک کا ہے مقدور ہمیں

---

جتلے اسباب تھے دنیا کی سو دیکھے "قائم"
اب وہ ہو فکر کہ ہم ترک سب اسباب کریں

---

دیکھا میں نہ جز سایۂ بازوئے شکستہ
حرماں زدہ جوں حسرت بے بال و پری ہوں

---

اپنا قصور سعی ہے ملتا جو تو نہیں
کیوں کر ملے وہ جس کی ہمیں جستجو نہیں

---

جور سپہر، دوری یاران و روئے غیر
جو کچھ نہ دیکھتا تھا سو اب دیکھتا ہوں میں

---

"قائم" یہ جی میں ہے کہ تقید سے شیخ کی
اب کی جو میں نماز کروں بے وضو کروں

---

رہنے دو میرے نقش کو ہو جائے تا غبار
لے جائیگی اڑا کے نسیم سحر کہیں
روتے ہیں تو گلوں ہی کو شبنم! ادھر تو دیکھ
ٹکڑے ہے اس طرح سے کسی کا جگر نہیں

---

"قائم" ہو کس طرح سے بہم ربط و اختلاط
وہ اس غرور ناز میں ہم اس حجاب میں

---

شام شب مزار ہوئی، صبح زندگی
لیکن شب فراق کو اب تک سحر نہیں

---

ایک جاگہ پہ نہیں ہے مجھے آرام کہیں
ہے عجب حال مرا، صبح کہیں، شام کہیں

آنا ہے تو آو ورنہ پیـارے
ہم آپ سے آج جارہے ہیں

---

گریبان کی تو "قائم" مدتوں دھجی اڑائی ہے
پہ خاطر جمع اس دن ہوئے جب سینے کو ہم چیریں

---

آپ جو کچھ قرار کرتے ہیں
کہیئے ہم اعتبار کرتے ہیں

---

نت ہوں "قائم" خموش کیا جانے
کس تہی دست کا چراغ ہوں میں

---

میں اس اخفا سے تیری یاد میں دل شاد کرتا ہوں
کہ خود واقف نہیں اب تک میں کس کو یاد کرتا ہوں

---

"قائم" اک بات میں جیتا ہے تمہاری' لیکن
پرسش حال تم اوس خستہ کی کب کرتے ہو

---

جانے دو جو نصیب میں ہونا تھا سو ہوا
یارو خدا کے واسطے تکرار مت کرو

---

رہتا کہ کہوں کا حال دل کا
آ جائیں تلک حواس مجھ کو
حیرت نے کیا ہے اک جہاں کا
جوں آئینہ روشناس مجھ کو

---

مری نظر میں ہے "قائم" یہ کائنات تمام
نظر میں گو کوئی لاتا نہیں یہاں مجھ کو

---

یہ کون طرز وفا ہے جو ہم سے کرتے ہو
مہاں خدا نہ کرے تم خدا سے ڈرتے ہو

---

اک ہمیں خار تھے آنکھوں میں سبھوں کے سو چلے
بلبلو خوش رہو اب تم گل و گلزار کے ساتھ

---

شمع تک جاتے ہوئے دیکھا تھا اُس کو "قائم"
پھر نہ معلوم ہوئی کچھ خبر پروانہ

---

جوں موج، مرا قافلہ غافل ہے سفر سے
کیا جانے کہاں جائے گا آیا ہے کدھر سے

---

ساقیا دور کیا کرے ہے تمام     آپ ہی آپ دور چلتا ہے

---

عذر ستم عبث ہے کہ گذرا جو کچھ ہوا
منظور گر ہے لطف تو آئندہ کیجئے

---

شب کو تو شغل گریہ ہے اور دن کو مشق غم
اوقات اس طرح کوئی کب تک بسر کرے
پہلے ہی سوجھتی تھی ہمیں اے شب فراق
یہ رات بے طرح ہے خدا ہی سحر کرے
کہتے ہیں لوگ گالیاں "قائم" کو دے گیا
اے کاش یہ سلوک وہ بار دگر کرے

---

مجھ سا بھی تری چشم کا بیمار ہے کوئی
جینے کی بھی جو شکل سے بیزار ہے کوئی

---

مر جائیے کسی سے الفت نہ کیجئے
جی دیجئے تو دیجئے پر دل نہ دیجئے

---

شب، غم سے مری جان ہی پر آن بنی تھی
جو بال بدن پر تھا سو برچھي کی انی تھی

---

روز و شب ہے حالت انجام مےنوشی مجھے
کس کي آنکھوں نے کیا پیغام بے ہوشی مجھے
منحصر ہے شرح سوز دل پہ میري زندگی
شمع ساں مرتا ہوں گر اک دم ہو خاموشی مجھے

---

داماں گل تئیں ہے کہاں دسترس مجھے
تکلیف سیر باغ نہ دے اے ہوس مجھے
ساقي نہ کھینچ مجھ کو تو مستوں کے دور میں
تک گردش نگاہ هي تیري ہے بس مجھے
"قائم" میں عندلیب خوش آہنگ تھا پہ حیف
زاغ و زغن کے ساتھ کیا ہم قفس مجھے

---

کہتے ہیں خوش دلی ہے جہاں میں، یہ سب غلط
رنج و تعب ہی ہم نے تو دیکھا جدھر گئے
بھٹکا پھروں ہوں یاں میں اکیلا جو ہر طرف
اے ہم رہاں پیش قدم، تم کدھر گئے

دو چیزیں ہیں یاد گار دوراں تیرا ستم، اپنی جاں فشانی

---

کس کس صورت سے جلوہ گر ہے اللہ رے نمود بے نشاں کی

---

دل ڈھونڈھے ہے سینے میں مرے، بوالعجبی ہے
اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہے
کیا پوچھتے ہو موجب آزردگی یار
دل لے چکے مدت ہوئی اب جاں طلبی ہے

---

جنوں کے ہاتھ سے گو ناتواں ہوں
گریباں تک مری تو دسترس ہے
نہ پوچھو مجھ سے گلشن کی حقیقت
برس گذرے کہ میں ہوں اور قفس ہے

---

صدموں سے یاں طپش کے لیے بال ہے نہ پر ہے
اے شوق پر فشانی! کچھ تجھ کو کیا خبر ہے

---

آج اے گریہ خبر لے مرے دیوانے کی
کچھ رکا جاے ہے جی گرد سے ویرانے کی
آج کی رات میسر ہو جو اس گل کا وصال
شمع روشن کروں میں خاک پہ پروانے کی

---

مرا پیغام بـر طرز ادائے ناز کیا سمجھے
خدا جانے یہ کیا بہکے وہ مست ناز کیا سمجھے

---

عوض امید کے اب دل کو یاس آئی ہے
عجب زمانے نے جی سے خلش مٹائی ہے

---

پھرے زمانہ جہاں تک ہے ہم سے یا نہ پھرے
کسو کے پھرنے نہ پھرنے سے کیا؟ خدا نہ پھرے

---

نیا ہر لحظہ ہر داغ کہن ہے
بہار سینہ رشک صد چمن ہے
یہ صحرا ہے بھلا دیکھوں تو بارے
جنوں کیسا ترا دیوانہ پن ہے

---

صبر و قرار و ہوش و دل و دیں تو واں رہے
اے ہم نشین یہ تو بتا ہم کہاں رہے
دل میرا دیکھ دیکھ جلتا ہے
شمع کا کس پہ دل پگھلتا ہے

---

اے گریہ دعا کر کہ شب غم بسر آوے
تا چند ہر اک اشک کی تہہ میں جگر آوے

---

نے ناز و نہ عشوہ ہے نہ تقطیع نہ چھب ہے
دل کو جو لبھائے ہے وہ کچھ اور سبب ہے

---

نہ پوچھو کیونکہ میری ان دنوں اوقات کٹتی ہے
کہ دن گو رو کے گذرے ہے تو مرکر رات کٹتی ہے

---

ہنوز شوق دل بے قرار باقی ہے
بجھی ہے آگ تو لیکن شرار باقی ہے

---

سحر ہے ' رات بیتی ' مئے ہے شیشے میں ' ابھی باقی
ادر کاساً و نا و لہا الا یا ایہا الساقی

---

لبریز شوق میرا از بسکہ مو بہ مو ہے
سمجھا نہ میں یہ اب تک یہ میں ہوں یا کہ تو ہے

---

" قائم " شباب ہی کے مناسب تھا شور عشق
جانے دے اب یہ کام کہ وہ ولولے گئے

## بیتاب

سکھوکھ رائے نام ' '' قائم '' کے معاصر تھے ان کے کلام میں پختگی ' سوز و گداز اور بے ساختگی پائی جاتی ہے -

## اِنتخاب

نہ رہے باغ جہاں میں کبھو آرام سے ہم
پھنس گئے قید قفس میں جو چھٹے دام سے ہم

اپنے مذہب میں ہے اک شرط طریق اخلاص
کچھ غرض کفر سے رکھتے ہیں نہ اسلام سے ہم

---

گو کہ تجھ لطف کے قابل دل رنجور نہیں
پر تیری بندہ نوازی سے یہ کچھ دور نہیں

---

محبت کی بھي کچھ ہوتي نہیں کیا ہم نشیں راہیں
کہ خوباں یوں ہمیں دکھ دیں ہم ان کو اس طرح چاہیں

---

آہ دي سینے میں آتش کون سی بے درد نے
دل سے لے کر منھ تلک امڈا ہوا اک دود ہے

مدت سے انتظار میں اپنی کٹتی ہے یاں
اب تک جو ہم نہ آئے الٰہی کہاں رہے

---

محبت اب تلک رکھتی ہے یہ تا ثیر مجنوں کی
کہ بن لیلے نہیں کھینچتی کہیں تصویر مجنوں کی

---

عشق میں کاہے عسل، کہ نیش ہے
نت نیا یاں ماجرا درپیش ہے

---

خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے
نصیب میں کسی کافر کے یہ بلا نہ کرے

---

( رباعی )

یاں آ کے ہم اپنے مدعا کو بھولے
مل مل غیروں سے آشنا کو بھولے
دنیا کی تلاش میں گنوائی سب عمر
اِس مس کی طلب میں کیمیا کو بھولے

# مجذوب

مرزا غلام حیدر نام، دهلي کے رهنے والے مرزا رفیع سودا کے (متبنٰی) اور شاگرد هیں غزل میں "سودا" کا رنگ نمایاں هے، صفائي میں "سودا" سے زیادہ، درد اور گداز میں کم هیں۔

## انتخاب

چمن میں حسن کی مے جب وہ گل اندام لے آیا
ادھر غنچه صراحي اور ادھر گل جام لے آیا

عجب قسمت هے اپنے دل کی بازار محبت میں
جو کوئي صبح اس کو لے گیا تو شام لے آیا

---

خوباں سے جو دل ملا کرے گا
دھوکا هے یہي، که کیا کرے گا

---

پھرتا نه وہ خورشید جو دیکھے به سر بام
گردش نو کرے اپني، فراموش فلک پر

بد کہنے کو کسی کے معیوب جانتے ہیں
اپنے تئیں کو یارو ہم خوب جانتے ہیں
خاطر میں کون لاوے میرا سخن کہ مجھ کو
"سودا" کا بیٹا مجھ کو "مجذوب" جانتے ہیں

---

عداوت سے تمہاری کچھ اگر ہو وے تو میں جانوں
بھلا تم زہر دے دیکھو اثر ہووے تو میں جانوں
تمہارا ہم سے جو عہد وفا ہے، اس کو تم جانو
مرا پیمان کچھ نوع دگر ہو وے تو میں جانوں
نہ اندیشہ کرو پیارے! کہ شب ہے وصل کی تھوڑی
تم اپنی زلف کو کھولو سحر ہو وے تو میں جانوں

---

آوے بھی مسیحا مری بالیں پہ تو کیا ہو
بیمار یہ ایسا تو نہیں جس کو شفا ہو
"مجذوب" ترے عجز و تکبر سے ہوں نالاں
بندہ کبھی ہو بیٹھے ہو، گاہ خدا ہو

---

گزرے ہے یوں خیال وطن جوں کرے ہے یاد
خو کردہ، قفس گل و گلزار گاہ گاہ
طاقت کہاں کہ حال کہے یہ طبیب سے
تھمتی بھرے ہے سانس یہ بیمار گاہ گاہ

---

زلفوں کو گرہ دینے سے کچھ فائدہ اے یار
ناحق تو مری عمر کو کوتاہ کرے ہے

---

اشک آنکھ میں ہو' عشق سے تا' دل میں غم رہے
یہ گھر ہے وہ خراب جو آنس سے تھم رہے

چھوٹے اگر قفس سے تو خاموش ہم صفیر
صیاد نے سنا یہ ترانہ تو ہم رہے

---

شکر ہم اس طرح جہاں سے چلے
یاد بھی کچھ نہیں کہاں سے چلے

---

طوبیٰ کے نیچے بیٹھ کے روؤں گا زار زار
جنت میں تیرے سایۂ دیوار کے لئے

---

## ماهر

فخرالدین خاں نام ' آباو اجداد دهلی کے رهنے والے تھے ' مگر ماهر نے لکھنؤ میں قیام کر لیا تھا - اشرف علی فغاں کے بیٹے اور "سودا" کے شاگرد تھے -

---

## انتخاب

چشم اس سے تر حم کی نہ رکھ! رو رو کے " ماهر "
کب پونچھے ہے وہ دیدۂ خوں‌بار کسو کا

---

جو اُس کے در پہ بیٹھے هیں ' سمجھتے هیں وہ در کس کا
هوے جو اُس کے آوارہ وہ کہتے هیں کہ گھر کس کا

---

میں تو مانوں ترا سخن ناصح
پر ' نہیں دل پہ اختیار اپنا

---

مدت هوئی کہ دل کی مجھ تک خبر نہ پہونچی
ملتا نہیں نشاں کچھ اس بے نشاں سے مجھ کو

---

تو تو کب اعتبار مانے ھے　　جس پہ گذرے ھے سو ھي جانے ھے

---

سبز و خرم تر و تازہ ھے گلستاں ھر چند

تو ھی جب پاس نہ ھو کہوں کہ یہ شاداب لگے

---

کوئي نہ بھلا کام ھوا عمر میں ھم سے

اُمید ھے بخشش کي مگر تیرے کرم سے

---

## ممتاز

حافظ فضلو نام، سودا کے شاگرد تھے ان کا وطن دہلی تھا مگر کچھ دنوں دکھن میں بھی قیام کر لیا تھا ـ

ممتاز کی زبان میں صفائی اور روانی، بیان میں درد و اثر اور تشبیہات و تمثیلات میں جدت و ندرت ہے -

---

## انتخاب

ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا
ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا

---

قروں میں کس لئے رنجش سے پیار میں کیا تھا
میں اب خزاں کو جو روؤں بہار میں کیا تھا
جفائے یار نے کس طرح کردیا مایوس
اور ان کی خاطر امید وار میں کیا تھا
ترے ہی واسطے آئے عدم سے ہم یاں تک
د گر نہ ہستئی نا پائیدار میں کیا تھا

---

کہوں کہ سر سبز ہو شاہی و گدائی کی ہوس
رہ گئی آہ مرے دل میں خدائی کی ہوس

بال و پر توڑ کے جب تونے قفس کو سونپا
وهیں آخر هوئی صیاد رهائی کی هوس

---

کدرا کبھی شاید که وه بے باک چمن میں
آتا هے نظر جامۀ گل چاک چمن میں

---

جو کیفیت نه هو مستی میں کیا خمار میں هو
جو رنگ و بو نه هو گل میں تو کیا بہار میں هو
نه کر تو صبر نصیحت کا هم پر اے "ممتاز"
سخن تو کہتے هیں اس سے جو اختیار میں هو

---

بے نیازی عشق کی وه کچھ تمهارا ناز یه
اُس کا کیا انجام هو گا جس کا هے آغاز یه

---

عشق کے غم سے کوئی عیش مقدم نه سمجھ
یه عجب طرح کی شادی هے اسے غم نه سمجھ

---

همارے رونے میں دل سے بخار اٹھتا هے
که جیسے پانی کے چھڑ کے غبار اٹھتا هے

---

عشق میں عرض تمنا مانع دیدار هے
میرا هی دست دعا منھ پر مرے دیوار هے

---

# ہدایت

ہدایت‌اللہ نام، شاہ جہاں آباد کے رہنے والے، خواجہ میر درد کے شاگرد اور معتقد تھے، غزلوں کے علاوہ رباعیاں، اور بنارس کی تعریف میں ایک مثنوی بھی لکھی ہے - شاعری کی طرح طبابت میں بھی مشہور تھے میر قدرت‌اللہ قاسم ان کے ارشد تلامذہ میں تھے -

ہدایت اعلیٰ درجے کے غزل گو شاعر ہیں، انسانی فطرت کا انھوں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے - دلی حالت کے وہ نازک تغیرات جو عام نظروں سے اوجھل رہتے ہیں اُن کی باریک بیں نگاہیں اُن کو دیکھ لیتی ہیں اور وہ ان کو عام فہم اور پر اثر انداز میں بیان کر سکتے ہیں - اُن کے منتخب کلام میں "میر" کی شاعری کا لطف ملتا ہے -

ہدایت نے سنہ ۱۲۱۵ھ میں انتقال کیا -

# انتخاب

نہ رحم اس کے ہے جی میں نہ دل میں اپنے صبر
ہماری گزرے گی کیوں کر الہی کیا ہوگا

---

دیکھ اس کی چشم مست کو دل تو بہک گیا
بس میری جان! دوھی پیالوں میں چھک گیا

---

دیکھا نہیں ہے ہم نے " ہدایت " کو ان دنوں
شاید کسی جگہہ یہ دل اس کا اٹک گیا

---

ہے آدمی کو بھی قید حیات ان دنوں
کسی نے خوب کہا ہے موا سو چھوٹ گیا

---

آیا ہوں تنگ کشمکش دام زلف میں
یارو میں کس بلا میں گرفتار ہو گیا

---

کچھ ان دنوں ہے حال " ہدایت " ترا تباہ
کیوں میری جان! کیا تجھے آزار ہو گیا

---

اک دن بھی مہربان نہ وہ بے وفا ہوا
اے آہ و نالۂ سحری تم کو کیا ہوا ؟

رہا مرتے مرتے مجھے غم اسی کا
نہیں بعد میرے کوئی بیکسی کا
کیا تیغ قاتل نے جب کام اپنا
میں منھ دیکھتا رہ گیا بے بسی کا

رووے ہے کیا جوانی پہ اپنی کہ بے خبر
شب کیا گذر گئی ہے کہ اب دن بھی ڈھل گیا
لب پر ہزار حرف شکایت کا تھا ہجوم
مکھڑے کو دیکھتے ہی پہ کچھ دل بہل گیا

ہر لخت دل گلے کا مرے ہار ہو گیا
گل تھا پر اپنی چشم میں یہ خار ہوگیا
ہے کس کے جی میں خواہش سیر چمن یہاں
سینہ تمام داغوں سے گلزار ہو گیا

جاتا رہا ہوں آپ بھی میں اپنی یاد سے
کیا جانیے کہ کس نے فراموش کر دیا
مجلس میں رات اس کی "ہدایت" نے سوز دل
یاں تک کہا کہ شمع کو خاموش کر دیا

نے جم رہا، جہان میں ، نے جام رہ گیا
مردوں کا اس جگہہ میں مگر نام رہ گیا
کوئی پھرا نہ ملک عدم سے تو اب تلک
پایا جہاں کسو نے کچھ آرام رہ گیا

---

نہ صحن باغ میں لگتا ہے جی نہ صحرا میں
ہوا ہوں آہ میں یارب کس انجمن سے جدا

---

نہ ملے کارواں سے ہم اے وائے  گرچہ کتنا جرس پکار رہا

---

جس دم زباں پہ یارا ترا نام ہو گیا
کچھ دل کو چین ، جان کو آرام ہوگیا

---

ناتوانی کا بھی احساں ہے مری گردن پر
کہ ترے پاؤں سے سر مجھہ کو ہٹانے نہ دیا

---

یار ، ہم میں ہے "ہدایت" جلوہ گر
جس طرح ہو گوہر یکتا میں آب
یہ نہیں معلوم ہرگز آپ کو
آب میں دریا ہے یا دریا میں آب

---

تیری زلفوں کی کچھہ چلی تھی بات
روتے ہی روتے گزری ساری رات

---

دل تو سمجھائے سمجھتا ہے کبھو    پر "ہدایت" چشم‌تر کا کیا علاج

---

کتنی ہی نہیں یہ ہجر کی شب    یارب کیا آج سوگئی صبح

---

تونے گو قتل کیا ہم کو صنم خوب کیا
ہاں میاں سچ ہے کہ ایسے ہی گنہگار تھے ہم

---

تم نہ فریاد کسی کی نہ فغاں سنتے ہو
اپنے مطلب ہی کی سنتے ہو جہاں سنتے ہو

---

کس دل جلے کی خاک سے گزری چمن میں آج
دیکھا عرق فشاں میں نسیم بہار کو

---

تجھ بن تو چاہتا نہیں جی سیر باغ کو
لگتی ہے ٹھیس، نکہت‌گل سے دماغ کو

---

کرتا نہیں ہے جانے کو دل، کوئے یار سے
گو اس میں جی رہے نہ رہے ہم تو یاں رہے

---

کیا خاک کو کہیں مری، گلشن میں جا نہ تھی
پر چشم تجھ سے ہائے مجھے یہ صبا نہ تھی

ضعف سے بیٹھا ہوں جوں نقش قدم تو کیا ہوا
گرد باد آسا مری طینت میں ہے آوارگی

---

موجب صد عیش و عشرت ہم کو تیرا دید ہے
مل گئے جس دن گلے تیرے اسی دن عید ہے

---

دل مرا کیونکر ہو غافل گور سے
گھر نظر آتا ہے اپنا دور سے
آنکھ سے آنسو کبھی تھمتا نہ تھا
چشم بھی کیا کم ہے یہ ناسور ہے

---

گو نت یہی جور اور جفا ہے      بندے کا بھی اے بتاں خدا ہے

---

غرض یہی ہے مجھے اشک کے بہانے سے
کہ مہرباں ہو وہ یارب کسی بہانے سے
وہ کیا کرے کہ محبت کا اقتضا ہے یہی
وگرنہ فائدہ اس کو مرے ستانے سے
میں چھوڑتا ہوں کوئی اس کو مثل حلقۂ در
یہ سر لگا ہے مرا ' اس کے آستانے سے

---

آنکھوں نے تری جس کے تئیں مست کیا ہو
وہ شور قیامت سے بھی ہشیار نہ ہووے

---

کیا کہوں تجھ سے "ھدایت" کہ مری شام و سحر
یاد میں زلف و رخ یار کے کیوں کر گزری
دن گزرتا ھے مجھے روز قیامت سے دراز
رات گزری تو شب مرگ سے بدتر گزری

---

پختہ مغزان جنوں سے ہر کسی کو جنگ ھے
جو ثمر پکا سو پامال جفائے سنگ ھے
عشق نے تیرے، مجھے یاں تک کیا ھے ناتواں
تا بہ لب آنا نفس کو راہ صد فرسنگ ھے
ان دنوں کچھ، تو " ھدایت" ھو گیا ھے زرد سا
ظاھرا عاشق کسی پر ھے، ترا کیا رنگ ھے ؟

---

صدقے ترے گل‌عذارا جی سے        اک جی سے نہیں ہزار جی سے

---

گھر سے نکلے ھے تو جی ساتھ نکل جاتا ھے
کوئی قامت ھے کہ یہ آہ دل محزوں ھے

---

چشمۂ خوں ھے، دامن دریا        آستیں کس نے یاں نچوڑی ھے ؟

---

ایک وہ ماہ رو غائب ھے نظر سے ورنہ
وھی تارے ھیں، وھی ماہ، وھی گردوں ھے

---

خدا جانے صنم آوے نہ آوے
بھروسا کیا ھے ؟ دم آوے نہ آوے

غنیمت ہے کوئی دم سیر گلشن
پھر اپنا یاں قدم آوے نہ آوے

---

گویا کہ تیرے ہجر میں، میں مر گیا ہوں رات
تعبیر جز وصال نہیں میرے خواب کی

---

صبا کوچے سے اس کے، مت اٹھانا خاک کو میری
مبادا گرد اس کے چہرۂ گل فام پر بیٹھے

---

شب ہجراں میں تری، صبح کے ہوتے ہوتے
استخواں شمع صفت بہ گئے روتے روتے

---

ہمیں نشیب و فراز زمانہ سے کیا کام
جو سر بلند ہیں ان کو ہے فکر پستی کی

---

جی تو گلشن میں بھی نہیں لگتا
کس کی مجلس سے ہم اداس گئے

---

# ہوس

مرزا محمد تقی خاں نام ، " ہوس " تخلص نواب مرزا علی خاں کے بیٹے اور نواب اصف الدولہ کے قریبی عزیز تھے - وطن فیض آباد اور مسکن لکھنؤ تھا - نہایت فارغ البال اور خوش حال تھے " ہوس " " مصحفی " کے شاگرد تھے مگر اُستاد کے طرز کی تقلید نہیں کی - اپنا راستہ الگ بنایا ان کے یہاں آمد کم آورد زیادہ ہے پھر بھی ان کلام لطف سے خالی نہیں - عبارت کی چستی اور فارسی ترکیبوں کی کثرت میں اپنے اکثر ہم عصروں سے بڑھے ہوئے ہیں -

# انتخاب

مہر معنی میں نے جب کاغذ پہ نور افشاں کیا
مطلع صبح قیامت مطلع دیواں کیا
اک تبسم کو نہ فرصت لب تک آنے کی ملی
کس قدر اس گل نے پاس خوبی دنداں کیا

---

اے عشق قدم اب تو تری راہ میں ڈالا
الآن توکلت علی اللہ ' تعالیٰ
آنکھوں سے لہو آنے لگا اشک کی جاگہ
نیرنگئی الفت نے عجب رنگ نکالا

---

خواہش نہ بقا کی تھی نہ خوف فنا ہم کو
ہستی سے " عرش " اپنی بہتر تھا عدم اپنا

---

تم نے ظاہر میں گلے لگنے سے انکار کیا
خواب میں ہم نے تمہیں دیر تلک پیار کیا
شرم کی اوٹ ہی سب کام بنا جاتا تھا
شوق بے پردہ نے رسوا سر بازار کیا

بیچ ڈالا ہے مجھے ہاتھہ خوش اسلوبوں کے
اس کا بندہ ہوں انہیں جس طرح سے دار کیا

---

ے دست جنوں کچھہ تو موئے پر بھي مدد کر
بد نامی وحشت ہے گریبان کفن کا

---

حسن کو ہوتي ہجوم عاشقاں کي گر خبر
تو جلوہ خانہ کو صحرائے قیامت مانگتا

---

جو اُڑتا تو گماں طاقت کا ہوتا ہم صفیروں کو
ہجوم ضعف نے چہرے پہ میرے رنگ ٹھہرایا
زباں طاعناں سے اے "ہوس" کیونکر بچیں کیا ہو
جنوں عشق نے ہم کو حریف ننگ ٹھہرایا

---

پائے تلاش پہلے ھي منزل میں رہ گیا
جي اشتیاق خنجر قاتل میں رہ گیا
کام اپنا تو تمام کیا یاس نے "ہوس"
شوق خراش خار مرے دل میں رہ گیا

---

ہم سے وا رفتۂ الفت ہیں بہت کم پیدا
ہاتھہ سے کھو نہ ہمیں ہونگے نہ پھر ہم پیدا

میں بھی ہوں باعث ایجاد "ہوس" اک شے کا
میری خاطر مرے خالق نے کیا غم پیدا

---

اگرچہ آج ہے بالیں سنگ و بستر خاک
کبھی تو سر مرا آغوش یار میں بھی تھا

---

بلبل نے کڑھایا نہ غم گل نے رلایا
ہم کو تو فقط اس کے تغافل نے رلایا

---

جگر پہ داغ ہوا یار کی جدائی کا
یہ داغ جی سے نہ جاوے گا آشنائی کا

---

شمع، پروانے پہ مصروف ہے، گل، بلبل پر
حسن ہر رنگ میں پاتا ہے خریدار اپنا

---

سینے کے داغ، دیکھ لئے میرے، خلق نے
وحشت میں پھاڑ کر میں گریباں خجل ہوا

---

جی اس کے در سوا، نہیں لگتا کہیں ذرا
فرصت دے ناتوانی تو جاویں وہیں ذرا

---

منزل میں جہاں کی، نہ ہوا دل سے جدا غم
اس راہ میں کیا یار سفر ہم کو ملا تھا
کہتا تھا اسے کوئی " ہوس " اور کوئی مجنوں
کل دشت میں اک خاک بہ سر ہم کو ملا تھا

---

ایسے آنے سے تو قاصد تو نہ آیا ہوتا
کیسی امید میں تونے مجھے مایوس کیا

---

سینے میں تڑپتا ہے پڑا ، برق کے مانند
کچھ حال نہ پوچھو دل بے صبر و سکوں کا

---

آتی نہیں چمن سے یہ، سوئے قفس کبھی
روکا ہے بخت بد نے نسیم رواں کو کیا

---

کسی کا روکنا وحشت میں جو مجھ کو نہ بھاتا تھا
جنوں میں میں نے سر ہر خار دامن گیر کا توڑا

---

نقش پائے رفتگاں کا سلسلہ جاتا رہا
ہم تو تھک کر رہ گئے اور قافلہ جاتا رہا
ہم گئے تھے اس سے کرنے شکوۂ درد فراق
مسکرا کر اس نے دیکھا سب گلا جاتا رہا

---

عہد طفلي سے غم عشق ہے دمساز اپنا
قیس وارفتہ کا انجام ہے آغاز اپنا
پاس ناموس محبت سے کبھو آہ نہ کي
نادم مرگ کسی پر نہ کھلا راز اپنا

---

غفلت هي میں هم خوش تھے' بیداری کا اک غم تھا
هنگام شباب ' اپنا کیا خواب کا عالم تھا

---

مشمت پر بلبل نالاں کے جو برباد هیں سب
هاتھ پر هاتھ دھرے سوچ میں صیاد هیں سب

---

ستا نہ هم کو دم نزع اے تصور یار
چلے هیں هوکے هم اپنے دیار کو رخصت

---

نہیں ''هوس'' ! وقت جوش مستی' قد خمیدہ سے کچھ حیا کر
بتوں کا بندہ رہے گا کب تک ؟ خدا خدا کر ؟ خدا خدا کر
کہاں کی نیند آگئي الہی مسافران رہ عدم کو
کچھ ایسے سوے کہ پھر نہ چونکے تھکے هم ان کو جگا جگا کر

---

طفلی کو یاد کرلے ! جنازے کو دیکھ لے
آغاز بھی ہے دوش پر ' انجام دوش پر

---

ہمارے شہر میں ہے عام راہ و رسم خود داری
نہ ہویاں جذب مقناطیس، دست انداز آہن پر

زمین مزرع الفت، بہار ستان آتش ہے
یہاں پروانہ کرتا ہے شرر کا کام خرمن پر

---

دیدنی ہے حسن اس بت کا کہ کیا کیا صنعتیں
خرچ کی ہیں صانع قدرت نے اس تصویر پر

---

کوڑا جو اس پہ، موج نسیم سحر کا ہے
جاتا ہے مثل آب رواں توسن بہار

---

ہر ساعت و ہر لحظہ فزوں ہے الم عشق
ہم سے تو اٹھائے نہیں جاتے ستم عشق

---

کس سوختہ کی خاک سے اٹھا ہے بگولا
اک شعلہ جوالہ ہے پہونچا پس محمل

---

یہی کہتی تھی لیلیٰ سوختہ جاں، نہیں کھاتی ادب سے خدا کی قسم
غم قیس سوا مجھے غم نہیں کچھ، اُسی کشتۂ ناز و ادا کی قسم

---

دل نے کی ہے مشق ضبط آہ و زاری ان دنوں
طایر بے آشیاں ہے بیقراری ان دنوں

ناز پروردہ چمن تھے ، اب اسیر دام ھیں
کچھہ تو اے صیاد کر خاطر ھماري ان دنوں

---

وصل کا دن ھے ، ولے آنکھوں کے میري سامنے
ھے کھڑے شب‌ھاے ھجراں کي سیاھي کیا کروں
ٹکڑے ٹکڑے دل ھوا جاتا ھے پہلو میں "ھوس"
ذبح کرتی ھے بتوں کي کم نگاھي کیا کروں

---

ھے جو نالاں ھم صفیران چمن کی یاد میں
اک مزا ھے عندلیب زار کي فریاد میں

---

لے گئي ھے دور از خود رفتگي اُن سے ھمیں
مدتیں گذریں کہ اب ھم آپ میں آتے نہیں
اس کے جاتے ھی ھوا ھے مضطرب کیسا "ھوس"
ھجر بھي ھوتا ھے لیکن اتنا گھبراتے نہیں

---

سوا غم کے نہ کچھہ دیکھا، بہ جز حسرت نہ کچھہ پایا
عدم سے ساتھہ اپنے ھم عجب تقدیر لائے ھیں
ھمیں پرسش سے تھا کیا کام؟ ھیں ھم لوگ دیوانے
صف محشر میں ھم کو یار بے تقصیر لائے ھیں

---

خواہ وہ قید رکھیں خواہ وہ آزاد کریں
ھم کو طاقت نہ رھي اتني کہ فریاد کریں

گل سے کہہ جاکے اسیروں کی طرف سے یہ صبا
قید سے چھوٹیں تو پھر ہم چمن آباد کریں

نام لیتے سے ترے ہم کو حیا آتی ہے
رو بہ رو کس کے ؟ ترا شکوہ بیداد کریں

---

گر کوئی مانع نہ ہو واں سجدہ کرنے کا مجھے
آستاں یار پسر برسوں جبیں سائی کروں

---

محمل نشین ناز کو مطلق خبر نہیں
کس کس کی خاک ہوتی ہے پامال کارواں ؟

---

اے باد صبا ہوئے گی بلبل کو ندامت
لے جا نہ تو خاکستر پروانہ چمن میں

---

بھرے گلشن سے میں نے پھول کب چن چن کے داماں میں
یہاں تو عمر بھر جھگڑا رہا دست و گریباں میں

---

بلبل کو ترنم نے گرفتار کیا ہے
ہر تار نفس ہے اسے زنجیر قفس میں

---

گہہ ہے عفو کی امید ، گاہ قتل کا بیم
کھڑے ہیں تیرے گنہگار دیکھئے کیا ہو

نہ آشنا ہیں موافق، نہ دوست ہیں غمخوار
فلک ہے درپے آزار دیکھئے کیا ہو

---

لطف شب وصل اے دل! اس دم مجھے حاصل ہو
اک چاند بغل میں ہو، اک چاند مقابل ہو

---

صحرا میں جلوں کے مجھے نخچیر بناؤ
دل کو مرے، اس کا ہدف تیر بناؤ
اے ملعمو کیا قصر و محل کرتے ہو، تم طرح
ٹوٹے ہوئے دل کی مرے، تعمیر بناؤ

---

دیکھو نہ پریشانی مری، آئینہ لے کر
آشفتگی زلف پریشاں کو تو دیکھو

---

میں چراغ سر رہ ہوں نہیں صرصر در کار
قتل کرنے کو ہے بس جنبش داماں مجھ کو

---

دکھائے رنج پھری کے، اجل تیرے تغافل نے
تجھے آنا تھا پہلے، آہ تو انجام کار آئی
نہ پایا وقت اے زاہد کوئی میں نے عبادت کا
شب ہجراں ہوئی آخر تو صبح انتظار آئی

اللہ رے بد مزاجی! کرتا ہے عاشقوں سے
وہ گفتگو کہ جس میں الفت کی بو نہ آوے

---

دل میں اک اضطراب باقی ہے
یہ نشان شباب باقی ہے

---

ہوے آج بوڑھے جوانی میں کیا تھے
جب اٹھتے تھے زانو سے ہاتھ آشنا تھے
جہاں کی تو ہر چیز میں اک مزا تھا
نہ سمجھے کہ کس شے کے ہم مبتلا تھے
بلا کر پکارا ہمیں کیوں ؟ جہاں میں
یہ سب حرف کیا سہو کلک قضا تھے
خدا جانے دنیا میں کس کو تھی راحت
'' ہوس '' ہم تو جینے سے اپنے خفا تھے

---

مرگیا غصے میں حاجت بھی نہ تلوار کی تھی
کیا مری موت بھی مرضی میں مرے یار کی تھی
یاد ایام توانائی و آغاز جنوں
وہ بھی کیا دن تھے کہ طاقت مری رفتار کی

---

کبھی زلف دن کو جو کھول دی ، تو نمود ہے شب تار کی
جو نقاب شب کو الٹ دیا تو سحر ہے فصل بہار کی

---

توبہ مے کا چلے ہیں داغ ہم دل پر لئے
سامنے آئیں نہ حوریں ہاتھ میں ساغر لئے

---

ہو حکم باغباں ، تو پئے بلبل اسیر
پژ مردہ پھول باغ سے دو چار توڑئیے

---

نیند بھر کوئی نہ سویا مرے زنداں میں کبھی
صلح اک دم نہ ہوئی دست و گریباں میں کبھی
قیس و فرہاد نہیں ہائے میں کس سے پوچھوں
نیند آتی ہے کسی کو شب ہجراں میں کبھی
باغباں باقی ہے اب بھی کوئی تنکا کہ نہیں
آشیاں ہم نے بنایا تھا گلستاں میں کبھی

---

رونے میں رات ہجر کی ساری گذر گئی
گذری بری ، پہ یوں ہی ہماری گذر گئی

---

تم جو غافل رہے الفت کے گرفتاروں سے
سر پٹک مرگئے زندان کی دیواروں سے
زینت پائے جنوں اس سے زیادہ کیا ہو
آبلے سب گہر سفتہ بنے خاروں سے
داغ دل ، سوز جگر ، کاوش غم ، درد فراق
بیشتر مرتے ہیں عاشق انہیں آزاروں سے

---

کیا کیا نہ رنج ہم پہ ، ترے بن گزر گئے
اب جلد آ کہیں کہ بہت دن گزر گئے
رخصت کے وقت ہم نے "ہوس" آہ تو نہ کی
صدمے ہماری جان پہ ممکن گزر گئے

---

دامن میں رکھا بھر کر یوں لخت جگر ہم نے
یہ باغ محبت کے پائے ہیں ثمر ہم نے

---

قفس سے چھوٹنے کی ہے خوشی ، پر ساتھ یہ ڈر ہے
ہماری ناتوانی پھر نہ ہم کو دام ہو جاوے

---

# فدوی

مرزا محمد علی نام اور عرف پھجو تھا — شاہ جہاں آباد کے رہنے والے تھے، آخر میں ترک وطن کر کے عظیم‌آباد میں سکونت اختیار کرلی تھی — مشہور بزرگ شاہ گھسیٹا کے معتقد اور شاگرد تھے علم موسیقی میں بھی مہارت رکھے تھے —

اشعار میں بندش کی چستی اور زبان کی شیرینی ہے، محاورہ بندی اور معانی و مضامین کی تلاش میں الفاظ کی چنداں پروا نہیں کرتے ہیں — بعض اشعار میں ترنم خاص طور پر نمایاں ہے -

# انتخاب

هم کو تو وفا سے نہیں اے یار! گزرنا
پر تو بھی جفا سے نہ ستم گار ' گزرنا

---

تجھ سے ہوتے ہیں درد مند جدا؟
گو کرے کوئی بند بند جدا

---

کچھ تو دل میں ترے نفاق پڑا
جو اب آنا اِدھر کا شاق پڑا

---

دل میں کس بات سے ملال گیا
یار تیرا کدھر خیال گیا

---

گلا آپس میں آگے بھی کبھو تھا
تکلف بر طرف ایسا ہی تو تھا؟

به رنگ آئینه جو آب جو تها
وہ پانی پانی اس کے رو به رو تها

---

تک اثر هو زبان میں پیدا
پهر سبهی کچهه هے آن میں پیدا
زندگی کا نه کچهه مزا پایا
کیوں هوئے هم جهان میں پیدا

---

کیا تسلی کر گیا تها یار اس دل کو مرے
یه تو کچهه جاتے هی اس کے اور گهبرانے لگا

---

کون اس سے یه کہے، "کیوں قتل عالم کو کیا"
کیا کسی کا ڈر پڑا هے جی میں آیا سو کیا

---

دل سے یه دور رهے آج کی شب هوگئی صبح
شب فرقت هے خدا جانے که کب هوگی صبح

---

بیگانگی همیں نہیں تجهه سے تری طرح
هم سب طرح ترے هیں، سمجهه تو کسی طرح

---

مجھ سوختہ دل کو نہ کہہ پیکر طاؤس
جلتے ہیں مرے داغوں کے آگے پر طاؤس

---

ہر طرح ہم اس کے ہیں دل و جان سے "فدوی"
وہ خواہ ہمیں یاد کرے خواہ فراموش

---

عاشق کی کچھ نہیں ہے دل و جاں سوا بساط
اے دوست امتحان نہ کر اس کی کیا بساط

---

گیا وہ زمانہ، ہوا اور عالم
نہ وہ دن، نہ وہ دل، نہ وہ تو، نہ وہ ہم

---

چشم بد دور، عجب آنکھیں ہیں
قتل کرتی ہیں غضب آنکھیں ہیں

---

کچھ خوش آتا نہیں بغیر ترے
زندگانی عذاب ہے تجھ بن

---

وہ کافر ہماری شب تار ہے جسے دیکھنا مہر کا عار ہے

---

گو تجھ کو نہ اعتبار ہو وے
کافر ہو جسے قرار ہو وے

---

جوں شمع گو کہ سر سے بلا رات تل گئی
دیوانے فکر آج کی کر کل کی کل گئی

---

ٹک ساتھ ہو حسرت دل مغموم سے نکلے
عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

---

دزدیدہ نگہ نے تری بندہ کیا مجھ کو
اِس آن کے ، اس ڈھب کے، اس انداز کے صدقے

---

دل ہے ازل سے تختۂ مشق ستم گراں
تقدیر کے لکھے کو کوئی کب مٹا سکے

---

کس دل جلے کی تیری تئیں بد دعا لگی
اے شمع اب تو آہ ترے سرپہ آ لگی

---

ملے وہ غیروں سے مہرروش جو ، ہمیں کب آتا ہے رشک اس کا
یہ ڈھلتی پھرتی ہے چھاؤں ''فدوی'' کبھی ادھر ہے کبھی اُدھر ہے

---

تری ، هم نے تاثیر بس آہ دیکھی
نہ آیا وہ کافر بہت راہ دیکھی

میں دل اور جان حاضر هوں ، پر تو اس کو کیا جانے
مرے دل میں تو یہ کچھ ہے ترے دل کي خدا جانے
ہمیں تو عین راحت هے جو کچھ تري عنایت هے
گرفتار جفا هو وے جفا کو جو جفا جانے

## مصنف

مرزا حسین علي نام ، جرأت کے شاگرد تھے ، لکھنؤ میں تعلیم
اور تربیت پائي تھي ان کي غزلوں میں آورد زیادہ ھے -

---

## انتخاب

اپنا تو درد عشق سے بس کام ھو چکا
گر غم یہي ھے تو ھمیں آرام ھو چکا

---

ناصح تو نصیحت نہ سنا ! میں نہیں سنتا
بک بک کے مرا مغز نہ کھا ! میں نہیں سنتا
اس بت نے جو غیروں پہ کیا لطف تو یارو
مجھ سے نہ کہو بہر خدا ، میں نہیں سنتا
بیماری غم سے کوئی جیتا ھے طبیبو !
کیوں مجھ کو بتاتے ھو دوا ، میں نہیں سنتا
کیوں پہلے نہ آنے کی خبر اس کے سنادي
پیغام بر اب کچھ نہ سنا ! میں نہیں سنتا

---

کیا حرف ? یارب! اس کے دھن سے نکل گیا
سنتے ھی جس کے جي مرا' سن سے نکل گیا
چھوڑا قفس سے تب ھمیں صیاد نے' آہ
جب موسم بہار چمن سے نکل گیا
تیرے جلے بلے کو' رکھیں خاک قبر میں
شعلہ سا ایک تھا سو کفن سے نکل گیا

---

مت اپنا سنا غم دل افگار کسی کو
مرجائیں گے ورنہ ابھی دو چار تڑپ کر

---

سیر گل کو وہ بھی آیا تھا' ھوا مجھ کو یقیں
ٹکڑے ٹکڑے باغ میں گل کا گریباں دیکھ کر

---

آ گیا غش میں وہ افراط نزاکت کے سبب
سخت محجوب ھوئے ھم تو اسے مار کے پھول

---

اس سے یہ روٹھنا میرا نہ ستم لائے کہیں
نہ دل اس یار کا اغیار سے مل جا کہیں
نشۂ مے میں' نہ دیکھ آئینہ لے کر پیارے
غرہ حسن تجھے اور نہ بہکائے کہیں
ٹکٹکي اس کی طرف اس لئے میں باندھے ھوں
کہ دم نزع مری آنکھ نہ پھر جائے کہیں

دم کسي شکل تھرتا نہیں اب اے "مصحلت"
تھرے جینے کي جو ملنے کي وہ تھہرائے کہیں

---

کیا اس کی کہوں حالت دشوار ہے اب صحت
خاموش ہے کچھ تیرا بیمار کئی دن سے

---

ہو رقیبوں سے ملاقات اس بت گمراہ کي
اور ترستے ہم رہیں قدرت ہے یہ اللہ کی

---

ہے انکھڑیوں میں نیند تو اک کام کیجئے
یہ بھي تو گھر ہے آپ کا ' آرام کیجئے
اس زندگي سے کھینچئے "مصحلت" گر اپنا ہاتھ
پھیلا کے پاؤں ذوق سے آرام کیجئے

---

مت اتھا ان کو جو ہیں ظلم اتھانے والے
جیتے جي وارے ترے ہم نہیں جانے والے
کل شب وصل میں کیا جلد کٹي تھیں گھڑیاں
آج کیا مرگئے گھڑیال بجانے والے

# غضنفر

غضنفر علی خاں نام، لکھنؤ کے رھنے ولے جرأت کے شاگرد تھے۔
کلام میں صفائی اور روانی ھے - محاورہ بندی کا خیال زیادہ ھے - واردات
عشق کے علاوہ دوسرے مضامین بہت کم نظم آتے ھیں -

---

# انتخاب

حال کہنے کی بھی اب طاقت نہیں اے ھمدمو!
کیا کہیں؟ کیا حال وہ ظالم ھمارا کر گیا
نام سے جس مرنے والے کے تمہیں اب تک ھے ننگ
سچ تو یہ ھے نام وہ سب میں تمہارا کر گیا

---

آغاز محبت ھی میں دنیا سے اٹھے ھم
صد شکر اٹھایا نہ کچھہ احسان کسی کا

---

دیکھنے کو ترے بیمار کے لوگ آئے ھیں
ایسے میں آکے ذرا تو بھی نظارا کرنا

---

شکوا کروں آہ کیا کسی کا　　کوئی نہیں آشنا کسی کا
مذکور جو رات تھا کسی کا　　کچھ ہوش نہ تھا بجا کسی کا
محتاج کسی کو اے "غضنفر"　　ہرگز نہ کرے خدا کسی کا

---

تا دم زیست نہ اس شوخ کا در چھوڑوں گا
آخر اک روز میں اپنا اسے کر چھوڑوں گا
جب تلک اس کے بھی دو چار نہ آنسو نکلیں
آہ رونا نہ میں اے دیدۂ تر چھوڑوں گا

---

غالباً مرگ ہی آئی ہے اب اپنی کہ جو آہ
نظر آتا نہیں تصویر سحر کا نقشا

---

جاتے ہیں وہاں سے گر کہیں ہم
ہر پھر کے پھر آتے ہیں وہیں ہم
صد حیف کہ کنج بیکسی میں
کوئی نہیں اور ہیں' ہمیں ہم
خاموشی کی مہر ہے دہن پر
ہیں حلقۂ غم میں جوں نگیں ہم
آیا نہ وہ شوخ اور گئے آہ
حسرت ہی بھرے تہ زمیں ہم
تکتے رہے جانب در اے وائے
مر مر کے بوقت واپسیں ہم

قسمت میں تو ھجر ھے " غضنفر "
اب وہ ھے تو آپ میں نہیں ھم

---

کچھ سمجھ میں نہیں آتا ھے اب اپنا آزار
ھیں تو چنگے بھلے، پر لگتے ھیں بیزار سے ھم

---

بے توقع ھوئے از بسکہ ھر اک بات سے ھم
دستبردار ھیں اب سب کی ملاقات سے ھم
اب تو ھم بیٹھے ھیں خاموش " غضنفر " گویا
آشنا تھے ھی نہیں حرف و حکایات سے ھم

---

تصور میں ھو اس سے دو بدو ھم
کیا کرتے ھیں پھروں گفتگو ھم
کھنچی دیکھی جو کل تصویر مجنوں
تو گویا بیٹھے تھے بس ھو بہ ھو ھم

---

نہ کاٹے کٹیں اور نہ مارے مریں
تمہیں پر یہ عاشق تمہارے مریں
مریضوں کا تیسرے ھے چارہ یہی
چھٹیں دکھ سے گر، یہ بچارے مریں

---

میں نے مانا تو مجھ سے کام نہ رکھ
پر مجھے عاشقوں میں نام نہ رکھ
قاصد جو کہا ہو اس نے ، کہدے
اس کا باقی کوئی پیام نہ رکھ

---

سونا فراق یار میں خواب و خیال ہے
جب دل لگا تو آنکھ کا لگنا محال ہے

---

میری ایذا کے جو رہتا ہے وہ درپے دن رات
کچھ تو اس کو بھی ستانے سے ہے حاصل میرے

---

نالہ و شور و فغاں تھا ، آہ و زاری رات تھی
کلبۂ تنہائی میں کیا کیا بے قراری رات تھی
بے کلی سے کل نہ تھی کل شام سے لے تا سحر
ایک سی حالت دل مضطر کی ساری رات تھی
فکر دنیا و غم دیں دونوں بھولے تھے اسے
اک فقط دل کو تمہاری یادگاری رات تھی
تار رونے کا نہ ٹوٹا جب تلک ٹوٹا نہ دم
شدت غم سے یہ حالت مجھ پہ طاری رات تھی
تیرے آنے کی توقع تھی جو دل کو بعد مرگ
نا امیدی میں عجب امید واری رات تھی

---

جس میں تری طلب ہو اس جستجو کے صدقے
ہو جس میں ذکر تیرا اس گفتگو کے صدقے

---

جائیے واں تو کہیں کوچۂ دلبر والے
اس طرف راہ نہیں او دل مضطر والے

---

جس کے بن دیکھے نہیں زیست کا اسلوب کوئی
بد تو کیا اس کو کہوں، ہے وہ غرض خوب کوئی

---

مطلوب نہ ہاتھ آئے تو طالب کی ہے خامی
دیکھیں تو بھلا ہم سے وہ کیوں کر نہیں ملتے
بے دید ہیں کیا ملک عدم کے بھی مسافر
جاتے ہیں تو برسوں میں پھر آکر نہیں ملتے

## نصرت

نصرت تخلص تھا ' جرأت کے شاگرد تھے - الفاظ ثقیل سے پرهیز
کرتے هیں اُن کي طبیعت کا میلان سلاست اور محاورہ بندی کي طرف
معلوم هوتا هے -

## انتخاب

هر برگ شجر کو هے ترے نام کی تسبیح
هر رنگ میں عالم کو ترے دھیان میں دیکھا
اول تو تجھے کعبه و بتخانے میں ڈھونڈھا
دیکھا تو پھر آخر دل حیران میں دیکھا

هوس کسی کو جو دیکھنے کي هو موج بے انتہائے دریا
تو آکے چشموں کو دیکھے میري که یاں سے هے ابتدائے دریا
درون گرداب اب تو جاکر پھنسي هے کشتي هماري یارب
سرشک یاس اب نہیں هیں آنکھوں سے کیا کہیں ماجرائے دریا

بات وہ حق کے سوا اور نہ کچھ کہتا تھا
کیوں سر دار پہ ناحق سر منصور کیا

---

بن ترے آئے پریشاں ہیں سبھی سامان عیش
مے کہیں، مطرب کہیں، ساقی کہیں، ساغر کہیں
کارواں عشق سے بچھڑا میں اب جاؤں کدھر
گم صدائے زنگ ہے اور چل بسے رہبر کہیں

---

ہو صبر کو کیا قرار دل میں ہے ہم سے خفا وہ یار دل میں

---

جس کو غم عشق گلرخاں ہو کب اسکو ہوائے بوستاں ہو
وہ دوست جو مہرباں ہو کیا غم گو دشمن جاں مرا، جہاں ہو

---

طبیبوں نے جو دیکھا نبض کو میری تو یہ بولے
یہ جاوے گا تمہارے جی کے ساتھ آزار دیکھو گے
نہ دوگے شربت دیدار گر بیمار کو اپنے
تو جی دیگا تمہارا طالب دیدار دیکھو گے

# لچھمي نرائن، صاحب و شفیق

لچھمي نرائن نام، صاحب و شفیق تخلص، اورنگ آباد دکن کے رھنے والے تھے - ان کے والد لالہ منسا رام عرصے تک سلطنت دکن میں صدرالصدور کے پیشکار تھے سنه ۱۸۵۸ ھ میں پیدا ہوے، مولوي شیخ عبدالقادر سے کتب درسی پڑھیں، فن شعر میں علامہ میر غلام علي "آزاد" بلگرامی کے شاگرد ہوے، پہلے "صاحب" تخلص کیا جب میر محمد مسیح "صاحب" کا شہرہ ھوا تو آزاد کے مشورے سے شفیق تخلص اختیار کیا چنانچہ پہلے دیوان میں صاحب اور دوسرے میں شفیق تخلص ملتا ھے -

ان کي زبان ان کے دکن ھمعصروں کے مقابلے میں بہت صاف ھے لیکن یہ شاعري میں کوئی خاص درجہ نہیں رکھتے ان کے بہت سے شعروں کي بناء لفاظی پر ھے ایسے شعر انتخاب میں نہیں لے گئے ھیں -

# انتخاب

شمع پر پروانہ جل کر راکھ ہو
عاشقی کا نام روشن کر گیا

---

قباحت ہے بڑے غمزے سے آکر پھر کے مت جانا
جھجک کر مسکرا کر دیکھ کر ہلس کر لپٹ جانا

---

ان وفاؤں کا یہ بدلہ ہے ملا یا قسمت
ہم چلے، تم کو تو اب کر کے دعا یا قسمت

---

باغباں ہم کو نہیں واللہ کچھ گل سے غرض
ہیں گے مشتاق صدا، ہے شور بلبل سے غرض

---

کم رکھے جی دل میں اپنے گل رخاں کا اختلاط
جی میں لے چھوڑے گا چنچل ان بتاں کا اختلاط

---

بہار آئی جلوں نے سر اٹھایا ہے خدا حافظ
نسیم صبح نے دل کو ستایا ہے خدا حافظ

---

جیوں جلا آگ کا، آتش ستي هوتا هے بهلا
عشق کے درد کو تحقیق دوا هے گا عشق

مرا دل لهلے هي تک آشنا تها
تري آنکهیں پهرالے کے تصدق

دل الجهتا هے مرا جیوں جیوں که سلجهے هیں وہ بال
کیا مچے گي دیکهئے کاکل کے کهل جانے میں دهوم

کس طرح بیمار دل کی هم شفا چاهیں که آج
پڑ گئی هے اس کي آنکهوں سیتی مے خانے میں دهوم

کیا کریں عرض حال تیرے پاس
هم کو دل نهیں تجهے دماغ نهیں

اب حیات حق میں سخن گو کے هے سخن
باقی هے میرے بعد یهي یاد گار کچهه

اس طور تهبج گئے هیں نین کس کی یاد میں
نرگس کو هے چمن میں مگر انتظار کچهه

مت کوئی روشن کرو تربت پہ مجنوں کے چراغ
روح جل جاوے گی دیوانے کی پروانے کے ساتھ

---

کبھو باتیں بنا تم اب و لیکن
تمہارا دل کہیں جاتا رہا ہے

---

ہمیں کنج چمن میں چھوڑ کر صیاد جاتا ہے
خدا جانے کہ ہم سے خوش ہے یا ناشاد جاتا ہے

---

اگر وہ شعلہ خو تک پردہ منھ سے دور کر دیوے
پتنگے جل مریں اور شمع کو بے نور کر دیوے

---

خاک سے اس کی نرگس اگتی ہے
جو ترا منتظر ہو مرتا ہے

---

ہر جہت باد صبا سے یہ قدم کا فیض ہے
مرقد بلبل پہ گل جو یوں چراغاں ہو گئے

---

میں اپنے درد دل کہنے کے صدقے
ترے سن سن کے چپ رہنے کے صدقے

---

چکوریں ماہ کے اور بلبلیں گلزار کے صدقے
کوئی قربان کس کا ہے میں اپنے یار کے صدقے

---

خدا کسي کو کسي ساتھ آشنا نہ کرے
اگر کرے تو قیامت تلک جدا نہ کرے

---

کیا ہوا ہے کس طرح کا ابر ہے
جس کو دل چاہے نہ ہو کیا جبر ہے

---

# اختر

محمد صادق خاں نام ' بنگال کے رہنے والے تھے مگر ترک وطن کر کے لکھنؤ میں قیام کر لیا تھا ' مرزا قتیل کے شاگرد تھے - اُردو اور فارسي دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے - اُن کی شاعری کا اس قدر شہرہ ہوا کہ غازي الدین حیدر فرما نروائے اودہ نے اُن کو ملک الشعرا کا خطاب دیا ' عالم و فاضل شخص تھے - اختر عالم فاضل نکتہ رس دقیق نظر اور متعدد کتابوں کے مصنف تھے - شعبدہ بازی میں بھي کمال رکھتے تھے -

خیالات کي بلندي ' مضامین کا تنوع بندش کي چستی ' فارسي ترکیبوں کی دل آویزي اور بیان کي متانت " اختر " کی شاعری کے خصوصیات ہیں -

اختر نے " مصحفي " اور " انشا " سے لے کر " وزیر " اور " صبا " تک کا زمانہ دیکھا تھا - اُنھوں نے سنہ ۱۸۵۸ع میں اِنتقال کیا -

## اِنتخاب

تھی کرم سے چشم بخشش قہر سے خوف عقاب
دل میں اپنے عمر بھر حشر امید و بیم تھا

---

اگرچہ روز جاں کاہ اجل بھی تیرہ ہے لیکن
ترقی پر ہے کچھ بخت سیہ شب ہائے ہجراں کا

---

شب جو اپنا نالہ دل بسکہ سہر آہنگ تھا
زندگی کا عرصہ یاروں پر نہایت تنگ تھا
زندگی میں دیکھتے کیا خاک ہم اس کو یہاں
عمر بھر آئینہ دل پر ہوس کا زنگ تھا

---

کوثر سے بھی نہ اس کے بجھی سوزالعطش
مشتاق ہے گلو ترے خنجر کی آب کا
رو تھرا درمیاں ہے کروں کیا ؟ خموش ہوں
ورنہ میں ایک بند نہ رکھتا نقاب کا

---

لطف بےحد سے ترے سب دشمن جاں ہوگئے
ابر رحمت ہائے میرے حق میں طوفاں ہو گیا

---

دل مجھ کو ھائے بے کس و بے چارہ کر گیا
اپنی تلاش میں مجھے آوارہ کر گیا
برسوں میں آیا تھا جو وہ دم بھر کے واسطے
آنکھوں کو وقف حیرت نظارہ کر گیا

پائے بند زینت دنیا دل روشن نہیں
رنگ گل مانع ھوا شبنم کی کب پرواز کا

طمع سے آبرو برباد یوں ھوتی ھے دنیا میں
جلا دیتا ھے جیسے آب گوھر شعلۂ آتش

آئینۂ اندیشہ نمائے دل " اختر "
ھے پیچ و خم حلقۂ گیسو سے ترے داغ

کس چشم کی گردش کا تھا مارا ھوا " اختر "
خاک اس کی بگولے سے جو ھے ھم سفر اب تک

کھینچے لئے جاتا ھے مجھے ساتھ جو اپنے
شاید کشش یار ھے اب راہ بر دل

کشور عشق میں بیکار ھے اعجاز مسیح
لوگ یاں مرگ سے امید شفا رکھتے ھیں

جان دے بیٹھیں تو دیکھے نہ کبھی آنکھ اٹھا
ایسے بے دید سے ہم چشم وفا رکھتے ہیں

---

خرام یار سے اسودگان خاک اٹھ بیٹھے
یہ چلنا کیا ہے ? آشوب قیامت اس کو کہتے ہیں

---

قتل عاشق سے ہے تیغ یار منھہ موڑے ہوئے
کون گردن سے اُتارے آہ بار عاشقاں

---

خون ناحق کا دکھا دیتے تجھے محشر میں رنگ
پر کریں کیا تیرا فریادی ، کوئی بسمل نہیں
تاب کیا فریاد کی اس کو جفائے یار سے
اس قدر ہے مضمحل سینے میں گویا دل نہیں

---

آتش گل سے تو بلبل جل گئی گلشن میں آہ
رہ گیا اس سے نشان آشیان سوختہ
عمر جو گذری سو گذری فکر باقی کیجئے
ہے یہ آتش ، یادگار کاروان سوختہ

---

دوری سے تری ، ہر صحرائے رشک گلستاں
آنکھوں میں مری باد صبا شعلہ فشاں ہے

---

کیا تاسف سے تڑپتے ہیں اسیران قفس
کچھ جو اڑتی سی سنی ہے کہ بہار آئی ہے

---

لبوں تک آہ کا آنا ہے دشوار یہ زوروں پر ہے اپنی ناتوانی
کیا ہے امتحاں ہم نے جہاں میں کہ ہے بے قدر عہد زندگانی

---

الفت اس کی ہر جگہہ میرے لئے تعمیر ہے
جاؤں صحرا کو تو واں بھی خانۂ زنجیر ہے
جو مقدر ہے وہی ہوتا ہے ظاہر ' سعی سے
صورت تدبیر یاں در پردۂ تقدیر ہے

---

ہے رگ جاں تک جو اپنی موج زن' خون جنوں
یہ بہار نشتر مژگاں کا کس کے جوش ہے

---

عجب ڈھب کی یہ تعمیر خراب آباد ہستی ہے
کہ پستی یاں بلندی ہے' بلندی یاں کی پستی ہے
تردد کیوں تمہیں اے ساکنان ملک ہستی ہے
عدم کی راہ سیدھی ہے بلندی ہے' نہ پستی ہے
وصال اس کا عوض مرنے کے گر ٹھہرے' غنیمت ہے
متاع وصل جاناں' جان دینے پر بھی سستی ہے
حصول جاہ کی تدبیر جو ہم لوگ کرتے ہیں
ہماری سعی باطل دیکھ کر تقدیر ہنستی ہے

سمجھ ہر ایک کو ہشیار ہم آئے تھے یہاں "اختر"

بہ چشم غور جو دیکھا تو متوالوں کی بستی ہے

---

دوستی کا حال کیا پوچھے ہے اے ناکردہ کار

دیکھ میرا سینہ مالا مال داغ دوستی سے ہے

---

اُدھر قاصد گیا ہے ، اور اِدھر جاتا ہے جی اپنا

جواب نامہ تک کس کو امید زندگانی ہے

نہ پوچھو بے قراری کا مری، راتوں کو اب عالم

دل مضطر ہے، میں ہوں، اس گلی کی پاسبانی ہے

---

گو زر نہ ہو ، پر مایۂ ہمت کی بہ دولت

گنجینۂ ارباب کرم خانۂ دل ہے

# شہیدی

کرامت علی نام ' شہیدی تخلص وطن بریلی تھا مگر لکھنؤ میں پرورش پائی - پہلے مصحفی سے اصلاح لی جب ان کا انتقال ہو گیا تو شاہ نصیر سے مشورہ کرنے لگے -

آدمی بذلہ سنج ' اور یارباش اور آزاد تھے ' آزادی وارستگی تک پہونچ گئی تھی -

شہیدی ' سرکار انگریزی کے محکمۂ کمسریٹ میں ملازم تھے ' اس خدمت سے کنارہ کش ہونے کے بعد پھر کہیں ملازمت نہیں کی ' وہ ایک بذلہ سنج - یار باش - آزاد منش اور وارستہ مزاج آدمی تھے - دہلی ' اجمیر ' پنجاب ' بھوپال ' گجرات میں ان کے احباب بہت تھے ' وہ اکثر ان شہروں کا دورہ کیا کرتے تھے اور اپنے دوستوں کے یہاں مہمان رہتے تھے -

" شہیدی " کا دل سراپا درد و عشق تھا - ان کی طبیعت کا میلان عشق مجازی سے زیادہ عشق حقیقی کی طرف تھا - وہ سچے عاشق رسول تھے ' اس لئے نعت میں جو کچھ کہتے تھے دل کی زبان سے کہتے تھے اور نئی نئی باتیں پیدا کرتے تھے ' ان کی غزل میں سوز و

گداز کی کمی نہیں ہے - زبان صاف و شستہ ہے اور طبیعت دریا کی روانی رکھتی ہے - سنگلاخ زمینوں کو پامال کرکے چھوڑتے ہیں اور مشکل طرحوں میں سہ غزلہ اور چو غزلہ لکھ کر اپنی قادرالکلامی کا ثبوت دیتے ہیں -

شہیدی نے ۴ صفر سنہ ۱۲۵۶ھ کو مدینہ کے راستے میں انتقال کیا -

## انتخاب

تصویر ایک آئینہ انواع مختلف

کس وجہ میں نہ محو رہوں ہر شکیل کا

جھوٹھے پڑیں گے نامۂ اعمال روز حشر

جب عفو عام کام کرے گا وکیل کا

---

طلوع روشنی جیسے نشان ہو شہ کی آمد کا

ظہور حق کی حجت ہے جہاں میں نور احمد کا

شب و روز اس کے صاحبزادوں کا گہوارہ جنباں تھا

عجب ڈھب یاد تھا روح الامیں کو بھی خوشامد کا

شب معراج چڑھ کر عرش پر دم میں اُتر آیا

بیان اس قلزم معنی کی ہو کیا۔ جزر اور مد کا

اُدھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل

خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

---

تو ارد کے یہ معنی، جب لکھا شعر اس کی مدحت میں

مرے مضموں سے مضموں لڑ گیا ہے نظم قرآں کا

---

شوق وصال' سینے میں آزار بن گیا
میں خواہش طبیب میں بیمار بن گیا
تیرے خیال نے مرے دل کو کیا فگار
طالع کے انقلاب سے گل' خار بن گیا

---

ہر گل تف جگر سے مرے' مضمحل ہوا
لے جا کے خلد میں مجھے رضواں خجل ہوا

---

مجھے عذاب جہنم کہ بت پرست ہوں میں
وہ بت' بہشت میں دعوی جسے خدائی کا

---

بتوں کا سجدہ مرا سر نوشت میں کب تھا
کہ عزم' کعبہ کے در پر ہو جبہہ سائی کا

---

دیکھ کر مجھ کو پھڑک جائے نہ صیاد کا دم
چھپے کرتا ہوا خود میں تہہ دام آیا
اب نہ سن! گر میں کروں تیرے تغافل کا گلہ
بات کیا صبح کا بھولا ہوا گر شام آیا

---

قیس! ہوتی کف لیلی ہی میں ناقے کی مہار
گر پری چہرہ مرا رونق محمل ہوتا
سچ ہے ناصح کہ ضرر دل کا ہے خوں رونے میں
خوں نہ روتا مرے سینے میں اگر دل ہوتا

پنی صورت سے تجھے عشق نہیں ہے ورنہ
در و دیوار سے آئینہ مقابل ہوتا

---

تصور عاشق بے تاب نے دل میں جہاں باندھا
نقاب اس شرمگیں نے اپنے چہرے پر وہاں باندھا

---

یہ عاصی رہے نار میں یا الٰہی
بہشت بریں میں وہ کافر نہ ہوگا

---

اب "شہیدی" سے تو ہے ضبط جنوں بس دشوار
دامن یار ہی چھوٹتا تو گریباں کس کا

---

سن کے میری مرگ کا آوازہ، وحشت نے کہا
اُٹھ گیا دنیا سے وارث خانۂ زنجیر کا
دیکھ لے جو چاہے میرے صفحۂ دل میں تجھے
فرط حیرت سے ہوں آئینہ تری تصویر کا
کر کے میں قطع تعلق سب میں دیوانہ بنا
وہ بڑا عاقل ہے جو بستہ ہوا زنجیر کا

---

لاؤں گا زباں پر تری بیداد نہ ہرگز
بے رحم، تجھے خلق میں مشہور کروں کیا

ہو جاے گا چپ، سن کے مرا حرف تملا
ناداں ہے اُسے اور بھی مغرور کروں کیا

---

عاشقوں میں قابل کشتن نہ تھا میرے سوا
میں ہوا قتل اور کمر سے یار کی خنجر کھلا

---

کرتے ہو نیم نگہہ پر، مرے دل کا سودا
نہ خریدو یہہ ابھی اور بھی ارزاں ہوگا

---

مرے پہلو سے جاتے ہو یہہ کہہ کر دم میں آتا ہوں
تمہارا وعدہ سچ پر یاں بھروسا کس کو ہے دم کا

---

صنم بھر خدا رکھنے دے اپنا ہاتھ سینے پر
ہمارا زخم دل محتاج ہے ان روزوں مرہم کا

---

شکر ہے خانۂ زنداں کی شکایت نہ رہی
جاکے صحرا میں بھی دیوانہ ترا تنگ رہا
حیف صیاد نے گن گن کے گرفتار کئے
نہ گلستاں میں کوئی مرغ خوش آہنگ رہا
عار تھا ہر کس و ناکس سے مقابل ہونا
شکر صد شکر مرے آئینے پر زنگ رہا

---

اغیار کا منھہ تھا مجھے محفل سے اتھاتے

سچ یوں ھے تري رنجش بے جا نے اتھایا

بیمار محبت کو اب اللہ شفا دے

سنتے ھیں کہ ھاتھہ اُس سے مسیحا نے اتھایا

---

ھجر میں جینے سے مرنا وصل میں مجھہ کو قبول

یہ سخن پروانہ کہہ کر شمع سوزاں پر گرا

---

دن رھائی کے قریب آئے "شہیدي" شاید

خود بہ خود آج مرا طوق گلو توت پڑا

---

خود بہ خود آتا ھے گریہ ھر گھڑی عاشقی نے طفل خو ھم کو کیا

اُس کی بے رحمي کا شکوہ ھے عبث کب کسي نے رو برو ھم کو کیا

اے "شہیدي" شوق وصل یار نے جسم و جاں سب آرزو ھم کو کیا

---

بھروسا کس کو تھا فرقت کي شب میں زندگاني کا

ملایا تجھ سے پھر، ممنوں ھوں اپني سخت جاني کا

ذرا کاندھا تو دے لو تم بھی تا عالم میں شہرہ ھو

ھماري جاں فشاني کا، تمھاري قدر داني کا

---

آشیاں سے صحن گلشن تک بچھے ھیں لاکھہ دام

کاش ھو موج ھوا زنجیر پائے عندلیب

---

آئے تھے لے لے کے کوڑے محتسب
بن گئے مستوں کے گھوڑے محتسب
گر ہمارے میکدے میں ہو گذار
خم کے بدلے توبہ توڑے محتسب

---

چشم ساقی کے ہوئي دور میں یہ عام شراب
قاضی شہر کو ملنے لگی، بے دام شراب

---

وعدہ رویت کا ہے موقوف ترا فردا پر
آہ کچھ چارا نہیں حسرت دیدار سے آج

---

ہوے عشاق نوازی کے وہ دل سے مصروف
ہائے مقبول ہوئی مري دعا میرے بعد

---

سیکھ لے ہم سے کوئي ضبط جنوں کے انداز
برسوں پابند رہے پر نہ ہلائی زنجیر

---

تونے اے دل! سینۂ پر داغ سے جنبش نہ کي
یار کي محفل میں گل پہونچا گلستاں چھوڑ کر

---

اس ایک پھول نے روشن کیا ہي گلخن کو
جہان تیرہ کو ہے عشق کے شرار سے فیض

---

مدت سے رزو ہے ترے پیرهن کی بو
اے کاش ایک صبح کرے وہ صبا غلط

---

چمن میں سبزۂ بیگانہ میں تھا
مرے اٹھتے ہوئی وہ انجمن صاف
کدورت دل کی آتی ہے زباں پر
کہے انساں نہ رنجش میں سخن صاف

---

مجھ کو تو ہے پسند تجھ کو رقیب
میرے اور تیرے انتخاب میں فرق
سینہ پر سل دھری گئی پس مرگ
نہ ہوا دل کے اضطراب میں فرق
کم ہے میری وفا سے تیری جفا
روز محشر نہ ہو حساب میں فرق

---

ہمارے عشق کو تو اے جنوں نہ رسوا کر
کہ پیرهن کے سبب سینے کے ہیں پنہاں چاک

---

ہم نے دیکھا ہے تماشا آمد سیلاب کا
کب کسی کے روکے سے رکتا ہے جب آتا ہے دل
بے قراری دل کی میں کیوں کر جتاؤں یار کو
سینے پر جب ہاتھ رکھتا ہے تھہر جاتا ہے دل

---

خواہاں کام جاں ہیں، تن آسانیوں میں ہم
تا زندگی رہیں کے پشیمانیوں میں ہم
اس خود نما کا آئینہ خانہ تھا دو جہاں
مرنے کے بعد بھی رہے حیرانیوں میں ہم
دیکھا کبھی نہ خار کی دامن کشی کا لطف
صحرا کی سیر کو گئے عریانیوں میں ہم
آپ بقا خضر کو مبارک رہے ہمیں
کافی ہے جام زہر کہ ہیں فانیوں میں ہم
ناخواندگی سے کہتے ہیں نامہ کے میرے حرف
یارب نہ کیوں لکھے گئے پیشانیوں میں ہم

---

فردوس کی گل گشت کو بھی چلتے ہیں رضواں
دوزخ میں ذرا سیلک لیں یہ دامن تر ہم
یارب ہو برا تفرقہ انداز فلک کا
مشتاق ادھر یار ہے بے تاب ادھر ہم

---

طالع خفتہ مرے کہتے ہیں شور حشر سے
چونک اٹھیں عالم کے مردے پر نہ ہوں بیدار ہم
انتہائے عشق میں ہونا ہے کافر ایک دن
تار تار جیب سے بٹوا رکھیں زنار ہم
گھر ہمارے آج وہ خورشید پیکر آئے گا
دیکھتے ہیں شام میں کچھ صبح کے آثار ہم

مے فروش اپنا سبو اب ہم سے اٹھواتا نہیں
ایک دن غفلت میں کہہ بیٹھے تھے ہیں ہشیار ہم
رو رہے ہیں یہ جو منہہ ڈھانکے سرہانے لاش کے
زندگی میں تھے انہیں کے طالب دیدار ہم

---

ہم نے آنکھیں موند لیں دنیا کا پردہ کھل گیا
بیٹھے ارباب بصورت جام جسم دیکھا کریں
طرفہ صحبت ہے ' ہماری شکل سے بیزار تم
اپنی یہ خواہش تمہیں ہم دم بہ دم دیکھا کریں

---

شیخ خلوت میں مریدوں سے کرے جو تلقین
رند چرچا سر بازار کیا کرتے ہیں

---

ایک ہے حسرت و امید مرے مذہب میں
جب سے طالب ہوں ترا ' کچھ مجھے مطلوب نہیں

---

انداز ترک عشق عبث رو بروے یار
ناصح ! رفو کتاں کو نہ کر ماہتاب میں

---

آیا تھا عیادت کے لئے یار کئی دن
میں کیوں نہ رہا اور بھی بیمار کئی دن

---

کیا ملاحت رخ جاناں میں ہے اللہ اللہ
آگیا جس کے تصور سے مزا آنکھوں میں
سات پردوں میں اگر رهنے سے ہے شوق تجھے
یہ بھی اک منظر پاکیزہ ہے آ آنکھوں میں

---

جا ہمرہ رقیب نہ سیر چمن کو تو
ظالم نہ تازہ کر مرے داغ کہن کو تو
مجنوں کسي کي چشم کا شاید بندھا ہے دھیان
پہروں سے تک رہا ہے کھڑا کیوں ہرن کو تو
حسرت کشوں کا اور ہي درجہ ہے عشق میں
پرویز آپ سا نہ سمجھ کوہ کن کو تو

---

جانب مسجد نہیں جاتا ہوں میں بہر نماز
صندل بت خانہ جب تک زیب پشاني نہ ہو

---

سرو سے قدیہ اتھا ہاتھ جو انگڑائی کو
مستزاد اُس نے کیا مصرعہ رعنائي کو

---

فراق یار میں چنداں نہیں ہوں میں مجبور
ہر آن مرگ مري میرے اختیار میں ہے
پلٹ گیا وہ پري نیم راہ سے سو بار
عجب اثر دل وحشی کے اضطرار میں ہے

صبر کا ناصح نہیں یارا مجھے چارہ گری نے تری، مارا مجھے

---

دل کے جانے کا "شہیدی" حادثہ ایسا نہیں
کچھ نہ روئے آہ گر ہم عمر بھر رویا کئے

---

نہ رکھ آنکھوں پہ میری، آستیں لطف اے ہمدم
کہ اشک سرخ کے ہمراہ دل کا غم نکلتا ہے
"شہیدی" سے نہیں واقف مگر اتنا تو واقف ہیں
کہ راتوں کو کوئی کرتا ہوا ماتم نکلتا ہے
جی چاہے گا جسکو اُسے چاہا نہ کریں گے
ہم عشق و ہوس کو کبھی یکجا نہ کریں گے

---

مرے گھر آکے یوں دامن کشاں وہ گل گذر جاتا
نہ میرا ہاتھ نکلا ضعف کے باعث گریباں سے

---

یار نے گوش "شہیدی" میں کہا وقت وداع
رو لے دو آنسو فراق جسم و جاں کا وقت ہے

---

اے دل! نکال اپنے سب ارماں شب وصال
ہنگام صبح تک مجھے مہلت اجل سے ہے

---

هم دل افسردوں کي تکليف "شهيدي" هے عبث
اور کر دیں گے دم سرد سے محفل ٹھنڈي

آکر غم صنم نے یہاں تک کیا هجوم
پائي نه میں نے کعبے میں فرصت نماز کی

کیا هي یه پیرهن کا بوجھ ' مجھ کو هے لاکھ من کا بوجھ
جاں کو گراں هے تن کا بوجھ ' جسم کو روح بار هے

یاد بندے کي اسے هے یا نہیں کس کو خبر
یاد اس کي تو خدا کا شکر هردم هے مجھے

قتل کرتا هے مجھے وہ اپنا عاشق جان کر
هاتھ سے اسکے گلے پر میرے ' خنجر کیا چلے

پھینک دي هاتھ سے احوال قیامت کي کتاب
سن کے واعظ نے بیان شب هجراں هم سے

اس بند سے دل ' ناصح دیں دار نه توڑے
بت توڑ نے میں کعبے کي دیوار نه توڑے

اور غافل ہوئے سن سن کے ہمارا احوال
ان کو نیند آگئی عشاق کے افسانوں سے
تیرے خرقے نے چھپایا ہے "شہیدی" تجھ کو
یار پے عیب کو پردہ نہیں عریانوں سے

---

شکر دیدار صنم کی آرزو دونوں کو ہے
یاں زباں کو آنکھیں، آنکھوں کو زباں درکار ہے
مل چکا صندل جبیں پر درد سر جاتا رہا
اس مسیحا دم کی خاک آستاں درکار ہے

---

مشام بلبل میں رشک گل کی ہنوز بو بھی نہیں گئی ہے
ابھی وہ نام خدا ہے غنچہ، نسیم چھو بھی نہیں گئی
"شہیدی" اتنی گماں پرستی کہ نشہ میں بھول بیٹھے ہستی
ہوئی ہے اس مے سے تم کو مستی جو تا گلو بھی نہیں گئی ہے

---

صوم و صلوۃ سے مجھے دن رات کام ہے
تیرے فراق میں مئے و نغمہ حرام ہے

---

بس تجھی پر ہے نگاہ اپنی پری خانے میں
اس قدر ہوش ابھی ہیں ترے دیوانے میں

---

رومال معطر ہے محبت کی جو بو سے
یہ ہم نے بسایا ہے "شہیدی" کے لہو سے

---

( نامہ )

سر دفتر اشتیاق کیشاں — شہر آزہ خاطر پریشاں
تازیست نہ ہو تمھیں کوئی غم — غم کھانے کو ایک ہم ہیں کیا کم
اپنی ہے یہی دعا خدا سے — تم خوش رہو ہم موے بلا سے
انجم سے جو شب شمار غم ہے — دن کو مجھے کاروبار غم ہے
کس سے کہوں آہ حال اپنا — فرقت میں ہوا وصال اپنا
سوز تپ غم سے ہوں بہ جاں میں — جلنے میں علم ہوں شمع ساں میں

---

قطعہ

اک روز وقت پاکے جو کی میں نے اُس سے عرض
آزردہ خاطروں کے ستانے سے فائدہ
بولے کہ واقعی بڑے بیدادگر ہیں ہم
ہم نے کسی کو دل کے لگانے سے فائدہ

# امیر

محمد یار خاں نام ' رام پور کے رہنے والے خاندانی نواب اور صاحب جاہ تھے - آبائی جائداد کی آمدنی علاوہ پچاس ہزار روپیہ سالانہ نواب شجاع الدولہ کی وراثت سے ان کو ملتا تھا " امیر " ذہین ' ذی مروت ' سخی اور عالی حوصلہ امیر تھے ' فن موسیقی میں کمال رکھتے تھے اردو شاعری کی طرف توجہ کی تھوڑے ہی دنوں میں اچھا کہنے لگے ' "قائم" اور "مصحفی" دونوں سے تلمذ تھا' "مصحفی" سے آخر تک فیض حاصل کرتے رہے - شعرا کا ہجوم رہتا تھا - سنہ ۱۷۷۴ع میں وفات پائی -

" امیر " کے کلام پر " مصحفی " کا رنگ خاص ہے ' غزل میں واردات اور اخلاقیات دونوں اچھے اسلوب سے نظم کرتے ہیں -

# انتخاب

بیٹھے بٹھائے کوچۂ قاتل میں لے گیا
یارب برا ہو اس دل خانہ خراب کا

---

جس سر میں ہے جنوں حباب دموے
واں زیر کلاہ کچھ نہ نکلا

---

شکست و فتح میاں اتفاق ہے لیکن
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

---

کہاں کی عمر؟ کس کی زیست؟ یہ سب
حباب آسا ہے جھگڑا اک نفس کا

---

داغ دل لے چلے گلی سے تری
چاہئے کچھ نشان کی خاطر

---

ہے فردا کا یہ وعدہ، کیا قیامت
نہیں عاشق کو ٹھہرے آج ہی کل

---

کیوں سہل کچھ، تجھے بھی خبر ہے کہ مثل موج
جائیں گے کس طرف کو ہیں آئے کہاں سے ہم

ماہیت خلق خوب سمجھے
پر آپ سے بے خبر گئے ہم

اپنی ہستی پہ ہیں موقوف جہاں کے جھگڑے
مٹ گئے آپ ہی جس وقت تو پھر نام کہاں

جو حالت درد دل کی دل پہ گزرے ہے سو دل جانے
یہ دل کی بات ہے دلبر! کسی بے دل سے مت کہیو

گر وقت ذبح نالہ کیا میں نے کیا ہوا
پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زباں چلے

بھول کر بھی نہ کبھی عشق کا لوں گا پھر نام
آج اگر جان سے چھوڑے ہے تری یاد مجھے

جوں نقش قدم نام کو ہستی ہے ہماری
اک باد کے جھونکے میں نہ ہم ہیں نہ نشاں ہے

# مسرور

شیخ میر بخش نام ' شیخ "مصحفی" کے شاگرد کاکوری ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے ' دہلی کی سیاحت بھی کی تھی - بلند مضامین پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی خواہش کے مطابق الفاظ نہیں ملتے تغزل کا رنگ اچھا ہے ' مضمون آفرینی میں "مصحفی" کا انداز نمایاں ہے حتی‌الوسع کوئی لفظ بیکار نہیں لاتے ' زبان بھی شستہ ہے ترکیب صاف اور بندش چست ہوتی ہے ' بے ساختگی سے معلوم ہوتا ہے کہ دل چوٹ کھایا ہوا ہے -

# انتخاب

گھونگھٹ کا شرم پر ہے حجاب اور دوسرا
پردے میں رخ ہے، رخ پہ نقاب اور دوسرا

---

تا ٹھہر کی نہ آہ دل نار سا نے کیا
آنا تھا جلد دیر لگائی قضا نے کیا
دست جنوں کے ہاتھ سے "مسرور" دیکھنا
پھالے پاؤں اس مرے چاک قبا نے کیا

---

بزم خوباں سے جو میں رات بہ‌صد یاس اٹھا
درد بے ساختہ اک دل کے میرے پاس اٹھا

---

اس حسن کی داد اس دل دل کھر سے لوں گا
آنکھوں کا مزا میں تری تصویر سے لوں گا

---

بت خانہ کو اس بت کے جھکی ساری خدائی
اس سال بھلا طوف حرم کون کرے گا

---

بیٹھے تھے کس خوشی سے سنانے کو حال دل
وہ بھی بیان رات کو سارا نہ ہوسکا

---

قافلے والوں کی اللہ کرے خیر کہیں
گم ہے کچھ آج کے دن بانگ درا کیا باعث

---

پہلو سے لے گئے دل دل گیر کھینچ کر
اچھا سلوک تم نے کیا تیر کھینچ کر

---

تو مجھ سے دشمنی بھی فلک اس قدر نہ کر
کس نے کہا ہے ہجر کی شب کو سحر نہ کر
مرنے کو زندگی تو سمجھ درد عشق میں
" مسرور " اپنی جان کا ہرگز خطر نہ کر

---

اے دل تو مے عشق کو ہشیاری سے پینا
گر پڑتے ہیں اس بزم میں مے خوار سنبھل کر

---

فرصت نہیں ہے درد جگر کو تو کیا کریں
مقدور بھی تو اس کی دوا کر چکے ہیں ہم

---

چمن میں زمزمہ سنجی کروں میں کیسے صبا
قفس میں قید مرے ہم صفیر کتنے ہیں

لگائیں کیوں نہ ہم آنکھوں سے ان کے ہاتھوں کو
جو چلتے دم ترا دامن سنبھال دیتے ہیں

---

بے اثر نالوں سے کچھ اب تو نکلتا نہیں کام
ہم انہیں کرد رہ بے اثری کرتے ہیں

---

دن وصل کے، رنج شب غم بھول گئے ہیں
یہ خوش ہیں کہ اپنے تئیں ہم بھول گئے ہیں
جس دن سے گئے اپنی خبر تک نہیں بوجھی
شاید ہمیں یاران عدم بھول گئے ہیں
یا راحت و رنج اب ہے مساوات ہمیں کو
یا آپ ہی کچھ طرز ستم بھول گئے ہیں
کچھ ہوش ٹھکانے ہوں تو لیں نام کسی کا
ہم دے کے کہیں دل کی رقم بھول گئے ہیں

---

وہ کبھی بھولے سے ہم کو یاد بھی کرتے نہیں
جن کی خاطر ہوش کیا ہم جی گنوائے بیٹھے ہیں

---

اے جوش اشک وقفہ کوئی دم ضرور ہے
کب تک لگے ان آنکھوں پہ ہم آستیں رہیں

باھیں گلے میں ڈور کے کس طرح ڈال دوں
گر حکم ہو تو آپ کا دامن سنبھال دوں

---

طلوع ہو کہیں صبح مراد جلد کہ ہم
جگر کو تھامے شب انتظار بیٹھے ہیں

---

ہر تان پہ دل کو نہ کھینچے نہ کس طرح وہ "مسرور"
اللہ نے بخشی ہے یہ تاثیر گلے میں

---

بے چین دل کرے ہے مرے تن کو، کیا کروں
اے دوستو! بغل کے میں دشمن کو کیا کروں

---

سر کو پٹک پٹک شب ہجراں کہوں ہوں میں
خنجر پہ رکھ دوں جاکے میں گردن کو کیا کروں

---

مل رہیں گے زیست گر باقی ہے پھر اے ہمدمو
اب تو جاتے ہیں، جدھر میرا خدا لے جائے ہے

اے دست جنوں اس کا لگادے تو ٹھکانا
دم تنگ مرا میرے گریباں کے تلے ہے

---

پڑھتا ہے کھڑا فاتحہ وہ فتنۂ دوراں
محشر کہیں برپا مرے مدفن سے نہ ہوے

---

سانولی دیکھ کے صورت کسی متوالے کی
گو مسلمان ہوں بول اٹھتا ہوں جے کالی کی

---

ٹکڑے ٹکڑے کئے دامن کے تو اے دست جنوں
رحم کر اب تو کہ نوبت بہ گریباں آئی

---

تدبیر بس اب اس کی ذرا ہم سے نہ ہوگی
اے درد جگر تیری دوا ہم سے نہ ہوگی

---

وہ اپنی جاں فشانیاں ساری نہ بھولئے
سب بھولئے پہ یاد ہماری نہ بھولئے

---

یہ گر کے شمع پہ پروانے رات کہتے تھے
سمجھو اے دل میں کہ ہے گرم انجمن ہم سے

کس کام کي هے بے مئے و معشوق زندگي
افسوس دن شباب کے یوں رائگاں چلے

---

کهہ دو ا مجلوں سے کہ پهرتا هے تو کہا دل تهامے
ناقہ اتهتا ہے ذرا لهلے کا محمل تهامے

## عیشی

طالب علی خاں نام، لکھنؤ کے رہنے والے "مصحفی" کے شاگرد تھے فارسی میں 'قتیل' سے اصلاح لیتے تھے - فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں صاحب دیوان تھے مگر دونوں دیوان نایاب ہیں - بعض اور کتابیں بھی ان کی تصنیف سے تھیں مگر اب نہیں ملتیں- "عیشی" کے کلام میں آورد کا رنگ غالب ہے مگر بیاں میں وہ زور اور بندش میں وہ چستی ہے کہ معمولی خیالوں میں رفعت اور بے مزہ باتوں میں لذت پیدا ہو جاتی ہے - فارسی ترکیبیں ان کے کلام میں بہت ملتی ہیں - کہیں کہیں "مصحفی" کا رنگ جھلک جاتا ہے -

# انتخاب

ہے قصور اے ہم نشیں سرتا سر اپنی دید کا
ورنہ ہر ذرے میں تاباں نور ہے خورشید کا

گر حصول مدعا ہو، ورنہ ہو ہم شاد ہیں
وقف برق یاس ہے خرمن یہاں امید کا

باغ فانی کے گلوں پر ہے یہ رنگ دل‌پذیر
ہوگا کیا عالم بہار گلشن جاوید کا

دل میں آتا ہے نظر وہ جس نے دل پیدا کیا
جلوہ پیرا ہے جمال اس جام میں جمشید کا

---

سب کو رقیب کہئیے کس کس سے رشک کیجے
خورشید دار اس کا جلوہ کہاں نہ ٹھہرا

---

دل گرفتہ ہوں کروں گا ہوکے میں آزاد کیا
مجھ کو یکساں ہے چمن کیا خانۂ صیاد کیا

ہچکیاں آتی ہیں ہم کو شیشۂ مے کی طرح
مے کشوں کو آج ساقی نے کیا ہے یاد کیا

رنگ تاثیر بھی نالوں کو وہی دیتا کاش
جس نے سوئے میں کیا یہ دل نالاں پیدا
داغ تنہائی سے جلنے کو ہوئے ہم "عیشی"
صورت شمع سر گور غریباں پیدا

---

کیوں پا بند جنوں فصل بہاراں میں نہ تھا
اس برس ننگ جوانی تھا جو زنداں میں نہ تھا
چشم پوشی ہے عبث مجھ سے کہ مانند سرشک
دیکھنا مجھ کو کہ اک جلوہ مژگاں میں نہ تھا
"عیشی" اس مے کدے میں کب ہمیں لائی تقدیر
درد بھی جب کہ خم بادہ پرستاں میں نہ تھا

---

لذتیں چشم تماشا کو ملیں یاں کیا کیا
یاد آوے گا کوئی دل میں گلستاں کیا کیا
اول شام خبر موت نے لی ورنہ ہمیں
رنج کیا جانے دکھاتی شب ہجراں کیا کیا
آمد عشق ہی میں صبر نے رخصت مانگی
اس سے رکھتا تھا توقع دل ناداں کیا کیا

---

دشمن و دوست سے الفت ہے ز بس کام اپنا
محتسب تھامے جو ساقی سے گرے جام اپنا

---

تنہا نہیں اس جہان کی منزل میں رہ گیا
اور داغ ہم رہان سفر، دل میں رہ گیا
"عیشی" مشابہت رخ جاناں سی تھی اُسے
پر داغ عارض مہ کامل میں رہ گیا

---

گلچیں کا دل جلا نہ کبھی اس کے حال پر
تاثیر آہ بلبل نالاں سے دور تھا
دھویا نہ اس کے دامن دل سے غبار کین
جوش سرشک دیدۂ گریاں سے دور تھا

---

مزرع امید کی خشکی تھی ہمت کو قبول
آسماں سے پر نہ میں باران رحمت مانگتا
گر دل دیوانہ کی مقبول کرتا حق دعا
میں لٹانے کے لئے گلزار جنت مانگتا

---

ناکامی قسمت ہمیں تب بزم میں لائی
خالی سر خم کرچکے جب بادہ کشاں بلند
یاں صورت نے دم ہے تن زار میں "عیشی"
زنہار نہ ہوں گے لب فریاد و فغاں بلند

---

وفاداری مری کب اس جفا کاری کے قابل تھی
ستم گر تونے محبوبوں کا کھویا اعتبار آخر

یہ قسمت دیکھئے صیاد جب آزاد کرنے کو
لگا پر کھولنے میرے ، ہوئی فصل بہار آخر
اسیر دام ہستی کو نہیں طول امل لازم
کہ ہو جاتی ہے پل میں یہ حیات مستعار آخر

---

نے کبھی روئے نہ پٹکا سر کو کاہے سنگ پر
مفت اپنا خوں ہوا جرم شکست رنگ پر
کیسے مشتاق نوا ہیں گوش ہائے اہل بزم
کیا مصیبت پڑ گئی مرغان خوش آہنگ پر

---

ہیں زلف تابدار کے ، زندانیوں میں ہم
رہتے ہیں الجھے سخت پریشانیوں میں ہم
خون اس کے ہاتھ میں دم تکبیر ہو گیا
محشر تلک رہیں گے پشیمانیوں میں ہم

---

تبسم سے نہیں لب آشنا اپنے کبھو برسوں
ہنسے زخم نہاں گہ ، سو روئے ہیں لہو برسوں
نہ اپنے نے ہمیں پوچھا نہ بیگانے نے وحشت میں
بہ رنگ گل رہا چاک گریباں بے رفو برسوں

---

یہی وحشت ہو تو اک دن لگا کر آگ گلشن میں
پڑے ہوں گے لپیٹے منہ کسی صحرا کے دامن میں

کرے کیا امتیاز کفر و دیں چشم حقیقت بیں
وہی تسبیح کا رشتہ ہے زنار برہمن میں

---

سخن اس کے عجائب لطف لکنت میں دکھاتے ہیں
نزاکت سے زباں پر حرف کیا کیا لو کھڑاتے ہیں

---

فریاد کس کے ہاتھ سے کھینچئے کہ جادہ وار
راہ وفا میں ہم ہوئے پامال کارواں

---

اپنا کیا ذکر نیست و بود کریں    بے نمودی کی کیا نمود کریں

---

گریہ نے فرصت نہ دی یار کے دیدار کی
ڈوب گئے لیکے ہم دل کی امنگ آب میں

---

زیست کی امید کیا رکھوں کہ سینے میں ترے
ایک بھی پیکاں بے لذت جگر کھٹکتا نہیں
سر گرانی اتنی بیمار محبت سے نہ کر
ایک دو دن سے اب اس کو بیشتر کھٹکتا نہیں

---

رونقیں، آباد یاں، کیا کیا چمن کی یاد ہیں
بوئے گل کی طرح ہم گلشن کے خانہ زاد ہیں

---

بھٹکا کدھر کدھر پھرا ، میں کہاں کہاں
افسوس مجھ کو چھوڑ گیا کارواں کہاں
تا چند سر کو پھوڑئے دیوار باغ سے
رونق چمن کی لے گئی باد خزاں کہاں
مانند سایہ تا فلک اپنا عروج ہے
اُفتادگی سے پہونچے ہم آخر کہاں کہاں
نالہ سو بے اثر ہے دعا ہے سو نا قبول
کیا جانے آگیا تھا وہ نا مہرباں کہاں
لانا ادھر نہ بوئے گل اے موج باد صبح
میں کم دماغ اور یہ بار گراں کہاں
بے رحم باغباں ہے اور بے وفا بہار
باندھا تھا ہم نے آ کے عبث آشیاں کہاں

---

جنوں نے پائے وحشت آشنا باہر نکالے ہیں
مرے دامن سے ٹانکو عرصۂ محشر کے دامن کو
گریباں گیر گردوں ہے غبار راہ محرومی
کسی کی خاک سے جھٹکا کسی ظالم نے دامن کو

---

نہ دیکھا ناز نیہان چمن کا سانحہ "عیشی"
جہاں سے اٹھ گیا میں چھوڑ کر آباد گلشن کو

---

گل گراں گوش و چمن صورت حیرانی ہے
کس گلستاں میں ہمیں حکم غزل خوانی ہے

کف افسوس بہم ملتے ہیں مژگاں یعنی
آخر اس دید کا انجام پشیمانی ہے
قطع کر رشتۂ احباب تعلق "مہشی"
ترک جمعیت دل بے سر و سامانی ہے

---

پر خطر راہ ہے اور رخت سفر بھاری ہے
خضر توفیق ازل وقت مدد گاری ہے
بختیاری ہے جسے ہو مرض عشق نصیب
لاکھ دردوں کی دوا ایک یہ بیماری ہے
نالۂ مرغ چمن سن کے میں خوں روتا ہوں
بسکہ دل شیفتہ لذت غم خواری ہے
گو ہر اشک ہوں بکتا ہوں کہاں میں "مہشی"
نا مرادی سے مجھے چشم خریداری ہے

---

نہ پہنچا ساتھ یاران سفر کے ناتوانی سے
میں سر پٹکا کیا اک عمر سنگ سخت جانی سے
مرید مرشد ہمت ہوں میں میری طریقت میں
کفن بھی ساتھ لاتا ننگ ہے دنیائے فانی سے
شراب عشق کا ساغر دیا ہے مجھ کو ساقی نے
نہ اٹھوں گا میں محشر کو بھی اپنی سر گرانی سے

همیں وہ راہ بتلائی ہے خضر عشق نے "عیشی"
نشان رفتگاں پیدا ہے جس میں بے نشانی سے

---

یہ تصور نے ترے جلوہ گری دکھلائی
کہ مرے اشک میں دیتی ہے پری دکھلائی

---

صلح کس سے تھی کہ دل وابستہ تھا آرام سے
کس سے اب بگڑی کہ ہر دم عافیت سے جنگ ہے

---

سر مژگاں پہ لگے لخت جگر دیکھ چکے
یہ بھی ہم نخل محبت کے ثمر دیکھ چکے
دیکھو "عیشی" کہیں بدنام نہ ہو بیٹھ کے یاں
بزم خوباں سے اٹھو ایک نظر دیکھ چکے

---

بے اثر نکلیں جو کیں ناصح نے تدبیریں کئی
رات توڑیں تیرے دیوانے نے زنجیریں کئی

---

وہاں صیاد ظالم سان پر خنجر چڑھاتا ہے
اسیر دام یاں پا بند اُمید رہائی ہے
بہ رنگ سبزۂ بیگانہ ہم گلشن میں رہتے ہیں
نہ الفت باغباں سے ہے نہ گل سے آشنائی ہے

اٹھایا اپنا سر بیمار نے کیوں اپنی بالیں سے
مگر شاید کسی کے پاؤں کی آواز آئی ہے

---

جب سے وہ رشک گلستاں پئے گلگشت آیا
ہر دم اک تازہ خلل رونق گلزار میں ہے

---

عشق کے رنج یہی ہیں تو ہم
ایک دن جی سے گذر جاویں گے
کم ہوئی بانگ جرس بھی یارب
ہم سے وا ماندہ کدھر جاویں گے
ننگ سے ہاتھ اٹھا کر آخر
نام ہم عشق میں کر جاویں گے
لوگ کیا سن کے کہیں گے دم نزع
آپ بالیں سے اگر جاویں گے
تا چمن دوش صبا پر صیاد
پھرے اکھڑے ہوئے پر جاویں گے

---

چشم کس ترک کی شمشیر لئے پھرتی ہے
کہ قضا حسرت تکبیر لئے پھرتی ہے
کوئی اس فصل میں دیوانہ ہوا ہے شاید
کہ ہوا ہاتھ میں زنجیر لئے پھرتی ہے

بوئے گل ہوں میری عریانی کے درپے کیوں ہے چرخ
آپ کب رہنا مجھے منظور پیراہن میں ہے
ایک مجسم ناتوانی ہے یہاں سرتا قدم
لوگ کہتے ہیں ' تن رنجور پیراہن میں ہے

---

تجھ کو اے رنج گراں‌جانی ! خدا غارت کرے
عاقبت ہم بار دل ہائے عزیزاں ہو گئے
استخواں ہی کچھ فقط یاں خنجر پہلو نہیں
خوں کے قطرے بھی رگوں میں میری پیکاں ہوگئے

---

کبھی صیاد چھیڑے ' ہاتھ گاہے باغباں ڈالے
چمن میں کیا سمجھ کر کوئی طرح آشیاں ڈالے
بنا کر مجھ کو سر سے تا قدم ایک ضعف کا پتلا
قضا نے دوش پر کیا کیا مرے بار گراں ڈالے
وفاداری وہ دکھلاؤں کہ خود کھینچے پشیمانی
خدا سے چاہتا ہوں تو بنائے امتحاں ڈالے
ہجوم ناتوانی کم نہیں تسخیر " عیشی " کو
کوئی کیوں پاؤں میں ایسے کے زنجیر گراں ڈالے

---

کاش اے رخنۂ دیوار چمن تیری طرح
دور سے ہم بھی تماشائے گلستاں کرتے
دی اجل نے نہ اماں ورنہ دکھاتے وہ وفا
کہ تجھے تیری جفاؤں سے پشیماں کرتے

---

ہر گام ' پائے سعی میں سو خار توڑئے

سر رشتہ جستجو کا نہ زنہار توڑئے

---

ہر جام' رشک ساغر جمشید ہے ہمیں

آباد ساقیا! تری بزم طرب رہے

---

جلا دے طور او سوز نہانی

اوٹھائے کون ناز لن ترانی

کہاں ہم اور کہاں یہ نکہت گل

نسیم صبح تیری مہربانی

شراب صاف کا دے جام ساقی

مکدر ہے ز لال زندگانی

نہ پھوں میں سدا اے محملت عشق

اوٹھاتی تھی ترے صدمے جوانی

کیا خاک در مے خانہ مجھ کو

جز اک اللہ دور آسمانی

شب غم میں مواجل جل کے "وحشی"

سنا ہے شمع محفل کی زبانی

---

ہستی کا جو اپنی مجھے مختار بناتے

سو بار مٹاتا میں جو سو بار بناتے

# غافل

منور خاں نام، فقیر محمد خاں گویا کے دوست، لکھنؤ کے رہنے والے - مصحفی کے شاگرد تھے - "غافل" ایک خوش گو شاعر ہیں ان کا کلام حشو و زوائد سے پاک ہے - اِن کی زبان میں شیرینی اور طرز ادا میں دل‌نشینی ہے، ان کی شاعری درد سے خالی نہیں ہے مگر انبساطی کیفیت نمایاں ہے - ان کی بعض غزلیں عوام تک میں مشہور ہیں -

---

## انتخاب

آکے سجادہ نشیں قیس ہوا میرے بعد
نہ رہی دشت میں خالی مری جا، میرے بعد

دوستی کا بھی تجھے پاس نہ آیا، ہے ہے
تونے دشمن سے کیا میرا گلا، میرے بعد

گرم بازاری الفت ہے مجھی سے ورنہ
کوئی لینے کا نہیں نام وفا، میرے بعد

منھ پہ لے دامن گل روئیں گے مرغان چمن
باغ میں خاک اڑائے گی صبا میرے بعد

تیز رکھدا سر ہر خار کو اے دشت جنوں
شاید آجائے کوئی آبلہ پا میرے بعد

---

تجھ کو اے بلبل مبارک ہو یہ سامان بہار
دم کے دم مثل صبا ہیں ہم تو مہمان بہار
آب و رنگ گل ہمارے گریۂ خونیں سے ہے
دیدۂ پر خوں ہے اپنا ' میر سامان بہار

---

آتش جو ہمارے تن پر داغ کی بہڑ کی
دامن سے بجھائی تو گریباں میں لگی آگ

---

جلوہ برق کم نما ہیں ہم
ہے جو ہستی یہی تو کیا ہیں ہم
وصل میں بھی نہیں مجال سخن
اس رسائی پہ نارسا ہیں ہم
چتونوں میں وہ شوخ کہتا ہے
قہر ہیں ' فتنہ ہیں ' بلا ہیں ہم
خوف محشر ہے کیا ہمیں "غافل"
پیرو آل مصطفی ہیں ہم

---

صدمۂ ہجر مری جان' اٹھانے کی نہیں
تو نہ آئے گا تو کیا موت بھی آنے کی نہیں
اپنے مجنوں کی ذرا دیکھ تو بے پروائی
پیرہن چاک ہے اور فکر سلانے کی نہیں

---

مبتلا رنج مکافات میں فرزانے ھیں
پرسش حشر سے فارغ ھیں، جو دیوانے ھیں

شب فراق میں بہلائیں کس سے دل اپنا
نہ هم دموں میں کوئي ھے نہ هم نشینوں میں
جہاں جہاں عرق افشاں وہ ماہ رو گذرا
چمک رہے ھیں ستارے سے اُن زمینوں میں

اللہ رے شرم حسن کہ مجنوں کو دیکھہ کر
چھپ چھپ گیا ھے ناقہ لیلی غبار میں

تر اشک خوں سے گوشۂ داماں ھے ان دنوں
کیا آب و رنگ پر یہ گلستاں ھے ان دنوں
باهر ھیں اپنے جامے سے دیوانگان عشق
از بسکہ جوش فصل بہاراں ھے ان دنوں
بیدار بخت همسا زمانے میں کون ھے
بالین خواب ز انوے جاناں ھی ان دنوں

نگاہ یار هم سے آج بے تقصیر پھرتی ھے
کسی کي کچھہ نہیں چلتی هي جب تقدیر پھرتی ھے
تري تلوار کا منھہ هم سے پھر جائے تو پھر جائے
همارې آنکھہ کب قاتل نہ شمشیر پھرتی ھے

کبھی تو کھینچ لائے گی اُسے گور غریباں تک
کہ مدت سے ہماری خاک دامن گیر پھرتی ہے
مقام عشق میں شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے
زلیخا ہر گلی کوچے میں بے توقیر پھرتی ہے

---

چمن کوچۂ جاناں سے یہ کیا آتی ہے
ناز کرتی ہوئی جو باد صبا آتی ہے
صبح کس طرح سے ہوگی شب دیجور فراق
نہ تو نیند آتی ہے مجھ کو نہ قضا آتی ہے

---

دورنگی ذرا باغ دنیا کی دیکھو
جو روتی ہے شبنم تو ہنستی کلی ہے
کہیں آنسوؤں سے نہ دھو ڈالیں آنکھیں
ابھی خاک اُس در کی منہ سے ملی ہے

---

مے خوردہ جو وہ نرگس شہلا نظر آئے
تو صبح گلستاں کا تماشا نظر آئے
اُٹھ جائے جو غفلت کا در چشم سے پردا
اس آئینۂ دل ہی میں کیا کیا نظر آئے

---

مانع سیر عدم تار نفس ہیں اپنے
کٹتی زنجیر تو ہم قصد بیاباں کرتے

---

ہم نے جو دل میں ٹھانی تھی وہ بات کر گئے
نـام فـراق سـنتے ہـي جـی سے گذر گئے
کب اُن سبک رووں کا نشان قدم ملے
جو اس چمن سے مثل نسیم سحر گئے
"غافل" پہ مہرباں نہ ہوا وہ شباب میں
کہنے کو بات رہ گئی اور دن گذر گئے

## مخمور

محمد جعفر نام، لکھنؤ کے رہنے والے، مصحفی کے شاگرد تھے۔
ان کے کلام کی سب سے نمایاں خوبی ان کی زبان کی صفائی اور روانی ہے۔
ان کے یہاں ایسے الفاظ بہت کم ملتے ہیں جو بعد کو متروک ہوگئے۔

---

## انتخاب

یہ بے قراری ہوئی شب کہ کوئے جاناں میں
ہزار بار گیا اور ہزار بار آیا

---

وہ لب میگوں جو یاد آئے مجھے "مخمور" رات
میں لب ساغر سے لب اپنا ملا کر رہ گیا

---

آیا نہ چند مجھ کو نظر حسن روئے یار
عینک کا کام روزن دیوار نے کیا

---

سوجھتا ھی نہیں کچھ تیرے تصور سے مجھے
ایک سا حال ھے بے ھوشی و ھشیاری کا

---

کیا لخت جگر پارۂ آتش ھے خدا یا
آنکھوں سے نکلتی ھے جو مژگاں میں لگی آگ

---

ترے چمن کی روش باغباں نہیں معلوم
اسیر تازہ ھوں طرز فغاں نہیں معلوم
کیا ھے شرم محبت نے ایسا پوشیدہ
کہ مجھ کو بھی مرا راز نہاں نہیں معلوم

---

سحر شمع شبستاں ھوں میں
شام پروانۂ سوزاں ھوں میں
دیکھ اے گل مرے داغوں کی بہار
اک تماشائے گلستاں ھوں میں

---

یاروں سے میں گو جدا رھا ھوں　　پر دل سے تو آشنا رھا ھوں
گلشن اک مدرسہ ھے میرا　　بلبل کو سبق پڑھا رھا ھوں

---

فکر یاروں کو مرے جیب سلانے کی نہیں
اور یہ کیا ھے جو تاثیر زمانے کی نہیں

---

خدا کے فضل و کرم پر نگاہ کرتے ہیں
گناہ گار ہیں، لاکھوں گناہ کرتے ہیں

---

چشمک تھی غضب، سحر نگہہ، قہر اشارا
کافر تری ہر ایک ادا لے گئی جی کو

---

آمد آمد ہے بہاراں کی جنوں کا جوش ہے
پھاندئیے دیوار گلشن توڑئیے زنجیر کو

---

مال دنیا چھوڑ جائیں گے جہاں میں بادشاہ
قبر میں بھی فقر کی دولت گدا کے ساتھ ہے

---

انگور کے سایہ تلے میں مست رہا بیٹھ
شاید کوئی دانہ مری تقدیر سے ٹپکے

---

جان جاتی ہے شب ہجر، نہ یار آتا ہے
نہ تو موت آتی ہے، نہ دل کو قرار آتا ہے
کیا چلی جاتی ہے ناقے کو بڑھائے لیلے!
پیچھے پیچھے ترے مجنوں کا غبار آتا ہے

---

اِس ہستی موہوم پہ کیا ناز کریں ہم
ہے ایک کف خاک سے بنیاد ہماری

غم ہو تو امید رکھ خوشی کی
رونا بھی دلیل ہے ہنسی کی
ہر ایک نفس کی آمد و شد
دیتی ہے خبر روا روی کی

---

چاہئے اتنا ہو استغنا گدا کے واسطے
ہاتھ بھی اپنے نہ پھیلائے دعا کے واسطے

---

قید خانہ ہوگا میخانہ فراق یار میں
موج مے میرے لئے زنجیر پا ہو جائے گی

---

طیاری ہو مینا و مئے و جام کی "مخمور"
ایام قریب آئے ہیں توبہ شکنی کے

---

# تنہا

شیخ محمد عیسیٰ نام ' دہلی کے رہنے والے تھے ' مگر دہلی کی سکونت چھوڑ کر لکھنؤ میں قیام کر لیا تھا ـ ان کا خاندان شرافت اور نجابت میں مشہور تھا ـ

'' تنہا '' ' '' مصحفی '' کے نہایت عزیز و رشید شاگرد تھے ـ وہ بذلہ سنج ' خلیق اور سلیم الطبع شخص تھے ـ

غزل میں گداز ہے لیکن زبان '' مصحفی '' سے پہلے کی معلوم ہوتی ہے وہی تک وہی دوانا '' میر تقی '' اور مرزا سودا کی زبان ہے تاہم سادگی میں بہت کچھ کہہ جاتے ہیں ـ

سنہ ۱۲۲۲ھ میں ڈاکوؤں نے مار ڈالا ـ غزلوں کے علاوہ مثنوی مخمس اور رباعیاں بھی لکھی ہیں ' لیکن وہ قابل ذکر نہیں ـ

غزلوں کی تعداد بھی ۵۸ سے زیادہ نہیں ـ

# انتخاب

گو قافلے سے یارو " تنہا " رہا ہے پیچھے
دن تو ابھی بہت ہے، کیا ڈر ہے جا ملے گا ؟

---

ہووے گا کوئی لطف و عنایت کا دوانا
" تنہا " ہے فقط آپ کی صورت کا دوانا

---

لے ہاتھ میں تک دامن کو اٹھا ، ہے یہ بھی کوئی چلنے کی ادا
خاک اس کی تو یوں برباد نہ دے، جو راہ میں تیری خاک ہوا

---

بازار دہر میں ہوں میں وہ جنس نا قبول
جس کو کبھی نہ لیوے خریدار ہاتھ میں
افسوس کی جگہ ہے یہ " تنہا " کہ چھٹ گیا
ہاتھ اس کا آ کے میرے کئی بار ہاتھ میں

---

ان دنوں چاک ہے پیراہن گل اے " تنہا "
ہم کوئی اپنے گریبان کو سلا سکتے ہیں

خانہ آباد، چھوڑ تیری گلی ہم کس اجڑے ہوئے نگر جاویں

---

چشم تر گور غریباں پہ نہ کی
ابر رحمت اِسے کیا کہتے ہیں

---

ساقی نے دیا تھا جو، معلوم نہیں مجھ کو
جام مے گل‌گوں تھا، یا دام گرفتاری

---

میں جو روٹھا تو منا کر مجھے وہ یوں بولا
کبھی کیا کرتے ؟ جو تم کو نہ مناتا کوئی

---

گرچہ اک عالم پہ ہے بیداد، تیرے ہاتھ سے
وہ نہ کر جو میں کروں فریاد تیرے ہاتھ سے

---

پھر ہمیں سوئے چمن شوق اسیری لے گیا
جب ہوئے صیاد ! ہم آزاد تیرے ہاتھ سے

---

ہے جی میں اس کے کاکل پر خم کو دیکھئے
اس آرزو کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے

---

لے کے ہر دم آہ دل سے لب تلک آنے لگی
نا توانی بھي ہمیں زور اپنا دکھلانے لگی

---

اب پشیماں ہوں کہ یہ کیا بات مجھ سے ہوگئي
رو بہ رو غیروں کے کیوں میں نے قسم کھائی تري

# جوشش

شیخ محمد روشن نام ' جسونت رائے ناگر کی اولاد میں تھے - علم عروض میں کافی دخل تھا کہتے ہیں کہ خواجہ "میر درد" کے پیرو تھے ' لیکن ان کا کلام " درد " کی خصوصیات سے خالی ہے بہرحال اپنے رنگ میں اچھا کہتے ہیں ان کے کلام میں خاص طرح کی چاشنی ضرور ہے -

## انتخاب

جی سیر میں گلزار کی' تن کنج قفس میں
یہ صید گرفتار اِدھر کا نہ اُدھر کا

...

سر اُس کی تیغ سے جب تک جدا نہ ہووے گا
کسی طرح سے حق اُسکا ادا نہ ہووے گا
دل و جگر ہی پہ آفت نہیں فقط " جوشش "
جو ہے یہی ترا رونا تو کیا نہ ہووے گا

" جوشش " مت رو دل و جگر کو
کس کا کس کا تو غم کرے گا

---

اُس کی آنکھوں کو دیکھیں اے " جوشش "
منھ تو دیکھو شراب خواروں کا

---

نہ پھولتے ہیں شگوفے نہ غنچے کھلتے ہیں
چمن میں شور پڑا کس کے مسکرانے کا
جیسا کہ دل پہ زخم ہے اُس کے خدنگ کا
گلشن میں ایک گل نہیں اِس آب و رنگ کا

---

قیس پھرتا جو رہا دشت میں' دیوانہ تھا
اُس کو لیلیٰ ہی کے دروازے پہ مرجانا تھا

---

کل بزم میں سب پر نگہہ لطف و کرم تھی
اِک میری طرف تونے ستم گار نہ دیکھا
جز چشم بتاں میکدۂ دہر میں " جوشش "
ہم نے تو کسی مست کو ہشیار نہ دیکھا

---

نگاہ لطف سے دیکھا یہی غنیمت ہے
سلام اُس نے ہمارا لیا لیا نہ لیا

---

نہ شکل شیشہ آتی ہے نظر نے جام کی صورت
رہی زیر فلک پھر کون سی آرام کی صورت

---

دیکھئے ہم میں اور ان آنکھوں میں کیا ہوتی ہے
خون کی پیاسی ہیں وہ اور تشنۂ دیدار ہیں ہم

---

بیکسی سے یہی گلہ ہے مجھے
تھام لیتی ہے دست قاتل کو

---

نہ کوئی دوست ہے نہ کوئی مرا دشمن ہے
ایک یہ دل ہے غرض دوست ہے یا دشمن ہے

---

ممکن نہیں کہ دیکھئے روئے شگفتگی
جب تک بہ رنگ غنچہ گریباں نہ پھاڑئے

---

صورت پرست ہوں میں مانند آئینے کے
جو کچھ ہے میرے دل میں سو میرے رو بہ رو ہے

---

کشور عشق میں رسوا سر بازار ہوئے
اُس کے ہاتھ آپ بکے جس کے خریدار ہوئے

---

دن میں سو سو بار تیرے کوچے میں آنا مجھے
اس میں سودائی کہے کوئی کہ دیوانا مجھے

---

## ریحان

دیا کرشن نام ' شاہ آباد کے رہنے والے تھے ' مگر ایک مدت تک لکھنؤ میں قیام رہا -

عام طور پر مصحفی کے شاگرد مشہور ہیں' مولف خمخانۂ جاوید نے " موجی " شاگرد " مصحفی " کا شاگرد لکھا ہے -

واجد علی شاہ کے زمانے میں راجہ الفت رائے کے بخشی تھے نازک مزاج ' اور وضعدار تھے ' علمی استعداد معقول تھی غزل میں اخلاقی مضامین کا عنصر غالب ہے ' روانی اور صفائی بھی ہے ' لفظی پابندیوں سے دامن بچاتے ہیں -

سنہ ۱۸۸۵ع میں وفات پائی -

---

# اِنتخاب

تہمت ہے تیغ تیز پہ ' خنجر پہ اِتہام

قاتل ! میں کشتہ ہوں تری ترچھی نگاہ کا

---

بے خیالِ بندگی ' باب ہدایت کھل گیا

نزع میں میں نے رجوع قلب جب ادہر کیا

---

عقدہ کھلتا ہی نہیں تقدیر کا

گھس گیا ناخن مری تدبیر کا

نوکِ مژگاں کی خطا اس میں نہیں

خود بنا عاشق نشانہ تیر

---

جب دیا حور نے مجھ رند کو جام کوثر

رشکِ زاہد کو ہوا میری گنہ گاری کا

---

اے سرو کر نہ یار کے قامت کا سامنا

قامت کا سامنا ' ہے قیامت کا سامنا

نہ کچھ جینے کی راحت ہے، نہ کچھ مرنے کا ہے کھٹکا
علاقہ اُٹھ گیا دونوں سے جب سے دل کہیں اٹکا

---

آنکھوں میں سمایا جو ترے گھر کا تصور
کعبہ نظر آیا نہ کلیسا نظر آیا

---

فرہاد تیری ہمت عالی کو آفریں
جی کھو کے عاشقی کا تماشا دکھا دیا

---

جائے جو چاہے سوئے دیر و حرم
ہم تو بیٹھے ہیں در دلدار پر

---

دیکھیں تو وہ موزوں ہے کہ بوٹا سا یہ قامت
ہو جاؤ کھڑے سرو گلستاں کے برابر

---

دشمن کسی کا ہوکے کوئی کیا بنائے گا
انساں کا اختیار نہیں اپنی جان پر

---

کیا کہوں بھول گیا ورنہ خدا سے کہتا
مجھ کو دیوانہ نہ کر اس کو پریزاد نہ کر

رند و زاهد کي لڑائی کو نہ جانے کم کوئي
خون کي ندي بہے گی خلد میں کوثر کے پاس

---

اور جینے کي آرزو کیا ہو ؟ کیا بنایا اگر جئے اب تک

---

مرے بس میں کبھی اے دلربا اپنا نہ آیا دل
وہ کیسے ہیں جو کرلیتے ہیں قابو میں پرایا دل

---

سچ ہے کہ نر دبان حقیقت، مجاز ہے
ملتا نہیں خدا جو نہ ہو راہ پر صنم

---

زندگی کس طرح اے "ریحان" کٹے
عاشقي سے جی کو بہلاتے ہیں ہم

---

آنکھوں پر اختیار ہے، اچھا نہ روؤں گا
کچھ، آپ میرے دل کو بھي سمجھاتے جاتے ہیں ؟

---

تیرے لب کو نبات کہتے ہیں ہم بھي کیا میٹھي بات کہتے ہیں

---

یہ بھی اسی کی اے بت بے رحم شان ہے
بندہ خدا کا ہوکے میں سجدہ ترا کروں

---

سوال کرتے نہیں ' گو زبان رکھتے ہیں
گدائے عشق بھي کیا آن بان رکھتے ہیں

---

سنا هم نے کانوں سے عنقا کا نام
وفا دار ' آنکھوں سے دیکھا نہیں

---

کیا مرض ہے درد دل' جس کي دوا هوتي نہیں
جب تلک مرتا نہیں کوئي شفا هوتی نہیں

---

محبت کا لطف اےدل آپس میں تب عیاں هو
معشوق قدرداں هو ' عاشق مزاج داں هو

---

کہئے کس طرح سے بہلے گی طبیعت میری
آپ بھی جاتے هو ' دل کو بھي لئے جاتے هو

---

جال میں تو پھانستے آیا ہے مجھ دل گیر کو
کیا سنوں ؟ ناصح ! تري الجھي هوئي تقریر کو

---

مجنوں کے آب رشک سے تر ہے تمام دشت
پھیلے نہ پاؤں ناقے کا' اے ساربان دیکھ !

---

دل رنجیدہ کہتا ہے نہ بولوں یار سے لیکن
جب آنکھیں چار ہوتی ہیں مروت آ ہی جاتی ہے

پیام وصل دلبر لے کے جب قاصد پھرا میرا
پلٹ کر لب سے پھر سینے میں جان بے قرار آئی

اک جان پر ہزار طرح کی [illegible]
تھوڑی سی زندگی میں مصیبت بڑی سہی

# بسمل

سید جبار علی نام، نواح چنار ضلع مرزاپور کے باشندے تھے بنارس اور عظیم‌آباد میں بھی قیام کیا تھا -

مہاراجہ اجیت سنگھہ راجہ بنارس کے مصاحب تھے ' آزاد وضع ' اور سخن فہم تھے - سنہ ۱۱۹۶ھ کے بعد تک زندہ رہے - بیشتر اشعار بے نمک ہیں لیکن جو گداز کے سانچے میں ڈھلے ہیں وہ درد کی تصویر معلوم ہوتے ہیں - اس میں اورد کی رنگ آمیزی زیادہ ہے —

ذیل میں بسمل کے چند منتخب اشعار تذکرہ گلشن ہند سے نقل کئے جاتے ہیں -

نامۂ درد و الم میں نے جب آغاز کیا
جو ترے غم کے سوا تھا ' نظرانداز کیا

---

اتنا بھی داغ عشق سے معمور ہوگیا
سینہ تمام ' خانہ زنبور ہوگیا

---

یار ! تیری ہی زلف میں دیکھا
ایک زنجیر ' لاکھہ دیوانہ

---

کیا خیال آوے بلاؤں سے اسے پرہیزکا
ہے جو بیمار اس تری چشم بلا انگیز کا

---

جب غمزۂ ' چشم یار ' دیکھا
سو تیر جگر ' کے پار دیکھا

یاد آگئی مشت خاک اپنی
اُڑتے جو کہیں غبار دیکھا

---

دل خس و خاشاک کی صورت اٹکتا ھی رھا
گو سدا دامن کو اپنے وہ جھٹکتا ھی رھا
جستجو میں یار کی گم کردہ راھوں کی طرح
میں کبھی ایدھر کبھی ادھر بھٹکتا ھی رھا

---

خط ترا نام خدا خط ھے ادا و ناز کا
دیکھئے انجام کیا ھوتا ھے اس آغاز کا ؟

---

دل میں بہ رنگ موج تمہارے وصال کا
بڑھ بڑھ کے اشتیاق کئی بار گھٹ گیا

---

ھر دم مجھے نیاز اسے ناز ھی رھا
انجام کار عشق کا آغاز ھی رھا
صیاد فایدہ ھے رھائی سے کیا مجھے
اڑنے سے جب مرا پرِ پرواز ھی رھا

---

یہ داغ عشق مثل نئے نے نواز کے
نکلے ھے بند بند سے اب پھوٹ پھوٹ کر

---

پہلو میں رکھوں میں دل ناشاد کہاں تک
اے درد کروں نالہ و فریاد کہاں تک

---

زمانے سے نرالے ھیں جگر افگار کہتا ھوں
کہ لوگ ابرو جسے کہتے ھیں میں تروار کہتا ھوں

---

جزیاد حق نہ ہو ترے دل میں کبھو گرہ
دے سبحہ وار منہہ پہ اگر اپنے تو گرہ

---

دل کی طلب ہے اور تمنا ہے جان کی
کیا مہربانیاں ہیں مرے مہربان کی

---

دردوالم سے منزلت دل ہے بس بلند
یعنی مکین سے ہے بزرگی مکان کی

---

کوے بتاں تلک تو رسائی محال ہے
جب تک یہ مشت خاک نہ برباد کیجئے

---

پیارے ! یہ وضع چشم مروت سے دور ہے
دل لے کے اس طرح بھی نہ آنکھیں چرائیے

---

روبرو تیرے ہی گر ظالم نہ یہ دل کیجئے
پھر اس آئینہ کو جا کس کے مقابل کیجئے

---

اُٹھتا ہے وہ غبار ہمارے مزار سے
ٹکر لیا کرے ہے جو نت کوہسار سے

آوارگی سے آہ رکھوں باز کس طرح
دل تو گزر چکا ہے مرے اختیار سے

---

پیش آئی ہمارے وہ' جو کچھہ کہ تھی پیش آنی
اب یہ درد دولت ہے اور اپنی یہ پیشانی

تیری ہی یاد، ذکر ترا ہی ہراں ہے
گویا اِسی لئے مرے مُنھ میں زبان ہے

---

عہدوپیمان بتاں بس کہ بہ سالوسی ہے
ایک اُمید تو سو باعث مایوسی ہے

---

آئے جلد کہ یہ بسمل مجروح ہنوز
ہر لب زخم سے مشتاق قدم بوسی ہے

# صحت نامہ جواھر سخن جلد دوم

| صفحہ سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- |
| ا-۱۱ | شعر | شعرا |
| و-۸ | شعروں | شاعروں |
| م-۱۰ | شفارش | سفارش |
| ن-۹ | افتار | رفتار |
| س-۱۳ | حسن | چسں |
| ق-۷ | لالھہ | لاکھہ |
| ر-۱۴ | ابیات غزل میں تاثیر | ابیات و غزل میں حسن تاثیر |
| ر-۱۷ | ھے | وھي |
| ش-۵ | دقت | واسوخت |
| ۷-۱۰ | تھي قسمت | محبت |
| ۲۶-۱۳ | مذکور | مرکوز |
| ۳۰-۳ | خوشبو | خوشبو کا |
| ۳۵-۱۰ | یہ | پہ |
| ۳۵-۱۸ | کی | کے |
| ۳۶-۱ | تب | جب |
| ۴۰-۱۳ | نچھوڑا | نہ چھوڑا |
| ۴۲-۱۵ | حق | عشق |
| ۴۴-۱ | برتن | برق |
| ۵۰-۱۲ | چشم | خشم |
| ۵۸-۷ | کہا | گہا |
| ۵۸-۷ | بدراہ | دلخواہ |
| ۶۷-۱۴ | ھے ھے | کے ھے |
| ۷۰-۱۶ | جھکا دوں گا | جھکاؤں گا |
| ۷۳-۲ | تلک | تک |
| ۸۲-۱۵ | جفا | خفا |
| ۸۵-۱۱ | چا | چار |
| ۹۰-۳ | ھے معلوم نہیں | سب کچھہ ھے معلوم ھمیں |
| ۹۵-۱۳ | س | اُس |
| ۱۰۵-۱۱ | ھوا | موا |
| ۱۰۸-۳ | سفیر | سفر |
| ۱۳۲-۹ | باغ صحرا | باغ و صحرا |
| ۱۳۲-۱۰ | صحرا | سودا |
| ۱۴۴-۴ | یہ ناز | نماز |
| ۱۴۷-۱۸ | بھی | تو |
| ۱۷۰-۸ | چشم | خشم |
| ۱۷۴-۱۰ | دل یا | دل ھے یا |
| ۱۷۴-۱۱ | پہچان | پہچاں |
| ۱۷۵-۱۳ | کرنے سے | کرلے تو |
| ۱۸۱-۳ | قطعہ | × |
| ۱۸۹-۱۱ | خاک | چاک |
| ۱۹۰-۸ | غیرت | عبرت |
| ۱۹۰-۱۲ | کرلي | کرے |
| ۱۹۰-۱۷ | کی | کے |
| ۱۹۳-۱ | قطعہ | × |
| ۱۹۳-۵ | لئے | ھے |
| ۱۹۳-۶ | از جاوے | اڑا جاوے |
| ۱۹۳-۷ | یا کوئی | یا کوئی بلادي ھے |
| ۲۰۳-۱۷ | کھل چلے | کھل چلے ھیں |
| ۲۰۵-۸ | یاں سے ھم | ھم یاں سے |
| ۲۱۸-۱۵ | کیا | کہا |
| ۲۲۴-۴ | ھوں | ھو |
| ۲۲۵-۳ | سب | کس |
| ۲۲۶-۱۰ | دغ | داغ |
| ۲۲۹-۱۰ | یار | یارا |
| ۲۳۶-۲ | الس | ایسي |
| ۲۳۷-۱۸ | آگئی | آگھی |
| ۲۴۳-۳ | قدر منزلت | قدرو منزلت |
| ۲۴۳-۱۳ | ھستي | عرصۂ ھستي |
| ۲۴۳-۱۹ | کہیں اور خوب کہیں | کہا اور خوب کہا |
| ۲۴۴-۸ | انواع سنجي | انواع سخن سنجي |
| ۲۴۵-۶ | ۱۸۹۵ | ۱۱۹۵ |

| صفحہ سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- |
| ۲-۲۴۶ | حرف | صرف |
| ۱۵-۲۴۷ | شکستہ پائي | شکستہ بالی |
| ۳-۹۲۴ | چھاني | چھاتی |
| ۴-۲۴۹ | بانی | پانی |
| ۹ ۲۵۴ | اشک | رشک |
| ۱۱-۲۶۰ | کو | کا |
| ۱۳-۲۶۵ | نہیں | نہیں ہے |
| ۱۲-۲۶۷ | یہ | × |
| ۴ ۲۷۴ | ذرا | ذرہ |
| ۱۴-۲۸۱ | کہاں کہ | کہاں ہے کہ |
| ۹-۳۰۴ | دور رہا | دوراہا |
| ۱۰-۳۱۲ | آئے | آئی |
| ۳ ۳۲۵ | کمہت خالے | کمہت خامہ |
| ۱۳-۳۲۵ | گل گوں | گلگوں |
| ۲۳-۳۳۰ | حسبت | جست |
| ۲۳ ۳۳۰ | کلہم | حکیم |
| ۱۸-۳ ۲ | مقل | اقل |
| ۲۲ ۳۳۲ | تعدال | یعتدل |
| ۸ ۳۳۳ | قووت | قوت |
| ۱۷ ۳۳۳ | نیسا | نیسان |
| ۱۷-۳۴۲ | راهي | رهي |
| ۲۵ ۳۴۹ | وصف | دست |
| ۲۰ ۳۵۳ | مکر | فکر |
| ۳-۳۵۵ | امام عسکري | امام حسن عسکری |
| ۸-۳۵۵ | پڑھیں | پڑھے |
| ۱۶-۳۵۵ | ۳۶ | ۳۹ |
| ۷-۳۵۶ | خوشی | خوشی سے |
| ۸-۳۵۶ | محاصرین | معاصرین |
| ۱۳-۳۵۷ | دیکھیے | دیکھیے کہ |
| ۲۰-۳۵۷ | مجازی | مجازی کا |
| ۲۲-۳۵۷ | مجار | مجاز |
| ۱۰-۳۵۸ | شیریں | شریلي |
| ۱۳-۳۶۹ | سایہ‌ار | سایہ دار |

| صفحہ سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- |
| ۱۰-۳۹۵ | ثرب | شرب |
| ۷-۳۹۶ | گفتگو کو | گفتگو کر |
| ۵-۳۹۹ | ضمیر | خمیر |
| ۱۰-۳۹۹ | کا | کے |
| ۸-۴۰۰ | اگر | اگر میرے |
| ۸-۴۰۰ | نہ تھا | نہ ہوتا |
| ۱۹-۴۱۳ | لائیں ہم | لائے ہیں ہم |
| ۴-۴۱۴ | کیا | کب سے |
| ۱۹-۴۱۵ | یا کریں | یا نہ کریں |
| ۱ ۴۲۴ | جاں بار | جاں باز |
| ۹-۴۳۵ | پردھے | پردے |
| ۲۴-۴۳۷ | موسریوں | مولسریوں |
| ۱-۴۳۸ | موسریوں | مولسریوں |
| ۶ ۴۳۹ | وات | رات |
| ۵-۴۴۱ | نظریں | نذریں |
| ۱۸-۴۴۲ | اک اک کی | رک رک کے |
| ۲۱-۴۴۳ | اشک | رشک |
| ۴-۴۴۴ | مکیں | ملیں |
| ۱۴-۴۴۶ | سب دل | سب کے دل |
| ۵ ۴۵۴ | فطرت تھا | فطرت میں تھا |
| ۱۳ ۴۵۴ | مہر | مہر سوز |
| ۱۷-۴۵۴ | صور | صورت |
| ۸-۴۶۲ | جھکتا | جھٹکتا |
| ۱۳-۴۶۷ | نصاے | نصائح |
| ۱-۴۶۸ | ناقدي | ناقدري |
| ۱۲ ۴۶۹ | تھرے | تھري |
| ۲۰-۴۸۲ | هندوستان | هندستان |
| ۱-۴۸۴ | آتی | آتے |
| ۶-۴۸۶ | گل | گھائل |
| ۷ ۴۸۶ | دیکھو | دیکھیو |
| ۸-۴۸۶ | بوسے | بوسي |
| ۱۶-۴۸۸ | راہ لی | راہ لے |
| ۸-۴۸۹ | ترن | ترے |

| صفحه سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- |
| ۵-۴۹۰ | درد | دور |
| ۵-۵۰۳ | بهی | یهي |
| ۱۵-۵ ۳ | پر | پر |
| ۱۸-۵۰۳ | تم دیکهه کے | دیکهه لیجیو |
| ۸-۵۱۰ | انظار | انتظار |
| ۱۲-۵۱۰ | کیا کهول | کیا کهوں |
| ۳-۵۱۳ | جیتے | جیٹے |
| ۱۶-۵۱۳ | درد بام | دروبام |
| ۹-۵۱۸ | درد دیوار | درو دیوار |
| ۱۱-۵۱۸ | هي | هے |
| ۱۵-۵۲۵ | سب | شب |
| ۱۴-۵۳۹ | کچهه بات | کچهه تو مجهه سے بات |
| ۸-۵۴۲ | یکتا هے | یکتاے |
| ۱۷-۵۴۸ | کس هے | کس کو هے |
| ۱۰-۵۴۹ | پرتا | پرتا هے |
| ۷-۵۵۲ | تهاهنوز | تاهنوز |
| ۱۲-۵۵۹ | پهر کے | پهر سے |
| ۱۳-۵۶۱ | هو چکي | هو چکے |
| ۴-۵۶۲ | سهر تو هو | سهر تو هے |
| ۷-۵۶۲ | اُتهتے هی | اُتهتے هیں |
| ۸-۵۶۲ | تیرے پاس | تیري پاس |
| ۵-۵۶۲ | حباب | حجاب |
| ۹-۵۶۴ | سچ | سج |
| ۲-۵۶۷ | سے | هے |
| ۱۰-۵۶۸ | باادب هو کے | مؤدب هو |
| ۲۲-۵۶۹ | تهی | تهے |
| ۱۲-۰۶۹ | طرق | فرق |
| ۱۴-۵۶۹ | عشرت نعم | عشرت و نعم |
| ۱۷-۵۶۹ | یا | یا |
| ۱۳-۵۷۰ | وادے الامر منکم | واولی الامر منکم آ |
| ۲۴-۵۷۱ | نرگس جادو | نرگس جادو |
| ۲۳-۵۷۱ | لت | رت |
| ۳-۵۷۲ | هیں امرا | هیں سب مرا |

| صفحه سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- |
| ۴-۵۷۲ | فوجوں کی | فوجوں کے |
| ۴-۵۹۲ | غت غت | غت کے غت |
| ۱۶-۵۷۲ | سی | سے |
| ۱۶-۵۷۲ | کیت | بیت |
| ۱۷-۵۷۳ | یه قدرت | ید قدرت |
| ۱۰-۵۷۴ | اسرفیل | اسرافیل |
| ۲-۵۷۵ | دهلي قیام | دهلی کے قیام |
| ۲-۵۷۷ | سمری | سحری |
| ۴-۵۷۷ | سحري | سفری |
| ۱۸-۵۷۹ | ارظار | انتظار |
| ۵۸۰ ۹-۴-۳ / ۱۰-۸ | تهرے گا | تهہرے گا |
| ۱۱-۵۸۴ | کسي | کس |
| ۱۵-۵۸۴ | تب | تپ |
| ۱۳-۶۰۸ | تصدیع | تصدیع |
| ۵-۶۱۱ | کي | کے |
| ۹-۶۱۲ | چهت | پهت |
| ۱-۶۲۹ | ازو | آرزو |
| ۵-۶۳۰ | مدے | ترے |
| ۱۴-۶۳۲ | پهر هیں | پهرتے هیں |
| ۸-۶۳۰ | عالم هوں | عالم میں |
| ۱۶-۶۳۰ | اپنے کلاه | اپني کلاه |
| ۱۴-۶۴۳ | وهي رهے | رهے وهي |
| ۱-۶۴۹ | رشک | اشک |
| ۱-۶۵۰ | ناز پسیں | باز پسیں |
| ۱۱-۶۶۰ | انشا کے | انشائے |
| ۸-۶۷۲ | پهونی | پهنچی |
| ۹-۶۷۴ | کم طرف | کم ظرف |
| ۱۴-۶۸۰ | مرے | مری |
| ۱۱-۶۸۱ | سے | سي |
| ۱۸-۷۰۶ | اُس چشم | اِس چشم |
| ۷-۷۰۸ | هي | هے |
| ۴-۷۲۷ | بیتا مجهه کو | سن کے بیتا |
| ۸-۷۲۷ | مرا پیماں | مرے پیماں میں |

| صفحہ و سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|
| ۱۳-۷۲۷ | بیٹھے ہو | بیٹھے ہے تو |
| ۱۷-۷۲۷ | یہ | سب |
| ۲-۷۲۸ | تھم | تم |
| ۱-۷۳۱ | فضلو | فضل علی |
| ۱۲-۷۳۱ | اُن کی | اپنی |
| ۷-۷۳۲ | صبر | جبر |
| ۸-۷۳۴ | ان دنوں | اِک زنداں |
| ۱۴-۷۶۱ | مل جا کہیں | مل جائے کہیں |
| ۱۰-۷۶۲ | ذوق | شوق |
| ۱۲-۷۶۲ | واے | درسے |
| ۴-۷۶۳ | نظم آتے ہیں | نظم کرتے ہیں |
| ۲-۷۸۳ | آئینہ | آئینے |
| ۱۲ ۷۸۸ | رے | رہے |
| ۱۰-۷۸۹ | رزو | آرزو |
| ۵-۷۹۴ | پرھن | پیرھن |
| ۳-۷۹۷ | آمدنی علاوہ | آمدنی کے علاوہ |
| ۴-۷۹۷ | وراثت | سرکار |
| ۱۰-۸۰۰ | مہر بنیں | پھر بنیں |
| ۱۳-۸۰۲ | بھی | بھر |
| ۵-۸۰۵ | متوالے | متوالی |
| ۲-۸۲۴ | جعفہ | جعفر |
| ۷-۸۳۱ | اوو | میں |
| ۴-۸۳۱ | روبہ و | روبرو |

باہتمام بھگوتی پرشاد سریواستوا مینیجر کایستھ پاٹھ شالا پریس الہ آباد
ناشر— ڈاکٹر تارا چند، ہندستانی اکیڈیمی — الہ آباد